JANUARY, 1948.

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیرانِ اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

شائع کردہ سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے لئے اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۴ | بابت ماہ جنوری ۱۹۴۸ء | نمبر ۱

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا)

شذرات

برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی اسلامی تعلیمات کے لئے ایک درسگاہ کھولنے کا تہیہ کر چکی ہے۔ جس کا صدر مقام لنڈن ۱۸ اکلسٹن سکوئر وکٹوریا میں قرار پایا ہے۔

اس درس گاہ کی غرض وغایت کلیتہً اسلام کی اعتقادی اور عملی تعلیم دینا ہے تاکہ اس ملک میں پرانے مسلمانوں اور اُن کو جو اب حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں کافی طور پر علوم اسلامی کے سیکھنے کا موقعہ مل سکے۔ تاکہ وہ اُن فرائض کو بجا لانے کے قابل بن جائیں۔ جو ایک مسلم کے لئے لازمی ہیں۔ اور خدائے بزرگ و برتر اور اس کے مقدس فرستادہ حضرت ختمیت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے بموجب اپنی زندگی بسر کریں۔

ان مقاصد کو روبراہ لانے کیلئے مفصلہ ذیل مضامین کی تعلیم کا اہتمام کیا گیا ہے:-

(الف) یومیہ فرائض اسلامی ۔۔۔۔ کی انجام دہی مثلاً نماز وغیرہ

(ب) عربی زبان کی ابتدائی تعلیم تاکہ مسلمان اپنی نماز کے کلمات صحیح طور پر ادا کر سکیں اور حتی الامکان قرآن مجید کی ضروری تعلیمات کو سمجھ سکیں۔

(ج) قرآن وحدیث کا مطالعہ۔

(د) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ کا مطالعہ۔ کیونکہ حضور صلعم کے حالات و واقعات زندگی ہم مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔

قواعد وضوابط

(۱) یہ درس گاہ ہر سنیچر کو ساڑھے چار بجے شام سے ۸ بجے شب تک کھلے گی۔ اور اس کا جائے وقوع

۱۴-۱۶ انگلیشن سکوئر (ایس-ڈبلیو-آئی) ہوگا- اس امر کا بعد میں اعلان ہوگا کہ اور کس کس جگہ اور کس کس وقت تعلیم دی جائیگی -

(۲) اس درس گاہ کا سررشتہ انتظام ایک سب کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا- جس کا تقرر برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی کے اختیار میں ہوگا-

(۳) یہ تعلیم جبری نہیں اختیاری اصول پر مبنی ہوگی متعلمین کے لئے رجسٹریشن کی ضرورت نہ ہوگی اور کوئی معاوضہ بطور فیس وغیرہ نہیں لیا جائیگا -

(۴) تمام مسلمان اور ایسے لوگ جو اسلام میں دلچسپی لیتے ہوں- درس گاہ میں تعلیم حاصل کرنے کے مجاز ہوں گے -

(۵) خواتین کی تعلیم کے لئے خواتین معلمات مقرر کی جائیں گی اور بعض خصوصی جماعتیں کھولی جاسکتی ہیں

(۶) مزید اطلاعات حاصل کرنے کیلئے ذیل کے پتہ پر خط وکتابت کی جاسکتی ہے،

آنریری سکرٹری مسلم سوسائٹی (شیخ محمد اقبال) ۱۱، میفیلڈ گارڈنز ہینول- ڈبلیو ۷-

ہندوستان میں آفتاب آزادی کا طلوع

یہ اس لیکچر کا ترجمہ ہے- جو الحاج ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم، ایس-سی- پی ایچ ڈی امام ووکنگ مسجد نے فرینڈز ہوس لنڈن میں دیا- آپ نے فرمایا:-

آج ہم "یوم آزادی" کی خوشی منانے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں- ۱۵- اگست ۱۹۴۷ء کو خدا کے فضل سے پاکستان کی مملکت معرض ظہور میں آگئی- الحمدللہ علے ذالک ثم الحمد اللہ- یہ دن ہندوستان کی تاریخ میں نہایت شاندار دن ہے نہ صرف ہندوستان کی تاریخ میں ہی بلکہ خود برطانیہ عظمیٰ کی تاریخ میں یہ دن ایک نہایت زبردست اہمیت رکھتا ہے- آزادی سے محبت کرنے والے اصحاب تمام دنیا میں آج اس آزادی کا جو ہندوستان کے لوگوں کو حاصل ہوئی ہے بڑی گرم جوشی اور تپاک سے خیر مقدم کرتے

ہیں۔ آج اہالیان ہندوستان کو ان کی جدوجہد کا ثمرہ مل گیا۔ اور جس مقصود کے لئے وہ نسلاً بعد نسلٍ مضطرب اور بے چین تھے انہیں حاصل ہو گیا۔ اور زیادہ خوشی اس بات سے ہے کہ جس صلح اور امن کے ساتھ ہندوستان کو آزادی ملی ہے وہ بہت قابل قدر امر ہے۔ (یہ اس وقت دیا گیا تھا جبکہ فرقہ وارانہ فسادات رونما نہیں ہوئے تھے مترجم) قوموں کو اپنی آزادی کے حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی قیمتیں دینی پڑتی ہیں بلکہ انہیں قتل و خون سے دو چار ہونا پڑتا ہے مگر مقام شکر ہے کہ یہاں یہ صورت واقع نہیں ہوئی اور یہ برطانیہ کی غایت درجہ کی صلاحیت اور نیک نیتی ہے کہ بغیر خون کا ایک قطرہ گرنے کے آزادی کی دولت سے ملک کو بہرہ ور کر دیا۔ غالباً یہ تمام نسل انسانی میں پہلی مثال ہے۔ برطانیہ کے لئے یہ مقام فخر ہے کہ انہوں نے بغیر کشت و خون کے ہندوستانیوں کو اختیارات سونپ دیئے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کسی اور طاقت نے بھی دنیا میں اس طریق سے کام لیا ہو جو برطانیہ نے اس معاملہ میں اختیار کیا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے برطانیہ اس معاملہ میں اپنی نظیر آپ ہی ہے۔

جہاں ایک طرف برطانیہ نے اپنا دور حکومت خیر و خوبی سے سرانجام دیدیا ہے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ ہندوستان اور پاکستان یہ دونوں جدید سلطنتیں بھی اپنے معاملات کا اسی طرح سے انتظام کریں گی۔ جس سے دنیا میں رواداری اور نیک نیتی اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کی مثال پیش ہو سکے گی دنیا سے امن اور سکھ اٹھ گیا ہے۔ لیکن ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ ہندوستان کی دونوں مملکتیں بنی نوع انسان کی بہت بڑی خدمت سرانجام دینگی اور جس چیز کی دنیا کو ضرورت ہے اور جس بین الاقوامی اتفاق و اتحاد کی اہمیت اس قدر واضح ہے اس کے لئے یہ ہر دو سلطنتیں اپنے آپ کو کلیتہً معروف عمل کر دینگی۔ اس پاک اور اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے قومی تفرقات اور نسلی امتیازات ہمیں مدد نہیں دے سکتے۔ اگر ہم دنیا میں امن اور راحت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے زاویہ نگاہ کو بلند کرنا چاہئے اور تمام بنی نوع انسان کو اپنی برادری سمجھنا چاہیئے۔

یہ امر مسلم ہے اور کوئی زیرک انسان اس سے انکار نہیں کر [illegible] وہ تہذیب جو مادیت پر مبنی تھی۔ وہ اب دنیا سے رخصت ہو رہی ہے۔ اور اب صرف اخلاقی اور ر[illegible]انی طاقتیں ہی ہیں۔ جن کے بل بوتے

پر بنی نوع انسان کی سلامتی منحصر ہے۔ مادی ترقی جس کے متعلق عام خیال ہو گیا تھا کہ یہ بنی نوع انسان کی خوشی اور راحت کا موجب ہو گی۔ دنیا کے لئے تباہی اور بربادی کا موجب ہوئی ہے۔ پروفیسر ایم ایل ای اولی فینٹ (Oliphant) جو کہ ایٹم بم کے معلوم کرنے والوں میں سے اولین میں ہیں۔ انہوں نے تمام اقوام کے سائنس دانوں کے ایک جلسہ میں جو گذشتہ جولائی میں برمنگھم کے مقام پر منعقد ہوا کیمیکل اور ایٹم بم کی جنگ کے ذریعے تمام دنیا کی تباہی و بربادی کے امکان کا اظہار فرمایا۔ آپ نے بیان کیا:۔

"سائنس تحفظ کی بجائے تباہی کے اصولوں کی طرف زیادہ سرعت سے ترقی کر رہی ہے۔ تمام دنیا ایک عجیب پریشانی اور ابتری میں مبتلا ہے۔ اور جان و مال ننگ و ناموس کی حفاظت دنیا سے مفقود ہو چکی ہے۔"

ہم کہتے ہیں کہ سائنس فی الواقعہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اسے متہم قرار دیا جائے یہ ہماری سوسائٹی کی بنیاد ہے جس میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ انسان کی زندگی کے زاویہ نگاہ میں تبدیلی واقع ہونی چاہیئے۔ ہمارا فرض ہے کہ یہ تمام بنی نوع انسان کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اور اس برادری کی بنیاد اخلاقی اور روحانی طاقتوں پر قائم کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم زندگی کے اُس تصور کو اپنا لیں جو دنیا کے بڑے بڑے معلمین مثلاً کرشنا۔ ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ اور سب سے آخر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو سکھایا ہے اگر اس اصول اور اس تصور پر ہر دو مملکتوں کی بنیاد رکھی جائے اور برطانیہ عظمیٰ اس کی معاونت سے پہلو تہی نہ کرے اور مساوی طور پر پرلیبل انڈین کے اصول پر کاربند رہے تو ہمیں یقین کامل ہے کہ یہ امر تینوں سلطنتوں یعنی برطانیہ عظمیٰ ہندوستان اور پاکستان کیلئے باہمی فائدہ کا باعث ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ تمام دنیا اس سے بہرہ مند ہو گی۔ ہمیں امید ہے کہ برطانوی اور ہندوستانی مفاد باہمی دوستی اور تعاون سے اچھی طرح پنپتے رہیں گے۔ ہم ہندوستان اور پاکستان دونوں حکومتوں کی بہبود کے خواہاں ہیں اور اس کے ساتھ ہی برطانیہ کی بہبود کے لئے بھی ہم دست بدعا ہیں۔

پاکستان سے کیا مراد ہے

(از قلم جناب مولانا محمد یعقوب خان صاحب بی-اے-بی-ٹی)

ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

اے پیغمبر ہم نے تمہیں تمام بنی نوع انسان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مختلف لوگوں نے پاکستان کا مطلب اپنے اپنے ذوق اپنے اپنے علم و عقل اور اپنی اپنی تربیت کے مطابق مختلف سمجھ رکھا ہے۔ ایک متوسط درجہ کے آدمی کے نزدیک پاکستان کا مطلب غیر ملکی حکومت کی غلامی سے رہائی اور مسلمانوں کا اپنا راج ہے - اور یہ وہ بات ہے جو قدرتی طور پر خوشی اور فخر کا باعث ہے - ایک صاحب جو ریش پُر عیش شکل و صورت میں بہت بڑے مولانا نظر آتے تھے - راقم الحروف کی خوش قسمتی سمجھئے یا بد قسمتی کہ آنجناب کے ساتھ ایک دفعہ لاہور کی اومنی بس میں تھوڑی دیر کے لئے رفیق راہ ہونے کا موقعہ حاصل ہوا - ان کے نزدیک جو پاکستان کے معنی ہیں - اس کی حقیقت بھی ملاحظہ فرما لیجئے - یہ قابل احترام بزرگ جو ایک لمبی داڑھی چھوڑے ہوئے تھے اور جن کے بشرہ سے تقدس ٹپک رہا تھا اپنی بغل میں ایک بنڈل جیسی چیز دبائے ہوئے تھے جو ایک کپڑے میں لپٹا ہوا تھا - آنجناب اس کھچا کھچ بھری ہوئی بس میں ابھی داخل ہی ہوئے تھے کہ حسب معمول ایک زور کا ہچکولہ لگا اتفاقاً ایک اور صاحب مولانا صاحب کے بنڈل سے ٹکرا گیا - بس پھر کیا تھا - مولانا صاحب کا پارہ چڑھ گیا اور بہت بری طرح بگڑا - حضور ممدوح الصدر نہایت بلند آہنگی سے فرمانے لگے "کیا تم اندھے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس بنڈل میں قرآن مجید ہے - خیر! ذرا انتظار کرو - ہم لوگوں کی ڈنڈے سے خبر لی جائے گی - اب تک تو تم نے جو کچھ چاہا کیا - لیکن اب وہ زمانہ گیا - اب پاکستان آگیا ہے - اب تمہاری خبر

لی جانے لگی۔ سو یہ تھی حضرت مولانا نے موصوف کی تعریف پاکستان۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون
ایک دوسرے مولانا صاحب یہاں ایبٹ آباد میں جہاں راقم الحروف موسم گرما کے لئے ٹھہرا ہوا ہے۔ خاص اپنے ہی رنگ میں پاکستان منانے کا تہیہ کئے بیٹھے ہیں۔ وہ لوگوں سے یوں گلفشاں ہوتے ہیں کہ ۱۵۔ اگست کا دن آنے دو اور پھر میں دیکھوں گا کہ لوگ کس طرح مسجد میں نہیں آتے۔ میں شہر میں درہ لیکر نکلوں گا۔ اور دائیں بائیں درہ چلاتا جاؤں گا۔ اور اس طرح سے میں ان کو سمجھاؤں گا۔ کہ پاکستان آگیا ہے۔" یہ پاکستان کے ایک اور معنی ہیں جو ان مولانا صاحب نے ارشاد فرمائے ہیں۔ اور جو مولانا "ذہنیت" کے لوگوں کے حسب حال ہیں۔ ان اصحاب کے نزدیک پاکستان کی ساری شان و شوکت اسی میں محدود و محصور ہے کہ وہ لوگوں کی پیٹھ پر درے لگتے دیکھیں۔ ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

پاکستان کے یہ معنی ملا لوگوں کے ۔ دل و دماغ رکھنے والوں کے لئے موزوں ہوں گے۔ مگر ہمارے نزدیک تو اس اصل اسلامی نکتہ نگاہ سے کوسوں دور ہیں جو آیت بالا میں بیان کیا گیا ہے یعنی

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس کے ایک عرصہ دراز تک دشمنان اسلام کے ظلم وستم کے تختہ مشق بنے رہے اور اسی طرح آپ کے صحابہ پر مخالفین نے طرح طرح کے ظلم توڑے لیکن آخرکار وہ وقت آگیا کہ اللہ تعالے نے ہمارے نبی کریم صلعم کو اپنے دشمنوں پر کامل غلبہ عطا فرمایا اور آپ مظفر و منصور مکہ میں جو دشمنوں کا قلعہ تھا داخل ہوئے۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ "پاکستان" کے ان ابتدائی فاتحین نے اسلامی راج کو کس طرح منایا۔ اسلامی عسکر جب فتح و کامرانی کا پرچم اڑاتا ہوا مکہ معظمہ میں داخل ہوا اس کے وسط میں حضرت ختمیت مآب صلعم ایک اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہوئے خدا کے بزرگ و برتر کے حضور سربسجود تھے۔ اور زبان فیض ترجمان سے درگاہ حضرت ذوالجلال میں شکر بجا لا رہے تھے۔ کہ جس کی عنایات بے غایات سے یہ عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی۔ اور جس کی نصرت و تائید سے اسلام کی صداقت کا علم بلند ہوا۔ اس وقت کسی بے ہودہ شان و شوکت کا اظہار نہیں

کیا گیا نہ اپنی طاقت اور قوت کا مظاہرہ اس طریق پر کیا گیا جیسا کہ عوام کا قاعدہ ہوتا ہے۔ پھر قابل غور یہ امر ہے کہ جبکہ حضرت نبی کریم صلعم کو خدا نے دشمنوں پر پورا پورا اقتدار بخش دیا تھا تو حضور صلعم نے ان سے کیا سلوک روا رکھا۔ کیا اس وقت تیز دھار والی تلواریں نیام سے باہر نکالکر ان کی چمک دمک سے دشمنوں کو مرغوب کیا جاتا تھا۔ کیا اس وقت توپ اور بارود سے ان جانی دشمنوں کی تواضع کی گئی تھی۔ کیا ان کو یک قلم تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ ہرگز نہیں۔ انہی دشمنوں کو جنہوں نے حضور اور حضور کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا حضور صلعم نے بکمال رحم مخاطب ہو کر فرمایا لا تثریب علیکم الیوم۔ یعنی آج میں تم کو ایک کلمہ ملامت کا بھی نہیں کہتا۔ میں سب کو معاف کرتا ہوں۔ ذرا اس واقعہ کا اس بیسویں صدی کی مہذب اقوام کے طور طریق سے مقابلہ کر کے دیکھئے۔ ان لوگوں نے جرمن دشمنوں سے کیا سلوک روا رکھا۔ نازی لیڈر دار پر لٹکائے گئے یا ان کو تا عمر سلاسل غلامی میں جکڑا گیا۔ مکہ کے فاتح کا حال ملاحظہ کیجئے اور پھر جو کچھ نیورمبرگ میں گذرا اس پر ذرا نظر دوڑائیے۔ زمین اور آسمان کا فرق نظر آئے گا۔

مکہ کا فاتح صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر آیا تھا۔ اور نیورمبرگ والے بزرگوار ظلم و ستم کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ یہ ہے پاکستان کا مطلب۔ اور یہ ہیں معنے پاکستان کے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی سراسر رحمت ہونا چاہئے۔ اسلام کے جھنڈے کے نیچے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے۔ اور اسلامی راج کے عدل و انصاف اور لطف و کرم سے سب کو یکساں متمتع اور بہرہ ور ہونا چاہئیے۔

جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو آپ نے اس کو کیا ہدایت کی؟

آپ نے فرمایا" یہ اہل کتاب نرم طبیعت کے لوگ ہیں۔ ان کے پاس خوشخبری لے کر جانا یعنی رفق و ملائمت کا سلوک کرنا۔ ان کو خوفزدہ مت کرنا۔ اور پھر اس [illegible] کی احتیاط کرنا کہ ان کے اموال کو نہ چھونا"۔ یہ تھی اسلام کی سلطنت کی پالیسی جو کسی خفیہ [illegible] ریک کر کے اندر نہیں ظاہر کی

گئی تھی۔ بلکہ شاہراہ عام پر جب کہ نبی کریم صلعم عام مسلمانوں کے ہمراہ گورنر موصوف کو یمن کی طرف الوداع کہنے کے لئے آپ کے ساتھ ساتھ تشریف لے جا رہے تھے ۔حضورؐ نے یہ زریں الفاظ ارشاد فرمائے یہ ہیں معنے پاکستان کے۔ دوسرے لوگوں کے جذبات کا احترام۔ اور ان کے مال و جان کی پوری پوری حفاظت۔

ابتدائے اسلام کی تاریخ اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے جو کمال انسانیت اور انتہائے شرافت نفس پر دال ہیں۔ شفقت علیٰ خلق اللہ اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور اسلامی راج کا مقصد اس کو دنیا میں مستحکم کرنا تھا۔ اس شفقت علیٰ خلق اللہ کی روشن مثالوں سے اسلامی تاریخ کا ایک ایک ورق درخشاں نظر آتا ہے۔ حضرت عمر اعظم رضی اللہ عنہٗ جن کے رعب و داب کا یہ عالم تھا کہ لوگ اُن کا نام سنکر ہی کانپ جاتے تھے۔ اور کسی عامل خلافت کو ان کے حکم سے سرتابی کی مجال نہ تھی۔ ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ بایں سطوت و جبروت او ربایں رعب و داب اندھیری رات میں اپنی پیٹھ پر اناج وغیرہ اٹھا کر غربا کے گھر لے جاتے ہیں اور انہیں کھانا کھلاتے ہیں۔ ان حضرات کے نزدیک سلطنت سے مراد تعیش نہ تھا۔ قطعاً نہ تھا بلکہ وہ خوب سمجھتے تھے کہ سلطنت سے مراد خدمت خلق ہے۔ اس سے مراد غریبوں کی پرورش اور مصیبت زدوں کی مصیبت کو دور کرنا ہے۔ تلمروئے پاکستان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ جو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائے۔ پاکستان کا مطلب ہے مفلسی کے خلاف جد و جہد جہالت کے خلاف ایک کوششِ پیہم اور امراض کے خلاف ایک سعیِ متصل۔

یہ نہایت قابل افسوس بات ہے کہ اسلام کا وہ عظیم الشان طرز حکومت جس میں سراسر بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود مضمر تھی۔ اور اس کا مقصد عامۃ الناس کو فائدہ پہنچانا اور سکھ دینا تھا۔ اس قدر اس کو بگاڑ دیا گیا ہے اور اس کو وہ شکل دی گئی ہے کہ غیر مسلم اب اسلامی راج کے نام سے بھی کانپ اٹھتا ہے۔ اس کا الزام ہم پر عائد ہوتا ہے۔ ہم ایسی لایعنی اور بے ہودہ باتوں میں پڑ گئے ہیں کہ اعلیٰ مقاصد ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ مطالعہ اسلام کے پیش نظر وہ بلند

اور اعلیٰ اور ارفع امور ہیں۔ جن سے قوموں کی فلاح وابستہ ہے۔ کیا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان نہیں فرمایا۔ "تعظیم لامر اللہ و شفقت علی خلق اللہ"۔ کیا آپ نے نہیں فرمایا۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ یعنی مسلمان وہ ہے۔ جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

غیر مسلم دوست ہم سے پوچھتے ہیں کہ پاکستانی حکومت کس قسم کی ہوگی؟ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ Theocracy قسم کی حکومت ہوگی۔ اور اس قسم کی حکومت کے متعلق ان کے خیالات بہت عجیب و غریب ہیں۔ اور اس میں وہ حق بجانب ہیں۔ یہ ہمارا ہی قصور ہے۔ زبانی طور پر اور عملی طور پر بھی ہم نے اسلام کو ایسے رنگ میں پیش کیا ہے کہ انسان اس سے خوفزدہ نہ ہو تو کیا کرے۔ ہم نے اس کو بڑی بھیانک شکل دی ہوئی ہے۔ راقم الحروف کو اب تک یاد ہے کہ کس طرح ٹراونکور ریاست میں ایک مہتہ ڈاکٹر میرے پاس چاقو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ یہ صاحب ابھی تازہ ہی مسلمان ہوئے تھے۔ ان کو یہ خیال گذرا کہ میں گویا ان کا ختنہ کرنے لگا ہوں۔ اس واقعہ کو کئی سال گذر گئے۔ ختیہ قوم کے لوگ جو بہت اچھے تعلیم یافتہ لوگ ہیں وہ ذات پات کے ظلم سے تنگ آکر آغوش اسلام میں پناہ لینا چاہتے تھے یا عیسائی بننا پسند کرتے تھے۔ لیکن ان کا زیادہ رجحان اسلام کی طرف تھا مگر وہاں کے مُلّا لوگوں نے ان کے راستہ میں ایک بہت بڑی روک ڈال رکھی تھی۔ انہوں نے ان کو کہیں یہ کہدیا تھا۔ کہ اگر وہ اسلام کو قبول کریں گے تو انہیں ختنہ خود کر لینا پڑے گا ورنہ وہ دائرہ اسلام کے اندر داخل نہیں ہو سکیں گے۔ اُن کے دلوں سے اس خوف کا دور کرنا بہت مشکل کام تھا۔ کہ بڑی عمر کے نومسلموں کو ختنہ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس معاملہ میں انکو بڑے بڑے لیکچر دینے کی ضرورت پیش آئی۔ وہ نومسلم ڈاکٹر جن کا ذکر اوپر آیا ہے وہ بھی راقم الحروف کے ہمراہ جگہ بجگہ جاتا اور اپنی ہم قوم لوگوں کے جلسے منعقد کر کے ان کو سمجھاتا کہ اسلام میں ان کو مساوات کا درجہ حاصل ہوگا۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب موصوف کو یقین تھا کہ ختنے کا خوف بے معنی ہے مگر جب انہوں نے میرے پاس چاقو دیکھا تو وہ خوفزدہ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ا[illegible] لگے کہ "آپ بھی نومسلموں کا ختنہ کرنے کے لئے چاقو لئے پھرتے ہیں۔ اور یہ کہکر وہ کئی قدم مجھ سے پیچھے جا کھڑے ہوئے تاکہ

فتنہ سے بچ جائیں۔ ہندو قوم کے نزدیک گویا اسلام فتنہ تھا اور فتنہ اسلام تھا۔

یہ سلوک ہے جو ہم نے اسلام جیسے عظیم الشان پیغام سے کیا ہے۔ جس میں بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کا اس قدر اہتمام کیا گیا تھا۔ اسلام کا بنیادی مسلک تو انسانوں کے اندر محبت اور ہمدردی پیدا کرنے کا تھا۔ بڑے بڑے مدنی۔ اقتصادی اور روحانی مسائل جو بنی نوع انسان کو پیش آتے ہیں۔ ان کو حل کرنا تھا۔ بدی۔ بے انصافی۔ اور ظلم کا قلع قمع کرنا تھا۔ اور کمزوروں اور گرے ہوؤں کو کھڑا کرنا اور ان کو بام ترقی پر پہنچانا تھا۔ صد حیف وہ پیغام جو سراسر رحمت تھا۔ اب اس کی نسبت دوسروں کے دلوں میں نفرت اور خوف کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ اور یہ ہم لوگوں کا ہی قصور ہے۔

ہمارا اس بات پر خوش ہونا بالکل تقاضائے فطرت کے مطابق اور بالکل بجا ہے کہ وہ کڑی زنجیریں جو ڈیڑھ سو سال سے ہمیں جکڑے ہوئی تھیں وہ ٹوٹ چکیں اور غلامی کا وہ جوا جو ہماری گردنوں میں پڑا ہوا تھا۔ اب خدا کے فضل سے دور ہوا اور ہم کراچی کی نسیم بحری کے خوشگوار جھونکوں کی طرح آزاد و خود مختار ہیں۔ لیکن اس خوشی میں ہمیں یہ امر فراموش نہیں کر دینا چاہئیے کہ پاکستان کا قیام خوشی کا موجب ہونے کی بہ نسبت زیادہ تر ذمہ داریوں کا پیغام لیکر آیا ہے۔ یہ ہماری قوم کے لئے فرائض کے انجام دینے کے لئے ایک بلاوا ہے۔ یہ ایک امانت ہے۔ یہ ایک عزم کو چاہتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز جن کا شمار خلفائے راشدین میں ہوتا ہے ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب ان کو خلافت کے منصب کے لئے منتخب کیا گیا تو ان پر اس ذمہ داری کا اس قدر بوجھ پڑا کہ ان میں اس قدر طاقت نہ رہی کہ وہ خطبہ دینے کے لئے منبر پر بغیر کسی شخص کے سہارے کے چڑھ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ خلافت کا بار جو یک لخت میرے کندھوں پر ڈالا گیا ہے اس نے مجھے اس قدر مضمحل کر دیا ہے کہ میں اس قابل نہیں کہ اپنے پاؤں پر خود بخود کھڑا ہو سکوں۔

یہ ہے وہ سپرٹ۔ خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کرنے کی سپرٹ۔ جس کے ساتھ ذمہ داری کا پورا پورا احساس ہو۔ اسی سپرٹ کے ساتھ ہمیں اس کامیابی کو جو پاکستان کی شکل میں خدا نے ہمیں دی ہے خیر مقدم کہنا چاہئیے۔ ہزار برس سے زیادہ عرصہ گذرا۔ جبکہ سندھ کے ریگستان نے

ایسا ہی ایک منظر دیکھا تھا۔ جبکہ محمد بن قاسم نے سب سے پہلی دفعہ اسلام کا علم اس سرزمین میں نصب کیا تھا۔ آج پھر بڑے بڑے انقلابات اور بڑے بڑے تاریخی واقعات رونما ہو چکنے کے بعد پھر وہی اسلام کا جھنڈا اس سرزمین میں لہراتا نظر آتا ہے۔ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ ہمیں یہ فخر حاصل ہے کہ آج ہمارے ہاتھوں سے اس تاریخی سرزمین پر اسلامی جھنڈا لہرایا جاتا ہے اور یہ ہماری بہت بڑی خوبیٔ قسمت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں اس امر کو نظر انداز نہیں کر دینا چاہیئے کہ جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے وہ بھی بہت بڑی ہے۔

اسلام کا یہ جھنڈا جو یونین جیک کی بجائے تمام پاکستانی علاقہ میں ۱۵ راگست کو لہرایا جانے والا ہے[1] یہ وہ جھنڈا ہے جو بڑی زبردست روایات کا حامل ہے۔ ذرا اپنا تخیل زمانہ قدیم کی طرف لے جائیے۔ اور گذشتہ صدیوں کا تصور کیجئے۔ تو آپ کو نظر آئے گا کہ بڑے بڑے عظیم الشان انسان اس کے اردگرد جمع ہیں۔ اس جھنڈا کے چاند ستارے پر نظر ڈالنے سے تاریخ کے بڑے بڑے روشن ستاروں کا ایک جمگھٹا۔ بڑے بڑے اولیاء بڑے بڑے بہادر۔ جنگجو۔ جرنیل۔ مدبر۔ بادشاہ۔ شہنشاہ فلاسفر اور سائنسدان آپ کے تخیل کی آنکھوں کے سامنے آجائیں گے۔ جہاں کہیں یہ جھنڈا گیا ہے۔ امن۔ خوشحالی۔ شرافت اور رحم و کرم۔ تہذیب و اخلاق۔ اس کے ساتھ ساتھ گئے ہیں قرطبہ سے لیکر بغداد تک جہاں کہیں یہ جھنڈا گیا نور پاشی کرتا گیا۔ یہ وہ عظیم الشان روایات ہیں۔ جو ہم اس تاریخی جھنڈا کے ساتھ اپنے آباؤ اجداد سے ورثہ میں پاتے ہیں۔

پاکستان کا مطلب یہ عظیم الشان تاریخی ورثہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور طارق رضی اللہ عنہ کا ورثہ ایک طرف اور ابو رروز (Averroes) اور ابو سینا ر (Avicenna) کا ورثہ دوسری طرف۔ یہ وہ بھولی بسری روایات ہیں جنہیں معماران پاکستان نے پھر زندہ کرنا ہے۔ پاکستان کی خوشی کے سلسلہ میں ہمیں پاکستان کی اصل غرض کو بھول

---

[1] یہ مضمون ۱۵ راگست سے پہلے لکھا گیا تھا۔

نہیں جانا چاہئیے۔ اور اس کا جو حقیقی پہلو ہے اس کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئیے۔ اگر ہم ان روایات کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو جو کام ہمارے سامنے ہے۔ وہ کوئی معمولی نہیں بلکہ بہت بڑا ہے

پاکستان قوم کے ہر ایک شخص کو خواہ وہ سیاسی شخص ہے یا وزیر ہے۔ سپاہی ہے یا ملاح ہے عالم ہے یا تاجر۔ ایک دعوت دیتا ہے۔ اور وہ دعوت کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ قوم کے ہر ایک فرد کو چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنے آپ کو بلند کر دینا چاہئیے۔ خواہ وہ باتیں ذاتیات سے تعلق رکھتی ہوں یا اعتقادات سے۔ تاکہ اسلام کا اصل تخیل حاصل ہو سکے اور اُس کے نور سے ہر جان منور ہو۔ یہ وہ تخیل ہے جو بہت ارفع اعلےٰ اور وسیع ہے جو سراسر رحم و کرم اور بنی نوع انسان کے فلاح و بہبود کے لئے ہے پھر اس کے ساتھ ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کو ایک ایسی سلطنت بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکرے جو اُن عظیم الشان روایات کی حامل ہو۔

بس یہی معنی ہیں پاکستان کے۔ اور جب ہم ۱۵ر اگست کو پاکستان کے قیام کی خوشیاں منانے میں مصروف ہوں ہمیں اس اصل روح اور اسلامی طریق حکومت کے بنیادی اصول کو فراموش نہیں کر دینا چاہئیے۔ اس سپرٹ کی روشنی میں ہمیں پاکستان بنانے میں لگ جانا چاہئیے۔ موجودہ۔۔۔ ضروریات اور حالات نے ایسے ایسے مسائل پیدا کر دئیے ہیں جنہیں معماران پاکستان نے حل کرنا ہے ہم بخوشی ان مسائل کو موجودہ طریقوں سے حل کریں۔ لیکن سپرٹ کے لئے ہمیں اسلام کے سنہری زمانہ کی طرف ہی نظر دوڑانی چاہئیے جبکہ حکومت کا مقصد خدمتِ خلق اور بہبود بنی نوع انسان تھا۔ جبکہ امن اور خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ اور جہاں کہیں اسلام کا جھنڈا گیا علم و فضل تہذیب و تمدن کی روشنی اس کے ساتھ ساتھ پھیلتی گئی۔

جملہ خط و کتابت بنام خواجہ عبد الغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل براندرتھ روڈ لاہور (پاکستان) اور تمام ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری ٹرسٹ مذکور ہونی چاہئیے

(سیکرٹری)

آستانۂ صداقت اسلام

(از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

سلسلہ کیلئے اشاعت اسلام ماہ دسمبر ۱۹۴۷ء ملاحظہ ہو

قرآن شریف نے آگ کے اس مظہر کی طرف، جو اشیاء کے تسلسلِ حیات کی، جبکہ وہ ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہو جاتی ہیں۔ بہترین مثال دی ہے، مندرجہ ذیل آیات میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:-

اولم یرا الانسان انا خلقناہ من نطفۃٍ فاذا ھو خصیمٌ مبین۔ وضرب لنا مثلاً و نسی خلقہ ؕ قال من یحی العظام وھی رمیم ۔ قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ ؕ وھو بکل خلقٍ علیم ؕ الذی جعل لکم من الشجرا لاخضر ناراً فاذا انتم منہ توقدون ۵ ۸۸ تا ۷۷-۳۶ -

کیا دیکھتا نہیں آدمی کہ ہم نے اس کو بنایا ایک بوند سے، پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑتا بولتا۔ اور بٹھاتا ہے ہم پر کہاوت، اور بھول گیا اپنی پیدائش۔ کہنے لگا کون جلائیگا ہڈیاں جب کھوکھلی ہو گئیں۔ تو کہہ اُن کو جلائیگا جس نے بنایا ان کو پہلی بار، اور وہ بنانا جانتا ہے جس نے بنا دی تم کو سبز درخت سے آگ پھر اب تم اُس سے سلگا تے ہو (سورۃ یٰسین آیت ۷۷ تا ۸۸)

یہ جس قدر مثالیں میں نے اب تک قرآن مجید سے اخذ کی ہیں۔ اشیائے مادی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ اُن لوگوں کی اُن ۔۔۔ تسلی نہ ہو سکے، جو بعد الممات شعور شخصی کی بقاء کا ثبوت مانگتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ "شعور" ایک فوق المادی شے ہے۔

"شعور" سب سے پہلے حیوانی عضوی اجسام میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جسم انسانی میں اکثر مشخص ہوتا ہے۔ افرادِ انسانی باہمدگر نہ صرف ساخت جسمانی اور صورت و شکل ظاہری کے اعتبار سے اختلاف رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر شخص، اخلاقی دماغی اور روحانی اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے یعنی ہر شخص اپنے اندر کوئی نہ کوئی ایسی شانِ امتیازی رکھتا ہے۔ جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی، اور باعتبارِ جذبات، اخلاق، اور شعور کے اجزائے ترکیبی کے شخصیت متمیزہ کا مالک ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر بھی اُس میں یہی خواص پائے جائیں گے یا نہیں؟ واضح ہو کہ عقیدۂ یوم آخرت اور حیات بعد الممات، اسی سوال پر مبنی ہے۔ اگر تسلسل حیات و شعور ذاتی پر ایمان نہ ہو۔ جو دراصل تمام افعال کا محرک ہوتا ہے تو پھر حیات بعد الممات میں دنیاوی زندگی کے اعمال کی جوابدہی اور انفرادی ذمہ داری دونوں باتیں بے معنی ہیں اور لائقِ اعتنا نہیں

قرآن مجید اس مسئلہ کے اثبات میں اس دلیل سے بڑھ کر اور کیا فرماتا جو ہم کو سورۂ طارق میں بایں الفاظ ملتی ہے:۔

"ان کل نفسٍ لما علیہا حافظٌ فلینظر الانسان مم خلق

کوئی انسان نہیں جس پر ایک نگہبان مقرر نہ ہو۔

پس انسان کو چاہیئے کہ اپنی سرشت پر غور کرے۔

خلق من مآءٍ دافقٍ یخرج من بین الصلب والترآئب

(آدمی) پیدا کیا گیا اچھلتے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے

انہٗ علی رجعہٖ لقادرٌ یوم تبلی السرآئر ٥

بے شک وہ (اللہ) اس کو دوبارہ زندگی عطا کر سکتا ہے۔ جس دن پوشیدہ اشیاء ظاہر کی جائیںگی (سورۃ طارق آیات ۴ تا ۹)

اصل حیات یعنی مادہ منویہ میں جو باعتبار جسامت نہایت ہی چھوٹی سی چیز ہے، درحقیقت باعثِ حیات یعنی اُس انسان کے جس کے جسم سے وہ مادہ خارج ہوا ہے، جملہ طبیعی ذہنی اور اخلاقی خواص

بالقوۃ موجود ہوتے ہیں۔ یعنی نطفہ وہ شے ہے جس کے ذریعے سے "باپ" کا شعور انفرادی بیٹوں میں منتقل ہوتا ہے اور جب مرد کا نطفہ عورت کے بیضہ سے امتزاج پاتا ہے، تو اس میں قوت فاعلی پیدا ہو جاتی ہے اور اس مرکب میں باپ کے علاوہ ماں کے خواص بھی آجاتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو نطفہ میں آباؤ اجداد کے عادات وخصائل بھی آجاتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی شے کے اجزا ئے لازمی کسی مختصر شئے میں خلاصہ کے طور پر مجتمع ہو سکتے ہیں، اور غیر مشہود طریق پر اپنے مبدأ سے جدا ہو کر براہ راست آئندہ نشوونما کا مرکز بن جاتے ہیں۔ موت تو، جیساکہ میں نے پہلے لکھا ہے۔ عدمیت یا فنا کا مترادف نہیں ہے بلکہ ایک خاص نوع کے فرد کا دیگر افراد سے جدا ہونے کا نام ہے۔ جس کے بعد وہ فرد، اعلیٰ تر زندگی میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے برابر کوشاں رہتا ہے۔ انسان کو بجا طور پر" عالم صغیر" کہتے ہیں۔ اس کا قلب باعتبار شکل وخواص کرۂ زمین سے مشابہ ہے اور اس میں خلاصہ کے طور پر کائنات کے تمام خواص موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:-

ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین۔

ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے ست سے (سورۂ مومنون ع۱)

زاں بعد انسان کے قلب میں صدہا جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کو مجموعی رنگ میں شعور ذاتی کہتے ہیں۔ حیات ارضی میں ایک حد تک ان جذبات کی نشوونما ہو جاتی ہے، یعنی انہی سے انسان میں اخلاق فلسفہ، اور روحانیت پیدا ہوتی ہے اور مزید ترقی آئندہ زندگی پر موقوف ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اسی حیات ارضی میں، یہ جذبات تکمیل پذیر ہو جاتے ہیں۔ لیکن عموماً ان کی کامیابی محض جزوی ہی ہوتی ہے اور اس لئے آئندہ ترقی کے لئے انسانوں کو اس واقعہ کا انتظار کرنا چاہئیے جسے عرف عام میں، موت کہتے ہیں۔ موت واقع ہونے، یعنی جسم اور روح کے انفکاک پر ایک شئے جو بحیثیت کذائی کے لحاظ سے "بخار" سے مشابہ کہی جا سکتی ہے، جسم۔ سے خارج ہو جاتی ہے، اور بذریعۂ دماغ خارج ہو کر، آسمان کی جانب صعود کر جاتی ہے۔

یہ جوہر لطیف، وجد کی حالت میں اُن لوگوں کو نظر آتا ہے۔ جن کی روحانی قوتیں غیر معمولی

طور نشوونما پاجاتی ہیں۔

بہرکیف اس جوہر لطیف میں وہ شعور ذاتی، جو متوفی میں موجود تھا۔بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔اور وہ اس عالم ابشری میں معلق رہتا ہے لیکن ترقی مزید کرنے کی بجائے استعدادیں اُس میں من وجالکمال محفوظ ہوتی ہیں۔مگر ایک غیر معین عرصہ کے لئے ان میں التوا عارض ہو جاتا ہے اور اس وقفہ کو اسلامی اصطلاح میں عالم برزخ کہتے ہیں۔قیامت کے دن تک تمام ارواح اسی حالت میں رہیں گی۔اور بعد ازاں ان کو ایک نیا جسم عطا کیا جائے گا۔تاکہ غیر محدود ترقی کرسکیں اور اس ترقی کے منازل ہی کا نام "ہفت بہشت" ہے جسے مغربی مصنفین نے نہایت غلط طور پر سمجھا ہے۔اسی طرح دوزخ کا اسلامی تخیل، اُس حالت کا مظہر ہے۔جو اُس روح پر طاری ہوگی جو اس دنیا سے چلی گئی ہے لیکن اُس میں ترقی کی استعدادیں موجود نہیں ہیں۔غرضکہ دوزخ وہ مقام ہے جس میں غیر مستعد ارواح میں استعدادیں پیدا کی جائیں گی اور اُن کو میل کچیل سے پاک وصاف کیا جائیگا۔تاکہ وہ ارواح جنت میں داخل ہونے کے قابل ہو جائیں۔چونکہ یہ بحث نہایت دلچسپ ہے اس لئے میں کسی آئندہ فرصت میں اس موضوع پر سیر کن بحث سپرد قلم کروں گا۔

ملآئکۃ اللہ

اسی طرح، سلسلہ علت ومعلول پر اعتقاد رکھنے سے ہمارے چال چلن اور طرز عمل میں بڑی حد تک تبدیلی ہوسکتی ہے یعنی یہ اعتقاد وہ سانچہ ہے جس میں ہمارا کیرکٹر ڈھالا جاسکتا ہے۔اور اگر اس اصول کی کارفرمائی پر ہمارا اعتقاد جازم ہو جائے تو یہ اصول ہمارے حق میں نہایت مؤثر ثابت ہوسکتا ہے اگر ہم اُن عوامل کے وجود پر یقین رکھیں۔جو ہر علت سے معلول سرزد کراتے ہیں، اور جو مثل مشینوں کے کام کرتے ہیں۔قوتوں کو فعلیت میں منتقل کرتے ہیں۔بلکہ اصول تسبیب کے ماتحت، تمام کائنات کی مشین کو چلاتے ہیں۔

اشیائے کائنات خواہ کتنی ہی غیر ذوی العقول کیوں نہ ہوں، شعور وحواس سے کتنی ہی عاری

کیوں نہ ہوں۔ لیکن اپنے افعال میں نہایت استوار ہوتی ہیں اور ان سے جتنے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ سب میں معقولیت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ وہ مختلف اشیاء کو باہم ترکیب دیکر یقینی طور پہ نتائج مرتب کرتی رہتی ہیں۔ الغرض جملہ اشیائے مادّی اپنے عمل کے لحاظ سے نہایت استوار اور مستحکم ہوتی ہیں۔ اور اپنے خواص و استعداد مخفیہ کے ظاہر کرنے میں ریاضی کے اصولوں کی طرح صحت اور درستی کا اظہار کرتی ہیں اگرچہ ان اشیاء میں قوت ادراک نہیں ہوتی لیکن اُن سے جس قدر افعال و آثار سرزد ہوتے ہیں۔ اُن سب میں معقولیت کا رنگ پایا جاتا ہے۔ سائنس' ان باتوں کو قوائے فطریہ سے منسوب کرتا ہے اور چونکہ ان قوتوں کی کارفرمائیوں سے' ان کا ذی عقل ہونا ثابت ہوتا ہے' اس لئے اسلامی دینیات میں ان کو بجا طور پر "ملائکہ" سے موسوم کیا گیا ہے۔ "ملک" کے عربی معنیٰ اُن ذی عقل ہستیوں کے ہیں جو غیر ذوی العقول اشیاء کے قوائے مخفیہ کو بروئے کار لاتی ہیں۔ پس ایمان بالملائکہ ہمارے دل میں اصول تعلیل کی یقینی کارفرمائی کے اعتقاد کو اور زیادہ جازم اور استوار کرتا ہے' اور اس کی وجہ سے ہمارے افعال و اعمال میں صحت و استحکام اور اصلاح و استقامت پیدا ہوتی ہے۔ ملائکہ مقررہ اصولوں کے ماتحت ہی کام کرتے ہیں۔ اور اُن سے خلاف ورزی ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وللہ یسجد ما فی السموات وما فی الارض من دابۃ والملٰئکۃ وھم لا یستکبرون یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون ما یؤمرون ٥

اور زمین و آسمان میں جس قدر مخلوقات ہیں وہ سب اللہ کی فرمانبرداری کرتی ہیں۔ اور فرشتے بھی' اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں' جو اُن کے اوپر ہے' اور وہ کرتے ہیں جو حکم پاتے ہیں۔ ۱۶ تا ۴۹

عربی زبان میں فرشتے کے لئے' جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ نہایت مؤثر اور معنیٰ آفرین ہے۔ اس کے دو معنیٰ ہیں اولاً ملکات یعنی استعدادیں' ثانیاً فرشتے جس طرح کائنات میں استعدادوں کا شمار نہیں ہے' اسی طرح فرشتوں کا بھی شمار نہیں۔

وما یعلم جنود ربک الا هو وما هی الا ذکریٰ للبشر۔

اور سوائے خدا کے اور کوئی شخص تیرے رب کی فوج کی تعداد سے واقف نہیں ہے۔ اور یہ (قرآن) کچھ نہیں مگر فانی انسانوں کے لئے ایک تذکرہ یعنی ذکر کرنے کی اور یاد دلانے کی چیز ہے (سورۂ مدثر آیت ۳۱)

ہر جذبہ، ہر اخلاقی تحریک، اور روحانیت کا ہر پہلو دراصل ایک "قوت" ہے۔ جس پر ایک فرشتہ معین ہوتا ہے تاکہ اُس قوت کو "فعل" میں تبدیل کر دے اور یہ بات اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ وہ شے اُن حالات کے ماتحت آجاتی ہے جو اُس قوت کو بروئے کار لانے میں معاون ہوتے ہیں۔ عالم جسمانیات میں یہ ایک قانونِ مقررہ ہے کہ باوجود اُن قوتوں اور استعدادوں کے جو ہم میں موجود ہیں۔ ہم کو خارجی عوامل اور معاونین کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

خدا نے آنکھ دیکھنے کے لئے بنائی ہے لیکن آنکھ بھی اپنے فعل میں ایک امر خارجی یعنی روشنی کی محتاج ہے۔ "کان" آوازوں کو قبول کرنے کے لئے ہمہ تن گوش ہے لیکن بغیر "ہوا" کے اپنا فعل انجام نہیں دے سکتا۔ پس انسان واقعی طور پر، باطنی قوائے فطری کے علاوہ، خارجی اسباب و ذرائع کا بھی محتاج ہے۔ اور جو بات عالم جسمانیات میں جاری ہے وہی عالم روحانیات میں بھی ساری ہوگی اور جس طرح ہم عالم جسمانیات میں، اپنے مقاصد کو خارجی امداد کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے، اُسی طرح عالم روحانیات میں ہمارے مقاصد بغیر دیگر عوامل کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس عالم میں بھی ہمیں اُن وسائط کی احتیاج ہے، جو ہماری باطنی استعدادوں کے علاوہ مستقل وجود رکھتے ہیں اور نیک و بد اعمال کے اکتساب میں ہماری معاونت کرتے ہیں۔

بالفاظ دیگر انسان کی سرشت میں دو قسم کے میلانات پائے جاتے ہیں ایک میلان بالخیر جس کی بدولت ہم میدانِ اعمال حسنہ میں سرگرم کار ہوتے ہیں، دوسرا میلان بالسّو، جو ہم کو برائیوں کی طرف لے جاتا ہے۔ یعنی بہائم صفت بنا دیتا ہے۔ بہرکیف ان تحریکات کو سرگرم عمل کرنے کے لئے خارجی ذرائع کی اشد ضرورت ہے۔ وہ عامل خارجی، جو ہماری فطرت کے میلان بالخیر کو تحریک دیتا

ہے، اسلامی اصطلاح میں فرشتہ یا ملک کہلاتا ہے، اور جو عامل، انسان کو بُرائی کی طرف لے جاتا ہے شیطان کہلاتا ہے۔ اگر ہم نیک تحریکات کی پیروی کریں تو گویا "روح قدس" کی پیروی کریں گے اور اگر بدتحریکات پر عامل ہوں تو شیطان کے مرید کہلائینگے۔ پس، ایمان بالملائکہ کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہم نیک تحریکات کی پیروی کریں یعنی نیکی کی استعدادوں کو، جو ہمارے اندر موجود ہیں۔ بروئے کار لائیں۔

بہرکیف، ان امور کا، انسانی دماغ سے کیا تعلق ہے؛ بعض اوقات بغیر تلازمہ تصورات کے، ہم حسنات کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔ بعض احساسات لطیفہ، جو بعض اوقات خفتہ ہوتے ہیں۔ بغیر کسی سبب کے برانگیختہ ہوجاتے ہیں اور ہم عاملِ بالحسنات ہوجاتے ہیں۔ ہم مسلمان اس میلان بالخیر کو عملِ ملکوتی سے منسوب کرتے ہیں۔ اور اگر ہم اُن ملکوتی تحریکات کی پیروی کریں اور اُن کے فرمودہ پر چلیں، تو وہ قوتیں ہماری محافظت پر کمربستہ ہوجائیں گی۔ اور ہم کو راہِ ضلالت میں جانے سے بچائیں گی۔ پس ان کا ہر فعل دوگونہ ہوتا ہے، یعنی وہ ہم کو نیکی طرف راغب کرتی ہیں اور بدی سے روکتی ہیں۔ علاوہ بریں۔ اگر ہم ان کی اطاعت کریں گے۔ تو وہ منزلِ ثالث میں بھی ہماری محافظ ہوجائینگی روحانیت کے اس ارتقاء یافتہ مقام میں انسان ان قوتوں (ملائکہ) سے بالمشافہ ملاقات کرسکتا ہے بعض اوقات یہ عواملِ لطیف، انسانوں سے بشکلِ انسان ملتے ہیں، اور ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کیفیت کو اختلالِ دماغی یا مراق سمجھیں، لیکن جب تک عالمِ ملکوت سے ہمارے پاس ان قوتوں سے نامہ وپیام کا سلسلہ جاری ہے۔ اس وقت تک میں اس کیفیت کی تعبیر کسی مادّی رنگ میں قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ کیونکہ یہ سلسلۂ مخابرات، ہمارے کیریکٹر کو استوار کرنے میں بڑی حد تک معاون ہوتا ہے اور ہماری زندگی میں اس تعلق کی بدولت عجیب نتائج رونما ہوتے ہیں۔ جس قدر ایک انسان ان ملائکہ کے احکام کی پابندی کرے گا۔ اُسی قدر یہ رضاکار مخلوق، انسان کی خدمت میں سرگرم ہوگی اور ان کی اطاعت کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مخدوم اور فرشتہ (ملک) خادم ہوجاتا ہے۔ (باقی باقی)

راہ زندگی

(از قلم مولانا ولیم بشیر پکر ڈ بی۔ اے کیناب)

رہنمائی

قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہاؕ اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھکر حکم نہیں دیتا۔ یہ ایک بڑا تسکین بخش کلمہ ہے اور خدا کے انصاف اور رحم پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اگر ہم اس بات پر بھی غور کریں کہ خدا علیٰ کل شیٔ قدیر اور علیم ہے۔ اور یہ ایک اظہر من الشمس حقیقت ہے تو ہمیں یقین کلی حاصل ہو جائے گا کہ ہمارے فرائض کی انجام دہی ہمارے احاطہ قدرت میں ہے۔ لا ریب ہم کار زار زندگی میں مظفر و منصور ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس باب میں جو کچھ ہمیں کرنا ہے وہ اپنی قوت ارادی کو بیدار کرنا ہے۔ اس قوت کے ساتھ ہم نیکی کے امکانات کو جو ہمارے اندر پنہاں ہیں محسوس کر سکتے ہیں پھر ایک اور ارشاد سنئے:۔

حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ ۥ وقوموا للہ قانتین ؕ (سورۃ البقرہ آیت ۲۳۸)

تم اپنی نمازوں اور درمیانی نماز کی محافظت کرو اور اللہ کے فرمانبردار بنکر کھڑے ہو جاؤ۔

یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیوں نمازوں کی محافظت کی جائے؟ اس میں کیا فائدہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری صحیح رہنمائی کے لئے اور ہماری زندگی کی خوشی کے لئے ہمارے لئے لابدی ہے کہ ہم مستقل طور پر راحت کے اصل منبع کے ساتھ تعلق قائم رکھیں۔ نماز جب

باقاعدہ مستقل طور پر ادا کی جائے تو ہمارے اندر خدا کے جلال کی روح پھونک دیتی ہے۔ ہمارے تمام کاروبار صحیح رستہ پر پڑ جاتے ہیں اور ہمارا ہر ایک سانس ہمارے لئے راحت کا پیغام بن جاتا ہے

صدق اللہ تعالےٰ :- ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون (سورۃ البقرآیت ۲۴۳)

یقیناً اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

پھر فرمایا:- من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً فیضعفہ اضعافاً کثیرۃ واللہ یقبض ویبصط والیہ ترجعون ۵ (سورۃ البقرآیت ۲۴۵)

"کون ہے جو اللہ کے لئے اچھا مال الگ کرے تو وہ اسے اس کے لئے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ گھٹاتا ہے اور بڑھاتا ہے اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے"۔

یہ ہمارا تجربہ ہے کہ ایک چیز دی گئی تو اس کے عوض اس سے بڑھکر فائدہ حاصل ہوا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ایک قربانی سے جو خدا کے ہاں شرف قبولیت حاصل کرے۔ آسمان سے اس قدر انعام اور اجر نازل ہوتا ہے جو کئی گنا زیادہ اور پائیدار ہوتا ہے کیونکہ خداوند تعالےٰ علی کل شئ قدیر اور بڑے بڑے انعامات نازل کرنے پر قادر ہے۔

اب آیت ذیل سنئے اور خوب کان کھولکر سنئے :- لا اکراہ فی الدین - قد تبین الرشد من الغی ۵ فمن یکفر با لطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک با لعروۃ الوثقیٰ ۵ لا انفصام لھا ۵ واللہ سمیعٌ علیمٌ ۵ (سورۃ البقرآیت ۲۵۶)

"دین میں کوئی زبردستی منوانا نہیں۔ ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شخص شیطان کا انکار کرتا ہے اور اللہ پر ایمان لاتا ہے اس نے ایک محکم جائے گرفت کو مضبوط پکڑ لیا۔ جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سننے والا [illegible] والا ہے"۔

انسانی زندگی کی مختلف [illegible] میں سے شاید مذہب ہی ایک ایسی چیز ہے جس میں کسی حالت میں جبر روا نہیں۔ مذہب کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ اور اس کی پاکیزہ زندگی سے

بیرونی شکل وصورت کا یہاں کچھ دخل نہیں - زبردست ایمان جس کا دل کی گہرائیوں سے تعلق ہو۔ خلوص اور حسنِ اعتقاد- یہ اصل چیز ہے - اگر یہ نہیں تو بیرونی شکل و صورت کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں - وہ ایک قشر ہے جس کے اندر کچھ حقیقت نہیں- منافقت ہے جس میں خلوص کا نام نہیں اس لئے بالجبر کسی کو بات منوانے سے کیا حاصل؟ ایک غیر مرئی غیر محسوس وغیر مشہود حقیقت پر ایمان لانے کے لئے جبرو اکراہ کب سزاوار ہے - یہ تو ہوا جبر سے ایمان لانے کے متعلق - لیکن جبر کی ایک اور صورت بھی ہے جس سے بنی نوع انسان پر بڑی بڑی تکلیفیں آتی ہیں - اور وہ ہے اس بات کی کوشش کہ لوگوں کو "نہ ماننے" پر مجبور کیا جائے مختصراً یہ کہ مذہب کے لئے ظلم وستم روا رکھا جائے - اور ایماندارں کو ایمان نہ لانے پر مجبور کیا جائے - یقیناً ہر ایک کے لئے اور سب کے لئے مذہبی آزادی ہونی چاہیئے - ماننے پر یا نہ ماننے پر عقوبت دینا طرح طرح کی سزائیں اور دکھ دینا اور ڈرانا دھمکانا یہ سب باتیں قابل نفریں ہیں اس باب میں جو کچھ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ صداقت کو کھولکر بیان کر دیا جائے جب لوگ صداقت کو دیکھ لیں گے تو کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ اس صداقت پر یقین نہیں لے آئیں گے اور اس کو بخوشی منظور نہیں کر لیں گے - اور اگر باوجود اس امر کے کہ صداقت کو کھولکر بیان کر دیا گیا ہو پھر بھی لوگوں کو نظر نہ آئے تو ان کی اس نابینائی کا کیا علاج؟ یقیناً اُن کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے - آیت بالا میں ارشاد ہے - قد تبین الرشد من الغی - یعنی رشد اور گمراہی کا راستہ بالکل واضح کر دیا گیا ہے - پس ہر شخص کے لئے اختیار ہے کہ وہ صداقت اور رشد کے راستہ کو پکڑے - کیونکہ صداقت صداقت ہی ہے اور اس کو اختیار کرنے سے انسان گھاٹے میں نہیں رہ سکتا - خدا خود صداقتِ عظمیٰ ہے -

اب ہم ایک نہایت اہم مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں - اور یہ موجودہ تہذیب کی بنیاد سے تعلق رکھتا ہے - جس کو بعض اوقات مغربی تہذیب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - اس بارہ میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھیئے :-

الذین یاکلون الربو لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان

من المس ۔ ذالک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوٰا و احل اللہ البیع و حرم الربوٰا (سورۃ البقرہ ۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہونگے۔ مگر اس طرح جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باولا بنا دیا ہو یہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

اس میں ذرا شک و شبہ نہیں۔ سود بہت بڑا قومی جرم ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امرا غربا کا مال ہڑپ کر جائیں اور محنت مشقت کرنے والے لوگ دائمی ہلاکت میں مبتلا رہیں۔ یہ غربا پر ایک تاوان اور چٹی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ سود حاجت مند آدمی کی اس کی ضرورت کے وقت امداد ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مکڑی کے ریشمی جالے کی طرح ہے۔ جو ایسا پھندہ طیار کرتی ہے کہ جو بد نصیب اس میں گرا پھر نکل نہ سکا۔ اس کی آزادی سلب ہوگئی اور اس کی جان پر آ بنی۔ بیع یا خرید و فروخت ایک سوشیل چیز ہے اور اس میں کوئی ظلم کا پہلو نہیں۔ یہ کھلم کھلا کی جاتی ہے۔ لیکن سود مکارانہ رنگ میں خفیہ رکھا جاتا ہے۔ یہ تمدن کے اصول کے مخالف ہے اور بنی نوع انسان کے لئے ظلم ہے۔ جو شخص سود سے اپنا روپیہ بڑھاتا ہے وہ بہت برے ذریعہ سے بڑھاتا ہے۔ اور ضرورت ہے کہ سود کی لعنت کو صفحہ دنیا سے مٹا دیا جائے۔ اور یہ بظاہر گو بہت خوشنما نظر آتا ہے۔ اور اس کا زہر میٹھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ زہر ہلاک کرنے والا ہے۔ اس لئے اس سے پرہیز لازم ہے۔ وقت ہے کہ مالی قیود اٹھا دی جائیں۔ مالی رکاوٹیں دور کر دی جائیں۔ انہوں نے بنی نوع انسان کو خوفزدہ بنا رکھا ہے اور وقت ہے کہ بنی نوع انسان کی زندہ روح اس خوف سے آزاد کر دی جائے اور روپیہ کے انبار در انبار جمع کرنے کا جو بھوت لوگوں کے سر پر سوار ہے۔ اس کا قلع قمع کر دیا جائے۔

'قرض'۔'اجر' یا 'انعام'۔'عمل' اور 'برکت' اس کے متعلق قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت ملاحظہ فرمائیں اور اس کو خوب یاد رکھئے۔

ان الذین آمنو وعملوا الصلحت واقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوٰۃ لھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون ۝ (سورۃ البقرآیت ۲۷۷)

"جولوگ ایمان لائے اور اچھے کام کرتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ان کیلئے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے اور انکو کوئی ڈرنہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے"

کیا صاف الفاظ ہیں۔ ان میں کس قدر راحت کا سامان موجود ہے۔ اور کس قدر برکت اور دائمی برکت کا وعدہ ہے۔ ایمان باللہ۔ اعمال صالحہ۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ یہ وہ فرائض ہیں جو ہر انسان بآسانی کرسکتا ہے۔ اور ان کا اجر۔ خدا کی طرف سے انعام کس قدر عظیم ہے۔ وہ خدا جو تمام قسم کے اجر اور انعام دینے پر قادر ہے۔ خوف کا نہ رہنا (کیونکہ خدا کی معرفت سے خوف دور ہوجاتا ہے) پھر حزن کا نا پید ہوجانا (کیونکہ خدا کی حکمت اور قدرت پر ایمان لانے سے حزن وغم مفقود ہوجاتے ہیں) سبحان اللہ کیا پاک حکم ہیں۔ اور کس قدر اعلیٰ اُن کا اجر ہے۔ اس آئیت کے بعد پھر قرآن مجید کا مطالعہ کیجئے۔ ہمیں اس میں دنیوی معاملات کے متعلق ہدایات ملتی ہیں۔ جس سے سرمایہ کے مضمون پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے :-

وان کان ذو عسرۃٍ فنظرۃٌ الیٰ میسرۃ وان تصدقوا خیرٌ لکم إن کنتم تعلمون۔ (سورۃ البقرآئیت ۲۸۰)

" اور اگر مقروض تنگدست ہو تو فراخی تک مہلت دینی چاہئیے۔ اور اگر تم خیرات کردو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو "

ہرگز کبھی تشدد نہ لو۔ اگر مقروض تمہارا قرض جلدی ادا نہ کرسکے تو اس کے ساتھ سہولت برتو۔ اس کو مہلت دو۔ اور اگر تم بخشدو تو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے۔ یہ تمہارا صدقہ ہوگا۔ ایک فیاضی کا برتاؤ اور غریب پروری ہوگی۔ ہمارے زمانہ کے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اس حکم پر غور کریں۔ اور ان معاملات میں سختی سے کام نہ لیں۔ پھر فرمایا :-

واتقوا یوماً ترجعون فیہ إلی اللہ ثم توفیٰ کل نفس ما کسبت وھم لا

یُظلمون ہ (سورۃ البقرآیت ۱۸۱)

اور اس دن سے اپنا بچاؤ کرو۔ جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور پھر ہر شخص کو جو اس نے کمایا ہے پورا دیا جائیگا۔ اور انہیں نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔"

ہاں کبھی ہمیں اپنی موت کا بھی خیال کرنا چاہیئے۔ جبکہ ہمارا سب مال ومتاع سب دنیوی ملک واملاک ہم سے چھن جائے گا۔ اور خدا کے ہاں حاضر ہونا ہوگا۔ خدا کے کامل انصاف پر غور کرو۔ اب ذیل کے الفاظ پر غور کرو۔ اور ان میں اپنی راحت ڈھونڈو۔

لِلّٰہِ مافی السمٰوات ومافی الارض ہ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء ہ واللہ علی کل شئ قدیر ہ

"اللہ کا ہی ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اُسے چھپاؤ اللہ اس کا تم سے حساب لے گا۔ پھر وہ جس کو چاہے بخشدے۔ اور جس کو چاہے عذاب دے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

تخلیق کی طاقت خدا کو ہی ہے اور اسی کی تم کو تعریف کرنی چاہیئے۔ ظاہر پر بھی اس کی نظر ہے اور باطن پر بھی۔ کوئی چیز خواہ چھپی ہو یا ظاہر اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ بڑا منصف اور رحیم وکریم ہے۔

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا ہ لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ہ

"اللہ کسی پر بوجھ لازم نہیں کرتا۔ مگر جس قدر اس کی طاقت ہو۔ اس کے لئے ہے جو وہ اچھی کمائی کرے اور اُسی پر ہے جو وہ بُری کمائی کرے اے ہمارے رب ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں اے ہمارے رب اور ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈال۔ جیسا تو نے اُن پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔ اے ہمارے رب اور ہم پر ایسا بوجھ نہ رکھ جس کی طاقت ہم میں نہیں اور ہمیں معاف

فرما اور ہماری حفاظت فرما اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مولا ہے۔ ہمیں کافر قوم پر غلبہ دے۔"

قرآن مجید کی دوسری سورت اس طرح ختم ہوتی ہے۔ خدا کی معرفت انسان کے دل سے خوف کو دور کر دیتی ہے۔ جس دل میں خوف نہ ہو اور اس میں خوشی اور راحت ہو۔ وہ روشنی کی طرف جاتا ہے۔ اگرچہ یہ مصیبت کے بادلوں اور بے علمی کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہو۔ پھر بھی اس کے اندر روشنی ہوتی ہے۔ اور وہ دائمی روشنی کبھی بجھ نہیں سکتی۔ اللّٰہ لا إلٰہ الا ھو الحی القیوم۔

"خدا وہ خدا ہے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ رہنے والا اور خود قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے (آل عمران آیت ۲)

ان اللہ لا یخفیٰ علیہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء (سورۃ آل عمران آیت ۵)

"اللہ۔ تحقیق کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔"

اکثر لوگ لفظ "خدا" سے شناسا ہیں لیکن ایسے بہت کم ہیں۔ جو اس لفظ کے صحیح مفہوم اور تخیل کو سمجھتے ہوں۔ گویا اُن کا نقل و حرکت کرنا۔ اُن کا خیال کرنا اور ان کی خواہشات اور ان کا مغموم اور خوش ہونا۔ یہ سب حالتیں بغیر خارجی وسائط کے خود بخود حرکت کرنے والے آلے کی طرح اُن پر وارد ہوتی رہتی ہیں۔ اور زندگی کی جو اصل راحت ہے اس کو حاصل کئے بغیر وہ غیر شعوری طور پر اس دنیا میں بس رہے ہیں۔ شاید اُن کا خیال ہے کہ خدا ایک ایسی ہستی ہے جس کو ہم پہچان نہیں سکتے اور اس کی معرفت ہمیں حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے خدا کے متعلق۔ خدا کے کاموں کے متعلق خدا کے قوانین اور خدا کے منشا کے متعلق سوچے اور اپنے اندر کوئی حرکت محسوس کرے۔ تو اُس کو چاہئیے کہ وہ کم از کم سرسری طور پر ہی قرآن مجید کا کوئی نہ کوئی حصہ ضرور پڑھے۔ قرآن مجید ایک چمکتا ہوا ہیرا ہے۔ جس کی شعاعیں بے شمار ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی خاص وقت میں روشنی کی ایک شعاع چمک اٹھے اور خدا ظاہر ہو جائے

زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ؕ ذالك متاع الحیوٰۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب ۝ قل اؤنبئکم بخیر من ذالکم للذین

اتقوا عند ربہم جنٰت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا و ازواج مطہرۃ ورضوان من اللہ۔ واللہ بصیر بالعباد الذین یقولون ربنا اننا اٰمنا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار۔ الصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین و المستغفرین بالاسحار ہ (سورۃ آل عمران آیت ۱۴-۱۷)

"لوگوں کو نفسانی خواہشوں کی محبت بھلی معلوم ہوتی ہے - جیسے عورتیں اور بیٹے اور ڈھیروں ڈھیر سونا اور چاندی اور پلے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی یہ اس دنیا کی زندگی کا سامان ہے - اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے - کہدو کیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتلاؤں اُن لوگوں کے لئے جو تقوی اختیار کرتے ہیں اُن کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں - اور پاک ساتھی اور اللہ کی خوشنودی ہے - اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے - وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے - پس ہمارے گناہ بخش - اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے - صبر کرنے والے سچ کردکھانے والے اور فرمانبردار اور خرچ کرنے والے اور صبح کے وقتوں میں استغفار کرنے والے "

پس ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید نہایت اعلیٰ طریق پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے - لیکن یہ رہنمائی اُن کیلئے ہے جو رہنمائی حاصل کرنا چاہیں - رہنمائی تو موجود ہے مگر صدق دل سے اس کی تڑپ ہونی چاہئے - اور صبر اور عجز سے اس کی تلاش کرنی چاہئیے -

ذاتی علم کی بنا پر اُن تخیلات کو جو ہمارے خود قائم کردہ ہیں عالمگیر صداقتوں سے مطابقت دینے کی کوشش لاحاصل محض ہے - اس طریق سے " صداقت عظمیٰ " کا حصول اگر ناممکن نہیں تو کم از کم اس بارہ میں بجائے ترقی کے تنزل ضرور رونما ہوگا - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے - ان الدین عند اللہ الاسلام - یقیناً دین خدا کے نزدیک خدا کی رضا کے سامنے سر جھکانے کا نام ہے - اور خدا کے سامنے سر جھکانا ہی اسلام ہے -

قل اللہم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن

تشاءُ وتعزمن تشاءُ وتذل من تشاءُ بیدک الخیرط انک علیٰ کل شیءٍ قدیر ہ (سورۃ آل عمران آیت ۲۵)

"کہو اے اللہ! ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

خدا کی جستجو سے ہم خدا کے فضل سے خدا کو پالیں گے۔ صبح ہو شام ہو۔ دوپہر ہو یا رات۔ جس وقت چاہو اس کو تلاش کرو۔ بیماری کی تکلیف وہ گھڑیوں میں جبکہ غیر متوقع طور پر خدا کا فضل نازل ہو جاتا ہے یا جب غم کی تاریک گھٹائیں ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیں۔ اس وقت اس کو تلاش کرو۔ وہ ضرور ملے گا۔ ضرور ملیگا۔ خدا ہمارا زندہ جاوید خدا سب وقت اور سب جگہ حاضر و ناظر ہے وہ حی وقیوم ہے۔ اور اس کا رحم تمام مخلوق پر پھیلا ہوا ہے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

موضوع قرآن

تہذیب انسانی اسماء الٰہیہ

یہ مضمون ہمارے روزانہ دستور العمل کا ہادی ہے اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی تفسیر ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ اسمائے الٰہیہ کو خوش قلم قطعات میں لکھا کر نشستگاہوں کی دیوار پر معلق کر دیا جاتا ہے۔ کاش ہم ان قطعات کو خانۂ دل کی دیواروں پر چسپاں کرتے اور اپنے اخلاق ان ہاتھوں سے مزین کرتے تو فی الواقعہ ان قطعات کا دیواروں پہ آویزاں کرنا حقیقی برکت کا موجب ہو جاتا۔ حجم ۴۴ صفحات سائز ۲۰×۲۶/۸ قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ:- مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ (پاکستان)

اسلامی فن عمارات

تعمیر مساجد کی ارتقائی صورتیں

(از قلم پروفیسر ھیکڑ کارفیا ڈ ایس اے ڈی جی لندن یونیورسٹی)

عرب کی فتوحات کو باد صحرا سے تشبیہ دی جا سکتی ہے - جو سرزمین حجاز سے اٹھی - دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پہ پھیل گئی اور بہت سے ملکوں کو زیر نگین کر لیا - ان ملکوں میں پہلے بھی ایک تہذیب موجود تھی - ایک تمدن اُن میں پایا جاتا تھا - ان میں سے بعض ممالک مثلاً شام اور آرمینیا رومی سلطنت کا جزو تھے - میسوپوٹیمیا (عراق عرب) سے لیکر ترکستان اور افغانستان تک ساسانی سلطنت کے حصص تھے - اور ہسپانیہ جو سی گوتھ قوم سے فتح کیا گیا - وہ درحقیقت ابتداً رومی صوبہ ہی تھا - ان تمام ممالک میں فاتحین کو بڑے بڑے ماہر انجینئر ہاتھ آئے اور ایسی عمارات ان کو مل گئی جو رومی یا وسی گوتھ کے فن تعمیر کی نمونہ تھیں - صفا جوین میں ہے وہاں ایک عظیم الشان عیسائی گرجا تھا - یہ فاتحین جن کے دلوں میں مذہبی ذوق و شوق موجزن تھا - بادیہ نشین لوگ تھے مستقل ایک جگہ رہنے والے نہ تھے - اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات قابل غور اور دلچسپی سے خالی نہیں کہ انہی خانہ بدوشوں نے ایک ایسے فن تعمیر کی بنیاد ڈالی اور اس کو اس عروج پہ پہنچایا کہ اپنی مثال آپ ہی ہے - اور اس کے خط و خال میں ایک عجیب و غریب جدت پیدا کر دی - اس کی ابتدا تو کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی تھی - اس پہ نہایت تاثرات نے ... کیا - اور نیا نتیجہ اپنی امر کے کہ اس فن کے ماخذ اور مبادی بالکل متضاد اور متشابہ و ت تھے - عربوں کی

جدت آفرینی نے اس کو ایک نئی طرز دیکر کمال کر دکھایا - جو امر اس طرز جدید کا موجب ہوا اور جس نے متفرق تاثرات کو متحد کر کے اس کو ایک امتیازی فن کے سانچے میں ڈھال دیا وہ مذہب اسلام ہے - عرب نے جو عمارات تعمیر کیں - وہ زیادہ تر مساجد اور مذہبی ادارے تھے - اسلامی فن تعمیر کی سب سے مقدم اور اہم پیداوار مسجد تھی - اور اسی قسم کی عمارات کے طرز تعمیر کے متعلق میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں -

مسجد کے بڑے بڑے خدوخال میں کوئی اہم تغیر نہیں ہوتا - ہاں اگر کچھ ہوتا ہے تو وہ اس ملک کے حالات کے مطابق ہوتا ہے - جہاں وہ تعمیر کی جاتی ہے جیسے ملک کا رنگ ہو ویسے ہی اس مسجد کے رنگ و روپ میں فرق ہوتا ہے - سب سے پہلی مسجد جو آنحضرت صلعم نے ۶۲۲ء میں مدینہ میں تعمیر کی وہ ایک نمونہ کی چیز تھی - یہ ایک مربع احاطہ تھی - جس کے چاروں طرف دیواریں تھیں - وہ حصہ جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوتے تھے - وہ چھتا ہوا تھا - مقتدی اپنا منہ بیت المقدس کی طرف کر کے نماز ادا کرتے تھے - جو شمال میں تھا - یہ سمت یا قبلہ خاص طور پر اہم تھی یہ سمت مدینہ کی حالت میں شمال سے جنوب کو بدل گئی - جبکہ ۶۲۳ء میں قبلہ بجائے یروشلم کے مکہ مقرر ہوا اس وقت تک کسی زیادہ پر تکلف فن تعمیر کی ضرورت نہ تھی -

۶۳۹ء میں کوفہ میں مسجد بنائی گئی - یہ بھی مربع تھی مگر بجائے دیوار کے اس کے چاروں طرف ایک خندق بھی کھودی گئی - اس کا چھت ان ستونوں پر ڈالا گیا تھا جو مقام حیرا کے فارسی محل سے لئے گئے تھے ۶۴۲ء میں ایک مسجد عمرو نے قاہرہ میں تعمیر کی - یہ بھی مربع تھی مگر اس میں جدت یہ تھی کہ اس میں منبر اور پردہ تھا - مینار اور محراب بعد میں بنائے گئے -

اس طرح سے مدینہ میں پہلی مسجد کی تعمیر کے تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی مسجد کے بڑے بڑے خدوخال معرض ظہور میں آگئے "لیوان" یا صحن مسجد میں محراب دار ستونوں کی قطاریں بھی تقریباً اسی زمانہ میں نمودار ہوئیں - آپ نے دیکھا کہ ابتداً اس فن میں کوئی خاص بات نہ تھی مگر ایک تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہی ایک شاندار فن تعمیر معرض وجود میں آگیا - اور یہ مذہب اسلام کی وجہ سے تھا جس کے

متبعین بڑے عابد اور زاہد تھے۔ جن کے دلوں میں دنیوی جاہ وجلال کی تمنا نہ تھی۔ اور درویشانہ زندگی بسر کرنے کے عادی تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ۴۲ سال بعد مدینہ کی مسجد وسیع پیمانہ پر پھر تعمیر کی گئی۔ ساتویں صدی کے انجام پر قبۃ الصخری ایک بے نظیر طرز پر تعمیر کیا گیا اور اس کو نہایت تکلف سے مزیب اور مزین کیا گیا۔ قبہ بنانے میں اہل عرب نے ایک ایسی عمارت کی بنیاد ڈالی جس کی غرض کسی مزار یا متبرک جگہ کو محفوظ کرنا تھا۔ اس میں انہوں نے رومی طرز کو اختیار کیا۔ لیکن بعد میں جو مذہبی عمارات بنائی گئی اُن میں انہوں نے بہت کچھ قابل قدر تبدیلیاں کردیں۔ آٹھویں صدی میں دمشق کی عالیشان مسجد بنائی گئی۔ جس میں بعض جدید اضافے عمل میں لائے گئے۔ مثلاً لیوان کے تین پہلو بنائے گئے۔ ایک درمیانی ترچھا حصہ بنایا گیا۔ جو صلیب کے ہمشکل تھا۔ اور اس کے اوپر ایک گنبد تعمیر کیا گیا۔ اس میں مدور "گھوڑے کی نسل" کی شکل کا محراب استعمال کیا گیا ہے۔ عمارت کے اندرونی حصہ کی سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھروں سے زیب وزینت کی گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طرز شام کے اُن گرجاؤں سے لی گئی جو مساجد میں تبدیل کئے گئے تھے۔ پھر ہم اس میں محراب دیکھتے ہیں جو مدینہ اور قاہرہ کی عمارتوں سے لئے گئے۔ اسلامی فن تعمیر سے پیشتر "گھوڑے کی نعل" جیسا محراب زیادہ خوبصورت مانا جاتا تھا بالخصوص ہندوستان میں اس کا رواج عام تھا۔ لیکن دمشق میں یہ طرز سب سے پہلے اس وقت ہی معرض وجود میں آئی اور اس سے پہلے یہ طرز وہاں نہیں ملتی تھی۔

سب سے پہلا مینار جو اب تک موجود ہے وہ قیروان کی مسجد میں پایا جاتا ہے اور جسے خلیفہ ہشام نے آٹھویں صدی کے پہلے نصف میں تعمیر کرایا تھا۔ اس مینار کا مقصد مؤذن کے لئے کھڑا ہو کر اذان دینے کی جگہ بنانا تھا۔ علے سبیل تذکرہ یہ بھی بیان کر دیا جاتا ہے کہ یہ طریق اذان بھی اسلام کی ایک خصوصیت ہے۔ یہودیوں میں نرسنگھ بجایا جاتا ہے اور عیسائیوں میں گھنٹی بجائی جاتی ہے۔ لیکن اذان کا طریق ان سب طریقوں سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ سپین میں قرطبہ کی عظیم الشان مسجد ۷۸۶ء میں تعمیر ہوئی۔ اس کی طرز بھی وہی ہے جو قدیم سے نماز باجماعت پڑھنے والی مساجد کی ہے۔

لیکن جو ستون استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ پرانی رومی عمارتوں سے لئے گئے تھے۔ اصل میں یہ

اس تعداد اونچے نہ تھے جس قدر کہ ضرورت تھی اس لئے ان کو محرابوں کے میناروں سے لمبا بنایا گیا تھا جس سے کو تھہ قوم کی فن تعمیر کا نشان ملتا ہے۔ میسوپوٹیمیا (عراق عرب) میں مساجد کا ایک سلسلہ تھا اسی خشت کا بنایا گیا تھا۔ جو قدیم سے مروج چلی آتی تھیں۔

چنانچہ رقہ ابودلف اور سمارہ میں متعدد مساجد تھیں۔ یہ سب باجماعت نماز ادا کرنے کی مساجد کی طرز پر ہیں۔ اور وہ مدینہ کی ابتدائی مسجد اور قاہرہ کی ابن طولون کی بنا کردہ مسجد کی ایک کڑی بناتی ہیں۔ ابن طولون کی مسجد میں ایک چھت پائی جاتی ہے۔ جسے زیادہ کہتے ہیں اور جو بڑی دیواروں سے ایک کھلا احاطہ ہے۔ نویں صدی کے آخیر سے تیرہویں صدی کے آغاز تک مساجد کی عمارات کا وہی طرز رہا جو پہلے سے چلا آتا تھا۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں مساجد تعمیر ہونے کا زمانہ آگیا۔ تیرہویں صدی کے شروع میں پرانی دہلی میں اسلامی عمارات تعمیر ہونی شروع ہوئیں۔ اسی زمانہ کے قریب قریب اناطولیہ میں مساجد معرض ظہور میں آتی ہیں جن میں سلجوقی اور بازنطینی فن تعمیر کے آثار پائے جاتے ہیں

اس طرح سے اسلامی فن تعمیر پانچ طبقوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ شامی۔ مصری طبقہ جو شام مصر اور عرب میں پایا جاتا تھا۔ مغربی طبقہ جو الجیریا۔ مراکو۔ تیونس۔ ہسپانیہ اور سسلی میں پایا جاتا تھا۔ فارسی طبقہ جو ایران۔ عراق عرب۔ آرمینیا اور افغانستان وغیرہ میں پایا جاتا تھا۔ ترکی طبقہ جو قسطنطنیہ۔ اناطولیہ میں اور ہندوستانی یا مغلی طبقہ ہندوستان میں پایا جاتا تھا۔ مصر کا وہ حصہ جو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ کے شام فتح کرنے کے معاً بعد عمرو نے زیر نگین کیا تھا۔ اس کی تاریخ شام سے اس قدر گہرا تعلق رکھتی تھی کہ اسلامی فن تعمیر دونوں جگہ محض دوش بدوش ہی نہیں چلتا تھا۔ بلکہ ایک دوسرے پر اثر انداز بھی ہوتا تھا۔ اس طبقہ میں تعمیر مساجد کی ایک خصوصیت محراب دار راستہ تھا۔ اور قدیم سے جو ضروری اجزائے عمارت تھے وہ بھی ان میں پائے جاتے تھے مثلاً محراب۔ صحن۔ ایوان۔ کرسیاں وغیرہ۔ ایوبی حکمرانوں کے زمانہ تک مصر میں مساجد کی تعمیر کا یہی طرز مروج رہا۔ ان ایوبی حکمرانوں کے زمانوں میں پھر ایک تغیر واقع ہوتا ہے۔ اور صلیب کی شکل کا طریق رواج پاتا ہے۔ اور پندرھویں صدی میں قسطنطنیہ کی فتح کے بعد مساجد میں قبہ کی تعمیر عمل میں لائی جاتی ہے۔

ہم عمرو کی مسجد پر ذرا ناقدانہ نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس میں محراب کی طرف محرابوں کا سلسلہ بہت زیادہ تھا۔ اور بیرون کی طرف کم تھا۔ اس امر کی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ چونکہ نمازیوں کو مکہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنا ہوتا ہے اس لئے چوڑائی میں زیادہ وسعت کی ضرورت ہے۔ ان مساجد کے بہت سے ستون ترتیب کی تبدیلی اور بازنطینی عمارت سے لئے گئے۔ شام یا مصر کی قدیم مساجد میں دمشق کی مسجد بھی شامل ہے ابتداً یہ مسجد ایک گرجا تھی۔ جس کو تھیوڈوسی ایس نے ۳۷۹ء میں ایک مندر کی جگہ تعمیر کیا تھا۔ اور اس کے بیٹے آرکے ڈی ایس نے اس کو از سر نو تعمیر کیا تھا۔ دمشق کی فتح کے بعد مسلم اور عیسائی دونوں خلیفہ الولید کے زمانہ تک اس عمارت کے مشترک مالک رہے۔ مسعودی کی روایت کے مطابق ۴۶۱ء یا ۱۰۶۹ھ ہجری تک متعدد بار مسجد کو آگ لگی اور خستہ حال ہوئی مگر پھر بھی اس کے خدوخال سے بازنطینی طرز عمارت کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ۸۶۸ء یا ۲۵۴ھ ہجری میں احمد بن طولون مصر کا گورنر مقرر کیا گیا وہ جلد ہی خود مختار ہو گیا۔ اور المقریزی نے کئی ایک واقعات اسکی زندگی کے بیان کئے ہیں۔

ابن طولون کی مساجد عمرو کی مساجد کے طرز پہ بنائی گئی ہیں۔ ان میں محراب دار راستے ہیں۔ جن کی پیمائش [illegible] فٹ ہے۔ اس کا صحن مقام اودنہ کے مصری مندر کی طرز پر ہے۔ اس مسجد میں سب سے قدیم عربی عبارت پتھر میں کندہ ہے۔ جس کی تاریخ ماہ رمضان المبارک ۲۶۵ھ ہجری یا ۸۷۹ء عیسوی ہے یہ مسجد ایک لحاظ سے بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ یہ اینٹ کی بنی ہوئی ہے حالانکہ یہ مقطم کے قرب میں واقع ہے جہاں سے پتھر کھودا جا سکتا ہے۔

اس کا انجینئر ایک عیسائی شخص تھا۔ جو چالڈیا کا باشندہ تھا۔ اور جو اس قسم کا مصالحہ استعمال کرنے کا خوگر تھا۔ جس سے اسے واقفیت تامہ ہو۔ اور عراق و عرب کے اس حصہ میں اینٹ ہی قدرتی مصالحہ تھا۔ المقریزی نے ایک دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حکمران کو اس مسجد کے لئے ۳۰۰ ستونوں کی ضرورت درپیش تھی۔ اور وہ انہیں عیسائی گرجوں سے بنانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ خائف تھا کہ کہیں لوگ شہادت خانہ اور بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ وقت کا مشہور معمار ان دنوں میں کسی وجہ سے جیل میں تھا۔ اور اس نے تجویز کی کہ وہ مسجد بغیر ستونوں کے بنا سکتا ہے اور چھت کو بھی کوئی نقص واقع نہیں ہو سکتا۔

یہاں سے محرابوں کی بنیاد پڑتی ہے۔ محرابوں کے پائے کی تفصیلات اسپہا کے تاثرات کو یاد دلاتی ہیں۔ اور ظاہری زیب و زینت ساسانی تاثرات کو۔ الازہر کی مسجد جو بعد میں مدرسہ میں تبدیل ہو گئی۔ جوہر المظفر کے جرنل نے بنوائی یہ عمرو ابن طولون کی مساجد سے مختلف ہے۔ کیونکہ اس میں قریبی قبلی راستوں کی نسبت وسطانی حصہ زیادہ فراخ ہے۔

چودھویں صدی میں مسجد کی طرز میں بہت بڑا انقلاب واقع ہوتا ہے۔ اس میں شامی تاثرات زیادہ شدت سے پائے جاتے ہیں۔ صلیب کی شکل کی طرز مصر میں اختیار کی جاتی ہے۔ اور بہترین مساجد میں سے ایک مسجد وہ ہے جسے سلطان محمد الحسن نے تعمیر کروایا تھا۔ جو الناصر کا ساتواں بیٹا تھا۔ اس کی تعمیر میں صحن مربع شکل کا ہے اور مشرق کی طرف شاندار لیوان ہیں۔ تین دوسرے لیوان اس طرز کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور ایک صلیب کی شکل بن جاتی ہے۔ دو مینار مسجد کو زینت بخشتے ہیں۔ ان میں سے ایک تقریباً ۱۴۰ فٹ بلند ہے۔

خلیل ظاہری کا بیان ہے کہ سلطان الحسن نے بہت سے ممالک سے کئی ایک انجینئر طلب کئے اور اُن سے پوچھا کہ دنیا میں سب سے اونچی عمارت کونسی ہے۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ سب سے زیادہ اونچی عمارت بنوائے۔ اس کو بتایا گیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ بلند عمارت کسریٰ انوشیروان کے ایوان تھے سلطان نے ان کی پیمائش کرائی اور پھر مسجد بنوائی۔ یہ انجینئر شام کا باشندہ تھا۔ اسی وجہ سے مسجد کی زیب و زینت کے بہت سے خدوخال ایسے ہیں۔ جو دمشق سے ملتے جلتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس مسجد کے بہت سے خدوخال قطبیگ کی مسجد میں پائے جاتے ہیں۔ یہ کوک یا قط بیگ کی مساجد میں جو خاص قسم کے گنبد پائے جاتے ہیں ان میں جو طاقچے رکھے گئے ہیں اور جو ساخت مدنظر رکھی گئی ہے وہ اس قسم کی ہے جس سے معلوم معلوم ہوتا ہے کہ سمرقند کی طرزِ عمارت سے مستعار لی گئی ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

عزم و استقلال کا پیکرِ مجسم

(از قلم جناب مولوی ولیم بشیر پکرڈ - بی - اے - کینٹاب)

حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم سرچشمہ ہیں کمالات معنوی اور صوری کے - نمونہ ہیں خلق خدا کیلئے - اس کے ثبوت میں ہم مختصراً دو باتیں بیان کرنا چاہتے ہیں -

آپ ایک عظیم الشان کتاب یعنی قرآن مجید لے کر آئے جس میں توحید کی بے نظیر تعلیم دی گئی ہے اور اللہ تعالٰے کی صحیح صفات کو خوب کھول کر بیان کیا گیا ہے - پھر حضور کا اپنا اسوۂ حسنہ ہے حضور صلعم کا طرز زندگی حضور صلعم کے ہر روزمرہ کے اعمال صالحہ جو کتب احادیث میں من وعن منضبط ہیں - یہ دو مشعلیں ہیں جو ہماری زندگیوں کو منور بنا سکتی ہیں - صدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنتی -

ان دونوں پر عمل پیرا ہو کر کیا کوئی انسان گمراہ ہو سکتا ہے ؟ اور کیا اس میں کوئی ضلالت کا شائبہ باقی رہ سکتا ہے - صبح اور شام خدا کی عبادت بجا لانا - نماز پڑھنا اور دعا مانگنا - اور اپنے دنیوی کام کاج کے ساتھ خدا کو یاد رکھنا دست بکار و دل بایار - اعمال صحیح صالحہ بجا لانا - کیا اس سے بہتر کوئی راستہ ہو سکتا ہے - وہ جو اس راستہ پر گامزن ہیں وہی اس کی خوبی کو سمجھ سکتے ہیں اس وقت اس مجمع میں حضور کی زندگی کے حالات پر تبصرہ کرنے کے مشتاق ہوئے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مقتدا علیہ التحیۃ والسلام کی تعلق بڑے وسیع تجارت کی مرقع تھی - اور اسی بنا پر حضور تمام بنی نوع انسان

کیلئے۔ زندگی کے مختلف شعبوں کے لئے ایک کامل نمونہ تھے۔ محمد رسول اللہ کے نمونہ سے ایک غریب آدمی صبر و استقلال کا سبق سیکھ سکتا ہے۔ ایک امیر آدمی اعتدال اور میانہ روی کا درس حاصل کرسکتا ہے۔ اور جو مصائب کا آماجگاہ ہوں وہ تحمل بردباری اور توکل کی صفات حسنہ سیکھ سکتے ہیں اور جو مرفہ الحال ہیں وہ خدا کے حضور شکر بجالانا اور اپنے ہم جنسوں سے نیک سلوک کرنا سیکھ سکتے ہیں

مختصر لفظوں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام ہے " خدا رحیم و کریم ہے تم بھی رحم و کرم اپنا شعار بناؤ۔ ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر ۔ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

خدا کی بخشش عام ہے۔ تم اس کے شکرگذار بندے بنو اور فیاضی اور سخاوت سے کام لو۔ خست نہ کرو۔ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روز کی زندگی میں ان صفات عالیہ پر خود عمل پیرا تھے۔ مصیبت میں آپ خدا پر توکل فرماتے تھے۔ اور بڑے مضبوط دل کے ساتھ بڑی زبردست قوت برداشت ظاہر فرماتے تھے۔

فتح کے دن حضور رحم اور عفو کی صفات حسنہ بھول نہیں جاتے تھے۔ جب حضور نے مکہ فتح کیا تو حضور نے اپنے تمام دشمنوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ لا تثریب علیکم الیوم۔

یعنی میں تم سب کو آج معاف کرتا ہوں۔ مغلوب دشمن کو اس طرح معاف کردینا یہ حضور کی ہی صفت ہے آپ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے رنگین تھے اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے

" اے خدا ! ہم تیرے ہی آگے جھکتے ہیں۔ تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ تو حی و قیوم ہے۔ تو حاضر و ناظر ہے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی نبیہ الکریم۔

مراسلات

جول جبٹ جاپان

۸ر اپریل ۱۹۴۸ء

مکرم امام صاحب ! السلام علیکم - آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۴۸ء کا بہت بہت شکریہ - قبول اسلام کا فارم پُر کرکے ارسال خدمت ہے -

نماز اور روزہ پر آپ کے ارسال کردہ پمفلٹ بھی مل گئے ہیں - نماز پر جو پمفلٹ لکھا گیا ہے اس کا سمجھنا آسان نہیں ہے - لیکن حتی الامکان میں اس کے سمجھنے کی کوشش کروں گی - اور خلوص دل سے جس کو میں نہایت ضروری سمجھتی ہوں - اس کا مطالعہ کروں گی - مجھے آپ کا ایڈریس ایک مسلمان ڈاکٹر سے جو ہیگ میں رہتا ہے ملا تھا - میرا خیال ہے کہ میں پھر ان کے پاس جاؤں - اور ان سے کچھ حاصل کروں - اگر وہ ایک نیک مسلمان ہے تو وہ میری ضرور امداد کرے گا - مجھے روزہ رکھنے سے تو کچھ ڈر نہیں لگتا اگرچہ روزہ کی مدت کافی لمبی رکھی گئی ہے - لیکن براہ مہربانی مجھے ٹھیک ٹھیک تاریخ بتلائیے کہ روزہ کب شروع کرنا ہے - میرا خیال ہے کہ غالبا یہ جولائی کے مہینہ میں شروع ہوتے ہیں - گذشتہ سال میری صحت بہت خراب تھی اس وجہ سے کچھ روزے تو میں نے اگست میں رکھے اور کچھ دسمبر میں - لیکن دسمبر کے روزوں کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں نے پورے روزے رکھ لئے ہیں - مجھے روزوں کی برکت محسوس ہوئی - یہ اگرچہ میرا پہلا تجربہ تھا - لیکن ان سے کچھ ایسے عجیب و غریب حالات مجھے محسوس ہوئے جو دوسرے لوگ جنہیں روزہ رکھنے کا اتفاق نہیں ہوا محسوس نہیں کر سکتے اور نہ وہ ان کی قدر کر سکتے ہیں - میری دلی خواہش ہے کہ میں ایک سچی مسلمان بن جاؤں اور

میں سمجھتی ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کے ساتھ یہ میرے لئے کچھ مشکل نہیں۔ لیکن مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ مجھے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ میں ابھی مبتدی ہوں۔ اور میری دلی خواہش ہے کہ میں ہندوستان میں جاؤں اور اسلامی تعلیم حاصل کروں۔ اور جب میرا ایمان اور علم خوب مضبوط ہو جائے تو دوسروں کو نور اسلام سے منور کرنے کی سعی بلیغ کروں۔ میں جانتی ہوں کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے مجھے قربانی سے کام لینا چاہیئے۔ یا کم از کم اس قدر مجھے کرنا چاہئے کہ میں سفلی جذبات کو بالکل بھول جاؤں یا ان پر مجھے پورا پورا اختیار حاصل ہو جائے اور یہ بات مغربی زندگی میں محال نظر آتی ہے۔ کیونکہ مغرب میں تو چاروں طرف مادیت ہی مادیت کا دور دورہ ہے۔ میں محسوس کرتی ہوں۔ کہ قرآن مجید سرتاسر برکت ہی برکت ہے میں چاہتی ہوں کہ میں اس کا مطالعہ اسلامی ماحول میں کروں۔ اُن لوگوں کے اندر جو پکے اور سچے مسلمان ہیں۔ اس لئے میں ہندوستان جانا چاہتی ہوں۔ جہاں مجھے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا موقعہ مل سکے گا۔ اور چونکہ میری نیت خلوص پر مبنی ہے اور میرا ارادہ اور مقصد نیک اور اعلےٰ ہیں۔ خداوند کریم اسے پورا کرنے کی توفیق دے گا۔ اور اس کے لئے میں صدق دل سے دست بدعا ہوں۔ اس کے لئے مجھے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ میرے والدین بوڑھے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے پاس ہی رہوں۔ اگرچہ مجھے ان کی بہت عزت ملحوظ ہے۔ اور مجھے ان سے بہت محبت ہے تاہم میں اپنے آپ کو اُس پرندے کی مانند سمجھتی ہوں۔ جو ایک قفس میں مقید ہو اور بیرونی ہوا اس پر بند ہو۔ میرا جانا فی الواقع ان کی تکلیف کا موجب ہوگا۔ لیکن میرا ارادہ یہی ہے کہ میں حصول تعلیم کے لئے چلی جاؤں تاکہ وہ اپنی آخری عمر میں میرے اس نیک ارادے کی برکات دیکھ لیں۔

دوسری مشکل یہ ہے کہ آیا ڈچ گورنمنٹ مجھے جانے کی اجازت دے گی یا نہیں۔ غالباً میرے ہندوستان جانے کا سبب ان کو اپیل نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ عیسائی دنیا اور بالخصوص رومن کیتھولک (ہمارا وزیر اعظم رومن کیتھولک ہے) اسلام کے سخت مخالف ہیں

ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کیا آپ اس کے متعلق کوئی مشورہ دے سکتے ہیں؟ - میں ہندوستان جانے کی اس وجہ سے بھی متمنی ہوں کہ وہاں مجھے کچھ مسلمان بھائیوں اور مسلمان بہنوں سے ملنا ہے - وہ میرے بہت اچھے دوست ہیں اور میں اُن سے ملکر اُن کو بتانا چاہتی ہوں - کہ میں ایک سچی مسلمان بن گئی ہوں - اور میں کچھ عرصہ کے لئے ان کے اندر رہنا چاہتی ہوں - تاکہ مشرق اور مغرب میں جو روحانی اخوۃ قائم ہے - اس کا تجربہ حاصل کرسکوں -

اب میں آخر میں آپ سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھنا چاہتی ہوں - یہ کچھ زیادہ رقم تو نہیں ہے - اور جو کچھ تھوڑا سا میرے پاس ہے وہ میں ضرور دوں گی - لیکن ملک سے باہر میں نہیں بھیج سکتی - میرے خیال میں اس کی بہترین صورت یہ ہوسکتی ہے کہ میں اس رقم کو ہندوستان جانے تک جمع کر رکھوں - وقتاً فوقتاً آپ کی طرف سے خطوط آنے سے مجھے بہت خوشی ہوگی - میں آپ کی امداد کی بہت بہت شکر گذار ہوں - اور آپ کے لئے دعا کرتی ہوں -

آپ کی مخلصہ

رضیہ سلطانہ

[illegible] مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے۔ (۸) [illegible]
[illegible] کی ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں۔ [illegible] ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نو مسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نو مسلمین کی ایک جماعت [illegible] برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے۔ جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی۔ اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ روساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبعیات تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ اُن میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ بکثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخرکار اپنے شک و شکوک کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے**

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضہ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے اور ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے**

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے جس سے کل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک، قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے جسکو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ جس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے [illegible] اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں [illegible] اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ سماٹرا۔ جاوا۔ بورنیو۔ سنگاپور۔ سیلون۔ افریقہ [illegible]۔ شمالی و جنوبی امریکہ کے مسلم بھائی اس تحریک کی امداد کرتے رہتے ہیں۔

(۹) **ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے:** (۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۷/۸ ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر نیاز۔ صدقہ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) **ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)** ایک کامل نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ مشن اکیس سال سے احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے ووکنگ مسلم ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ تیار کیا جائے۔ یہ دس لاکھ روپے ووکنگ مشن ریزرو فنڈ کے طور پر رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے تو کوئی مشکل بات نہیں اس سکیم کے پورا ہو جانے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فوری امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر اپنے کام کیلئے کسی کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلمان بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) **ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق** یہ مشن ایک رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران ایگزیکٹو کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔
(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لندن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔

(۱۲) **مشن کا مالی انتظام** (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر رجسٹرات آمد میں چڑھا کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد امپیریل بنک میں جمع کی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپیریل بنک کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سیکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) **ضروری ہدایات** ۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہئیے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہے (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔
Address in England .- The Imam , The Mosque Woking, Surrey, England
(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لیمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور کو (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

FEBRUARY, 1948. R. L. No. 908.

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔اے۔بی۔ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ
خواجہ عبدالغنی سیکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۴ | بابت ماہ فروری ۱۹۴۸ء | نمبر ۲

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر برانڈرتھ روڈ سے شائع ہوا

شذرات

انگلستان کے مشہور مفکر اور ادیب جارج برنارڈ شا نے ایک سوال کے جواب میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ شراب سے بکلی مجتنب رہنے والی کوئی قوم نہیں ہو سکتی۔

مسٹر شا خود شراب نہیں پیتے۔ صرف سبزی خور ہیں، تاہم جب ان سے پوچھا گیا کہ آئرلینڈ بکلی شراب کو چھوڑ دے تو کیا اس سے اس کا درجہ اقوام عالم میں بلند ہو جائے گا؟ اس ۹۱ سالہ آئرش مصنف نے اس کا جواب یہ دیا کہ

"جنوبی یورپ کی اقوام کے نزدیک جن کی میز پر شراب کا دور اسی طرح چلتا ہے۔ جس طرح ہم پانی کا استعمال کرتے ہیں۔ ہمیں پاگل قرار دیا جائے گا۔ سکنڈینیویا میں ہمیں ایک مذہبی جماعت سمجھا جائیگا۔"

انہوں نے یہ بھی کہا کہ

"امریکہ میں امتناع شراب کی ناکامی کی وجہ سے تو یہ سوال ہی اب بیکار ہو چکا ہے۔ اور اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ امر کہ شراب سے بکلی اجتناب رکھنے والی کوئی قوم ہو ایک ناممکن چیز ہے۔"

پوچھا گیا کہ

"اگر آئرش مصنفین منشی اشیاء سے مجتنب رہیں تو کیا ان کے تخلیقی خیالات میں اضافہ ہو جائیگا؟"

مسٹر شا نے جواب میں کہا کہ

"بعض مصنفین تو منشیات کے بغیر کام ہی نہ کر سکیں گے، ابن شرابی تھا ای تھوون

شرابی تھا، شیریڈن بھی یقیناً بھی پرہیز کرنے والا نہ تھا۔ نہ ہی خود پرہیز کرتا تھا، ایسا ہی میں موجودہ زمانے کے اعظم کی مثال پیش کرتا ہوں۔ جو بہت بڑے شرابی تھے اور ہیں، دوسری طرف بعض بڑے بڑے مفکرین، شاعر اور ادیبا ہوئے ہیں جو بھی شراب سے مجتنب ہوئے ہیں خود ایک سبزی خور اور تارک شراب ہوں۔ لیکن میں یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ اگر میں برانڈی پر زندگی بسر کروں تو اس سے بہتر کام نہ کر سکوں گا۔"

یہ انگلستان کے بہت بڑے مفکر کے خیالات ہیں۔ اس کے بالمقابل عرب کے امی انسان کے خیالات اور اس کی تعلیم کا اثر دیکھئے اس سے جب شراب کے متعلق پوچھا گیا تو کس قدر حکیمانہ جواب اس نے دیا۔ یسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما۔ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہدو ان میں بہت بڑی برائی ہے اور لوگوں کیلئے فائدے بھی ہیں اور انکی برائی ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

کتنا پر حکمت کلام ہے۔ شراب پینے والے مصنفین ہوں یا مدبران ملکی، وقتی طور پر ان کے خیالات میں بلندی بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن انجام کار ان کی صحت پر جو اثر پڑتا ہے۔ ان کے اخلاق جس درجہ خراب ہوتے ہیں۔ وہ ان نفع بخش خیالات سے زیادہ نقصان رساں ہیں۔ ایک شرابی انسان سے جو حرکات سرزد ہوتی ہیں، اور شراب خوری کے ساتھ زناکاری کا جو گہرا تعلق ہے بہادری اور شجاعت کا عنصر جس درجہ کم ہو جاتا ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے کون عقلمند شراب خوری کے نقصانات کو کم اہمیت دے سکتا ہے۔

یورپ شراب خور ہے۔ امریکہ شراب خور ہے ان کی اخلاقی حالت جس درجہ گری ہوئی ہے۔ اور ان کی تمدنی و معاشرتی زندگی جس درجہ خراب ہو رہی ہے۔ اس سے کون واقف نہیں، عرب بھی اسی طرح شراب خور تھا۔ ان میں زناکاری زوروں پر تھی، اور اسی وجہ سے ان کے تمدنی و معاشرتی حالات صد درجہ

خطرناک ہو چکے تھے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز نے کہ انما الخمر والمیسر رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ، شراب اور جوا نہایت ناپاک شیطانی افعال ہیں، ان سے بچو، ان کو بکلی بنا دیا۔ اور مسٹر شا کے اس نظریہ کو کہ کوئی قوم شراب سے بکلی مجتنب نہیں رہ سکتی عملی طور پر غلط ثابت کر دیا، امریکہ کی مثال پیش کرنا فضول ہے، کیونکہ صرف امتناع شراب کے قانون سے کچھ نہیں بنتا جب تک اس کے ساتھ تزکیہ نفس نہ ہو۔ جب تک خدا پر کامل ایمان اور دلوں کو پاک کرنے والی کوئی چیز نہ ہو اس وقت صرف قانون برائی سے انسان کو نہیں روک سکتا اور یہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کام ہے یہ قرآن کا کام ہے، اگر اس پاک کلام کی طرف توجہ کی جائے تو یقیناً انسان کے اندر پاکیزگی نفس اور بلندی اخلاق پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اسی سے وہ ہر قسم کی برائی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

تخلیقی خیالات کی بلندی بھی اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ایک شراب خور قوم کی نسبت اس قوم میں جو شراب سے بکلی مجتنب رہنے والی ہو۔ زیادہ بلند تخلیقی خیالات پیدا ہوتے ہیں، تاریخ اسلام پر ایک نظر ڈال کر دیکھئے کیا فلسفہ، تاریخ، جغرافیہ، علم حساب، علم ہندسہ، (انجنیئرنگ) اور سائنس کے دیگر بے شمار علوم پیدا کرنے والے مسلمان تھے یا کوئی اور؟ کیا یورپ اپنی بلند پروازیوں کے باوجود ان مسلمان علماء کے آج تک مرہون منت نہیں جنہوں نے سپین میں مشعل علم روشن کی اور اس سے تمام یورپ کو منور کر دیا؟ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ شراب کے نزدیک بھی کبھی گئے تھے۔

ہاں ایک دور مسلمانوں پر بھی آیا جب ان کے امرا میں شراب کے دور چلنے لگے، یہی ان کی پستی اور زوال کا موجب ہو گئے، انہوں نے عیش و عشرت میں پڑ کر خدا کو بھلا دیا، خدا نے بھی ان کو بھلا دیا، اور وہ آہستہ آہستہ گرتے چلے گئے، لیکن اس دور انحطاط میں بھی قوم کا ایک بڑا حصہ شراب سے بکلی مجتنب رہا اور آج تک ہے اس لئے یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں کہ مسلمان بحیثیت

قوم شراب سے بکلی اجتناب کرنے والی قوم ہے اور مسٹر شا کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ کوئی قوم شراب سے بکلی مجتنب نہیں رہ سکتی۔

اطالیہ کی تازہ ترین خبر ہے کہ وہاں ایک جمہوری طرز کی حکومت کا قانون پاس ہوا ہے جو یکم جنوری ۱۹۴۸ء سے نافذ العمل ہوگا۔ اس قانون کی رو سے فیجزم کے احیا کو جو دہریت والحاد اور کشت و خون کی تحریک ہے قطعی روک دیا گیا ہے اور ہر قسم کی مذہبی پابندیوں کو اٹھا دیا گیا ہے کسی بھی مذہب پر کوئی پابندی نہیں رہی ہے۔
یہ ایک نہایت مبارک اقدام ہے جو اطالیہ کی آئندہ بہبودی کا ضامن ہے۔ یقیناً مذہب ہی ایک چیز ہے جو اطالیہ اور سارے یورپ کو آگ کی اس بھٹی سے بچا سکتی ہے۔ جس میں اس کی موجود مادی تحریکات نے اسے جھونک رکھا ہے یہ وہ حقیقت ہے، جس کی طرف پچھلے دنوں جرمن رکن حکومت ہینس فرینک نے ان الفاظ میں اشارہ کیا تھا کہ۔
"ہماری شکست کا اصلی سبب یہ تھا کہ ہم خدا سے پھر گئے، خدا نے ہمیں پھیر دیا"
آج بھی اگر یورپین اقوام خدا کی طرف رجوع کریں تو ان کے دن پھر سکتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں پھر مظفر و منصور ہو سکتے ہیں۔

یہ وقت ہے کہ حامیان اسلام یورپ اور بالخصوص اطالیہ میں تبلیغ اسلام کی طرف توجہ کریں یورپ کا مزاج اب مذہب کی طرف آرہا ہے اگر اس وقت اسے مذہب کی صحیح شاہراہ دکھائی جائے، اور وہ راہ نجات انہیں بتائی جائے جو اسلام نے تجویز کی ہے اور جو فیسزم، بالشوزم، کمیونزم امپیرلزم کیپٹلزم اور ہر قسم کے دوسرے ازموں کی بری باتوں کو چھوڑ کر ان کے نیک تقاضاؤں کو پورا کرتا ہے تو وہ تمام مصائب جو اس وقت دنیا کو گھیرے ہوئے ہیں، یکلخت دور ہو کر دنیا میں امن اور سلامتی کا دور دورہ ہوگا، یہ فرض ہے جو تمام حامیان اسلام پر عائد کیا گیا ہے اور جب تک مسلمان اس فرض کی ادائگی

کی طرف توجہ نہ کریں گے۔ جب تک اسلام کے نور سے اس تاریک دنیا کو منور نہ کریں گے۔ اس وقت وہ فلاح و بہبود کی اعلیٰ منازل پر نہیں پہنچ سکتے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ تم وہ بہترین قوم ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ نیکی کا حکم دیتے اور بدی سے روکتے اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

کیا فرزندان اسلام قرآن کریم کی تعریف کی جو امت محمدیہ کی کی گئی ہے۔ اپنے عمل سے تصدیق کرنے کے لئے تیار ہیں؟

صرف یورپ ہی میں نہیں ہندوستان میں بھی تبلیغ اسلام کی طرف سے غفلت کا جو نتیجہ ہے آج دیکھنے میں آیا ہے وہ سب کے سامنے ہیں۔ آج لکھو کھا مسلمانوں کا کشت و خون اور خانہ بربادی، عورتوں کا اغوا مساجد کی بے حرمتی اور سب سے بڑھکر قرآن کریم کے ساتھ ناپاک برتاؤ اس غفلت کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ جو مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کی طرف سے برتی، اگر ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا وہ سلسلہ جاری رہتا۔ جو ہمارے باہر سے آنے والے اسلاف اور ان اولیائے کرام نے جاری کیا تھا جن کے مزار اس وقت مرجع خلائق ہیں، اگر معین الدین چشتیؒ حضرت داتا گنج بخش ہجویری، باوا شکر گنج بوعلی قلندر اور ایسے ہی دوسرے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر اس ملک کے ضلالت کدوں کو ہم نے نور اسلام سے منور کیا ہوتا تو آج سارا ہندوستان پاکستان ہوتا اور فرزندان اسلام کو وہ مصائب نہ برداشت کرنے پڑتے جو آج پیش آ رہے ہیں۔ مساجد اور قرآن کریم کی وہ بے حرمتی نہ ہوتی جو آج ہر بہی خواہ اسلام کو خون کے آنسو رلا رہی ہے خدا اور رسول کا نام تمام مشرقی پنجاب سے اس طرح نہ مٹ جاتا جس طرح آج لٹا دیا گیا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ مسلمان اس طرف توجہ کریں۔ اور حالات سازگار ہونے پر ایک زبردست تبلیغی ادارہ قائم کر کے اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو ہندوں اور سکھوں تک پہنچا کر اور اس کے مطابق اپنے عملی نمونہ کو پیش کر کے انہیں اپنے ساتھ ملانے اور اس سرزمین کفر و ضلالت میں اسلام کو غالب کرنے کی کوشش کریں کہ اسی میں ان کی بہبودی اور فلاح مضمر ہے

برمنگھم (انگلستان) کے ایک بہت بڑے پادری ڈاکٹر ارنسٹ ولیم بارنس نے جن کی عمر اس وقت ۷۴ سال ہے۔ گذشتہ مارچ میں " رائز آف کرسچئین" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں انہوں نے اناجیل کے معجزات پر جرح وقدح کرتے ہوئے انہیں غلط قرار دیا اور مسیح کی بن باپ پیدائش اس کے مردوں میں سے جی اٹھنے اور بچوں کو بپتسمہ دیئے جانے کے خاص طور پر علم وعقل کے خلاف بتایا تھا

اس کتاب پر جو اشاعت کے بعد چند ہی ہفتوں میں ہاتھوں ہاتھ بک گئی آرچ بشپ آف کینٹربری نے یہ رائے زنی کی۔ اس نے مسیحی مذاہب کی حیثیت کو بہت ہی گرا دیا ہے - اور اس میں ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو اناجیل کے معتقدات اور اس کلیسا کے عقائد کے خلاف ہیں جسکے عہدہ جلیلہ پر بشپ بارنس فائز ہیں۔

اس پر کلیسا کی طرف سے بشپ بارنس کے خلاف الحاد کا مقدمہ چلایا گیا۔ اور ۴۲ بشپوں کے سامنے ایک ہال کے اندر جوان سے کم درجہ کے کلیسائی عہدہ داروں سے بھرا ہوا تھا یہ مقدمہ پیش ہوا۔ دوران سماعت میں بشپ بارنس نے صفائی کے ساتھ کہا کہ " مجھے اس بات سے روز افزوں تکلیف ہورہی ہے کہ نوجوان اور بالخصوص وہ لوگ جو سائنس کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ کلیسا سے الگ ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ فطرۃً مسیحی ہیں۔ لیکن ذہنی طور پر وہ مسیحی مذہب کو جس رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے تسلیم نہیں کرسکتے بہت سے نوجوان مرد اور بہت سی نوجوان عورتیں آج اناجیل کی ان کہانیوں کو ماننے کیلئے تیار نہیں جن میں معجزات بیان کئے گئے ہیں۔ گذشتہ دو صدیوں سے سائنس اور مذہب میں جنگ جاری ہے جس میں ہمیشہ سائنس کو فتح ہوئی ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے خیالات کو سائنس کے مطابق کرنا چاہیئے ورنہ ایمان کی بربادی کا منہ دیکھنا پڑیگا۔"

بشپ بارنس کے یہ خیالات جو فی الحقیقت انگلستان کے نوے فیصدی پادریوں کے خیالات ہیں۔ ان لوگوں کے لئے خاص طور پر قابل غور ہیں جو آج مسیحی مذہب کو برحق اور دنیا کی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں۔

بشپ بارنس کا یہ بیان کہ گذشتہ دو صدیوں سے سائنس اور مذہب میں جو جنگ ہو رہی ہے اس میں ہمیشہ سائنس ہی کو فتح حاصل ہوئی ہے۔ جہاں تک مسیحی معتقدات کا تعلق ہے بالکل صحیح ہے۔ لیکن بشپ موصوف مسیحیت کو سائنس کے مطابق بنانا چاہتے ہیں کیا اس صورت میں اسے ایک انسانی اختراع قرار دیا جائیگا یا خدا کی طرف سے نازل شدہ ہدایت؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ مسیحیت کو سائنس کے مطابق بنانے کے بجائے اس مذہب کو اختیار کر لیا جائے جو اپنے ابتدائے نزول سے ہی علم وعقل کے عین مطابق ہے اور مذہب و سائنس کی جنگ میں سائنس سے مغلوب نہیں ہوتا بلکہ اس پر غالب رہتا ہے یہ مذہب اسلام ہے جو صحیفہ فطرت کے عین مطابق اور سائنس کے ان انکشافات کے مقابلہ میں جن کی غلطیاں آئے دن واضح ہوتی رہتی ہیں۔ ایک کامل و مکمل صداقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ ضرورت ہے کہ صداقت کو اہل انگلستان اور دنیا کے دوسرے اہل علم لوگوں کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ اور بشپ بارنس سے یہ عرض کیا جائے کہ مسیحی مذہب کو سائنس کے مطابق کرنے کے بجائے یہ بہتر ہوگا۔ کہ وہ اس صداقت پر ایمان لے آئیں۔ جس پر پہلے ہی سے عقل انسانی کی مہر تصدیق موجود ہے

(از قلم جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے)

اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر۔ انک علی کل شیٔ قدیر۔ (سورۃ ۳۔آیت ۲۵)

پاکستان کا ایسے وقت میں منصۂ شہود پر آنا جبکہ دنیا کی عظیم ترین سلطنتیں سسک رہی ہیں اور بعض دوسری سلطنتیں آلام و مصائب کا ہدف بنی ہوئی ہیں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ تو خاص خدائی ہاتھ کا کرشمہ نظر آتا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم خدا کی اس عنایت پر اس کے حضور میں سربسجود ہو جائیں۔ اسلامی ہند کے ایک بہت بڑے لیڈر نے کہا کہ پاکستان کے حصول سے ہم نے اپنی روحوں کو بچا لیا ہے۔ ہمیں توقع ہے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ یہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے روحانی آزادی اور نجات کا باعث ہو۔ لاریب جب دنیا کے بعض ترقی یافتہ اسلامی ممالک نسلی اور لسانی اساس پر منازل کمال طے کرنے لگے ہیں۔ تو یہ امر بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا کہ یہ ہمارا نو زائیدہ ملک محض مذہب کو اپنی اساس قرار دے۔ دنیا میں سیاسیات کی بنیاد عموماً مذہب نہیں ہوتی بلکہ دنیوی اصول پر ہوتی ہے اور جو ہمارا نکتہ نگاہ ہے۔ وہ بالکل لوگوں کے لئے اجنبیت کا رنگ

رکھتا ہے۔ اور وہ اسے عجیب و غریب سمجھیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مطالبہ کی حقیقت کو لوگ سمجھنے اور اس کی قدر کرنے سے عاری ہیں۔ لیکن اس سرزمین میں امید کی کرن پائی جاتی ہے۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ حقائق سے نابلد دنیا اس سرزمین سے کچھ سبق سیکھ لے۔ نسلی اور لسانی امتیازات کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اسلام دنیا میں اخوت کی بنیاد قائم کرتا ہے۔ جو اس کی عالمگیر صفت ہے۔ اجنبی لوگ بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ ہمارے مخالفین کو بھی اس امر کا اعتراف ہے کہ اسلام میں ایک عجیب و غریب طاقت ہے جس سے وہ متفرق قوموں اور فرقوں کو ایک جماعت میں منسلک کر دیتا ہے۔ خدا کرے کہ ہم پاکستان میں اس حقیقت نفس الامری کا ثبوت دینے کے اہل ثابت ہوں۔ سندھیوں۔ بنگالیوں اور پنجابیوں اور پٹھانوں اور بلوچیوں کو چاہئیے کہ وہ اخوت کی ایسی مثال پیش کریں جس سے نسلی اور لسانی امتیازات کی حدود ٹوٹ جائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا آجکل کی قومیتوں کے امتیازات سے تنگ آ چکی ہے اور قومی اتحاد کے لئے کوئی اور راہ اور کوئی اور زیادہ دل خوش کن ذریعہ تلاش کرنے کی فکر میں ہے۔ ہمیں قرآن مجید کے وہ الفاظ بھی بھولنے نہیں چاہئیے۔ جس میں نہایت واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ انما المومنون اخوۃ یعنی تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پھر فرمایا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ یعنی تحقیق سب سے زیادہ مکرم اور معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ ہمیں یہ بات بغور یاد رکھنی چاہئیے کہ ہماری مشنری عرصہ تقریباً پچاس سال سے مغربی دنیا میں یہ اصول پیش کر رہے ہیں اور ان کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ان اصولوں کا ہم اپنی عملی سیاسی زندگی میں مظاہرہ کریں۔ ایک مسلمان ہندوستانی لیڈر نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ ہم ہندوستان میں مسلمانوں کی موجودہ حالت کے متعلق بالکل مطمئن نہیں۔ یعنی اب ہمیں ہندوستان میں تبلیغ اسلام کی ضرورت نہیں۔ لیکن پاکستان کے مجوز مرحوم اقبالؒ جنہیں اسلامی تعلیمات میں ژرف نگاہی حاصل تھی۔ انہوں نے ایک دفعہ الہ آباد میں تقریر کرتے فرمایا تھا۔

"تاریخ کے نہایت نازک دور میں یہ اسلام ہی ہے جس نے ہمیں بچایا ہے"۔ یہ کلمات آج کس قدر سچے ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ مذہب کی بدولت ہی تھا کہ اگر سارے نہیں تو ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں نے اپنے زاویہ میں حق خود ارادی حاصل کر لیا ہے۔ اور جنہیں حق نہیں ملا ہے یہ محض عارضی

لحاظ سے اور مذہب اسلام کی علمبرداری سے ملا ہے - آج اگر ہم آزادی کا جشن منانا چاہتے ہیں - تو ہمارے سر خدائے بزرگ و برتر کے سامنے جھک جانے چاہئیں - اور خدا نے جو ہمیں آج توفیق بخشی ہے اور ہمارے لئے راستے کھولے ہیں اس کے لئے ہمیں خدا کا نام بلند کرنے میں سرِ ممکن کوشش سے کام لینا چاہیئے - اسلام دنیا میں اپنی روحانی طاقت اور ثقافتی برکت سے اشاعت پذیر ہوا - اس میں سیاسی طاقت کا دخل نہ تھا - باوجود نسلی اور صوبائی تفریقات کے دینی روحانی طاقت اب پاکستان کے ہر خطہ میں جلوہ گر ہونی چاہیئے - اور اس ضروری اور اہم عنصر کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے - یورپین رنگ میں رنگین ہو کر اشاعت اسلام کی تحریک کا جو حشر ترکی میں ہوا ہے وہ پاکستان میں قطعاً نہیں ہونا چاہیئے - ترکی حکومت کے پیچھے کوئی خدائی طاقت کارفرما نہ تھی مگر پاکستان میں یہ طاقت موجود ہے - پاکستان میں ایک بہت بڑی جماعت موجود ہے جو اپنے علم و عمل کے وجہ سے خاص امتیاز رکھتی ہے - اور ان کا یقین کامل ہے کہ اسلام اپنی مذہبی اور روحانی طاقت سے سالہا سال کے بعد پھر عروج حاصل کرے گا - اور تمام دنیا پر غالب ہوگا —— یہ پاکستان کی تحریک کے لئے بمنزلہ ریڑھ کی ہڈی کے ہے - اور جو کوئی اس کو نظر انداز کرے گا - وہ پاکستان کی روح کو برباد کرنے والا تصور ہوگا - اور کسی خیر و برکت کو حاصل نہیں کر سکے گا - اب یا کچھ عرصہ کے بعد اس رستہ میں مشکلات ضرور ہیں - بدعات اور خود ساختہ اعمال اور بے بنیاد خیالات جنہیں اسلام کا نام دیا گیا ہے اور جنہوں نے اسلام کو کئی گذشتہ صدیوں سے مفلوج بنا کر رکھدیا ہے اس تحریک کے مقابلہ میں تنبردآزمائی کے لئے کھڑی ہو جائیں گے - اور اس کو ملیامیٹ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے - لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم اس قسم کے خیالات و اعتقادات کو کچل ڈالیں اور اس پاک جذبہ کو فروغ دیں جس سے صحیح اور خالص اسلام ہماری تمدنی اور اخلاقی زندگی کا ضابطہ بن جائے - اور اس تہذیب اور اخلاقیات کا مظاہرہ ہو - جس سے آج کل کے ہندوستانی مسلمانوں کے بہترین دماغ روشن نظر آتے ہیں - اس نکتہ کو اچھی طرح سے پیش نظر رکھنا چاہیئے - پاکستان کی ثقافتی زمین کو کاشت کرتے ہوئے ہمیں تمام خس و خاشاک سے اس کو پاک و صاف کر دینا چاہیئے - ایک بڑی اسلامی سلطنت کے

مقصد اعظم کو جو قرآن مجید نے واضح کیا ہے فراموش نہیں کر دینا چاہیئے - اور وہ اس آیت میں مرکوز ہے۔
الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر - وللہ
عاقبۃ الامور - یعنی وہ جنہیں اگر ہم زمین میں طاقت دیں - تو وہ نماز کو قائم کریں گے اور زکوٰۃ دینگے
اور نیکی باتوں کا حکم دیں گے اور بُری باتوں سے روکیں گے - اور سب کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں
ہی ہے (سورۃ الحج آیت ۴۱)

اس آیت شریفہ میں تمام مذاہب کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کا سلوک کرنے کا حکم ہے -
اور عام طور پر تمام بنی نوع انسان کی مدنی مصائب اور اخلاقی کمزوریوں کی اصلاح کی تاکید ہے - اسلام
Meocracy کو ان معنوں میں تسلیم نہیں کرتا - جن میں عام طور پر یہ اصطلاح استعمال کی جاتی
ہے - لیکن ایک اسلامی سلطنت کا کاروبار چلانے اور بین الاقوامی معاملات کو حاصل کرنے کے لئے
قرآن مجید اور سنت مطہرہ حضرت نبی کریم صلعم پر چلنے کی ضرور تاکید کرتا ہے - اور اس ضروری نکتہ کو کسی
صورت میں بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے -

مخالف اسلام طاقتوں کے بالمقابل جدوجہد کرنے کے سلسلے میں ہمیں جہاں کہیں ضرورت ہو
اپنی حفاظت کا اہتمام کرنا ہے - اگرچہ ہمیں کہیں کہیں اس پر عمل پیرا ہونے کا موقعہ ملا ہے - مگر ہم
ایک بات اپنے ہم مذہبوں پر نیز اپنے دشمنوں پر واضح کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگرچہ ہماری جدو
جہد بہت سخت رہی ہے - اور ہماری تکلیفات بھی بے حد ہیں - لیکن یہ جدوجہد مستقل صورت میں نہیں
رہی بلکہ خاص خاص موقعوں پر ہی اس کا اظہار ہوتا رہا ہے - حالانکہ ہمیں اپنے مذہب کی روح کے ساتھ ...
وفاداری کے لئے یہ نہایت ضروری اور لابدی ہے - اس کی وجہ وہ حکم ہے جو قرآن مجید نے دیا ہے -
اور وہ یہ ہے :-

ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہٗ عداوۃٌ کانہٗ ولیٌ حمیم - وما یلقٰھا
الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظٍ عظیم (سورۃ حم سجدہ آیت ۳۴ و ۳۵)

بدی کو بہت اچھے طریقے سے دور کر پھر تو دیکھے گا کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی ہے گویا وہ دو

دوست ہیں - اور یہ خصلت انہی کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ انہی کو دی جاتی ہے - جو بڑے خوش نصیب ہیں - اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم تکلیف اٹھائیں - مگر انتقام کی طرف توجہ کم کرے مخالفت ٹوٹ جائیگی - صرف ہمیں مستقل مزاج رہنا چاہیئے اور ہمارے قدم مضبوط ہونے چاہیئے -

اب میں بعض ایسے دوستوں سے خطاب کرتا ہوں جو یہ کہتے ہیں (اور انہیں افسوس ہے) کہ ہمیں مفلوج پاکستان ملا ہے - ایسے اصحاب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ لحاظ سے تمہارے لئے اچھا ہے کہ بے دین مادہ پرست مغرب کی چیزوں میں سے ہم کچھ نہیں لینگے - کلکتہ بمبئی اور نئی دہلی غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہی رہنے دیجئے - اسلام نے اپنے ابتدائی ظہور میں بالکل ایک نئی دنیا خود ہی پیدا کر لی تھی - ایک صحرا سے اٹھکر یہ اکناف و اطراف عالم میں پھیل گئی - تقریباً ہر طرف مسخ شدہ سلطنتوں کے ڈھیر اور برباد شدہ تہذیبوں کا انبار تھا - اسی خلا میں اسلام نے اپنی ایک نئی دنیا بنالی - کئی صدیوں کے گذر جانے کے بعد اب اسے ایسی دنیا سے واسطہ پڑا ہے جو اس دنیا سے چنداں مختلف نہیں جس سے ابتدا میں اس کو واسطہ پڑا تھا - ہر طرف ایک جدید نظام کے لئے شور و پکار اٹھ رہی ہے - یہ ظاہر ہے کہ موجودہ نظام گل سڑ چکا ہے - اب ایک بالکل نیا نظام قائم کرنا ہے - اور اس کے بیج لازماً فرزندان اسلام کے بلند عزائم میں پلتے جاتے ہیں - جب ہم تاج محل اور لال قلعہ جیسے عجوبہ روزگار مقامات خوشی سے اپنے حریص معصروں سے چکے تو ہمارا کلکتہ اور بمبئی پر رونا دھونا بے سود ہے - جو درحقیقت مغربی شہنشاہیت کی پیداوار ہیں - ہمیں اس جدید دنیا کو خیر مقدم کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے جو ظہور میں آنے والی ہے -

---

مسلمانوں کا فنِ تعمیر

تعمیرِ مساجد کی ارتقائی منازل

(از قلم پروفیسر ھیبکرٹ کا دنی ایٹو ایس۔ اے ڈی جی لندن یونیورسٹی)

مغرب

مغرب اور سپین میں اسلامی فتوحات کے پہلے سال بہت تکلیف دہ تھے - بربری عنصر بالخصوص بہت تکلیف دہ ثابت ہوا اور بہت سی بغاوتیں واقعہ ہوئیں - فن تعمیر کے دو مراکز قائم کئے گئے ایک قیروان میں اور دوسرا قرطبہ میں نویں صدی میں قبض کی بنیاد رکھی گئی - اور گیارہویں صدی میں مراکش کی - جب عرب سپین چھوڑنے پر مجبور کئے گئے تو تمام اُندلسی تہذیب اور وہاں کے علوم وفنون کو مراکو اور الجیریا اور ٹیونس میں پناہ لینی پڑی - مغربی علیٰ ہٰذالقیاس مصری مساجد اسلامی فن تعمیر کی نہایت دلچسپ مثال پیش کرتی ہیں - ابتدا میں ان مساجد کا وہی نقشہ تھا جو عمرو اور ابن طیبون کا تھا - ان کے میناروں کی شکل مربع تھی - جس کی نسبت خیال ہے کہ اسکندریہ کی عمارات کے نمونہ پر بنائے گئے تھے ٹیونس الجیریا اور مراکو کی بہت سی مساجد میں مرکز میں ستونوں کی قطار بنائی گئی تھی - جو بہ نسبت دیگر مساجد کے زیادہ فراخ تھی جس سے ایک قسم کی ایسی شکل پیدا ہوگئی جیسے پہیئے کا ناہ ہوتا ہے - یہ وہ خصوصیت تھی - جو جامعۂ الاظہر میں پائی جاتی ہے جن کو فاطمی خاندان کے ایک خلیفہ المعزّ نے تعمیر کیا تھا جو ٹیونس سے آیا تھا - سولہویں صدی میں ترکی اثر کے ماتحت قبہ کی ایجاد عمل میں آئی چنانچہ

ٹیونس میں اس قسم کی ہی مسجد تعمیر ہوئی۔

میناروں میں یہ جدت پیدا کی گئی کہ ان کو ہشت پہلو بنایا گیا۔ قرطبہ کی مسجد جس کے مرکزی ستونوں کی قطار دوسری اس قسم کی عمارات سے زیادہ وسیع اور فراخ ہے اور جو تعداد میں گیارہ ہیں اس کو خلیفہ عبدالرحمٰن نے شروع کیا تھا۔ ہشام اول نے اس کو جنوب کی طرف وسعت دی۔ حاکم ثانی نے بارہ چکر کے دائرہ کا اضافہ کیا اور حاکم سوم نے آٹھ قطاریں مرکزی ستونوں کی اور تعمیر کرا دی۔ ابتداً مسجد پر لکڑی کا چھت تھا۔ لیکن بعد میں استثنائے ایک تھوڑے سے حصے کے باقی تمام چھت محرابدار بنا دیا گیا۔ محراب کے سامنے مقصورہ بنایا گیا۔ یہ عیسائی گرجوں کے اُس احاطہ سے ملتا جلتا ہے۔ جو وہ مناجاتی گیت گانے والوں کے لئے بناتے تھے۔ طلیمن میں منصورہ کی مسجد عمرو کی روایتی مسجد کا نقشہ ہے جس کے محراب کے بالمقابل فراخ جگہ چھوڑ دی گئی ہے۔

فارس نے بڑے بڑے قابل ماہرین تعمیر فارس پیدا کئے ہیں۔ اور یہ ایک مشہور بات ہے کہ جب تیمور لنگ نے سمرقند کو آراستہ و پیراستہ کرنا چاہا تو اس نے فارس سے ہی کاریگر طلب کئے تھے۔ چنانچہ مذہبی رنگ کی اور بہت سی عمارات مثلاً درس گاہوں خانقاہوں اور قبرستانوں کے علاوہ ہمیں بہت سی اعلےٰ مساجد ملتی ہیں۔ جن کے وسط میں صحن ہیں۔

چونکہ ان عمارات میں اینٹ کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لئے فارسی معماروں کو تعمیرات میں زیبائش پیدا کرنے کے لئے کئی قسم کی عجیب و غریب ایجادیں عمل میں لانی پڑیں۔ چنانچہ میناکاری منبت کاری اور اسی نوع کی دوسری ایجادیں عمارات کی زیب و زینت کے لئے اختیار کی گئی۔ ابتدائی مساجد میں سے جامع قزوین کو خلیفہ ہارون الرشید نے ۷۸۶ء میں دوبارہ تعمیر کرائی۔ اور اس کی پلان وہی تھی جو محمد ابن حجل نے تجویز کی تھی۔ مسجد شیراز ۸۷۵ء میں عمرو بن العاص نے بنوائی تھی جس کے وسط میں گنبددار عمارت تھی۔

لیکن سب سے پہلی مسجد اصفہان میں ملتی ہے۔ جو خلیفہ المنصور نے ۷۶۲ و ۷۶۰ عیسوی میں تعمیر کرائی۔ اور اسے شاہ نے سولہویں صدی یعنی ۱۵۱۳ء میں وسیع کیا۔ اس مسجد کے

پلان میں کئی ایک باتیں بہت دلکش پائی جاتی ہیں۔ صحن کے چاروں اضلاع چار بڑے گنبد دار دروازوں پر مشتمل ہیں۔ ان دروازوں کو دو فرشوں پر طاقوں کے ذریعے ملا دیا گیا ہے یہ دونوں فرش ایک دوسرے کے اوپر ایک محرابدار راستہ بناتے ہیں۔ ان دروازوں میں سے سب سے زیادہ نفیس اور سب سے زیادہ بڑا جو دو میناروں سے بنا ہوا ہے عین عبادت گاہ میں لے جاتا ہے۔ اس کے پلان میں کئی ایک خصوصیات ہیں جو عام ابتدائی مساجد کے پلان میں نہیں پائی جاتیں۔ قدیم پلان کی خصوصیت بھاری بھرکم گنبد کی تعمیر تھی۔ جس کی مثال محلاتِ خسرو میں مل سکتی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ درستون والی پلان کو چار مرتبہ دہرایا گیا ہے۔ ایوان اعظم پر ایک عجیب وغریب قبہ تعمیر کیا گیا ہے۔ اُس کے بعد شاہ عباس کے عہد میں ۳۰۳ھ میں ایک خاص قسم کا فارسی پلان اختیار کیا گیا۔ جبکہ قطار در ستونوں کی پلان ترک کردی گئی اور ایک گنبد والا ایوان تعمیر کیا گیا۔ جس کی مثال مسجد اصفہان ہے۔ منگولیوں کے فارس فتح کرنے پر مقامی تعمیر کے طرز وطریق میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ہلاکو کی لڑکی مراغہ (فارس) میں ۱۲۶۰ء میں مدفون ہوئی۔ اس کا مزار فارسی فن عمارت کی خصوصیات کا حامل ہے۔ لیکن اس قدر ماننا پڑتا ہے کہ ان عمارات میں چینی اثرات بھی ہیں۔ مثلاً بی بی حنوم والی عمارت کی زیبائش چینی طرز کی ہے۔ یہ بی بی تمرلنگ کی چہیتی بیگم تھی۔ اور تمرلنگ نے چینی نقاش سمرقند میں طلب کئے تھے۔ شاہ صندہ کی مسجد جو ۱۳۹۲ء میں تعمیر ہوئی ان چینی اثرات کی آئینہ بردار ہے۔ خود تمرلنگ کا روضہ جو سمرقند میں ہے اور جسے محمدؐ بن محمود اصفہانی نے تعمیر کروایا تھا۔ اسی قبیل کی عمارات کا ایک نمونہ ہے۔

اصفہان کی شاہی مسجد کی طرح چھوٹے نازک قبے بنے ہوئے ہیں۔ شاہ عباس نے اصفہان کو مشرقی دنیا کے سب سے خوبصورت شہروں میں سے ایک شہر بنا دیا۔ اسلامی فن تعمیر کی "مکمل سکیم" کی داغ بیل کا یہ پہلا دن تھا۔

ترکی

مالک شاہ کی وفات کے بعد سلجوقی سلطنت تین مملکتوں میں تقسیم ہو گئی۔ فارس۔ شام اور ایشیائے

کوچک۔ موخر الذکر ملک میں ملک شاہ کے برادر زادوں داؤد اور قلیچ ارسلان نے آئی سونیم اور روم کی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ فارسی فنون خصوصاً پارچہ بافی۔ غالیچہ سازی۔ اور گل کاری کے کام ملک میں... رواج پا گئے۔

سلجوقی سلطنت نے اپنی ہمسایہ سلطنت بائی زنیٹیم سے تعمیر نقشہ کشی اور منبت کاری کے طریقے سیکھے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یونانی ماہرین تعمیر نے سلطان قونیہ کے اشارہ پر کئی عمارات بنائیں۔ سی واس میں یونانی معماروں کی کاریگری کے نمونے اگر دیکھنے ہوں تو وہاں کے مشہور مدرسہ اور اس کے میناروں کو دیکھنا چاہیئے۔ ترک جس قدر قسطنطنیہ کے قریب گئے۔ اسی قدر بائی زنطینی اثر زیادہ اہم ہوتا گیا۔ جب ایک جدید فن تعمیر ایک سابقہ فن تعمیر سے مخلوط ہوتا ہے اگر یہ ہر دو فنون بلحاظ ترقی کے مساوی قدر و قیمت کے ہوں تو جدید فن سابقہ فن سے ظاہری خدوخال تو ضرور لے لیتا ہے لیکن جو وضع قطع اس کی روایتی طور پر چلی آتی ہو وہی اس کے اندر بھی پائی جائیگی۔ اگر برخلاف اس کے دو فنون تعمیرات مساوی حیثیت کے نہ ہوں تو جو فن زیادہ ترقی یافتہ ہے وہ اپنے ہی تعمیر و زیبائش کے طریقے اختیار کرے گا۔ جب ترک اناطولیہ میں جو زمانہ قدیم میں بازنطینی صوبہ تھا۔ انہوں نے معلوم کیا کہ وہاں دو سو سال سے سلجوقی اثر کارفرما ہے۔

ترکی داخلہ مذہبی اور سیاسی رنگ کا تھا اس وجہ سے بدلیسی علوم و فنون کم و بیش ویسے کے ویسے ہی رہے۔ ترکوں نے اپنی تعمیرات میں بازنطینی قسم کا قبہ ایک ضروری عنصر خیال کیا۔ اناطولیہ کی فتح پر انہی پرانے طریقوں کو اختیار کیا گیا۔ اور سینٹا صوفیہ اس کا پورا پورا نقشہ تھا۔ اور بایزید کی مسجد اسی قبہ دار طرز پر بنائی گئی تھی۔ ترکی مساجد کے معمار عموماً عیسائی ہی تھے۔ اس کے علاوہ کچھ یونانی بھی تھے۔ مثلاً کرسٹوڈولس۔ سنانس اور سنان۔ بروصہ کی مسجد کا معمار بھی یونانی تھا۔ جس کا نام ایاس علی تھا اس کی زیبائش کا کام مصری کاریگروں نے انجام دیا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ سلیمان نے مصر میں چھ سو کاریگر واپس بھیجے جو سلیم قسطنطنیہ میں لے گیا تھا۔ اناطولیہ میں دو قسم کے پلان استعمال میں لائے جاتے تھے ایک یہ تھا کہ منزہ ذی چکر اور اس کے ساتھ قطار در قطار ستون بٹھائے جاتے تھے۔ اور دوسرا

مصری پلان جو صلیبی شکل کا تھا۔ لیکن جب قسطنطنیہ فتح ہوا تو اس پلان میں پھر تغیر و تبدل واقع ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یونانی ماہرین تعمیر جو اس کام پر لگائے گئے تھے۔ وہ قبہ کی تعمیر کے زیادہ ماہر تھے۔ قبہ والی پلان جس کے ساتھ شامی مصری اور فارسی طرز کی سنبت کاری چلتی تھی عام طور پر دائر و سائر رہی مصطفیٰ آفندی کہتا ہے کہ اسے خیر الدین نے ایجاد کیا تھا جو بایزید کی مسجد کا انجینئر تھا۔ اگر ترکی مسجد چھوٹی ہو تو ایک ہی قبہ کافی ہوتا ہے۔ اگر بڑی ہو تو اس کے دو متبادل حل مل سکتے ہیں یا تو متعدد قبے بنا دیئے جائیں۔ یہ ایک بہت بڑا قبہ بنا دیا جائے جس کے ساتھ چار نصف قبے بطور پشتہ کے بنا دیئے جائیں۔ مسجد سے قبل صحن کی تعمیر ضروری ہے۔ جس میں متعدد طاق ہوں یا یہ ستونوں سے گھرا ہوا ہو۔ صنعان نے ٹیلمان شکوہ کی مسجد ایک مربع پلان پر بنائی جس پر ایک قبہ تھا۔ یہ چھوٹا قبہ تھا۔ جو ایک بڑا شاندار مخروطی مینار کی شکل کا تھا۔ اس پر تقریباً پانچ لاکھ پونڈ لاگت آئی۔ صنعان کے بہت سے شاگرد و بار بادشاہ کی دعوت پر دہلی آگرہ اور لاہور وارد ہوئے اور ان میں سے ایک شخص یوسف نامی مغلیہ شہنشاہوں کے ہاں مدت تک ملازم رہ کر عمارات تعمیر کرواتا رہا۔ صنعان نے ہی ایڈریانوپل میں مسجد سلیم کا ڈیزائن بنایا اور یہ شاید اس کا بہترین اور سب سے زیادہ نفیس کارنامہ ہے۔

موخر الذکر مسجد کی پلان ہشت پہلو ہے۔ سینٹ صوفیہ کی مسجد کے بعد قسطنطنیہ میں سب سے بڑی مسجد سلطان احمد کی مسجد ہے۔ اس کی پلان مربع ہے۔ چار عدد پایہ پر ایک قبہ اور ایک صحن ہے جو ستونوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر سے پہلے مکہ کی مسجد ہی ایک ایسی مسجد تھی۔ جس کے چھ مینار تھے جب شاہ مکہ کو معلوم ہوا کہ سلطان اپنی مسجد کے چھ مینار بنانا چاہتا ہے اس نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ سلطان احمد نے شاہ مکہ کو مطمئن کرنے کے لئے کعبہ کی مسجد کے سات مینار بنا دیئے۔ چھت کو سونے کی بھاری بھاری چادروں سے جڑھ دیا۔ اور پرنالے بھی سونے کے بنا دیئے۔ اور اس کے ۳۶۰ قبے از سر نو بنوا دیئے۔ احمد کی مسجد کی خوبصورتی کا باعث قبوں اور نصف قبوں کی تعمیر ہے۔

ہندوستان

ہندوستان کا قصہ الگ ہی ہے۔ جب ابتدائے ہشتم صدی یعنی ۷۱۲ء میں اسلامی فتوحات کا آغاز ہوا ہندوستان میں ایک مستقل تہذیب موجود تھی۔ دوسرے ممالک میں اسلام کا واسطہ ایسے مذاہب سے پڑا جو ایک حد تک ایک خدا کو مانتے تھے جیساکہ یہودی وغیرہ لیکن ہندوستان کے ایک پیچیدہ قسم کے شرک اور کئی دیوتا کا اعتقاد اشاعت اسلام کے راستہ میں روک تھا۔ سب سے پہلے غزنی میں دسویں صدی میں سلطنت اسلامی قائم ہوئی۔ غزنی کے تباہ ہوجانے کے بعد دہلی افغان بادشاہوں کا دارالخلافہ بن گئی۔ ہندوستان میں ۱۴۹۳ء میں بابر بادشاہ نے مضبوط مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور ایک مستحکم پائیدار اور قابل قدر طرز حکومت قائم کی۔ بابر اور اس کے جانشینوں نے ایک نئی زبان اردو کی بنیاد رکھی۔ ہمیں دو زمانوں کے درمیان ایک خط تمیز قائم کرنا ہے۔ ایک سلطنت مغلیہ سے پہلے کا زمانہ اور دوسرا بعد کا زمانہ پہلے زمانہ میں قدیم جین کی طرز تعمیر عام طور پر دائر و سائر تھی۔ لیکن مغلوں کے زمانہ میں فارسی اثر نظر آتا ہے ہندوستان ایک ایسا وسیع ملک ہے کہ اسلامی عمارات کے کئی ایک حصے بنائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً پٹھانی طرز کا حصہ۔ گجراتی طرز کا حصہ اور بیجا پوری طرز کا حصہ۔

آگرہ اور سندھ میں اس سے مختلف قسم کی عمارات ملتی ہیں۔ اجمیر کی مسجد جو قطب الدین ایبک اور علاؤالدین کے زمانہ میں ۱۲۸۵ء میں تعمیر ہوئی۔ جینی قسم کی ہے۔ لیکن بہترین ہندوستانی پلان وہ ہے جو مسجد فتحپوری میں ملتا ہے۔ فتح کی یادگار کا ایک بڑا دروازہ جو ۱۱۰ فٹ بلند ہے شیخ سلیم چشتی اور نواب اسلام خاں کے مزارات کے مقدس احاطہ میں لے جاتا ہے۔ اس دروازہ کے دائیں طرف مسجد ہے اس مسجد کے دونوں طرف ایک ایک چھوٹی مسجد ہے۔ اس طرح سے تین مسجدوں کا ایک خوشنما منظر دکھائی دیتا ہے۔ اس قسم کے پلان کی طرز میں محراب پر ایک گنبد ہوتا ہے۔ اور گنبد کے گرد اگرد تین اطراف میں بغلی راستے ہوتے ہیں۔ یہ گنبدوں کی ایک قسم

کی تثلیث نہایت ہی عجیب و غریب ہے اور آگرہ - منڈو - مرزا پور اور جون پور میں پائی جاتی ہے - ان میں چینی طرز کا قبہ ان کے حسن کو دوبالا کرتا ہے - احمد آباد کی مسجد میں کئی ایک گنبد خاص ترتیب سے بنائے گئے ہیں - اور اس پلان میں ستون یا پائے فردری طور پر رکھے گئے ہیں - اس کی اندرونی ساخت تعمیر اور میناکاری اس قدر اعلیٰ - دیدہ زیب اور متنوع ہے کہ اس کی اجمالی کیفیت بھی بیان کرنا احاطہ امکان سے باہر ہے -

اس ضمن میں گلبرگہ واقعہ دکن کی مسجد کا ذکر بھی ضروری ہے - اس کے صحن کا کل رقبہ ۱۰۰×۱۱۲۴۲ فٹ ہے - اس کا چھت چھوٹے چھوٹے گنبدوں پر مشتمل ہے جو ہندو طرز تعمیر کے ہیں - ہندوستان میں اسلامی فن تعمیر میں بڑی لچک اور مناسبت پائی جاتی ہے - ہندو تہذیب کی روایات تقریباً تمام عمارات میں پائی جاتی ہیں - اس طرح سے ان میں سب مقامی طرز کا عنصر پایا جاتا ہے - مسلمان حکمرانوں نے جس خیر و خوبی سے طرز تعمیر کے مسئلہ کو حل کیا - اس طرح سے کسی نے نہیں کیا -

اس مضمون میں ہم نے تعمیر مسجد کی ارتقائی منازل بیان کرنے کی کوشش کی ہے - اگرچہ مساجد کا پلان ہر ایک ملک میں مختلف تھا - مگر جہاں تک پلان کے اصول کا سوال ہے وہ کم و بیش غیر متغیر ہی رہا - اصولی طور پر تو اسے غیر متغیر ہی رہنا چاہیئے تھا - لیکن عمارت کے رنگ ڈھنگ پر مقامی حالات اور روایات کا ضرور اثر پڑا - ایسے فنون کے معاملہ میں دماغی قابلیت کا اندازہ نتائج کی عمدگی سے ہی لگ سکتا ہے -

---

اسلام اور ذمّی

فرقہ وارانہ فسادات اور قتل و خون کا بازار جو آجکل ہندوستان میں گرم ہے یہ ہمیں اسلام کی ایک عظیم الشان تعلیم یاد دلاتے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں سے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے متبعین کو اقلیتوں کے متعلق صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب کہیں بھی اُس نظام کی جو اسلام نے ذمیوں کے متعلق قائم کیا ہے نظیر نہیں ملتی۔ خود مغربی طرز جمہوریت بھی جس کو مساواتِ نسلِ انسانی قائم کرنے کا بڑا ادّعا ہے۔ اسلام کی تعلیم کا لگّا نہیں کھا سکتی اور نہ اس میں انسانی حقوق کے تحفظ کا اس قدر اہتمام ہے۔ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ اقلیتوں کی رائے کو نظر انداز نہیں کرتا بلکہ ان کو وقعت دیتا ہے۔ یہ اس امر کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ ممکن ہے کہ بعض وقت اکثریت غلطی پر ہو اور اقلیت صحت پر۔ لہٰذا اگر ایک طرف مطلق العنانی کو اسلام برداشت نہیں کرتا تو دوسری طرف محض اعداد شماری ہی حکومت کا نام نہیں بلکہ ان دونوں کے بین بین کا رستہ ہی قابل ترجیح سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وامرہم شوریٰ بینہم۔ یعنی ان کی حکومت باہمی مشاورت سے ہے۔

قرآن مجید کے تعلیم کردہ اصولِ حکومت کے مطابق عامۃ الناس میں سے بہترین موزوں شخص کو اپنا لیڈر جس کو امام یا امیر کہا جاتا ہے۔ منتخب کرنا ضروری ہے۔ ایسے شخص کی موزونیت کا معیار بھی خود قرآن مجید نے واضح فرمادیا ہے اور وہ یہ ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم یعنی تم میں سے سب سے زیادہ معزز اور موزوں شخص وہ ہے جو خدا سے زیادہ ڈرتا ہے یا زیادہ متقی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جسمانی۔ دماغی۔ اور ذہنی قابلیت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

بسطۃً فی العلم والجسم کی خصوصیت بھی ایک حکمران کے لئے قرآن مجید نے ضروری قرار دی ہے۔ اور جبکہ امیر چن لیا گیا تو اس کو ہر قدم پر اکثریت کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا گیا۔ اُسے کا خطر نہیں اور نہ کسی عدم اعتمادی کے ووٹ کا۔ اس کو صرف اُسی حالت میں معزول کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ قرآن مجید کے احکام کے خلاف چلے مفاد عامہ کو کچل ڈالے اور اپنے نفس کی اصلاح نہ کرے۔ بالفاظ دیگر اسلامی سلطنت کا حکمران ایک آئینی سربراہ ہے جس کو وسیع اختیارات حاصل ہیں اور ایسے وسیع اختیارات حاصل ہیں کہ وہ اکثریت کے لا کا اندھا دُھند مقلد نہیں بن سکتا۔

پس قرآن مجید نے جو حکومت کا سسٹم پیش کیا ہے اس میں لازمی ہے کہ اکثریت اقلیت کو بات کو وقعت دے اور ضروری ہے کہ اُن کے معقول مطالبات کو بخوبی پورا کرے۔ اکثریت کا ووٹ ان کے رستہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ اگر حاکم وقت کو یقین ہو جائے کہ اقلیت کی رائے حکومت کے حق میں زیادہ مفید ہے تو وہی رائے صائب سمجھی جائے گی اور اسی کو وقعت دی جائے گی۔

قرآن مجید کی اصطلاح میں اقلیت جو برسر اقتدار نہ ہو اس کو ذمی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اکثریت کا فرض ہے کہ وہ اقلیت کو تمام قسم کے حملوں اور نقصانات سے محفوظ رکھے۔ ایک بے گناہ اقلیت پر ظلم کرنا اسلام میں اس کا تصور بھی نہیں۔ اکثریت کے لوگوں اور گورنمنٹ کے کارندوں کا فرض ہے کہ وہ اقلیت کے جان و مال عزت و ناموس۔ نیز زبان اور ان کی تہذیب و ثقافت کے تحفظ کا پورا پورا اہتمام کرے۔

ذمی کا تخیل اسلام میں ایک بے نظیر چیز ہے۔ کوئی دوسرا مذہب اقلیتوں کی حفاظت کے لئے ایسے اصول پیش نہیں کر سکتا جو اسلام نے پیش کئے ہیں اور مسلم حکمرانوں نے ان پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ لیکن یہ تعجب کا مقام نہیں کیونکہ اسلام ہی تو ایک مذہب ہے جو اپنی ہمہ گیری کے لحاظ سے عالمگیر اور اپنی وسعت کے لحاظ سے بین الاقوامی ہے۔

مذہب اسلام میں جغرافیائی۔ قبائلی۔ قومی یا لسانی حدود اور امتیازات نہیں ہیں۔ اسلام کا پیغام

تمام روئے زمین کے لوگوں کے لئے ہے۔ اس لئے کہ یہ قدرتی طور پر توقع کی جاسکتی تھی کہ مسلمان تمام دنیا میں دنیا کے تمام ملکوں میں۔ اور دنیا کی ہر ایک قوم اور قبیلہ میں پائے جائیں گے۔ ہر جگہ مسلمانوں کا جہاں کہیں یا جب کہیں ممکن ہو خواہ ان کی اپنی زادبوم ہو یا غیر ملک ہو۔ حکومت کرنا اور بنی نوع انسان کی قسمتوں کا فیصلہ کرنا متوقع تھا۔ جس ملک میں وہ بود و باش کریں انہیں اجازت ہے کہ وہ اس ملک کے آئین کی پابندی کریں قطع نظر اس امر کے کہ وہ اکثریت میں ہیں یا اقلیت میں۔ اگر وہ اکثریت میں ہیں تو انہیں خدائی احکام کے مطابق آئین بنانا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ اقلیت میں ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حکومت وقت کے مطیع اور فرمانبردار رہیں۔ اور کوئی امر ایسا اُن سے سرزد نہ ہو۔ جو فساد یا بغاوت پر مبنی ہو۔ انہیں حکم ہے کہ "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان ..... وینھیٰ عن الفحشاءِ والبغیِ۔ یعنی خدا عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور بغاوت کی باتوں سے روکتا ہے۔ یہ کہنا کہ مسلمان ایک غیر مسلم حکومت کے ماتحت وفاداری سے نہیں رہ سکتے بالکل بے بنیاد بات ہے۔ لیکن اسلام میں اس وفاداری کی ایک حد ہے۔ اگر کوئی ایسا قانون ہے جو خدا کے حکم کے صریح خلاف ہے تو اس کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیئے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو لازم ہے کہ اگر ان کی طاقت میں ہو تو وہ ایسے قانون پر احتجاج کریں۔ اور آئینی طور پر اس کو روکنے کی کوشش کریں۔ اور اگر یہ امر بھی ان کی طاقت سے باہر ہو۔ تو پھر ان کو الگ ہو جانا چاہیئے اور حکم نہیں ماننا چاہیئے۔ لیکن اگر ان کو ایسی بات کرنے پر مجبور کیا جائے جو ان کے مذہب میں ممنوع ہے۔ تو انہیں ہجرت کرنی چاہیئے اور کسی دوسری سلطنت میں پناہ لینی چاہیئے جہاں ان کو اپنے مذہب کے احکام کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہو۔ اور جہاں ان کو ان کے مذہبی فرائض کے ادا کرنے میں کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ لیکن اگر یہ صورت ہو کہ ہجرت کی بھی گنجائش نہ ہو یا کوئی جگہ نہ ہو تو اسلام جو کہ ایک عملی اور فطری مذہب ہے اجازت دیتا ہے کہ مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے اور صرف اپنے ذاتی بچاؤ کے لئے جدوجہد کریں اور اگر ضرورت پڑے تو اپنے مذہب کو برقرار رکھنے کے لئے اور خدا سے وفاداری کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دیں۔ اپنے ایمان کے بچانے کے لئے اس کو اپنی جان دے دینی چاہیئے۔ یہی جہاد ہے۔ لیکن اسلام میں جارحانہ جنگ ممنوع ہے۔ فسادات پھیلانا۔ فرقہ وارا

کشت و خون اور بے گناہ مردوں عورتوں اور بچوں کا اندھا دھند قتل عام فی الجملہ وحشیانہ غایت درجہ کی حرکت اور بربریت ہے۔ جس کا مظاہرہ آج کل ہندوستان میں کیا جا رہا ہے۔ اس کی اسلام ہرگز ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ خواہ اس کا مرتکب کوئی ہو۔ ایک باقاعدہ کھلی اور اعلان کردہ جنگ کی صورت میں بھی مسلمانوں کو جارحانہ کارروائی سے منع کیا گیا ہے۔

لیکن جب مسلمان کسی ملک میں اکثریت میں ہوں اور برسر اقتدار ہوں تو انہیں اقلیت کی ہر طرح کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ یہ ان پر ایک ضروری فرض ہے۔ ایک اسلامی ریاست میں محض مال و جان کی ہی نہیں بلکہ اقلیتوں کی تہذیب اور مذہب کی حفاظت بھی فرض ہے۔ قرآن مجید نہایت تاکیدی الفاظ میں فرماتا ہے۔ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔ صلح و صفائی سے تبلیغ کرنا جائز ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے۔ کہ تبلیغ ہر ایک متبع اسلام پر فرض ہے۔ لیکن تبدیل مذہب یا دوسرے کسی مذہبی امر میں جبر ہرگز ہرگز روا نہیں۔ حتیٰ کہ بت پرستوں کے متعلق بھی اجازت نہیں کہ ان کو بالجبر اسلام میں لایا جائے جس میں سراسر توحید کی تعلیم ہے۔ یا ان کو ان کی مشرکانہ رسوم سے بالجبر روکا جائے۔ اور پھر سب سے عجیب تر یہ کہ مسلمان جو توحید کے پرستار اور بت پرستی کے سخت دشمن ہے ان کو ان کی کتاب کا حکم ہے کہ وہ بتوں کو بھی متہتک الفاظ سے نہ پکاریں ایسا نہ ہو کہ اس سے کفار کے مذہبی حسیات کو ٹھیس لگے۔ کیا اس سے بڑھکر رواداری ممکن ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

غیر مسلم مصنفین بعض اوقات جزیہ پر بہت کچھ برہمی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ وہ محض اسلام کے عناد کی وجہ سے یا اس اعلیٰ اصول کے متعلق بے علمی کی وجہ سے معترض ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں جب مسلمان کسی ملک میں حاکم ہوں۔ انہیں خدا کا حکم ہے کہ وہ ذمیوں کی تمام قسم کی تکالیف سے محفوظ رکھیں۔ ذمی اگر وہ چاہیئے تو فوجی خدمات سے بری ہوتا ہے۔ اگرچہ اس پر ریاست کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ لیکن ریاست کا فرض ہے کہ وہ ذمی کی ہر طرح سے نگہداشت کرے۔ اور اس کی حفاظت کرے۔ اس حفاظت کے اور فوجی خدمات سے بری ہونے کے عوض میں اُسے ایک ہلکا سا ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس ٹیکس کا نام جزیہ ہے جو ہر اُس شخص پر لگایا جاتا ہے جو ملک

کی فوجی خدمت بجا لانے کی پوری پوری طاقت رکھتا ہے۔ لیکن اپنی رضا و رغبت سے وہ یہ خدمت بجا نہیں لاتا۔ اسے جاہتا ہے کہ آئے اس سے بری رکھا جائے۔ اگر وہ ریاست کی لڑنے والی فوجوں میں شامل ہو جائے تو پھر اُسے کوئی جزیہ ادا کرنا نہیں پڑتا۔ کیا اسلام کا یہ جزیہ ذمیوں کے لئے اُس دکھ اور مصیبتوں سے بہتر نہیں ہے۔ جو اقلیتوں کو خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم آجکل پیش آ رہی ہیں؛ متمنی تو یہ ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کی دونوں اقلیتیں بطور ذمی کے قرار دی جائیں۔ اور ان کے مال اور جان کی حفاظت خدا کا ایک فروری حکم تسلیم کیا جائے۔ کوئی شخص جزیہ کی ادائیگی سے جان نہیں چرائے گا یا ذمی لوگوں کے متعلق جو حکم ہے اور جو نظام اسلام نے قائم کیا ہے اس پر زبان طعن نہیں کھولیگا۔

(راقم قلم جناب مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے)

ہندوستان کی آئندہ حکومت کے باب میں گورنمنٹ برطانیہ نے جو نئی سکیم کا اعلان لارڈ لوئیس مونٹ باٹن کی وساطت سے موخرہ ۳ رجون ۱۹۴۷ء کو کیا۔ اس رو سے ملک ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ ایک ہندوستان اور دوسرا پاکستان۔ ہر ایک حصہ بذات خود ایک مملکت کا حکم رکھے گا۔ مگر یہ امر بدیہی ہے کہ اس تجویز سے اسلامی ہندوستان کا مسئلہ کلی طور پر حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہندوستان میں بھی تقریباً اتنے ہی مسلمان آباد ہوں گے جتنے کہ پاکستان میں۔ لیکن غالباً حالات موجودہ میں گورنمنٹ برطانیہ کے پاس اس سے بہتر کوئی حل نہ تھا۔ اور جو کچھ وہ اس باب میں کر سکتی تھی یہی تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ یورپی دنیا آج مذہب کو بنظر استحسان نہیں دیکھ سکتی جن کی بنا پر گورنمنٹ برطانیہ نے مذہبی اختلافات

کو مدنظر رکھتے ہوئے ملک کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ گو ہم یہ جانتے ہیں۔ کہ اہل برطانیہ جس قدر ہندوستان سے واقف و شناسا ہیں۔ مغرب کی کوئی اور قوم اس قدر واقف و شناسا نہیں ہے۔ جہاں تک قومیت کا سوال ہے برطانوی قوم دیگر تمام مغربی اقوام کے مانند اس کو کسی مذہبی جنبہ داری کی بنا پر قائم نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن خود ہندوستان میں بیٹھے ہوئے اور لوگوں کے احساسات کا تجربہ کرتے ہوئے وہ اس امر کو نظر انداز نہیں کر سکتی کہ یہاں کے لوگوں کے دلوں میں کوئی ایسی چیز ہے جو ہندوستانیوں کو ایک مشترکہ قومیت کے جذبہ کو ترقی دینے سے مانع ہے۔ بادی النظر میں مغرب میں رہنے والے عیسائی اس کو مسلمانوں کے مذہبی جنون سے منسوب کریگا۔

عیسائی روایات کے اندر پرورش پائے ہوئے اور عیسائی مشنریوں کے پروپاگنڈا سے متاثر ہوکر ایک مغربی عیسائی اس بات کو تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتا کہ مسلمان لوگ دوسرے مذاہب اور دوسری ثقافتوں کے مدخواہ ہیں اور ان میں رواداری کا نام و نشان نہیں۔ اور اس لئے وہ دوسری اقوام کے ساتھ امن کے ساتھ نہیں رہ سکتے۔

یہ اُن موجبات میں سے ایک ہے کہ برطانیہ عظمیٰ کے بعض برسرِاقتدار اصحاب مسلمانوں کے نکتہ نگاہ کو جو مسلم لیگ پیش کرتی ہے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ ہندو وسیع الخیال اور قوم پرست واقع ہوا ہے۔ برخلاف اس کے مسلمان یقیناً فرقہ وارانہ خیالات کا دلدادہ اور رواداری کا بہت بڑا دشمن ہے اگر ہمیں یہ خطرہ نہ ہوتا کہ اس سے اسلام کے بین المذاہب زاویہ نگاہ کے متعلق بمقابلہ ہندومت کے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے تو ہم اس بحث پر قلم نہ اٹھاتے۔

اس موضوع کے متعلق کم از کم بات جو ایک محقق کو یاد رکھنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہندوستان ہی ایک ایسا ملک نہیں ہے جہاں مسلمان بہ تعداد کثیر آباد ہیں۔ دنیا میں ایسے ہی ممالک ہیں جہاں مسلمان ہی مسلمان ہیں اور پھر مسلمانوں کی ہی وہاں حکومت ہے۔ مصر۔ ترکی۔ ایران۔ عراق اور بالآخر فلسطین یہ سب اسلامی ممالک کہلاتے ہیں۔ ان میں اقلیتیں بھی ہیں۔ جو غیر اسلامی عقائد رکھتی ہیں۔ بعض ان میں عیسائی ہیں۔ جو بڑی زبردست مغربی اقوام کا مذہب ہے اور جو مشرقی ممالک پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے اس قدر حریص ہیں

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان اسلامی ممالک کی عیسائی اقلیتیں مثلاً مصر مغربی طاقتوں کے حملوں کو روکنے میں اپنے ہم وطنوں کے ہی ہم نوا رہے ہیں۔ اس سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ مسلم اکثریتوں نے غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ نہایت برادرانہ سلوک کیا ہے اور اسی بات نے ان کے اندر حُبّ الوطنی کی روح پھونک دی ہے۔ فلسطین کے عیسائی عربوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ وہ بھی یہودی مداخلت کو اپنے ملک میں پسند نہیں کرتے بلکہ مدافعت کر رہے ہیں۔ اگر اسلامی زاویہ نگاہ کے کسی حصہ میں غیر رواداری کا ایک شائبہ بھی ہوتا تو ان ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کے دلوں کے اندر حب الوطنی کا جذبہ کبھی بھی پیدا نہ ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے ہندوستان کا معاملہ ان اسلامی ممالک سے بالکل متضاد ہے۔ یہاں مسلمان کل آبادی کا ۱/۴ حصہ ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام میں جو دوسرے مذاہب کے لئے رواداری کی سپرٹ ہے اس کے ظہور کی یہاں کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ تو ہندوستان کے لئے تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے کہ انہیں اپنا دلدادہ بنا لیتے۔ لیکن ہندوستان کی شومئی قسمت ہے کہ ہندو دماغ میں قومی بیداری تحریک احیاء کے ساتھ ایسے رنگ میں اختلاط پذیر ہوئی کہ جس کی تنگ ظرفی کی کچھ انتہا نہ تھی۔ اس کے متعلق ہارورڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر لوتھراپ سٹوڈرڈ کہتے ہیں:۔

"اس ابتدائی ہندوستانی قومیت کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ یہ بیّن طور پر ایک ہندو تحریک تھی۔ مسلمان اس کو شک و شبہ یا معاندانہ نگاہوں سے دیکھتے تھے اور اس کے لئے اُن کے پاس وجوہ تھیں۔ ان جدید قوم پرستوں کا نصب العین آریہ ہندوستان یا "سنہری زمانہ کا ہندوستان" تھا "پرانے زمانہ ویدک کی طرف رجوع" یہ اُن کا قومی مقولہ تھا۔ اور اس کا مقصد زمانہ گذشتہ کی عزت و عظمت کا احیا اور شدید برہمنی دور دورے کا دوبارہ زندہ کرنا تھا۔ قوم کے بہترین دماغوں میں ایک غیر معمولی تغیر رونما ہوا۔ وہی لوگ جو چند سال پیشتر مغربی خیالات کی تربیت کے دلدادہ تھے اور جو کھلے بندوں مختلف توہمات مثلاً صنم پرستی وغیرہ پر آوازے کستے تھے۔ وہی لوگ اب مغرب کی ہر چیز کو لعنت خیال کرنے لگ گئے اور پھر سے ہندو دیوتاؤں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے لگ گئے۔ وہ کہنے لگ گئے کہ "ہندوستان کی پوتر زمین" تمام غیر ملکی لوگوں سے پاک صاف کر دینی چاہیئے۔ لیکن یہ غیر ملکی صرف انگریز ہی نہ تھے بلکہ اُن کے علاوہ

مسلمان ہوگئے تھے۔ یہ زمانہ تفریق کا احیاء منتقمانہ جذبات کے ساتھ وابستہ تھا۔"

ڈاکٹر لاتھروپ نے مندرجہ بالا خیالات کا اظہار بیسویں صدی کے ابتدا میں کیا۔ لیکن آج بھی وہ خیالات ایسے ہی صحیح ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ آج ہر ہندو کے دماغ میں خالصاً ہندو قومیت کے جذبات بھی موجزن ہیں۔ بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور عملی طور پر مغربی تہذیب کے دلدادہ ہندو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ ہندوستانی عہد سیاست کے یہ پہلوان علمی اور ذہنی طور پر ایسے فراخدل نظر آتے ہیں جیسے کہ کوئی نہایت مخلص محب عالم ہو مگر جذباتی طور پر وہ مسٹر ساورکر سے ایک انچ کم نہیں۔ جنہوں نے دسمبر ۱۹۳۹ء میں ہندو مہاسبھا کانفرنس کے فرائض صدارت ادا کرتے ہوئے ہندو قومیت کے متعلق اس طرح سے گلفشانی کی۔

"ہم ہندو لوگ باوجود ہزاروں اختلافات کے جو ہمارے اندر پائے جاتے ہیں۔ مذہبی ثقافتی۔ تاریخی۔ نسلی۔ لسانی۔ اور دوسرے کے جو ہم میں مشترک ہیں۔ بمقابلہ دوسری قوموں کے خواہ وہ انگریز ہوں یا جاپانی یا خود ہندوستان کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں ہم نہایت متحدہ قومیت کے مالک ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کشمیر سے لیکر مدراس تک اور سندھ سے لے کر آسام تک ہم بذاتہٖ ایک بہت بڑی قوم ہیں۔"

اس ہندو قومیت میں جیسا کہ ڈاکٹر لاتھروپ نے بجا طور پر کہا ہے۔ کسی غیر ہندو کے لئے پاؤں رکھنے کی گنجائش نہیں اور نہ ایسے تصورات اور خیالات کی جن کا مبدا یا ماخذ ہندومت سے باہر ہو۔ یہ خالصاً نسلی اور ثقافتی تعصبات کا آئینہ ہے۔ جس میں وسعت نظر۔ محبت اور رواداری کا نام نہیں بلکہ تنگ نظری۔ منافرت اور تفرقہ کی انتہا ہے۔ اس کا تصور وہی لوگ صحیح کر سکتے ہیں جنہیں نازی زمرے کی تحریکات تیبو کا کچھ علم ہے۔ جس کا زمانہ اب گذر چلا۔ ایک یورپین بلکہ ایک انگریز بھی جب ہندو تہذیب کے نرم اور نمایاں منکسرانہ پہلو کو دیکھے گا۔ وہ دھوکہ کھا جائے گا اور خیال کرے گا کہ ہندو اپنے مشکل نکتہ نگاہ میں نہایت فیاض وسیع النظر اور منکسر واقع ہوا ہے۔ لیکن ایسا شخص کبھی اس قوم کو باہر سے دیکھتا ہے اور اس کو حقیقت حال کا علم نہیں۔ ذرا ہندو قوم کی اس نسلی اور مذہبی عصبیت

کو ملاحظہ کرنا چاہیے - جو وہ ذات پات کے معاملہ میں روا رکھتے ہیں اور اس بارہ میں ظلم عظیم کی مرتکب ہو رہی ہے - ایسا کہنے میں ہمیں ہندو قوم کی عظمت یا اس کی شاندار روایات کو بنظر استخفاف دیکھنا مقصود نہیں ایک مسلمان کی حیثیت میں ہم ویدوں کو الہامی کتب ماننے کے لئے تیار ہیں اور ان کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں مثلاً سری رام چندر جی، کرشن جی اور گوتم بدھ کے متعلق ہمیں یہ ماننے میں تامل نہیں کہ یہ اصحاب بڑے نیک مقاصد کے حامل اور خدا کے خاص بندے تھے اور وہ خدائی مشن کے پرچارک تھے - لیکن اس حقیقت سے ہم آنکھیں بند نہیں کر سکتے کہ موجودہ ہندو ازم ان بزرگوں کی تعلیم کو الوداع کہہ چکی ہے یہ اپنا زمانہ گذار چکی ہے - اور صفحہ عالم میں اس کا وجود حرف غلط کا حکم رکھتا ہے اور مادر ہند کی روح پر ایک متوحش خواب کی طرح سوار ہو کے بیٹھی ہے

پتھروں - درختوں - گائے اور بے شمار دیوتوں دیویوں کو پوجنا جن میں سے بعض کے متعلق ایسی ایسی کہانیاں بیان کی جاتی ہیں کہ مہذب سوسائٹی میں ان کا بیان کرنا سخت معیوب ہے - اس مذہب کے امتیازات خصوصی ہیں - اور تعجب تو یہ ہے کہ اس قوم کا بہت بڑا مہذب انسان یعنی مہاتما گاندھی بھی اس کا دم بھرتا ہے - اور اس کا پیرو ہے - اس روح کے تناسخ عقیدہ کے متعلق ہندو انڈیا کی عجیب و غریب دماغی قابلیت نے دلائل کا ایک عجیب و غریب گورکھ دھندہ بنا رکھا ہے - اور اس کو علم و عقل کے ترازو سے تولنے کی کوشش کی ہے اور اس عقیدہ کو موجودہ مہذب زندگی کے مطابق اور مناسب حال ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے - فیا للعجب - ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مذہبی خیالات لوگوں کی دنیوی زندگی سے کچھ سروکار نہیں رکھتے - لیکن یہ عقیدہ ایک بالکل فاسد پر کھڑا کیا گیا ہے - وہ لوگ جو اس عقیدہ کی اخلاقی اور روحانی قباحت سے واقف ہیں جیسا کہ مسلمان - وہ جانتے ہیں کہ ہندوؤں کی خوشحالی اور دنیوی ترقی کی ظاہری چمک دمک کے نیچے نفرت کا ایک ایسا گھناؤنا جذبہ پنہاں ہے جس کی نظیر ملنی ممکن نہیں ہے - یہ نفرت کا جذبہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے شروع ہوتا ہے - یعنی برہمن سے اور اس سے چھوٹی ذاتوں میں بتدریج چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اچھوت تک جا پہنچتا ہے بہت سے ناواقف لوگوں کے لئے یہ امر استعجاب کا موجب ہوگا کہ اچھوتوں کی ذاتیں در ذاتیں موجود ہیں - اور ان

کی اعلیٰ ذاتیں ادنیٰ ذاتوں سے نفرت کرتی ہیں۔ اس سے آگے ترقی کرتے کرتے تمام ہندو خصوصاً تین اعلیٰ ذاتیں غیر ہندوؤں سے نفرت کرنے میں متفق ہیں۔ اور یہ نفرت اچھوت سے بھی کہیں زیادہ کی جاتی ہے۔ پس آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نفرت کا ایک لامتناہی اور مسلسل سلسلہ چلتا ہے اور شروع سے آخر تک چلتا ہے۔ ہندو سوسائٹی کی تمام ہیئت ترکیبی اور تہذیب اس نفرت کے جذبہ پر مبنی ہے مجھے خود ذاتی طور پر ہندوؤں کی سب سے ادنیٰ قوم یعنی اچھوت سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا ہے اور میری حیرت کی کچھ انتہا رہی جب میں نے دیکھا کہ وہ نہایت معزز مسلمانوں سے بطور اچھوت کے سلوک کرتے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایک اعلیٰ ذات کے ہندو کا اچھوت نوکر کا دھونا تو درکنار ایک مسلمان کی استعمال کردہ رکابی کو چھونے کا روادار نہیں۔ ممکن ہے کہ ہندوؤں کی ظاہری روش میں بوجہ شہری زندگی کی مجبوریوں کے کچھ تغیر پیدا ہو جائے لیکن ہندو کا دل کبھی تبدیل نہیں ہوسکتا۔ اور یہ ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ اور ایسا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ یاد رکھنا چاہئیے کہ وہ اشیا جن کی مذہبی بنا پر پرستش کی جائے وہ پرستش کرنے والے کے دماغ پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔ ایک مادہ پرست دماغ بالآخر مادہ پرستی اور مادیت میں ہی مبتلا ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ اشتراکیت کو توقع ہے کہ وہ نفرت کے اس جذبہ کو لوگوں کے دلوں سے مذہب کی اہمیت مفقود کر دینے سے دور کر سکے گی۔ جہاں تک نفرت کے دور کرنے کا سوال ہے ہم ان کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں مگر لیکن ہمیں اس کی کامیابی میں بہت شک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندومت میں تو اس کی فلاسفی کی تہ میں دھریت ہی دھریت ہے اور باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ذات پات اور نفرت کا جذبہ بیک وقت دونوں چیزیں ان کے اندر موجود ہیں۔ اور سے موجود ہیں۔ پھر کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ کارل مارکس کا فلسفہ مادیت ذات پات کے بت کو توڑ دے گا۔ اور اس سے ہندومت کی نسلی امتیازات مفقود ہو جائیں گے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ ہندو روایات میں فلسفہ مادیت کی کچھ کمی نہیں۔ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب تک ہندومت اپنی بوسیدہ اور فرسودہ روایات کو خیرباد کہکر ایک مستقل مضبوط عالمگیر اور جمہوری عقیدہ کا جو اسلام ہے پابند نہیں ہوگا نفرت کا جذبہ جو ہندو سیاسیات کا جزو اعظم ہے اور بہت بڑا جزو ہے کبھی دور نہیں ہوگا۔ یہ اسلام ہی ہے جو محبت۔ ہمدردی اور تمام اقوام عالم کے لئے خیر خواہی اور نیکو اندیشی کا پیغام دیتا ہے۔ اور جب

تک اسلام موجودہ ہندومت کی جگہ نہیں لے گا۔ نفرت کا بھوت ان کے سر پر سوار ہی رہے گا۔ بیرونی دنیا کو بہت شاذ صورتوں میں معلوم ہے۔ اور مسلمان بھی اس بات کو ہمیشہ یاد نہیں رکھتے کہ اسلام کی فطری فیاضی اور اس کی عالی ظرفی کا نتیجہ تھا اس صدی کے دوسرے دھاکے میں ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی سیاسیات کو ہندو اکثریت میں مدغم کر دیا اور یہ اختلاط عملی طور پر ۱۹۴۰ء تک قائم رہا جبکہ مسلم لیگ نے اپنے مشہور و معروف لاہور ریزولیوشن کے ماتحت ہندوؤں سے فوراً قطع تعلق کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ بیس سال تک مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ بڑی وفاداری سے تعلقات قائم رکھے اور ان پر پورا پورا اعتماد کیا مگر بالآخران پر ثابت ہو گیا کہ باوجود مسلمانوں کے اس قدر جذبہ وفاداری اور اتحاد کے ہندو قوم کی ذہنیت میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ یہ پہلے سے بھی زیادہ انکو نفرت سے دیکھتے ہیں۔

ہم اس باب میں ہندوؤں کو ملزم قرار دینا نہیں چاہتے یہ تو ان کے مذہب کا اصلی اصول ہے جس زاویہ نگاہ کی تلقین ان کے مذہب نے ان کو کی ہے۔ وہ اس ساری مصیبت کا ذمہ دار ہے۔ اور اس حقیقت کو بھولنا نہیں چاہیئے کہ وہ لوگ جو کرل مارکس کو اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔ اور اس کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کرنے کے لئے تیار ہیں ان کی بھی یہ کیفیت ہے کہ ان کے دلوں سے بھی مذہب کا جذبہ کلیتہً دور نہیں ہو جاتا۔ بلکہ باوجود ادعائے ترک مذہب کے کسی نہ کسی رنگ اور کسی نہ کسی جگہ جو مذہب جبلی طور پر ان کے اندر راسخ ہے وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مذہبی ادارہ سے تعلق رکھتا ہو یا کسی مذہبی ماحول یا روایات میں اس نے پرورش پائی ہو وہ خواہ ذہنی طور پر مذہب کی طرف کچھ توجہ نہ دیتا ہو اور اس سے اپنے آپ کو الگ تھلگ قرار دیتا ہو۔ تاہم اس کا زاویہ نگاہ اُسی سے ہی متاثر ہوگا۔ خواہ وہ بظاہر اس سے کوسوں دور بھاگے اور اپنی بے تعلقی کا اظہار کرے۔ خوب یاد رکھیئے کہ مذہب جس کی تلقین کسی قومی سٹیج سے کی جائے۔ خواہ وہ قوم تاریخ بنی آدم کے بین الاقوامی زمانہ میں پہنچ گئی ہو۔ اس کا اس قوم پر ضرور اثر پڑے گا۔ عیسائیت جو نسبتاً ہندو مذہب سے بہت پیچھے آئی۔ اس کا ظہور انسانی تاریخ کے بین الاقوامی زمانہ میں ہوا تاہم اس کے بانی کا اپنی زبان سے اقرار موجود ہے کہ وہ اپنے

مذہب کے ذریعے بین الاقوامی تنظیم نہیں دے سکتا چنانچہ آپ کا قول ہے :-

"میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی طرف بھیجا گیا ہوں"

جناب مسیح سوشلزم کا سلسلہ اور مذہبی ہمدردی کے سلسلہ کو دوسری قوموں تک زیادہ بڑھانے کی ضرورت محسوس کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی محسوس کرتے تھے کہ وہ اس کام کے لئے نہیں ہیں جیسا کہ آپ ذیل کے قول سے ظاہر ہوتا ہے :-

"مجھے ابھی تم سے بہت سی باتیں کہنی تھیں لیکن ابھی تم میں ان کے لئے برداشت نہیں۔

لیکن جب سچائی کی روح آئیگی - وہ سچائی کی تمام راستے کھول دے گی"

صاف ظاہر ہے کہ "سچائی کے تمام راستے" وہ عالمگیر مذہبی نکتہ نگاہ تھا جس سے یہودی دل ودماغ بالکل عاری تھے ، اور اب تک یہی کیفیت چلی آتی ہے - جناب مسیح خوب سمجھتے تھے کہ وہ دو زمانوں کے اتصال کے وقت تشریف لائے ہیں - ایک وہ زمانے قومی اور بین الاقوامی زمانے تھے - وہ ایک نئے زمانے کی آمد محسوس تو کر سکتے تھے مگر انہیں وہ قوتیں نہیں دیئے گئے تھے - جن سے وہ اس نئے زمانہ کی ضروریات کو کما حقہ پورا کر سکیں -

جناب مسیح کی اس قلب کی اس کیفیت کا　　　عیسائی اقوام کی سوشیل تاریخ میں صاف صاف نظر آجاتا ہے - وہ اپنی قوموں کے اندر تو بہت سی سوشیل نیکیاں ظاہر کرتے ہیں لیکن جب انہیں دوسری اقوام کے ساتھ احسان تو درکنار ، انصاف کے لئے کہا جائے تو وہ بہت بری طرح ناکام ہو جاتے ہیں یہ جو آجکل بین الاقوامی مخالفات رونما ہو رہے ہیں ان کا اصل سرچشمہ یہی مصیبت ہے - نازی ازم کی پیدائش بھی عیسائی دماغ کی لا مذہبی سوشیل تنگ نظری کا نتیجہ تھی - اسکے بانی نے متاثر ہو کر وہ ایک بین الاقوامی زندگی کی خواہش کو محسوس کرتے ہیں جیسا کہ بین الاقوامی مجالس میں ان کی کوششوں اور مذاکرات سے معلوم ہوتا ہے لیکن قوموں کے دل ان کے نظریوں سے تعلقات قائم نہیں کر سکے - وہ اپنے تصورات کو قومی وسعت دینے کا نظام بنا نہ پائے یعنی یہ کہ دنیا کی وہ قومیں جو سفید رنگ کی نہیں ہیں ان سے انصاف نہیں کر سکیں - یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جب تک مذہب

کی عیسائی اقوام عیسائی ضابطہ زندگی کی بجائے اسلامی ضابطہ زندگی اختیار نہیں کر سکیں گی ۔ تو یہی کیفیت جاری رہے گی ۔ اور اس میں کچھ تغیر و تبدل واقع نہیں ہوگا ۔ یہی اصول ہم ہندو ازم پر منطبق کر کے دیکھتے ہیں کہ یہ مت تو عیسائیت سے بھی پہلے ظہور میں آیا ۔ اور اس نے ایسے ماحول میں پرورش پائی جبکہ دنیا کے سوشل حالات نہایت ہی تاریک تھے اور عیسائیت سے کہیں کم ترقی یافتہ تھے ۔ قدرتی طور پر اس میں تنگ ظرفی اور فرقہ وارانہ غرض کے نشانات موجود ہیں

ہندو مت ایک محدود دائرہ کے اندر ایک قومی تعلیم لے کر ظاہر ہوا ۔ جس میں وسعت و فراخی کا نام و نشان نہ تھا ۔ مسٹر گاندھی خواہ کتنے ہی اعلیٰ خیالات کا اظہار کیوں نہ فرمائیں اور پنڈت نہرو خواہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں ۔ جب تک کہ ہندو قوم ہندو روایات کی پابند ہے اور جب تک کہ وہ ویدوں اور منوسمرتی کی تعلیمات کو اپنا رہنما بنائے ہوئے ہے ۔ تب تک وہ ہندو دماغ میں بین الاقوامی جذبات اور ثقافتی یکجہتی کی روح کبھی پیدا نہیں کر سکتے ۔ اور اس کے لئے ہندو قوم کو الزام نہیں دیا جا سکتا ۔ ایسا ہونا ضروری ہے ۔ جب تک یہ قوم اپنے زاویہ نگاہ میں ہندو ہوگی ۔ خواہ کوئی شخص اس کا لیڈر ہو ۔ ایسے شعوری یا غیر شعوری طور پر قومی تاریخ کے اہم معاملات میں قوم کے جذبات کی ترجمانی ضروری ہوگی ۔ بالخصوص جبکہ مذہبی جذبہ کو قوم کے سیاسی اور تمدنی معاملات میں شدت کا دخل حاصل ہو ۔ اس میں شک نہیں کہ متحد ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ تو بہت عرصہ پہلے ہی ہو چکا تھا ۔ جبکہ تقریباً پچاس سال پیشتر ہندو قوم ویدک کے زمانہ کے احیاء کے لئے یا جیسا کہ وہ خود کہتے تھے ۔ تمام جزیرہ نمائے ہندوستان میں "رام راج" قائم کرنے کے منصوبے گھڑ رہی تھی ۔ پاکستان کا بیج اس دن پڑا ۔ جس کا خود مسلمانوں کو بھی علم نہ تھا ۔ ہندو مہاسبھا کی آواز ہندوؤں کے ایک طبقہ کی آواز نہیں یہ سارے ہندو انڈیا کی آواز ہے ۔ جو ہندو مذہب کو از سر نو زندہ کرنے کے لئے اس قدر شد و مد سے اٹھائی گئی ہے کہ اس کی مثال ہمیں تاریخ میں نظر نہیں آتی ۔ اور جو چیز اس میں زیادہ خطرناک ہے وہ یہ ہے کہ ہندو دماغ کی ستم ظریفیوں نے اس کو ایسا خوشنما اور دلکش جامہ پہنا رکھا ہے کہ جس سے بیرونی دنیا بآسانی دھوکہ کھا سکتی ہے

اسلام کا سیاسی زاویہ نگاہ کیا ہے ؟ اس کے متعلق ہم اس قدر ہی کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت

نبی کریم صلعم نے مدینہ جا کر ایک ریاست کی بنیاد رکھی - جو اپنی نظیر آپ ہی تھی - اور جو کئی ایک مذہبی اقوام پر مشتمل تھی - حضرت صلعم نے جس وسیع القلبی اور عالی ظرفی کا نمونہ اس میں دکھایا - اس نے تمام تاریخ اسلام کے لئے ایک ہدایت قائم کر دی - کہ دوسرے مذاہب سے اس طرح سے سلوک کرنا چاہیئے اور ہم بلا خوف تردید کر سکتے ہیں کہ بالعموم تمام مسلمان ریاستیں از اول تا آخر دوسرے مذاہب کے متعلق اس قدر رواداری اور عالی ظرفی کا اظہار کرتی رہی ہیں کہ کوئی قدیم یا موجودہ قوم ان کا لگا نہیں کر سکتی - اسلام کا کمال ہے - کہ اس نے ان تمام لوگوں کو جو اس کے حلقہ سے باہر ہیں ان کے مذہبی اعمال کی بجا آوری میں نہایت فیاضی سے آزادی دے رہے - فی الواقعہ یہ اسلام کا بہت بڑا کمال ہے اور جزیرہ نمائے ہند میں جو ایک الگ سلطنت پاکستان کے نام سے قائم کی گئی ہے - تب سے غیر مسلم دلوں کے اندر اس کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں - ان کی اصل وجہ ان لوگوں کی اسلامی اصول سیاست کے متعلق عدم واقفیت ہے - اسلام کا تو یہ عین منشا ہے کہ اُسے دوسرے مذاہب کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کا موقعہ ملے - لیکن ہندوستان میں اسے جس بدقسمتی کا سامنا کرنا پڑ تاہے وہ یہ ہے کہ اس ملک میں وہ اقلیت میں ہے اور ہر وقت ہر لحظہ اس کو ہندو طاقت مٹانے اور برباد کرنے کے لئے دھمکاتی رہتی ہے - اس وجہ سے اس کو اپنی بقا کے لئے جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور اس معاملہ میں پاکستان کے متعلق بڑی غلط فہمی واقع ہو رہی ہے -

پاکستان کا مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے ایک مایوسی کا مطالبہ تھا - پاکستان کا قیام بے شک ایک بہت بڑی نعمت ہے - ایک رنگ میں مسلمان اس سے خوش نہیں ہیں - مگر اس کا علاج ان کے ہاتھ میں نہیں ہے -

اور جب کہ ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں ہم خود خوشی کی حالت میں نہیں - جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں مذہبی منافرت کی وجہ سے فضا بہت مسموم ہو رہی ہے - ملک کی سیاسی زندگی پر اس کا بہت برا اثر پڑا ہے - اور تمام ملک جہنم بن گیا ہے - اور سب سے زیادہ مصیبت یہ ہے کہ قومیت کے مغربی تخیل نے ہمارے ہندو دوستوں پر اس قدر برا اثر ڈالا ہے - کہ وہ اپنے غلط جذبات اور اپنی کجی پر بجائے ندامت کے خوشی

کا اظہار کرتے اور اس پر اترا رہے ہیں۔ فیا العجب!

اس تاریکی میں روشنی کی ایک کرن نظر آتی ہے۔ اور وہ آریہ سماج کے نظریہ میں تبدیلی ہے۔ جو ہم نے ملاحظہ کی ہے۔ اور یہ وہ جماعت ہے جس نے پچاس سال سے کچھ زائد عرصہ ہوا کہ موجودہ ہندو قوم میں جو مذہبی ردعمل واقع ہوا ہے۔ اس کی تشکیل کی بنا ڈالی اور اس کو خاص طور پر اہمیت دی۔ بجائے اس کے پرانے طرزعمل کے جو دوسرے مذاہب کے متعلق نفرت پھیلانے اور ان کے بانیوں کو برا بھلا کہنے کا تھا یہ کچھ عرصہ سے بنی نوع انسان کے ان محبوں اور بالخصوص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اب سب کچھ ادب و احترام کا اظہار کر رہی ہیں۔ اگر یہ تبدیلی فی الواقع حقیقی ہے اور اگر یہ تبدیلی تمام ہندو قوم کے افراد کے اندر سرائیت کر جائے تو کچھ تعجب نہیں کہ تھوڑے عرصہ کے اندر اندر ہندو قوم کی مذہبی دیوانگی کچھ فرد ہو جائے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہندوؤں کی موجودہ سیاسی طرز کا اصل منبع اسلام کے متعلق ان کا غلط زاویہ نگاہ ہے اور جب یہ درست ہو جائے گا۔ تو ان کی دیوانگی بھی فرد ہو جائے گی اور ہندوستانی سیاست ایک ایسی شکل اختیار کرے گی۔ جس سے دنیا محو حیرت ہو جائیگی اور تمام لوگ استعجاب کی نظروں سے دیکھیں گے۔

خدا کہاں؟

(ایک برطانوی مسلم کے قلم سے)

آج کل عیسائی پریس میں ایک قابل ذکر امر زیر بحث ہے اور وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت افسوسناک ہے - بلکہ یوں کہنا چاہیئے - کہ ایک مصیبت عظمیٰ ہے - جو عیسائیت کے در و دیوار پر منڈلا رہی ہے - کلیسائے انگلستان کے حلقہ اثر میں جو اصلاحی تحریکات عمل میں لانے کی تجویز پیش ہیں ان میں عیسائیت بہمہ نوع اپنی وکالت کر رہی ہے - ان مباحث میں جو امر قابل افسوس ہے وہ یہ ہے کہ جو دلائل و براہین پیش کئے جا رہے ہیں اور جو بیانات دیئے جا رہے ہیں اُن کے حسن و قبح کی جانچ پڑتال کے لئے خدا اور اس کی رضا کی طرف ایک ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں ہے - ان بحث کنندگان کے دل میں ذرا بھی خواہش نہیں پائی جاتی کہ وہ دعا سے یا کتب مقدسہ کے مطالعہ سے خدا کی رضا کو معلوم کریں - اور اس کو اپنا مشعل راہ بنائیں - اور اپنے اعمال و افعال کے لئے اس کو اپنا حکم قرار دیں - خدا کی رضا اور خدا کی مرضی کیا ہے؟ اس کا تو کوئی ذکر نہیں - اس کی پروا نہیں - اُن کے پیش نظر ہے تو یہ امر کہ عقلِ انسانی کس بات کو معقول قرار دیتی ہے - اور زمانہ کس کو مناسب سمجھتا ہے یا مصلحت وقتی کیا ہے - خدا کی ہستی کے انکار کی یہ نوبت پہنچ چکی ہے کہ مضامین بحث میں خدا کا نام شاذ ہی کہیں آیا ہے - ہاں انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ادارہ ــــ کلیسہ اور اس کے فتاویٰ کا بکثرت اور اور متعدد بار ذکر آتا ہے - خواہ وہ فتاویٰ پادری لوگوں کے ہوں یا اُن لوگوں کے جو ایک منضبط اور مسلم کلیسا سے انحراف جائز سمجھتے ہوں -

یہ بحث رومن کیتھولیکس کے لئے کسی دلچسپی کا موجب نہیں - لیکن گو وہ خاموش ہوں - تاہم وہ بطور

تماشہ بین لئے اس میں ضرور دلچسپی لیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک کیتھولک چرچ جس کا نفس ناطقہ پوپ ہے۔سب پر فوقیت رکھتا ہے۔لیکن بھی خدائی رضا نہیں بلکہ کلیسہ کا ہی آخری فیصلہ قابل تسلیم ہے۔ میرے ہاں وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے رسالہ جات اور اخبارات آتے رہتے ہیں۔ جن میں مختلف قسم کے مذہبی خیالات اور مذہبی سرگرمیوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ گذشتہ ہفتہ مجھے ایک رسالہ ملا جو امریکہ سے کسی نے لکھا ہے اور انگلستان سے شائع ہوا ہے۔ اور اس کا نام CaTHolic Digest ہے۔ یہ رسالہ ۹۶ صفحوں پر مشتمل ہے اور اس میں ۲۶ مضامین ہیں۔ میں نے میں نے اس رسالہ کے ہر ایک صفحہ کو بغور پڑھا ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے کہ خدا کا نام صرف دو مضمونوں میں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ ان میں چرچ۔ پوپ۔ کارڈینلز۔ پادریوں اور ننز کے متعلق اور عشائے ربانی اور دیگر رسوم کے متعلق جو انسانی ہاتھوں کے بنائے ہوئے اور فروعات کا حکم رکھتے ہیں ان کا ذکر بہت آتا ہے۔ ایک مضمون میں ایک نہایت حیرت افزا بیان دیکھنے میں آیا۔

" خدا کی معافی دینے کا راستہ ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایماندار لوگ بھی دوزخ میں ایک عرصہ کے لئے ڈالے جائیں "۔

میں اب " برٹش ویکلی" کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر یہ بہترین نہیں تو کم از کم بہترین اخبارات میں سے ایک ہے۔اس میں مسلمہ اصول کلیسائے انحراف کی وکالت کی جاتی ہے۔لیکن جو شیوع میرے پیش نظر ہے اس میں کلیساؤں اور مذہبی مؤتمرات کی اس روش کا ذکر ہے۔ جو وہ آرچ بشپ آف کنٹربری کی تجاویز کے متعلق عمل میں لاتے ہیں۔ بشپ موصوف کی تجویز کا لب لباب یہ ہے کہ مسلمہ کلیسا کے مویدین اور منحرفین کو متحد فی الجماعت بنایا جائے یا ان کی الگ جماعت بندی کی جائے۔ اور موتمر کے ایک سابق پریذیڈنٹ نے جو methodist تھا۔ اس نے اپنا نظریہ بیان کیا ہے۔ وہ اس امر کو حیرت سے دیکھتا ہے کہ اس قسم کے اتحاد کا مطلب کم از کم پرانے کیتھولکس کے ساتھ تعلقات یگانگت قائم کرتا ہے۔ جن کے ساتھ کلیسائے انگلستان متحد و متفق ہے۔ نیز اینگلو کیتھولکس کے ساتھ راہ و رسم قائم کرنا ہے جو انگلستان اور دوسرے مقامات میں پائے جاتے ہیں۔" عیسائی ایک

دوسرے کے ساتھ کس طرح محبت کرتے ہیں"۔ ان الفاظ کا انطباق ان کے اصلی قدیم استعمال کی بجائے اب ایک مذاحیہ رنگ میں موجودہ ہے میں زیادہ موزوں اور باموقعہ ہے مجھے کئی ایک اینگلو کیتھولک فریق کے لوگوں سے گہرا واسطہ پڑا ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ ان میں سے بہت سے اصحاب خواہش رکھتے ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ وہ روم کے ساتھ متحد و متفق ہو جائیں۔ جو ایک خیال خام ہے۔ اور اگرچہ اُن کے خیالات کہیں اشاعت پذیر نہیں ہوئے لیکن میں بوثوق تمام کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس بات کے سخت مخالف ہیں کہ مسلمہ کلیسا سے منحرفین کے ساتھ جنہیں وہ مرتد اور زندیق سمجھتے ہیں اتحاد و اتفاق کے لئے قدم اُٹھایا جائے۔ لیکن اس مضمون میں بھی مضمون نگار نے خدا اور اس کی رضا کی طرف ایک اشارہ بھی نہیں کیا۔ اگرچہ وہ بڑے زور سے اس امر کے متعلق سوال کرتا ہے کہ کیا اس سکیم کا مقصد ایک ہی کلیسائی نظام کے اندر شمول ہے۔ جیسا کہ آجکل انگلیکن چرچ میں دائرہ سائر ہے۔ جس کی رو سے کم حیثیت کا کلیسائی جو اپنے عیسائی بھائی کا ہمسایہ ہو۔ اور بڑی حیثیت کا کلیسائی جو رومن کیتھولک کا ہمسایہ ہو وہ ایک ہی نظام میں شامل ہیں۔

پھر وہ کہتا ہے اور میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ وہ ٹھیک کہتا ہے کہ یقیناً اہم چیز جو ہے وہ روح کا اتحاد ہے۔ محض بیرونی اتحاد جو کسی ادارہ کے تعلق تک محدود ہو۔ کچھ حقیقت نہیں رکھتا"

اس کا آخری سوال آرچ بشپ سے یہ ہے۔

"اتحاد نامہ کا کیا مطلب ہے؟ اور جو فرض اس قدر اختلاف رکھتے ہوں ان میں کس طرح یہ اتحاد نامہ پیدا ہو سکتا ہے؟ ہم میں سے بعض عیسائی اعتقادات کو مفہوم و مطالب پر اس قدر شدت سے یقین رکھتے اور کلیسا کے زندگی کے ابتدائی اصول پر اس قدر زور دیتے ہیں"۔

اس عبادت میں بھی خدا اور اس کی رضا کے متعلق کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ محض یہ سوال کیا گیا ہے کہ آیا یہ سکیم "کلیسا کی زندگی کے ابتدائی اصول کے مطابق ہے"۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت داؤد نے جو خدا داد فراست سے فرمایا تھا وہ کس قدر صحیح ہے" کہ ان کے خیالات میں خدا کا نام تک نہیں"۔ چرچ ٹائمز کے موجودہ شیوع میں جو اینگلو کیتھولک فریق کا اخبار ہے۔ اس کے

دو کالم کے مضمون میں جس کا عنوان Proof of ہے۔ اس میں بھی خدا کا نام ایک دفعہ بھی نہیں۔ اس مضمون کا مطلب یہ ہے کہ چرچ کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس میں لکھا کہ کلیسا سے منتخب لوگوں کے علاوہ کلیسا کی عبادات و رسوم ادا کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا نبی یقین کرتے ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کا اور اپنی قوم کے اندر نبی تھا۔ لیکن حضرت مسیح ایک اسرائیلی تھے۔ عیسائی نہ تھے۔ کیونکہ عیسائیت کی اصطلاح حضرت مسیح کے مشن کے خاتمہ کے بعد چالیس سال تک وضع نہیں کی گئی تھی۔ یہ اصطلاح جیسا کہ عہد نامۂ جدید سے واضح ہوتا ہے ۱۳ء میں وضع ہوئی۔

حضرت مسیح کی تعلیم توحید کی تھی۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق تھی۔ جو حضرت مسیح سے بعد میں آئے۔ اسی تعلیم پر تمام دنیا کے مسلمان اور یہودی کاربند ہیں۔ اور بہ نسبت کسی اور قوم یا فرقہ کے یا کسی نام نہاد کلیسا کے وہ زیادہ مضبوطی اور استقلال سے کاربند ہیں۔

اس جگہ میں ایک ذاتی واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کئی سال گذرے کہ میں چیرنگ کراس روڈ کے قریب جا رہا تھا۔ میں وہاں ایک سیکنڈ ہینڈ کتابیں بیچنے والے سے ملا۔ جو میرا شناسا سا تھا۔ میں نے وہاں دیکھا کہ پانچ شخص ایک آدمی کو بڑے غور سے سُن رہے تھے۔ جو کئی ایک مضامین پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔ منجملہ ان کے سیاہ و سفید جادو طلسمات اور علم النجوم کے متعلق اور اسی قسم کے دور افکار مضامین پر گفتگو کرتا تھا۔ وہ ڈاکٹر موسز گاسٹر آنجہانی تھا۔ جو بعد میں جماعت یہود کا بڑا پیشوا بنا۔ ڈاکٹر موصوف نے مذہبی اعتقادات کے متعلق تو ایک لفظ بھی استعمال نہ کیا۔ ہاں وہ کتب فروش جو کہ ایک عالم شخص تھا۔ وہ اپنی کتب کی قیمتوں کی بجائے اُن کے مضامین سے زیادہ واقف تھا بول اٹھا:۔

"ڈاکٹر گاسٹر! معاف فرمائیے اگر میں یہ سوال کروں کہ کیا جو کچھ آپ فرما رہے ہیں۔ وہ یہودی اعتقادات کے مطابق ہے؟"

ڈاکٹر موصوف نے بغیر تامل کے جواب دیا اور بڑے زور سے کہا۔

"یہودی عقیدہ یہ ہے کہ خدا ہمارا مالک ایک ہی ہے"۔
یہودیوں کے نزدیک اور ایسا ہی مسلمانوں کے نزدیک سب سے پہلے بھی خدا اور سب سے بعد بھی خدا ھوالاول ھوالاخر۔ ھوالظاھر ھوالباطن
یہودی تو افسوس کرتے ہی ہونگے۔ لیکن ہم مسلمان عیسائیوں کی اس حالت پر سخت افسوس کرتے ہیں کہ یہ لوگ کس قعر مذلت میں جا گرے ہیں۔ اور صراط مستقیم سے کس قدر دور چلے گئے ہیں۔ انہوں نے خدا کی تعلیمات کو بھلا کر انسانی اختراعوں پر تکیہ کر لیا۔ اور انسان کے بنائے ہوئے اصول پر چلنا اپنا مذہب قرار دیا۔ لیکن ایک مسلمان کا مذہب وہی ہے جو اس کو خدا نے سکھایا یعنی توحید اور مسلمان صدق دل سے پڑھتا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ ۔ اللہ اکبر۔

سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ ولہ الحمد

قبولِ اسلام

میں مسمی سی۔ ایف برمبل سکنہ راک ٹاورز ہوٹل لوٹی کارلزال صدق دل اور خلوص نیت سے بلا جبر و اکراہ برضا و رغبت خود اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ میں ایک خدا اور صرف ایک خدا کی پرستش کروں گا۔ اور میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ میں تمام نبیوں کی یکساں عزت کرتا ہوں۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت مسیحؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔ میں خدا کی تائید و نصرت سے ایک مسلمان کی زندگی بسر کرنے کا پورا پورا ارادہ رکھتا ہوں۔ انشاء اللہ۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سوائے اللہ کے کوئی اور معبود نہیں۔ اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ دستخط سی برمبل مورخہ ۲۰ جون ۱۹۳۶ء

[illegible] مسلمانوں کے اہتمام و احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) صاحب [illegible] نبی کریم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں [illegible] دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ [illegible] غیر مسلم زائرین آتے ہیں ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نو مسلمین کی ایک [illegible] برطانیہ عظمیٰ کی "مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

مشن کے آرگن — اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام [illegible]۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

مشن کے تاثرات — (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم الطبعیات۔ تاجر۔ مغربی مستشرقین و قومی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نو مسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو [illegible] کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رحجان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک ہمدردانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ بکثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۵) انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس تیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں جو کہ حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی ہمدردی و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضہ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ [illegible] مغرب کے [illegible] ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک قیاسی و وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت بن چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک شاندار اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس [illegible] اسلام ہونے کی وجہ صرف مغربی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے [illegible] اسلامی جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعہ یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ [illegible] وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل [illegible] کی مالی امداد کرتے [illegible]

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلموں میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اُس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاوے گی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کامل نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لیے منیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلیے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران منیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو لٹریچر کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپریسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England — The Imam, The Mosque, Woking, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)۔

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ [illegible]

APRIL, 1948. R. L. No. 908.

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ
خواجہ عبدالغنی سیکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　اللہ اکبر　　　　محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا ہی کیوں نہ لگے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں میں مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقہ تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نو مسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع۔ (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نو مسلمین اخوان و خواتین کو بہ راہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے۔ (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں یا اور دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے۔ (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نو مسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماع عظیم الشان ہوتے ہیں جن میں مسلمین و نو مسلمین کے علاوہ غیر مسلمین ذائرین بھی اسلامی اخوت کے ایمان افروز منظر کو دیکھنے کے لئے بکثرت شامل ہوتے ہیں۔

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے جملہ اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۴	بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۴۸ء	نمبر ۴

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

شذرات

الحمد للہ رب العالمین

کیا اعلیٰ تعلیم ہے۔ جو خدا نے ہمیں دی۔ ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ہر نعمت پر خدا کی حمد کرے اور اس کا شکر بجا لائے۔ یہ سراسر اُسی کا فضل و کرم ہے کہ اُس نے ہمیں اس قدر عرصہ دراز تک تبلیغ دین حقہ اور اشاعت اسلام کے لئے توفیق مرحمت فرمائی اور ہماری ناچیز کوششوں کو مثمر بہ ثمرات حسنہ کیا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ درحقیقت خداوند تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق ہی ہے۔ جس سے ہر کام سرانجام پاتا ہے۔ انسان کے تمام کمالات اور اس کی تمام ترقیاں اسی ذات پاک سے وابستہ ہیں۔ وہی مبدا ہے تمام کمالات کا اور منبع ہے تمام فیض و برکات کا۔ وہی تمام کا مستحق ہے اور اسی کی حقیقی تعریف ہے۔

خدا کے ایک بندے کی تڑپ

خداوند تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے خدا کے ایک بندے کے دل میں پرستاران تثلیث کے مرکز میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس جذبہ سے بے قرار ہو کر اس نے دنیا اور دنیا کی دلفریبیوں پر لات ماری اپنا چلتا ہوا روزگار چھوڑا اور ایک بیکسی کی حالت میں خدا پر توکل کرتے ہوئے اس نے انگلستان جیسی مادہ پرست سرزمین میں علم اسلام بلند کرنے کا تہیہ

کیا۔ اگرچہ حالات مخالف تھے۔ اور اس کے احباب اُسے اس عزم سے روکتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یوروپ جیسے مادیت پرست خطہ میں مذہب کا پھیلانا ایک امر محال ہے۔ یوروپ سے مذہب کی توقع رکھنا گویا سراب سے پانی پینے کے مرادف ہے۔ اور ایسا اقدام فی الحقیقت ایک جنون ہے جس کا نتیجہ کچھ نہیں۔ مگر خدا جانے اس مرد خدا کے دل میں کیا روح کام کر رہی تھی کہ وہ یکہ و تنہا ہی اس میدان میں اتر پڑا۔ اور ما و شما کی باتوں سے بے نیاز ہو کر اپنی دھن میں لگ گیا۔

رسالہ کا اجرا اور حضرت رسول کریم صلعم کا خواب میں تشریف لانا

اس مرد خدا نے اپنا کام شروع کر دیا۔ ایک مختصر سا مکان اور مختصر سا سامان لیکر وہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ سب سے پہلے ایک رسالہ کا اجرا مناسب سمجھا رسالہ شائع ہونے لگ گیا مگر حجم بہت تھوڑا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ چہرہ اقدس پر پسینہ کے قطرات ہیں اور گرمی محسوس کر رہے ہیں۔ گویا کسی غزا سے واپس لوٹے ہیں۔ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جاتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے ہاتھ میں اسلامک ریویو کا پرچہ تھا۔ اسی سے پنکھے کا کام لیا۔ اور حضور صلعم کو جھلنے لگ گئے۔ حضرت نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پنکھا تو اچھا ہے مگر چھوٹا ہے۔ خواجہ صاحب حضرت سرور کائنات صلعم کے اشارے کو سمجھ گئے دوسرے ہی دن رسالہ کا حجم دوگنا کر دیا۔

لیکچروں کا سلسلہ۔ نماز و خطبات

ایک طرف رسالہ کے ذریعہ اطراف و اکناف عالم میں تبلیغ اسلام کا کام شروع ہو گیا۔ دوسری طرف حضرت مرحوم نے لیکچروں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بڑی بڑی مجالس میں اسلام پر ایسے ایسے عجیب لیکچر دیئے کہ زبان تحسین مرحبا کہہ اٹھی۔ ووکنگ میں خطبات کا سلسلہ شروع کیا اور

اہل انگلستان کو دعوتیں دیں۔ لوگ جوق در جوق آنا شروع ہو گئے اور تھوڑے سے ہی عرصہ کے اندر اندر ایک انقلاب رونما ہوگیا۔ ایک ہیجان ایک بحران پیدا ہوگیا۔ جہاں خدا کا نام لینا بھی جرم سمجھا جاتا تھا اب پانچ وقت اونچی آواز سے خدا کی تکبیر گونجنے لگی۔ ولنعم ما قیل ؎

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

مقتدر اصحاب کا اسلام قبول کرنا

انگلستان کے بڑے بڑے محققین اور اہل علم اصحاب نے اسلام کے متعلق دلچسپی لینی شروع کر دی۔ اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ وہی اسلام جو اب تک اہل انگلستان کے نظر میں ایک بربریت کا مذہب تھا۔ اس کے متعلق ان کا زاویہ نگاہ اب بالکل بدل گیا۔ اور اسی کو اب وہ دنیا کے لئے بہترین لائحہ عمل سمجھنے لگ گئے۔ بڑے بڑے اہل علم کے سر اسلام کے سامنے جھک گئے اور لارڈ ہیڈلے اور سر آرچی بالڈ ہملٹن جیسے صاحب علم و فراست اصحاب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے یہ وہ ہستیاں تھیں جنہیں خدا نے دنیوی وجاہت سے وافر حصہ دیا تھا۔

فالحمد للہ علی ذالک

اسلام کی قبولیت عامہ

ووکنگ مشن کے کارناموں کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ یہ صفحات مفصل تبصرہ کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ تیس پینتیس سال کے عرصہ کے اندر اس مشن کی بدولت ایک عظیم الشان اور محیر العقول انقلاب معرض ظہور میں آگیا۔ تثلیث پرستوں میں سے نکل کر ایسے ایسے قیمتی انسان آغوش اسلام

نمبر۱۰

میں آ گئے کہ مادر گیتی ان پر جس قدر فخر کرے کم ہے۔ وہی لوگ جو کسی زمانہ میں عیسائیت کے لئے مایۂ ناز سمجھے جاتے تھے اب اسلام کے علمبردار ہو گئے۔ وہی جو کبھی عیسائیت کو دنیا کی نجات کا ذریعہ اور موجب سمجھتے تھے اب اسلام کے مداح اور ثنا خواں بن گئے۔ آج وہ اسلام پر ایسے ایسے اعلیٰ مضامین لکھ رہے ہیں کہ خود پیدائشی مسلمان کیا لکھ سکتے ہیں۔ پشت در پشت عیسائیت کی گود میں پرورش پانے کے باوجود ایک تھوڑے سے عرصہ کے اندر آج وہ قرآن مجید میں ماہر نظر آتے ہیں۔ اور وہ ایسے ایسے نکات غریبہ بیان کرتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آج وہی عیسائی عالمان دین متین بن کر دنیا کی ہدایت کا موجب بن رہے ہیں۔

جن اصحاب نے مولانا بشیر پکرڈ کے مضامین اسلامک ریویو اور اشاعت اسلام میں پڑھے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ مولانا موصوف کو قرآن و حدیث پر کس قدر عبور ہے اور وہ اسلام کے کیسے اعلیٰ پیمانہ کے مبلغ اور منادی ہیں۔ سینکڑوں اسلام پر فریفتہ ہو کر اس کے حلقہ بگوش ہو چکے ہیں۔ ہزاروں انسان اسلام کی صداقت کے دل سے قائل ہو گئے۔ اسلام ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ اعلان نہ کریں۔ مگر ان کے دل مسلمان ہو چکے ہیں۔ ذہنیتوں میں ایک حیرت افزا تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ سینکڑوں ہزاروں اسلام کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ اور اس میں دلچسپی لیتے ہیں۔ اس کا کچھ پتہ ان خطوط سے ملتا ہے۔ جو رسالہ ہذا میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ ان تیس پینتیس سال کے اندر اندر خدا نے ایک بہت بڑا مذہبی انقلاب دنیا میں پیدا کیا ہے۔ اور وہ ووکنگ مشن کی بدولت ہے۔ ولا فخر۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔

ہمارا فرض

ووکنگ مشن کے نتائج خدا کے فضل و کرم سے بڑے شاندار اور وقیع ہیں۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے بلکہ حقیقت باہرہ ہے۔ لیکن کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ یہ پودا جو اپنے ثمرات

لحاظ سے اس قدر نافع ہے۔ اس کی کما حقہ آبیاری کی جائے۔ اور اس کو زیادہ سے زیادہ مثمر بہ ثمرات حسنہ بنانے کی سعی کی جائے۔ کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اسلام کی اس عظیم الشان تحریک کو اپنی پوری طاقت اور قوت سے زیادہ پر اثر اور زیادہ مضبوط و پائیدار بنائیں

اگر اس کا جواب مثبت میں ہے تو لازماً ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ ہم اس کام کے لئے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کریں اور اپنی پوری کوشش سے اس کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

اہل دل کی خدمت میں اپیل

برادران اسلام اگر آپ کو یقین ہے کہ سرزمین تثلیث میں علم توحید بلند کرنے کا کام فی الواقعہ ایک نہایت مقدس کام ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین دنیا میں پھیلے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی قوم بڑھے پھولے اور پھلے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو دنیا میں عزت کا مقام حاصل ہو۔

اور آخر میں یہ کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے اموال میں آپ کی دنیا میں برکت ہو تو آپ فریضہ تبلیغ دین متین کے لئے ذرا بڑھکر قدم اٹھائیں۔

ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے آپ کا فرض ہے۔ کہ آپ اس مقدس کام کے لئے کچھ قربانی سے کام لیں۔ قربانی کے بغیر کوئی قوم دنیا میں بارور نہیں ہوسکتی۔

اسلام ہم سے قربانی چاہتا ہے۔ خدا کے بندوں کی شان میں ہے۔

یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ۔ (قرآن مجید)

"خدا کے بندے اپنے نفسوں پر ایثار کرتے ہیں خواہ ان کو خود تنگی ہی پہنچے"

آپ اپنے نفسوں پر تنگی کر کے بھی دین کی خدمت کریں۔

زبذل مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود مشہور ناصر اگر ہمت شود پیدا

لس۳

آپ اس مشن کی امداد بیو نذر کر سکتے ہیں:

(۱) اپنے اموال میں سے ہر ماہ ایک مستقل رقم اس کے لئے وقف فرما دیں۔

(۲) اپنے صدقات اپنی زکوٰۃ ۔ اپنے عطیات اس میں دیں۔

(۳) اپنے دوستوں۔ اپنے رشتہ داروں سے عطیات حاصل کریں

(۴) رسالہ اسلامک ریویو رسالہ اشاعت اسلام کی خریداری خود کریں اور اپنے حلقہ اثر میں ان کے خریدار بہم پہنچائیں۔

امید ہے کہ ہماری یہ اپیل صدا بہ صحرا ثابت نہیں ہوگی ۔ اور اہل دل اصحاب اس امداد کی آواز پر صدائے لبیک بلند کرینگے۔

ہماری دعا ہے:۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلعم وجعلنا منھم

آمین یا رب العالمین

بہترین اور قابلِ دید کتابیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
نبوت کا ظہور اتم المعروف نبی کامل صلعم	دو روپے	تمدن اسلام	۴ر
یناببع المسیحیت	عہ/	راز حیات یا انجیل عمل	۱۲ر
موضوعِ قرآن	۴ر	تحفۂ کرسمس	۴ر
توحید فی الاسلام	۱۰ر	سلک مروارید	۱۰ر
ضرورت الہام	۸ر	مکالمات ملیہ	۱۰ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۰ر	مذہب محبت	۴ر
مطالعہ اسلام	۱۰ر	لمعات انوار محمدیہ	۶ر
ذراتِ عالم کا مذہب	۴ر	اسوۂ حسنہ	۸ر
ام الالسنہ	۸ر	براہین نیرہ	۱۲ر
خطبات غربیہ	۱۲ر	سیر افکار	۱۲ر
مقصد مذہب	۴ر	ہستی باریتعالیٰ	۶ر
پیام اسلام	۸ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر

ملنے کا پتہ

منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پاکستان)

آستانۂ صداقت اسلام

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

(سلسلہ کیلئے اشاعت اسلام ماہ مارچ ۱۹۴۳ء ملاحظہ فرمائیں)

پس یہی بات ہمارے ایمان کا طغرائے امتیاز ہونی چاہیئے - اور اس کا اظہار ہماری روزانہ زندگی سے ہونا چاہیئے - اگر ہم اس زرین اصول پر عمل پیرا ہوں تو دنیا میں مسلمہ طور پر امن و امان قائم ہوجائے یہ اصول، تاسیس امن میں نہایت ضروری رکن، بلکہ امن کا سنگ بنیاد ہے - اور اگر اسلام نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کلمہ ایمانی قرار دیا ہے - جس کے معنٰی صرف یہ ہیں کہ سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں اور محمد (صلعم) اس کے سچے رسول ہیں - تو یہ وہ بات کی ہے - جس سے بہتر انسانی تصور میں نہیں آسکتی -

اس اصول میں اللہ کا اقرار اور جملہ معبودانِ باطلہ کا انکار پہلا رکن ہے - اور اللہ تعالےٰ کی ہستی کا اقرار کرنے کے معنٰی یہی تو ہیں کہ اس کی نازل کردہ شریعت کے سامنے سر جھکایا جائے - اور چونکہ یہ شریعت ربانی، انسانوں کو، محمد (صلعم) کی معرفت ملی ہے اور اس وقت ملی جبکہ جملہ شرایع مذہبی یا محرف و مبدل ہو چکی تھیں یا معدوم - اسلئے اقرار توحیدِ خداوندی کے ساتھ ساتھ اعترافِ رسالتِ محمدی، ایک لازمی اور عقلی امر... ہے اور کون شخص اس کلمہ پاک کی صداقت سے انکار کرسکتا ہے؟ اگر لفظ "اللہ" کے دوسرے معنٰی "مطاع" بھی ہیں، جیسا کہ سابقہ اوراق میں دکھایا جاچکا ہے - تو کون شخص اس کی اطاعت سے باہر ہوسکتا ہے یا کون شخص اس کی نافرمانی کرسکتا ہے؟ پس ہمارا اعلانِ اسلام دراصل اعلان اطاعت خداوندی کا مترادف ہے -

کیا کوئی شخص اس اعلان سے تغافل کرسکتا ہے؟ کیا ہم حفظانِ صحت کے اصولوں کو مدنظر رکھے بغیر تندرست رہ سکتے ہیں؟ واضح ہو کہ اصول بھی خدا تعالیٰ ہی کے مقرر کردہ ہیں۔ کیا ہم بغیر سانس لئے، کمائے، پیئے زندگی بسر کرسکتے ہیں؟ مختصر یہ کہ کیا ہم بغیر قوانین مقررہ کی پابندی کئے اپنی زندگی ایک دن بھی بسر کرسکتے ہیں؟ کیا ہم قوائے فطرت سے جنگ کرسکتے ہیں؟ کیا ہم قانون قدرت کی خلاف ورزی کرسکتے ہیں؟ کیا ہم خیر و شر کے اندازوں سے بے نیاز ہوسکتے ہیں؟ اور کیا ان سے بے نیاز ہو کر ہم نتائج بھگتنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ اور بہت ممکن ہے کہ اس بے نیازی کا نتیجہ ہماری ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہو جائے۔ فی الجملہ تمام کائنات میں "لا الٰہ الا اللّٰہ" کی حکومت جاری و ساری ہے۔

ایک شخص کے کلمۂ مذکورہ کو مدار یقین بنانے کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ ان تمام قوانین کی اطاعت غیر مشروط طور پر کرنے کے لئے تیار ہے، جو بہبودِ انسانیت اور فلاح حیات اجتماعیہ کے لئے از بس ضروری ہیں۔ اور وہ شخص اُن قوائے فطرت کا احترام کرنے کے لئے بطیب خاطر آمادہ ہے۔ جو مظہر صفات الٰہیہ ہیں۔ یعنی وہ شخص اپنی مرضی اور ارادہ کو الٰہی مرضی میں مدغم کرنے کے لئے فیصلہ کرچکا ہے۔ اور سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے سر نہیں جھکائے گا۔ پس یہی رجحان طبع جس وقت کوئی شخص اس پر عامل ہو جائے خالصتاً اسلام ہے۔ میں دوبارہ پوچھتا ہوں۔ کون شخص اس صداقت کا انکار کرسکتا ہے؟ میں ببانگ دہل کہتا ہوں کہ دہریہ، لا اور یہ بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ طوعاً و کرہاً، جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے، خدا کی اطاعت کرتا ہے اور اسلامی اصول توحید پر عامل ہے یعنی "مسلم" ہے۔

افغیر دین اللّٰہ یبغون ولہٗ اسلم من السمٰوٰت والارض طوعاً وکرھاً والیہ یرجعون (آل عمران ع ۹)

پس کیا وہ (منکرین) خدا کے دین کے علاوہ کسی اور مذہب کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ، زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ خوشی یا ناخوشی سے اسی کی اطاعت کرتا ہے اور پھر جملہ کائنات اُسی کی

طرف لوٹ جائے گی۔

کلمۂ توحید کے علاوہ اسلام کے ارکان چار اور ہیں یعنی نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ اور حج، اور یہ وہ اعمال ہیں۔ جن کی بدولت ہم نفی واثبات[1] مندرجہ بالا کو عملی طور پر ظاہر کرسکتے ہیں۔ اسلامی نماز دو امور پر مشتمل ہے، مراقبہ اور استعانت، یعنی ایک تو ہم خدا کی صفات حسنہ میں غور وفکر کرتے ہیں اور اس کے طریق کار یعنی "سُنن الہیہ" کو پیش نظر رکھکر اپنے آپ کو اُن پر کاربند ہونے کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔ دوسرے ہم اُس سے ہدایت طلب کرتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی میں صحیح اصولوں پر گامزن ہوں اور اُس راہ پر چلیں جو ہمیں منزل مقصود تک پہنچا دے۔ غرضکہ ہم تمام دوران نماز میں خدا ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں۔

جناب مسیحؑ نے سچ فرمایا کہ ہمیں خدا کے کلام کی تلاوت ہی سے قوّت زندگی حاصل کرنا چاہیئے، نہ یہ کہ محض روٹی ہی کی بدولت جینے کی فکر کریں۔ اور خدا کے کلام کو قوّت زندگی بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ہر وقت یاد کریں، اور پیغمبر اسلام صلعم نے جبکہ ہم کو دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنے کا حکم دیا تو بلاشک بہترین ہدایت عطا کی۔ پہلے نماز علی الصباح ہوتی ہے تاکہ دنیوی امور میں مشغول ہونے سے پہلے ہم خدا کے حضور میں حاضر ہوکر اُس سے اپنا تعلق استوار کریں اور دن بھر اس کو پیش نظر رکھیں۔ بعد دوپہر جبکہ دن کا نصف کام ختم ہو جاتا ہے تو ہم جسم کو آرام اور غذا دیتے ہیں، پس جسم کے ساتھ ہمیں اپنی روح کو بھی غذا دینی ضرور ہے تاکہ ہماری باطنی قوتیں اور زیادہ مضبوط ہو جائیں، اور ہم خدا سے اپنے طرز عمل کی اصلاح کے لئے دعا کریں۔ اس کا نام نماز ظہر ہے۔

اس کے بعد نماز عصر اور نماز مغرب اور سونے سے پہلے نماز عشاء تاکہ دن بھر کے کاموں کو خدا کے سامنے پیش کریں اور برکت طلب کریں، کیونکہ وہی برکات کا سرچشمہ ہے۔

نماز، اسلام کا دوسرا رکن ہے اور باقی ماندہ تین ارکان کی علت نمائی یہ ہے کہ ہمارے

---

[1] نفی واثبات سے مراد کلمہ کا پہلا جزو ہے یعنی سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں ۱۲

اندر وہ قوت پیدا ہو جائے۔ جس کی بدولت ہم اُن امور سے مجتنب رہ سکیں۔ جو منتجر بضلالت ہیں۔ یعنی خدا کی راہ سے منحرف کرانے والے ہیں۔

فی الجملہ اسلام یعنی" مذہب امن" مذکورہ بالا امور پنجگانہ کو دین کے ستون قرار دیتا ہے۔ پہلا ستون، کلمۂ شہادت ہے، جو ذریعہ اعلان اسلام ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی بتایا، توحید خداوندی کا اعتراف اور جمیع معبودان باطلہ کا انکار ہے۔ دوسرا ستون نماز ہے جو در اصل پہلے ستون سے متعلق ہے۔ اور انکار ماسوی اللہ سے باقیماندہ تین ارکان متعلق ہیں۔ اور یہ پانچوں ستون، دنیا میں امن و امان قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ مقصود مذکورہ بالا کے حصول کے لئے، دنیا میں بہت سے اصول و قوانین وضع ہو چکے ہیں۔ لیکن جو اصول (مذہب) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دیا ہے۔ اُس میں خوبی یہ ہے کہ وہ عقل انسانی کو اُس کی عمدگی اور کارفرمائی کا معیار قرار دیتا ہے۔ یہ قول کہ

" مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں"۔ بظاہر نہایت خوش آیند ہے۔ لیکن، زبان سے صلح کرانے والوں کی تحسین کر دینا اور بات ہے اور عملی طور پر ایسی تجاویز اور تراکیب پیش کرنا اور بات ہے۔ جن کی بدولت امن و امان واقعی طور پر دنیا میں قائم ہو جائے۔ اسلام، اگر اُن دشواریوں کو مدنظر رکھتا ہے۔ جو کسی نظام دنیوی کے استحکام میں حائل ہو جاتی ہیں تو گویا طبیعت انسانی کا قرار واقعی احترام کرتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم طالب امن ہوں تو ہم کو سب سے پہلے ان امور پر غور کرنا چاہیئے جو امن کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اور جنگ و جدل، ذاتی یا قومی، رقابت اور جرائم یہ سب بدنظمی اور فقدان صلح و امن کے مترادفات ہیں۔

مسئلہ من و تو یعنی ایثار و استیثار

واضح ہو کہ یہ تمام باتیں یعنی جنگ و جدل اور دیگر قبائح، صرف ایک ہی سبب و مادہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یعنی میر تیر (یہ چیز میری ہے اور یہ چیز تیری ہے) ایک خاندان کی زندگی کے منازل

پیا پنے شاید میرے مفہوم کو بطریق احسن واضح کرسکیں - ایک وقت معینہ تک، ایک خاندان کے تمام بچے، اُس خاندان کے اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں - والدین ان کی تمام ضروریات پوری کرتے ہیں اور وہ سب سلکِ محبت میں منسلک ہوتے ہیں - لیکن جب ان افراد میں میرتیر کا جذبہ موج زن ہوتا ہے تو پھر زنجیر محبت کی کڑیاں ذرا ڈھیلی ہونے لگتی ہیں، اور یہ بات، خواہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو - لیکن اُن کے اقوال و افعال سے ظاہر ہونے لگتی ہیں - یہی وہ جذبہ ہے جس کی بدولت نہ صرف ایک خاندان کے افراد میں افتراق و انشقاق پیدا ہوجاتا ہے - بلکہ جماعتوں اور قوموں میں بھی - اور کل نسل انسانی میں - مختلف اقوام کے مابین جو لڑائیاں واقع ہوتی ہیں، وہ ایک بڑے پیمانہ پر اُسی جذبۂ رقابت کو ظاہر کرتی ہیں - جو ایک خاندان کے مختلف افراد میں پایا جاتا ہے - اور یہی "میرتیر" اس تمام جنگ وجدل کی ذمہ دار ہے -

اسی طرح، یہی میرتیر، تمام دیوانی مقدمات کی بنیاد ہے - ہم چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح، دوسروں کے مقبوضات پر ناجائز طور سے تصرف کریں، اور اس کا نتیجہ ارتکاب جرائم کی شکل میں نمودار ہوتا ہے - غصب، سرقہ، جعلسازی، دہوکہ دہی وغیرہ یہ سب انہی ناجائز ذرائع کی مختلف صورتیں ہیں جو ہم دوسروں کے اموال پر قبضہ کرنے کے لئے بیجا طور پر استعمال کرتے ہیں - اور اگر ہم اپنے زاویۂ نگاہ کو وسیع کرلیں اور مختلف اقوام کے طرز عمل کو بحیثیت مجموعی دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ تمام جنگوں کی تہ میں یہی جذبہ کارفرما ہوتا ہے کہ دوسروں کو اُن مقبوضات سے محروم کیا جائے، خواہ وہ ارض غیر مفتوحہ ہو یا غیر مستعمل، یا کوئی مفاد تجارتی ہو یا اسی قبیل کوئی اور بات ہو، غرضکہ خود غرضی اور لالچ کا جذبہ ہی ہر جگہ اور ہر جنگ میں کام کرتا نظر آتا ہے - اور افسوس یہ ہے کہ بعض اوقات بنائے مخاصمت نہایت معمولی ہوتی ہے لیکن اُس سے نہایت تباہ کن اور خون ریز نتائج پیدا ہوتے ہیں - لہذا جو ضابطہ قانون، دنیا میں امن وامان کے قیام کے لئے وضع کیا جائے - اس میں "میرتیر" کے مسئلہ کو سب سے پہلے حل کرنا چاہئیے - کیونکہ اگر ایک طرف یہ خود غرضی کا جذبہ، تمام جنگ وجدل کا مبدء ہے تو دوسری طرف حسنات کا سرچشمہ بھی بن سکتا ہے - یعنی یہ جذبہ، انسانوں کے لئے موجب برکت بھی ہے اور باعث لعنت بھی - اور یہ فرض اُس مذہب کا ہے جو منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہو کہ ہم کو وہ طریق کار بتادے جس کی بناء پر یہ جذبہ ہمیشہ موجب

برکت ہی ثابت ہوا تو کبھی باعثِ کلفت نہ ہو وضع ہوگہ" جلبِ منفعتِ ذاتی" کا یہ تصور بالکل ہی بیکار یا بے فائدہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے وہ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی بناء پر لوگ مختلف قسم کی جدوجہد کرتے ہیں اور اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی کوششوں کے ثمرات محض انہی کے ہوں گے۔ اگر کوئی قانون ایسا نافذ ہو جائے۔ جس کی بناء پر زید کی کوششوں کا ثمرہ بکر کو مل جائے تو تہذیب و تمدن کا خاتمہ بہت جلد ہو جائیگا۔ لہٰذا اس قسم کی کوئی کوشش، جس سے ذاتی منفعت حاصل کرنے کا جذبہ مفقود ہو جائے۔ انسانوں کے حق میں نہایت مضر ثابت ہوگی۔ اور جنہوں نے ایسی کوشش کی ہے ان کو سخت ناکامی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ کیونکہ انہوں نے انسانوں کو قوت و تحریک عمل سے محروم کرنا چاہا۔ جناب مسیحؑ کے متعلق بھی ہم نے یہی پڑھا ہے وہ خدا کے سچے نبی تھے اور انہوں نے تعلیم دی کہ دنیا میں جس قدر خونریزیاں اور لڑائیاں ہوتی ہیں وہ محض جلب منفعت ذاتی کی خاطر وقوع میں آتی ہیں۔ لیکن افسوس کہ انہیں اپنے مقصد میں کامیابی ... نصیب نہیں ہوئی۔ غالباً وہ زمانہ ان کی تعلیم کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ لوگوں نے اُن کو حکومت کا باغی اور قانون شکن سمجھ لیا اور سچ تو یہ ہے کہ اگر اُن کے الفاظ مندرجہ اناجیل کو صحیح تسلیم کیا جائے تو وہ لوگ زیادہ قابل الزام نہیں ہیں جنہوں نے اُن کے اقوال کو پسند نہ کیا یا ان کی تائید نہ کی۔ دوسروں کو جانے دیجئے، میں پوچھتا ہوں کیا اُن کے متبعین، اُن کی اس تلقین پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں:

"اور یسوع نے اُن سے کہا، سفر کو جاتے ہوئے اپنے ساتھ کچھ سامان نہ لو۔ نہ عصا نہ پارچہ، نہ توشہ، اور نہ دو لبادے، اور جس گھر میں داخل ہو، اس میں رہو، اور پھر آگے بڑھ جاؤ، اور جو شخص تمہیں اپنے گھر میں داخل نہ کرے، تو جب اس کے شہر سے رخصت ہو تو ان کے خلاف شہادت کے طور پر اپنے پاؤں کی گرد تک جھاڑ دو (لوقا ۹: ۳ تا ۵)

جس بات کی انسانوں کو ضرورت ہے۔ وہ چند ایسے اصول ہیں، یا ایسا دستور العمل اور نظام زندگی جس کی بناء پر ہم اس دنیا میں حسب دلخواہ زندگی بسر کر سکیں، نہ کہ چند خیالی باتیں جو محض دل خوش کن ہوں اور عمل میں نہ آ سکیں۔ کسی نبی یا مصلح کا فرض منصبی صرف ان الفاظ کے اعلان کرنے پر ختم نہیں ہو جاتا کہ "مبارک

ہیں وہ لوگ جو صلح کرائیں" بلکہ آپ ؐ نے ایسا دستور العمل پیش کرنا چاہیئے - جس پر لوگ عمل کر سکیں - اور ایسے حقائق بیان کرنے ضروری ہیں جو لوگوں کی عملی زندگی میں مفید ثابت ہو سکیں - یعنی نبی کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو صاف طور سے وہ اصول بتائے جن پر عمل کرنے سے دنیا میں امن وامان قائم ہو اور لوگوں میں صلح جوئی کی ذہنیت پیدا ہو -

صرف اسلام سچی مدنیت اور معاشرت سکھاتا ہے

اگر یہ منظور ہے کہ جلب منفعت ذاتی کا یہ جذبۂ ذاتی، پسندیدہ حدود میں کارفرما ہو سکے اور ایک عملی نظام زندگی انسانوں کے فائدہ کے لئے وضع کیا جا سکے تو ضروری ہے کہ ایسے عملی ذرایع سوچے جائیں - جن کی مدد سے انسانی افعال میں انضباط کلی پیدا ہو سکے - لوگوں کے اموال زبردستی دوسروں میں مساویانہ طور پر تقسیم کرنے کے بجائے، یہ بات بدرجہا بہتر ہے کہ خود ان میں سخاوت اور ایثار کا جذبہ پیدا کیا جائے لوگوں کو اُن کی محنت اور کوشش کے جائز ثمرات سے زبردستی محروم کرنا، نہ صرف ایک غیر فطری اور مہمل اصول ہے - بلکہ اس کی وجہ سے انسانوں میں جوش عمل قطعاً سرد پڑ جائیگا - اور رفتہ رفتہ تہذیب وتمدن کا خاتمہ ہو جائیگا - ہاں اگر لوگوں میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ وہ اپنی دولت اور اپنے مکسوبات کو دردمندوں اور محتاجوں کی تکالیف کے رفع کرنے میں صرف کریں - تو خوشگوار نتائج پیدا ہوں گے اور اگر لوگوں کو اپنے اعمال کے ثمرات سے متمتع ہونے کا موقعہ دیا جائے تو دنیا میں خوشحالی کا دور دورہ بھی ہو جائیگا - گویا "بیک کرشمہ دوکار" کا رنگ نظر آسکتا ہے، اور جذبۂ جلب منفعت کا مکروہ پہلو، برکت و فلاح میں مبدل ہو سکتا ہے -

یہ مسئلہ بہت نازک اور دشوار تھا - لیکن نبی آخر الزمان صلعم نے اس کا حل نہایت خوبی کے ساتھ کر دیا ہے - آپ ؐ نے اسلام کے ارکان پنجگانہ میں ایسی رعایت رکھی ہے کہ اس کی بدولت یعنی ان پر عامل ہونے سے، انسان کا یہ فطری جذبہ بھی قائم رہتا ہے، جو در اصل اس کے شعور کا دوسرا نام ہے - اور جن مکروہ نتائج کا احتمال تھا - وہ بکلی مفقود ہو گئے - یعنی آپ ؐ نے اس جذبہ کے برے

پہلو کو معدوم کر دیا اور اس کی خوبی کو اجاگر فرما دیا۔

یہ تو ایک مسلمہ امر ہے کہ جس شے کو ہم اپنا مسجود اور معبود یقین کرتے ہیں اُس سے کوئی چیز دریغ نہیں کر سکتے۔ تاکہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ چونکہ اسلام نے اللہ تعالےٰ ہی کو لایق عبادت قرار دیا ہے اور اسی لئے یہ تعلیم دی ہے کہ اس مقدس اور برگزیدہ ہستی کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے محبوب سے محبوب شے کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے، کیونکہ اگر کوئی ہستی انسان کا حقیقی معبود اور واقعی مسجود ہو سکتی ہے تو وہ "اللہ" ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے۔

"لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون"

یعنی تم راستبازی اور نیکی کے بلند مقام کو حاصل نہیں کر سکتے جب تک اُس شے کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو جسے تم محبوب رکھتے ہو۔ (آل عمران ع ۱۰)

اب میں اُن چند باتوں کا ذکر کروں گا۔ جن کو انسان عموماً محبوب رکھتا ہے، اور جن کے حصول کے لئے ہمارا جذبۂ جلب منفعت بسا اوقات ہمارے حق میں موجب نقصان ہو جاتا ہے۔ اور ہم سے غلط جرائیم کا ارتکاب کراتا ہے۔ دولت (روپیہ پیسہ) جیساکہ سب کو معلوم ہے، اس دنیا میں، اشیاء مختلفہ کی خریداری کے لئے بہترین مبادلہ ہے اور یہ چیز، اپنے وقت کو بہترین طریق پر صرف کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرف عام میں وقت کے معنی ہی "دولت" کے آتے ہیں۔ مختلف امور کے سرانجام دینے کیلئے ہمیں بہرحال وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ اور جب تک ہم اپنا وقت عزیز بیدریغ صرف نہ کریں۔ اس وقت تک وہ توی کامیابیاں جن سے ہمارا گوشۂ کلاہ آفتاب تک پہنچ جاتا ہے، کبھی حاصل نہیں ہو سکتیں وقت کے بعد اُن ذرایع کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو ہماری اشتہائے جسمانی کو پورا کر سکیں۔ یعنی وہ اشیائے خوردنی جن پر ہماری زندگی کا انحصار ہے، اور جن کی بدولت ہمارے جسم میں توانائی پیدا ہوتی ہے۔ ان کے بعد ہماری ضروریات لباس و ملبوسات بھی لایق اعتناء ہیں۔ ان کے بعد ہمیں ازدواجی امور بھی لازمۂ حیات معلوم ہوتے ہیں۔ بہرحال انسان، بھی ایک حیوان ہے، اگرچہ اُس میں عقل موجود ہے۔

(باقی)

عیسٰے ابن مریم

پیدائش اور وفات

(از قلم جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا)

قرآن مجید کے بعض اساسی اصول

قرآن مجید کی متعدد آیات پر غور کرنے کے لئے ہمیں اُن اصول تفسیر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے - جن پر میں پہلے بحث کر چکا ہوں - اور نہ اُن بنیادی اور اساسی اصول کو ترک کر دینا چاہیئے - جو خود قرآن مجید نے قائم کئے ہیں - میں اس وقت ان میں سے بعض اصول کا ذکر کروں گا - جو مضمون زیر بحث سے متعلق ہیں -

۱- تمام انبیا یا رسل (جن میں جناب مسیح علیہ السلام بھی شامل ہیں) انسان تھے

قرآن مجید فرماتا ہے -

وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۝ وما جعلنھم جسدًا لا یاکلون الطعام وما کانوا خلدین ۝ (سورۃ الانبیا آیت ۷و۸)

اور تجھ سے پہلے ہم نے کسی کو نہیں بھیجا سوائے مردوں کے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے پس اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے اور ان کے ہم نے ایسے جسم نہ بنائے تھے کہ کھانا نہ کھاتے ہوں - اور نہ

وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

قرآن مجید کی آیت بالا کی رو سے تمام انبیا انسان تھے اور انسانی جسم رکھتے تھے۔ مخلوق کی اصلاح کے لئے انسان ہی آتے رہے۔ کیونکہ یہ انسان ہی نبی نوع آدم کے لئے نمونہ کا کام دے سکتے تھے۔ پس قرآن مجید نہایت واضح اور بین الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ انسان اور صرف انسان ہی تھے جن پر خدا نے اپنا منشا ظاہر فرمایا اور اپنی وحی نازل فرمائی اور جو پیغمبر بنکر مبعوث ہوتے رہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالےٰ اپنے اس بیان کو یوں موید فرماتا ہے کہ تمام انبیا کھانا کھاتے تھے اور وہ تمام حوائج بشری کے محتاج تھے اور یہ کہ وہ ابدی زندگی نہ رکھتے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ "کیا خدا نے ایک فانی انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے"[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ جواب قرآن مجید میں موجود ہے:-

قل لو کان فی الارض ملٰئکۃٌ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السمآءِ ملکًا رسولًا ۝
(بنی اسرائیل آیت ۹۵)

یعنی کہدے اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔

ایک دوسری جگہ قرآن مجید فرماتا ہے کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں سے ہی سے مبعوث کئے گئے تھے اور فرماتا ہے کہ اس کی قوم کے سرداروں نے جب وہ ان کو مخاطب کر رہے تھے اسی قسم کا اعتراض کیا تھا اور کہا تھا۔ ما ھذآ الا بشرٌ مثلکم یاکل مما تاکلون ویشرب مما تشربون۔
(مومنون آیت ۳۳) نوح ایک تمہارے جیسا ہی انسان ہے وہ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہ پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔"

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ فرعون اور اس کے اعیان حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے متعلق

---

[1] ابعث اللہ بشراً رسولًا (بنی اسرائیل آیت ۹۴)

بھی یہی اعتراض کرتے ہیں " فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا وقومھما لنا عابدون " (سورۃ مومنون آیت ۴۸)
انہوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان لائیں - اور ان کی قوم کے لوگ ہمارے خدمتگار ہیں
اب غور فرمائیے کہ ان واقعات کا ذکر کرنے کے بعد اور مختلف انبیا و مرسلین کو فانی انسان ظاہر کرتے ہوئے قرآن مجید اسی سورۃ کی پچاسویں آیت میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے نہ صرف یہاں ہی بلکہ کئی ایک مقامات پر حضرت مسیحؑ کے انسان ہونے پر زور دیتا ہے اور اس کی الوہیت کی تردید کرتا ہے - چنانچہ ایک جگہ فرمایا ہے :-

ما المسیح ابن مریم الا رسولٌ ۵ قد خلت من قبلہ الرسل وامہٗ صدیقۃٌ ط کانا یاکلان الطعام ۵ انظر کیف نبین لہم الایٰت ثم انظر انی یافکون ۵ (سورۃ مائدۃ آیت ۷۵)

یعنی مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں - اس سے پہلے بھی رسول گذر چکے اور اس کی ماں صدیقہ تھی وہ دونوں کھانا کھاتے تھے - دیکھو ہم کس طرح ان کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں - پھر دیکھو یہ (عیسائی لوگ) کس طرح الٹے پھرے جاتے ہیں -

جناب مسیح کی دعا " ہم کو ہماری روز کی روٹی دے " اس کا ذکر بھی قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں موجود ہے :-

قال عیسےٰ ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃً من السماءِ تکون لنا عیداً لاولنا واٰخرنا واٰیۃً منک وارزقنا وانت خیر الرّٰزقین - (سورۃ مائدۃ آیت ۱۱۴)

یعنی عیسےٰ ابن مریم نے کہا - اے ہمارے اللہ ہم پر آسمان سے کھانا نازل کر وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے پہلوں کے لئے اور ہمارے پچھلوں کے لئے اور تیری طرف سے نشان ہو - ہم کو رزق دے اور تو ہی بہتر رزق دینے والا ہے -

یہ آیت بھی ظاہر کرتی ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا یا خدا کا اوتار نہیں تھا کہ جس کے جسم میں خدا نے اپنے آپ کو دھارا ہو - کیونکہ وہ بقائے زندگی کے لئے خوراک کے طلبگار تھے -

---

(۲) تمام انبیا (جن میں جناب مسیح بھی شامل ہیں) خدا کے بندے اور خدمت گذار تھے

قرآن مجید میں ہے :-

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہٗ لا الٰہ الا انا فاعبدون ٥ و قالوا اتخذ الرحمٰن ولدًا سبحٰنہ ٥ بل عبادٌ مکرمون ٥ لا یسبقونہٗ بالقول وھم بامرہٖ یعملون ٥ (سورۃ الانبیا آیت ۲۵-۲۷)

"اور تجھ سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف ہم یہی وحی کرتے تھے کہ میرے سوائے کوئی معبود نہیں۔ سو میری عبادت کرو اور کہتے ہیں رحمٰن نے بیٹا بنا لیا۔ وہ پاک ہے۔ بلکہ وہ معزز بندے ہیں۔ وہ بات میں اس سے آگے نہیں بڑھتے۔ اور وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں"۔

اس امر پر زور دینے کے لئے کہ جناب مسیح خدا کے بیٹے نہیں تھے قرآن مجید آپ کو خدا کا ایک مرسل ظاہر کرتا ہے۔ مرسل اور خدا کا بندہ۔ اور اس بات کو مندرجہ ذیل الفاظ میں نہایت صاف کر دیتا ہے۔

یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علے اللہ الا الحق ٥ انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہٗ ج القٰھآ الیٰ مریم وروحٌ منہ۔ فامنوا باللہ ورسلہٖ ولا تقولوا ثلٰثۃٌ انتھوا خیرًا لکم ٥ انما اللہ الٰہٌ واحدٌ ٥ سبحٰنہٗ ان یکون لہ ولد لہٗ ما فی السمٰوات وما فی الارض ٥ وکفیٰ باللہ وکیلاً ٥ (سورۃ النساء آیت ۱۷۱)

یعنی اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور اللہ کی نسبت سوائے حق کے کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسےٰ ابن مریم صرف اس کا رسول اور اس کی پیشگوئی ہے۔ جو اس نے مریم کی طرف القا کی اور اس کی طرف سے روح ہے۔ سو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور مت کہو تین ہیں۔ باز آ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اللہ صرف ایک ہی معبود ہے اور اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔

پھر ایک دوسری جگہ قرآن مجید فرماتا ہے :-

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃٍ وما من الٰہٍ الا الٰہٌ واحدٌ وان لم ینتھوا

عما یقولون لیمسن الذین کفروا منہم عذاب الیم ۰۰۰۰۰۰ ما المسیح ابن مریم الا رسول (سورۃ المائدہ آیت ۷۳)

یقیناً وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے - اور معبود تو سوائے ایک معبود کے کوئی نہیں اگر وہ اس سے نہ رکیں گے جو کہتے ہیں تو ضرور ان میں سے ان کو جو کافر ہیں دردناک عذاب پہنچے گا ۔۔۔۔۔ مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں -

پھر ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں :-

ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومك منه یصدون ۰۰۰۰۰۰ ان ھو الا عبدٌ انعمنا علیہ وجعلنه مثلاً لبنی اسرآئیل ۰ (سورۃ الزخرف آیت ۵۷)

اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی جاتی ہے تو تیری قوم اس پر چلا اٹھتی ہے اور کہتے ہیں کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ ۰۰۰۰۰۰ وہ اور کچھ نہیں مگر ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا۔

علاوہ ازیں جناب مسیحؑ کے کچھ اقوال قرآن مجید میں بیان فرمائے گئے ہیں -

مثلاً :- قال انی عبد اللہ آتنی الکتاب وجعلنی نبیاً (سورۃ مریم آیت ۳۰)

یعنی مسیحؑ نے کہا کہ میں خدا کا بندہ ہوں مجھے خدا نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے -

اور بالآخر قرآن مجید فرماتا ہے :-

واذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ ۰ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ۰ ان کنت قلتہٗ فقد علمتہٗ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک ۰ انک انت علام الغیوب ۰ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہٖ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم ۰ وانت علیٰ کل شئٍ شہیدٌ (سورۃ مائدہ)

اور جب اللہ نے کہا - اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں

کو خدا کے سوائے دو معبود بناؤ - کہا تو پاک ہے مجھے کہاں شایان تھا کہ میں وہ کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو مجھے ضرور اس کا علم ہوتا تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے تو ہی غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے - میں نے ان سے کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا کہ اللہ کی عبادت کرو - جو میرا رب اور تمہارا رب ہے - اور میں ان پر گواہ تھا - جب تک میں ان میں تھا - پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا - اور تو ہر چیز پر گواہ ہے -

پس قرآن مجید نہایت شدومد سے اعلان کرتا ہے کہ مسیح ایک انسان تھا - ہاں ایک ایسا انسان جو کھاتا اور پیتا تھا - وہ فانی تھا - جو لازماً فوت ہوگیا - کتاب اللہ ان نکات کو اس لئے بیان فرماتی ہے کہ اس کی الوہیت کے عقیدہ کا ابطال کرے -

(۳) قانون ولادت

قرآن مجید علی التواتر بیان فرماتا ہے کہ قانون ولادت یہ ہے کہ نر اور مادہ کا آپس میں اختلاط ہو - اس قاعدہ میں کوئی استثنا نہیں ہے - اور اس لئے خالق کائنات نے تمام قسم کے جوڑے بنائے ہیں قرآن مجید فرماتا ہے :-

سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون (سورۃ یٰسین)

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے - اس سے جو زمین اگاتی ہے - اور ان کی اپنی جانوں سے اور اس سے جو وہ نہیں جانتے -

پھر سورۃ زخرف میں فرمایا :-

والذی خلق الازواج کلھا -

اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کئے - (آیت ۹م)

پھر فرمایا :-

ومن کل شیٔ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ۔ (سورۃ الذاریات)

ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

ان آیات میں جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ یا تو زوجین ہے یا ازواج - ان الفاظ کے معنے ہیں جنسی نوع یا جوڑے - لہٰذا ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ نباتات - جمادات - حیوانات اور بنی نوع انسان یہ سب کائنات جوڑے جوڑے بنائی گئی ہے - یہ امر اس صدی کے ابتدا میں معرض ظہور میں آیا کہ بڑے بڑے سائینس والوں کے انکشافات نے یہ ثابت کیا کہ تمام نباتات جس میں درخت اور پودے بھی شامل ہیں سب دو قسم پر منقسم ہیں - نر اور مادہ لیکن قرآن مجید کا کمال دیکھئے کہ اس نے آج سے تیرہ سو سال قبل ہی اس راز کا انکشاف مندرجہ ذیل الفاظ میں کر دیا تھا :-

ومن کل الثمراتِ جعل فیھا زوجین اثنین (سورۃ الرعد آیت ۳)

اور ہر قسم کے پھلوں سے اس میں دو دو یعنی جوڑے بنائے -

پھر فرمایا :-

فاخرجنا بہٖ ازواجاً من نباتٍ شتیٰ (سورۃ طٰہٰ آیت ۵۳)

پھر ہم نے اس کے ساتھ مختلف سبزیوں کے جوڑے پیدا کئے -

حیوانات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے :-

والدوآب والانعام مختلفٌ الوانہٗ کذالک - (سورۃ فاطر آیت ۲۸)

اور اسی طرح جانوروں اور چوپاؤں کی مختلف قسمیں ہیں -

پھر فرمایا :-

آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا - اس نے تمہارے لئے تمہارے نفسوں میں سے جوڑے بنائے اور مویشیوں کے جوڑے بھی بنائے -

بنی نوع انسان کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے وہی قرآن مجید نے وہی قانون پیدائش نہایت

صاف لفظوں میں بیان فرمایا ہے:۔

یٰآیہا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ وجعلنٰکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔

(سورۃ حجرات آیت ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

وانّہٗ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ من نطفۃٍ اذا تمنیٰ (سورہ النجم آیت ۴۵ و ۴۶)۔

اور وہ خدا ہے جو دو جوڑے پیدا کرتا ہے۔ نر اور مادہ۔ نطفہ سے جب وہ ڈالا جائے۔

فجعل منہ الزوجین الذکر والانثیٰ۔ (سورۃ القیٰمۃ آیت ۳۹)

تب اس سے دو زوج بنائے مرد اور عورت۔

واللہ خلقکم من تراب ثم من نطفۃٍ ثم جعلکم ازواجاً (سورۃ فاطر آیت ۱۱)

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے اور پھر تمہیں جوڑے بنایا۔

ومن آیٰتہٖ ان خلقکم من انفسکم ازواجاً (سورۃ روم آیت ۲۱)

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے نفسوں میں سے تمہارے لئے جوڑے بنائے۔

مندرجہ ذیل آیات میں قانون ولادت کو اور بھی صاف کر دیا ہے:۔

اللہ جعل لکم من انفسکم ازواجاً وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃً (سورۃ نحل آیت ۷۲)

اور اللہ نے تمہارے لئے تم سے ہی جوڑے بنائے اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے بنائے۔

(باقی باقی)

مذہب کے متعلق آپ کیا خیال کرتے ہیں

(ایک برطانوی مسلم کے قلم سے)

اگر یہ سوال ایک عامی شخص سے کیا جائے تو اس کے جوابات آپ کو کئی ایک ملیں گے۔ اگر ان کا تجزیہ کیا جائے گا تو ان جوابات کو دو نوع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی نوع تو یہ ہوگی کہ بعض کے نزدیک مذہب ایک ضرر رساں اور تکلیف دہ چیز ہے۔ جو ترقی کے رستہ میں حائل ہے۔ دوسری نوع میں وہ لوگ آئیں گے۔ جن کا یہ اعتقاد ہوگا۔ کہ مذہب ہی انسانی زندگی کا سرچشمہ اور مایۂ حیات ہے

پہلی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں۔ جن کے نزدیک مذہب عمل کا محرک نہیں۔ اس قسم کے لوگ معدودے چند ہوں گے۔ اور ایک اقل تعداد مذہب کے متعلق ایسے خیالات رکھتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس امر کے سمجھنے کے لئے انسان کی مثال ایک گھڑی یا ٹائم پیس سے دی جا سکتی ہے۔ جب ٹائم پیس کا بڑا اسپرنگ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ ناکارہ ہو جاتا ہے اور جب تک کہ اس کو مرمت نہ کرایا جائے کام نہیں دے سکتا۔ خواہ آپ اس کو لاکھ ہلائیں جلائیں اس کو تیل دیں یا کچھ اور کریں یہ نہیں چلے گا۔ اور اس میں حرکت پیدا نہیں ہوگی۔ ممکن ہے کہ تھوڑے سے وقفہ کے لئے ٹک ٹک کی آواز آ جائے۔ لیکن یہ بہت کمزور ہوگی اور تھوڑی دیر کے بعد پھر ٹائم پیس ویسے کا ویسا ہی بند ہو جائے گا۔ بعینہٖ یہی حالت انسانوں کی ہے۔ ایسے لوگ جو مذہب کو بے حقیقت ہی نہیں بلکہ سوسائٹی کے لئے مضر خیال کرتے ہیں۔ در اصل ان کے قلوب میں دنیوی گرد و غبار اٹ جاتی ہے جس سے قلب کی گھڑی کی کمان کام کرنے سے عاری ہو جاتی ہے۔ اور باآخر

[illegible] ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ تکلیف کی [illegible] سے ہو تو آپ کو [illegible] چاہیے کہ
پانچ ارکان اسلام انسان کی روح کی غذا ہیں۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی زندگی عمل ہی میں
بیت جائے اور تکاہل و تساہل کے عادات ذمیمہ سے محفوظ رہا جائے تو [illegible] پانچ ارکان
پر نہایت مضبوطی سے عمل پیرا ہو جائیے۔

اصول مذہب پر عمل پیرا ہونا نہ تو زیادہ وقت لیتا ہے اور نہ ہی تکلیف دہ ہے۔ اور یہ جو الزام
مذہب پر لگایا جاتا ہے کہ یہ انسانی ترقی کے راستہ میں حائل ہے اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ ترقی
کے رستہ میں حائل ہونے کی بجائے یہ سراسر ترقی کا محرک اور بہت بڑا محرک ہے۔ یہ ترقی کو روکتا نہیں
بلکہ اس کو معراج پر پہنچاتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو بجائے "اوامر" کے "نواہی" پر زیادہ زور دیتے
ہیں۔ یہ لوگ جو اپنے بچوں کی زندگیوں کو بھی "نواہی" کے بار بار حکم دے کر مصیبت زدہ بنا دیتے ہیں۔ اگرچہ
ان کا اپنا مقصد یہ نہیں ہوتا مگر ان کے طرز عمل سے ایسا ہی وقوع میں آتا ہے۔ ایسے والدین کے احکام
میں زیادہ تر "مت کرو" ہوتا ہے۔ اور "یہ کرو" بہت کم ہوتا ہے۔ ایک ماں کی عجیب و غریب کہانی بیان کی
جاتی ہے۔ جو اپنے بیٹے کو بار بار چھت پر بھیجتی تھی اور اس کو کہتی تھی کہ جاؤ دیکھو خالد کیا کر رہا ہے۔ اور اس
سے کہنا کہ ایسا مت کرو۔ عیسائیوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو اس نصیحت پر عمل کرتے ہیں کہ
"اپنے خدا سے راضی رہو۔ اور سرور حاصل کرو"۔ مجھے ایک پادری صاحب کا علم ہے۔ جو فٹ بال
کھیلنے کے خلاف وعظ کیا کرتے تھے۔

کئی ایک لوگ جنہیں یہودی تمدن کا علم نہیں خیال کرتے ہیں کہ یہودی مذہب میں نواہی کی
ایک بڑی تعداد پر عمل پیرا ہونے کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ایک یہودی گھرانے میں سبت کی
شام کو جس قدر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اس کی مثال روئے زمین پر نہیں ملتی۔ اس تقریب پر
خوشی اور امن کی ریل پیل ہوتی ہے۔ اور اس قدر سکون اور راحت کا سماں ہوتا ہے۔ جو ہمارے
ناقص فہم سے بالا ہے۔ میری زندگی کی ایک نہایت مسرت افزا شام ایک ایسی مجلس میں گذری جو کہ
آکسفورڈ میں۔ Tabernacles کی عید کے موقعہ پر ایک بڑے خاندان کے [illegible] میں

[illegible] اور خوشی نہ تھا [illegible] تھے۔

[illegible] سے عید والی دوسری عید میں جو اجتماع ہوتے ہیں
[illegible] امن و سکون [illegible] ہے [illegible] ان مجالس کا مقصد کوئی پیش نظر
نہیں ہوتا البتہ ان میں [illegible] کا اہتمام ہوتا ہے وہ بے تکلف ہوتا ہے۔ ہم میں سے بعض احباب کو
وہ مسرت اجتماع اب بھی یاد ہوں گے۔ جو مولانا ناصر الدین اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے
زیر اہتمام منعقد کئے جاتے تھے۔ تمام اسلامی برادری نہایت خوشی و خرمی اور پورے امن و سکون سے خدا
واحد کی عبادت میں سرگرم ہوتی۔ اس میں کسی بیرونی خوشی کا شائبہ نہ تھا۔ بلکہ اصل اور حقیقی خوشی کا دور دورہ
تھا جس میں کوئی ملاوٹ یا بناوٹ نہ تھی۔ اس وقت ہمارے پیارے احباب اور عزیز جو اب ہم سے جدا
ہو چکے ہیں وہاں موجود ہوتے تھے اور چاروں طرف امن و سکون اپنے پورے جوبن پر نظر آتا تھا۔

ہم مسلمان مذہب کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں۔ کیا ہم اسکو خوشی کی چابی سمجھتے ہیں؟ یا ہم نے اس چابی
کو کہیں گم کر دیا ہے؟ اگر ہم اسکو خوشی کی چابی نہیں سمجھتے تو اسکی وجہ نہیں کہ اصل کنجی میں کوئی نقص ہے
بلکہ اس کا اصل موجب یہ ہے کہ ہم نے گھڑی کو چابی دینا بند کر دیا ہے۔ ہمارے اندر کوئی کمی یا خامی ہے
ہم نے خوشی کے ذرائع کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا ہے۔ خوشی اور اطمینان تعمیل حکم یا فرمانبرداری سے حاصل ہوتی
ہیں۔ ایسی فرمانبرداری جو خوشدلی سے کی جائے اور جس میں کسی جبر یا اکراہ کی ضرورت نہ ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کی محبت
کے وفادارانہ جذبہ سے پیدا ہو جس میں ہمارے بیرونی جسم ہمارے تمام قویٰ اور ہماری روح شامل ہو۔ اور
ہمارا ہر عمل اور ہر جذبہ بہ حیثیت مجموعی خدا کے رنگ میں رنگین ہو۔ خدا تعالیٰ کی عبادت کیلئے ہمارے اندر ہر وقت ایک
تحریک طاقت کا [illegible] ہے [illegible] کیلئے [illegible] پانی کی ضرورت ہے۔ بغیر پانی کے پن چکی نہیں چل سکتی
[illegible] کی ضرورت ہوتی ہے۔

اے ہمارے مالک! میں کل کیلئے اور کل کی ضروریات کیلئے تجھ سے نہیں مانگتا
اے ہمارے خدا! ہمیں آج گناہوں کی آلودگی سے محفوظ رکھ۔
اے ہمارے مالک! آج [illegible] پر مجھے ثابت قدم رکھ۔ اور [illegible] مجھے خوشی دے۔
میری [illegible] تیرے حضور [illegible] اور اس کیلئے مجھے آج ہی توفیق عطا فرما۔

اسلامی ثقافت

(جناب سید ونادت علی صاحب کے قلم سے)

اُس زمانہ میں جبکہ اسلام کا آفتاب پوری شان وشوکت سے درخشاں تھا اسلامی ثقافت اس ربع مسکوں کے لئے مایۂ صد ناز و افتخار تھی۔ ڈاکٹر زکی علی صاحب نے اپنی فاضلانہ تصنیف . . . ISLAM IN THE WORLD میں اس موضوع پر ایک نہایت عالمانہ رنگ میں روشنی ڈالی ہے اور میں ذیل میں آپ ہی اس کتاب میں سے بعض اقتباسات ہدیہ ناظرین کرام کرتا ہوں۔ ان میں ناظرین کی ضیافت طبع کا بہت کچھ سامان ہے۔ آپ فرماتے ہیں،

"اسلام محض ایک مذہب ہی نہیں اور نہ یہ محض سیاسی خیالات کا مجموعہ ہے۔ بلکہ یہ ایک ثقافت ہے جو نہایت مختلف اجزا پر مشتمل ہے اور اس میں ایک نمایاں یکجہتی اور یکانگت پائی جاتی ہے۔ یہ بات کہ مذہب ان اجزائے متفرقہ کا جامع ہے اور یہ کہ سیاسیات اور ثقافت کا اصل منبع مذہب ہی ہے ایک مسلم حقیقت ہے۔ جس بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلامی تہذیب مذہب کی ہی پیداوار ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک مذہب ایک نہایت زبردست طاقت ہے اور اسلام کا تاریخی پس منظر صرف ذات مطہر و مقدس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جن کے دست مبارک سے قصر اسلام کی بنیاد پڑی۔ علیہ الف الف التحیۃ والسلام۔

اسلامی ثقافت کے ارتقا میں حکومت اور اقتصادی ترقی سے منتج شدہ [illegible] بڑے اہم اور موثر اجزا تھے۔ بنی امیہ اور بنی عباس کی خلافت کے زمانہ میں یونانی اساس کی طرز پر ایک ایسی کامل تہذیب منصۂ شہود پر آئی۔ جو عربی اور بیشتر ایشیائی اخلاق کی جامع تھی اور جس میں ان تمام ممالک

کے بہت سے علاقے جو ان خلفاء کے زیر نگین تھے - اسلام سلطنت اور تہذیب دونوں پر نمایاں اثر ہوا - اس نے دونوں پر اپنے نقوش قائم کئے - صرف اسلام نے مذاہب سابقہ کے تمام روحانی ورثہ کو اپنے اندر جذب کیا - یہ ظاہری طور پر بھی عمل میں آیا اور باطنی طور پر بھی - اس طرح سے اسلام مذہب کا - ریاست کا اور ثقافت کا ایک مجموعہ دلفریب بن گیا اور باوجود اس امر کے کہ اس کے اندر تمام مقامی خصوصیات موجود تھیں اور باوصفیکہ اس میں بہت سے سیاسی افتراق واقع ہوئے لیکن یہ ایک بہت بڑی روحانی طاقت بنی رہی - جس نے بحر اوقیانوس سے لے کر چین تک اپنا سکہ منوا لیا تھا تمام بنی نوع انسان کی تربیت اسلامی ثقافت کے مدنظر ہے - اور قرآن مجید وہ کتاب ہے جو اسلامی تہذیب کا سرچشمہ اور منبع ہے

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب علوم وفنون یا سائنس کے متعلق بہت تاکید فرمائی ہے حضور نے فرمایا طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ - پھر فرمایا - اُطلب العلم ولو کان بالصین یعنی علوم کو حاصل کرو خواہ تم کو چین میں جانا پڑے - اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلعم علوم کے بہت بڑے حامی تھے - اور مسلمانوں کو اپنے حصول علم کے لئے تاکیدی حکم صادر فرمایا ہے جب عرب کے لوگ قدیم تہذیبوں سے دوچار ہوئے تو انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی کو حرزِ جان بنا کر اپنی کامل اہلیت کا ثبوت دیا - اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مطہرہ کو عملی جامہ پہنایا - حضور کا ارشاد تھا -

" علم وسائنس، جہالت کی کمزوریوں کا علاج ہے - ظلم کی شب تاریک میں یہ ایک مشعل راہ ہے حصول علم کی تڑپ روزے کے ثواب کے برابر ہے - اور علم کا پڑھانا نماز کے ثواب کے برابر ہے - ایک شریف دل کے اندر علم بلند خیالات پیدا کرتا ہے اور جن کی طبیعتوں میں کجی اور زیغ ہے ان کو سیدھا کر دیتا اور اصل انسانیت کی سطح پر لے آتا ہے "

یہ اور اسی قسم کی دوسری قیمتی نصائح تھیں - جن سے متاثر ہو کر مسلمان بادشاہ علماء کی بڑی قدردانی فرماتے اور ان کو آنکھوں پر بٹھاتے - اور ان کی عزت وتکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے

تھے۔ اس کو وہ اپنے لئے ایک بہت بڑی نیکی کا کام سمجھتے تھے۔ اور اپنے پیشہ ور اساتذہ پر یقین کرتے تھے۔

ڈاکٹر وشین صاحب فرماتے ہیں:۔

"جو عجیب وغریب نمونہ عرب نے نویں صدی میں ظاہر کیا۔ دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے بیاباں میں خیمہ لگا کر رہنے والے عرب مذہب اسلام کی بدولت نصف کرہ ارض کے مالک بن گئے جب وہ عظیم الشان سلطنت بنانے سے فارغ ہوگئے تو انہوں نے فوراً اپنی توجہ کو سائینس اور علوم کی تحصیل کی طرف مبذول کیا۔ جو ان کی عظمت اور شان کے شایاں تھی۔ اور جس کی ابھی تک ان میں بہت کمی تھی۔ اُن تمام حملہ آوروں میں سے جو رومی سلطنت کے غیر مفتوحہ علاقوں کے لئے ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما تھے۔ ایک عرب ہی تھے جو ان علوم کے متلاشی تھے۔ جرمن کو جو اپنی بربریت اور جہالت پر نازاں تھے اپنی روایات کے ٹوٹے ہوئے سلسلہ کو جوڑنے میں ایک ہزار سال لگ گیا لیکن عرب نے اس کو ایک نصف صدی سے کم عرصہ کے اندر ہی پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا۔ کہ

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

آٹھویں صدی کے خاتمہ پر اُن کے سائینس کے کمالات کا ماحصل محض ایک طبی کتاب اور کچھ علم کیمیا کی چند کتابیں تھا۔ نویں صدی کے خاتمہ سے پہلے پہلے عرب تمام یونانی سائینس کے واحد مالک بن گئے اور ان تمام علوم کو انہوں نے اپنا لیا۔ انہوں نے اپنے بڑے اعلیٰ پائیہ کے سائینس دان علما پیدا کئے۔ جنہوں نے سائینس کے لئے بڑی دلبستگی کا ثبوت دیا۔ اور وہ بہت بڑے سائینس کے ماہر اور معلم بن گئے۔ بلکہ پہلے معلمین سے بھی گو سبقت لے گئے۔

آٹھویں اور بارھویں صدی کے درمیان جہاں ایک طرف اسلام کی شمشیر خارا شگاف بصد آب وتاب چمک رہی تھی وہاں دوسری طرف علوم اور سائینس فلسفہ اور منطق میں مسلمانوں نے بہت کمال حاصل کر لیا تھا۔ گویا دنیا کے علوم کو زیر نگیں کر لیا تھا۔ اس وقت اسلام کا پھریرا چین

سے بیکر بحر اوقیانوس تک لہرا رہا تھا۔ علمی سرگرمیوں سے معمور یہ وسیع مملکت محض مذہب کی وجہ سے ہی متحد نہیں تھی۔ بلکہ ایک دوسرا ذریعہ اس کے اتحاد کا زبان تھا۔ قرآن مجید کی زبان فلسفہ اور دیگر علوم کی تحصیل کا ذریعہ تھی۔ اور اس طرح سے اسلام کو ایک ایسا تفوق حاصل تھا جو اس سے پہلے کسی تہذیب کو حاصل نہ ہوا۔ اور نہ اس کے بعد کسی اور کو حاصل ہو سکتا ہے۔

عربوں کے دماغ کی بعض امتیازی خوبیاں بنی امیہ کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو رہی تھیں۔ لیکن ان کا کامل مظاہرہ بنی عباس کے عہد میں ہوا۔

تاریخ تمام صحیح فلسفہ اور علم ادب کی روح رواں ہے۔ اور ابتدائی عرب مصنفین۔ مورخ۔ سیرت نگار۔ اور شعر گو مورخ تھے۔ جب عامۃ الناس میں کتب بینی کا شوق زیادہ بڑھا تو افسانہ نگاری کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اور جب تعلیم ضروریات زندگی کیلئے ایک جزو لاینفک سمجھی جانے لگی اور ہر شخص کے لئے اس کی تحصیل ایک لابدی امر ٹھہر گئی تو ایک تعلیمی نظام قائم کیا گیا۔ اور تعلیمی لٹریچر معرض ظہور میں آ گیا۔

آٹھویں صدی کے خاتمہ اور نویں صدی کے آغاز میں اس وقت جبکہ خلافت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ اور زرعی صنعتی اور تجارتی دولت سے مسلمان مالا مال ہو رہے تھے۔ اور اقتصادی نظام بہت ترقی پا چکا تھا۔ اس وقت علمی تحریک کی وہ لہر اٹھی۔ جس نے دنیا پر ایک عظیم الشان اثر ڈالا اور ایک قلیل عرصہ کے اندر اندر عربوں کے درمیان ایشیائی اور مغربی تہذیب کو مروج کر دیا۔ ثقافت جس کی داغ بیل یونانی علوم کے ذریعے سے شام اور عراق عرب میں پڑی اور جس کی فارس میں ساسانیوں نے آبیاری کی۔ وہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں آ کر اپنے کمال کو پہنچ گئی

دسویں صدی میں اسلامی تہذیب عین شباب پر تھی اور اس کا اثر تمام دنیائے اسلام پر چھایا ہوا تھا۔ اسلامی تہذیب کے آفتاب کا طلوع عباسیوں کے عہد حکومت میں ہوا

سلطنت اسلامیہ کے تعلقات تمام دنیا سے بڑے وسیع پیمانہ پر تھے اور اس کے ساتھ ہی اقتصادی اور علمی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔ اس لئے دارالحکومت کا بغداد میں انتقال ضروری تھا

کیونکہ یہ شہر عراق عرب میں واقع ہونے کی وجہ سے ایک بہت بڑی وسیع مشرقی سلطنت کی مرکزیت کا حامل تھا اور دمشق اور اس کے تمام تجارتی راستے اس مقام پر ملتے تھے۔ غرضکہ بین الاقوامی آمد و رفت اور سلسلۂ مواصلات کے لئے یہ ایک بڑا اہم مقام تھا۔ خلفائے عباسیہ کا شان و شکوہ اور درباری تزک و احتشام ایک دنیا کے لئے کشش اور جذب کا باعث تھا جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ بغداد تمام شہروں میں سے سب سے بڑا اور شاندار شہر بن گیا۔ اس کو وہ اہمیت حاصل ہوئی کہ تمام دنیا پر اس کا سکہ چلتا تھا۔ یہ بہت بڑی تجارت کی منڈی اور صنعت و حرفت کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ اس میں عیش و عشرت کے تمام سامان بافراط پائے جاتے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ بغداد علوم و فنون کا مرکز بھی تھا۔ اس کو بجا طور پر دار العلوم کہا جاتا تھا علوم و فنون کا ذوق و شوق۔ ادبیات میں فراوانی اور ترقی ان سب کے نیچے جو چیز کارفرما تھی وہ خلفا کا عزم کارکردگی اور بلند پروازی کا جذبہ تھا۔ یہی وہ چیز تھی۔ جس سے ہر شعبہ میں محیر العقول مساعی بڑے بڑے اہل ہنر اصحاب سے عمل میں آرہی تھیں جن کی بدولت غیر ملکی تہذیب و تمدن اندر ہی اندر سرائیت کر رہا تھا۔ ایک وسیع پیمانہ پر ترجمہ کا کام جو بتدریج علوم کی تمام شاخوں پر حاوی تھا۔ خلفائے عباسیہ نے اس وقت تک ہاتھ میں نہیں لیا جب تک کہ اس عظیم الشان کام کے لئے انہوں نے تمام ذرائع بہم نہ پہنچا لئے۔ اور قیمتی اور نایاب کتابوں کے اصل نسخے حاصل نہ کر لئے۔ بعض اوقات یہ کتب غیر ممالک کے ساتھ رسل و رسائل کے ذریعے حاصل کی جاتی تھیں۔ اور اس کام کے لئے علما و فضلا کو متعین کیا جاتا تھا۔

خلیفہ المنصور کی توجہ بالخصوص سائینس کی طرف مبذول ہوئی۔ جس نے علاوہ دوسری چیزوں کے علم ہیئت کی طرف خاص طور پر انہماک کا ثبوت دیا۔

فنون لطیفہ اور علوم طبعیہ کا مربی اور سرپرست ہونے کے لحاظ سے جس شخص نے حیات جاودانی کا تحفہ حاصل کیا ہے۔ وہ خلیفہ المامون ہے۔ جس نے ۸۱۳ء سے ۸۳۳ء تک حکومت کی۔ یہی وہ عظیم الشان انسان ہے۔ جس نے بے شمار تصانیف کو جمع کیا اور ترجمہ کے اہم کام کے لئے ایک بہت بڑا ادارہ قائم کیا۔ اور اس کی نگرانی کے لئے بڑے بڑے سربرآوردہ علما کو مقرر کیا اور یہ حقیقت ہے کہ اس خلیفہ نامدار کے عہد میمنت عہد میں ترجمہ کا کام اپنے پورے عروج اور کمال کو پہنچا

بغداد میں ناسطوریا کے حکیم جارج بشتی شو George Bachtisho کی موجودگی ایک چنگاری تھی جس نے اس آگ کو مشتعل کیا - یہ حقیقت نفس الامری ہے کہ اہل نسطوریہ نے ہی تراجم کے ذریعے اہل عرب کو یونانی علوم طبعیہ سے روشناس کیا۔

فارسی اور ہندوستانی لٹریچر کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا مگر یونانی لٹریچر کی طرف زیادہ رجحان رہا - پہلے اس کو دوسرے تراجم سے لیا گیا اور پھر اصل لٹریچر سے - اور جس ترتیب سے یہ تراجم کئے گئے اس کی نہج یوں تھی - کہ سب سے پہلے علم طب کو لیا گیا - اس کے بعد علم ہندسہ کو پھر علم ہئیت اور اس کے بعد علم جغرافیہ کو - علاوہ ازیں اس کے دوران میں ہی فلسفہ اور سائینس کی کتب معرض ترجمہ میں لائی گئیں - یہ عربی تراجم آج کے دن تک بہت بڑی قیمتی چیزیں ہیں - ایک تو اس لحاظ سے کہ یہ بہت مشرح اور مفصل ہیں اور دوسرے اس وجہ سے کہ یہ اُن خلا کو پورا کرتے ہیں - جو قدیم تراجم میں تھے -

یونانی سے جو بڑے بڑے تراجم عربی میں ہوئے اُن میں سے حنین ابن اسحاق کا ترجمہ خاص طور پر قابل ذکر ہے - وہ خود یونان گیا اور کئی سال وہاں قیام کرکے وہاں کی زبان سیکھی اور واپسی پر بہت سے مسودے ترجمہ کے لئے اپنے ساتھ لایا - اس کا علمی کمال بہت قابل تعریف تھا - حنین جس کا لاطینی نام جونی - ٹی - ایس ہے - (Joannitius) ہے - مترجمین کا بادشاہ کہلانے کا مستحق ہے - جب وہ اپنا ترجمہ ختم کر چکا تو وہ اپنی کتاب خلیفہ المامون کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا - یہ تمام تراجم خلیفہ کی آنکھوں کے سامنے تولے گئے اور حنین کو ہر ایک مسودہ کے ترجمہ کے تول کے برابر اشرفیاں دی گئیں - یہ تھی قدر دانی اور یہ تھا علمی ذوق و شوق جس سے ان خلفا کا نام تا یوم الاخر آفتاب کی طرح روشن اور درخشاں رہیگا - ؎

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعلم
ثبت است بر جریده عالم دوام شاں

یونانی کتب کے لئے اہل عرب کے تعشق کا یہ عالم تھا کہ مال غنیمت کی بجائے وہ کتب خلفائے

لے لیتے چنانچہ Hippo-crates کی ایک جلد اسی طرح حاصل کی گئی تھی۔ المنصور خلیفہ نے اقلیدس کی تصانیف کے لئے قسطنطنیہ میں سفیر بھیجے۔ ہارون الرشید نے جب بازنطین کے شہنشاہ پر فتح حاصل کی تو شرائط صلح میں خاص خاص یونانی کتب کے نام لکھوائے اور ان کو اپنا سب سے زیادہ قیمتی مال غنیمت ظاہر کیا۔

Qusta Ibn Luqa دوسرا مشہور مترجم ایک یونانی تھا۔ جس کا نام قسطا ابن لوقا تھا۔ جو عربی میں بھی ایسا ہی ماہر تھا جیسا اپنی زبان میں۔ عبد الرحمٰن ثالث (۹۱۲ء سے ۹۶۱ء تک) اور الحکم (۹۶۱ء سے ۹۷۶ء تک) کے عہد حکومت اس سنہری زمانہ کے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔ جس میں قرطبہ مغرب کا لیڈر بن گیا۔ جو تہذیب و تمدن کا گہوارہ اور فنون لطیفہ اور علوم غربیہ کا مرکز تھا اس کے اندر ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا۔ یہ علوم طبعیہ کے ریسرچ کا مرکز تھا۔ یہ وہ درس گاہ تھی جہاں ہزاروں متعلمین ذوق وشوق سے تحصیل علوم میں شب و روز منہمک رہے۔ اور یہ عرصہ دراز تک یوروپ بھر میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ سب سے بہتر منظم اور سب سے زیادہ جاذب نظر اور مقبول عام تھا۔ اسلامی مملکت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام بڑے بڑے شہروں میں اُمرا مترجمین کو تراجم کے برابر سونا دیتے تھے اور اپنے ہمعصروں میں امتیاز اور تفوق حاصل کرنے کے لئے کتب خانے کھولتے اور نادر کتب جمع کرتے۔ یہ علمی تحریک جو شروع ہوئی اس سے بڑے بڑے علمی مراکز معرض ظہور میں آئے جیسا کہ بغداد۔ بصرہ۔ قاہرہ اور قرطبہ۔ یہ بڑی بڑی یونیورسٹیاں بن گئی۔ جن کی روشنی اسلام کی سرحدوں سے نکل کر دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان میں کسی امتیاز کو روا نہ رکھا جاتا تھا۔ امرا اور وزرا کے لڑکے عام پیشہ وروں کے لڑکوں کے ساتھ پہلو بہ پہلو پڑھتے تھے غریب طلبا کو فراخی سے خوراک وغیرہ دی جاتی تھی اور تعلیم بھی مفت تھی۔ عیسائی طالب علم بھی کشاں کشاں ان مراکز میں آکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور مسلمان طلباء میں اور ان میں کوئی فرق نہیں رکھا جاتا تھا۔ مسلمان طلبا نے تمام دنیا کو علم کے لئے کھول ڈالا۔ اور پھر ساری دنیا کے لئے یہ خوانِ نعمت بچھا دیا۔

یہ مضمون کہ مسلمانوں نے سائینس اور علوم کی تحصیل میں کس قدر سرگرمی دکھائی - اور کیا کیا کمالات حاصل کئے اور نشر علوم شریفہ وفنون لطیفہ میں کس قدر عرق ریزی کی اس قدر وسیع ہے کہ اس کا مختصراً بیان کرنا بھی احاطہ تحریر سے باہر ہے -

ہسپتالوں کی بنیاد بھی اسلامی تہذیب کی برکات میں سے ہے - اور یہ ثبوت ہے اسلامی عالی حوصلگی فیاضی اور ہمدردی بنی نوع انسان کا جس سے مسلمان بادشاہوں کے دل و دماغ معمور تھے - یہ خدمت خلق کا جذبہ تھا - جو مسلمان حاکموں کے دل کے اندر موجزن تھا -

قاہرہ کے مشہور ہسپتالوں میں سے ایک ہسپتال منصوریاں تھا جسے سلطان المنصور نے ۱۲۸۳ء میں قائم کیا - مشہور مورخ المقرنطینی نے جو اس کی کیفیت لکھی ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ ہسپتال بیسویں صدی کی چیز ہے - ہر ایک قسم کی بیماری کا الگ الگ کمپاؤنٹ تھا - اور ان میں ہر ایک قسم کی بیماری کے معالج خصوصی کام کرتے تھے جو اس بیماری کے علاج کے لئے مہارت نامہ رکھتے تھے - مریضوں کا علاج نہایت غور وخوض سے کیا جاتا اور ان کو ہر ایک قسم کا آرام اور سکھ پہنچایا جاتا - اور اس پر زر خطیر صرف کیا جاتا اس کے علاوہ طبیبوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتیں تھیں مریضوں کے آرام اور ان کو راحت پہنچانے کا اس قدر اہتمام تھا کہ گوئیے مقرر تھے - جو اپنے گیت سے مریضوں کو خوش کرتے - اور پھر بڑی بات یہ ہے - کہ جب مریض تندرست ہو کر ہسپتال چھوڑنے لگتا تو اس کو پانچ اشرفیاں دی جاتیں تاکہ وہ کچھ دنوں تک بغیر کسی کام کرنے کے گذارہ کر سکے - اس جگہ یہ بھی بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مستورات کے لئے ایک الگ ہسپتال تھا - یہ اسلامی تہذیب کی خصوصیات تھیں اور ان کا سرچشمہ قرآن حکیم کی تعلیم تھی -

ابتدائے ۸۸ھ میں خلیفہ الولید نے اندھوں اور کوڑھوں کے لئے دمشق میں شفاخانے کھولے - ہارون الرشید نے اپنی روایات یوں قائم کیں کہ ہر مسجد کے ساتھ ایک کالج اور ایک ہسپتال کھول دیا - ایما نویل ڈوٹش کہتا ہے :- قرآن مجید کی رہبری سے عربوں نے ایک

دنیا فتح کی جو سکندر اعظم کی دنیا سے بڑی تھی۔ جو روم سے بڑی تھی۔ اور روم کو تو اپنی فتوحات کی تکمیل میں سینکڑوں سال لگ گئے۔ مگر عربوں نے چند سالوں کے اندر اندر ہی ایک وسیع تر سلطنت قائم کر لی پھر وہ یورپ میں آئے۔ کہ کل بنی نوع انسان کو اپنی روشنی سے منور کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے اس وقت مشعل علم فروزاں کی جگہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ انہوں نے یونان کے مردہ علوم کو جلایا۔ وہ آئے اور انہوں نے مغرب اور مشرق کو فلسفہ۔ طب۔ علم ہیئت اور علم موسیقی سکھایا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سائینس کی بنیاد رکھی۔ وہ آئے بھی اور پھر اٹھ گئے۔ اور اُن کے اٹھ جانے پر ہم آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں۔ اور اس دن پر جبکہ غرناطہ فتح ہوا ہم ہمیشہ ماتم کرتے رہیں گے۔

میکس نیوبرگ کہتا ہے:۔

اسلامی تہذیب جو اپنے عروج میں تنوع اور زندگی کے لحاظ سے روم کی قدیم تہذیب سے گوئے سبقت لے گئی اور اپنی ہمہ گیری میں اپنے کل پیشروں سے بڑھ گئی گیارھویں صدی کے ابتدا تک قائم رہی۔ مغرب میں قرطبہ کی فتح کے ساتھ جو ۱۲۳۶ء میں واقع ہوئی اس تہذیب کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا اور مشرق میں ۱۲۵۸ء میں ترکوں کے حملے نے بغداد میں عباسیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ تاہم اس عہد زریں کے صدیوں بعد تک بھی سپین میں موروں کے کمالات کے نمونے کچھ کم نہ تھے۔ مصر بھی ان فیوض سے خالی نہ رہا۔ پھر سلجوقیوں اور مملوکیوں کے عہد حکومت میں علمی پیاس پورے طور پر نہ بجھی۔ اور آج بھی وہ نقوش موجود ہیں جو عربوں نے بنی نوع انسان کے ارتقا پر منقش کئے تھے۔

عرب اپنے مفتوحہ ممالک میں اپنی خاص خاص عادات اور خاص خاص رسوم لائے جن پر وہ مضبوطی سے کاربند تھے کیونکہ باوجود اس آسانی کے جس سے عرب نے غیر ملکی تہذیب کو اپنا لیا۔ انہوں نے اُس سرزمین پر جس کو انہوں نے فتح کیا اور حکومت کی۔ اپنی قومیت کا ایک گہرا نقش چھوڑ دیا۔ جو اپنی نوعیت میں بالکل انوکھا اور جدید تھا۔ ایک طرف تو یہ بہادر عرب جو اپنی عادات میں کمال درجہ سادہ تھے لیکن جو ہر مردانگی سے ممتاز و مفتخر تھے۔ ملک در ملک فتح کر کے صفحہ ارض کے ایک بڑے حصہ پر حکمران بن رہے تھے۔ دوسری طرف ان کا طریق حکمرانی دونوں سول اور ملٹری کمال کو پہنچا ہوا تھا۔

جوان کی تہذیب اور ثقافت کا ایک بین ثبوت تھا۔ مسلمانوں میں بے شمار فلاسفر حکیم۔ ماہر کیمیا۔ ہئیت دان اور ادیب پیدا ہوئے جو تاریخ عالم میں اپنا نام زندہ جاوید چھوڑ گئے ہیں۔

بدقسمتی سے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ جو مسلمانوں کے موجودہ علمی انحطاط کو قرآن مجید کی تعلیم سے منسوب کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ صریحاً غلطی پر ہیں۔ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے قرآن مجید کی نصائح پر عمل کیا وہ ایک ایسی ثقافت کے بانی بنے جو محیر العقول ہے۔

استفسارات وجوابات

۱:۔ کیا اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے یا ایک تنگ خیال قومی مذہب؟

جواب:۔ اسلام تمام روئے زمین تمام بنی نوع انسان کے لئے پیغام ہے۔ اس کے اصول اور اس کی تعلیمات تمام انسانوں کے لئے قابل عملدرآمد ہیں۔ اسلام تمام نسلوں اور تمام قوموں کو ایک ہی انسانی برادری کے افراد خیال کرتا ہے۔ اس کا بڑا مقصد انسانی اخوۃ قائم کرنا ہے۔ آفتاب عالمتاب کی طرح جو تمام روئے زمین کو روشنی اور حرارت بخشتا ہے۔ وہ روشنی اور زندگی جو اسلام کا پیغام لیکر آیا ہے۔ جغرافیائی نسلی یا لسانی حدود کی پابند نہیں بلکہ تمام روئے زمین پر محیط اور پھیلی ہوئی ہے۔ ان معنوں میں اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کے اندر کوئی الگ قومیں نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید بھی مختلف قوموں بلکہ مختلف قبائل اور خاندانوں کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن یہ امر اسلام کے عالمگیر ہونے سے مانع نہیں اور نہ ہی یہ دونوں امور ایک دوسرے کی ضدین ہیں۔ اسلام جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے

ایک عالمگیر مذہب ہے۔ اور اس کے اصول سب خلقت کے لئے قابل عملدرآمد ہیں اور سب پر یکساں حاوی ہوتے ہیں مگر اس کے ساتھ اسلام ایک متحد اور مضبوط قومیت کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ دو نوں الگ دوش بدوش چلتے ہیں۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی نوع انسان کو محض اسلام کا پیغام ہی نہیں دیا۔ بلکہ حضور صلعم نے ایک مسلم قوم کی بنیاد بھی رکھی۔ جس کی عملی زندگی میں پیغام اسلام کی جھلک پائی جاتی تھی۔ اسلام کی عالمگیر روح کو تنگ دائرہ میں محدود کرنے کا تصور کر ہی کیا ہے اس قوم نے اپنی عملی زندگیوں میں تعلیمات اسلام کو ڈھالکر دکھا دیا۔ وہ اصول اسلام کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان معنوں میں اسلام ایک قومی حیثیت ہی رکھتا ہے۔ لیکن اس کو تنگ خیال نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں اس کو ایسی قومیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں جیسا کہ فی زماننا خیال کیا جاتا ہے اور جس کا مطلب دوسرے لوگوں کی حقارت اور نفرت ہے۔

۲۔ مسلم لیگ کا یہ دعوے تھا کہ ہندوستان کے مسلمان فرقہ نہیں بلکہ قوم ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ ہندوستان میں دو بڑی قومیں ہیں۔ ہندو اور مسلمان۔ کیا لیگ ایسا کہنے میں راستی پر تھی؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو کیا ایک قومیت ہونے کے لحاظ سے اسلام تنگ دل نہیں قرار دیا جا سکتا؟

جواب:۔ لیگ نے جو کچھ کہا وہ بالکل بجا اور درست تھا۔ ہندو اور مسلمان درحقیقت دو الگ الگ قومیں ہیں۔ بلکہ افغان اور عرب بھی باوجود اس امر کے کہ وہ ایک ہی مذہب کے ماننے والے ہیں دو الگ الگ قومیں ہیں۔ خود مسلمان قوم کے اندر دس کروڑ کے الگ الگ افراد ہیں۔ اس طرح کی تقسیم در تقسیم سے اسلام کا عالمگیر ہونا باطل نہیں ہو جاتا۔ اسلام کا مقصد اتحاد فی الاختلاف ہے۔ اسلام کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انفرادیت کو تباہ کر دے خواہ وہ افراد کی ہو یا قوموں کی۔ یہ ان تمام کو ایک عالمگیر رنگ میں رنگین کرتا ہے۔ اور اس طرح سے جو فی نفسہا ابتدا میں تنگدلی تھی۔ اس کو عالمگیر بنا دیتا ہے قرآن مجید کی تعلیم کی رو سے پاکستانی مسلم کا فرض ہے کہ وہ ہندوؤں سے انصاف کرے اور ان سے فیاضی کا برتاؤ کرے۔ اور جہاں تک انسانی حقوق کا سوال ہے۔ جس طرح اس کے لئے ضروری

ہے کہ وہ مسلمانوں کا خیال رکھے اس کے لئے ہندوؤں کا خیال رکھنا بھی ضروری اور لازمی ہے۔ اس میں تنگدلی کا ذکر ہی کیا؟

(۳)۔ ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ کی گئی۔ لوگوں نے اس کو قبول کیا اور ملک کے بعض حصص میں مسلمانوں کی اکثریت ہوگئی۔ اب وہ ان علاقوں کو اپنا وطن خیال کر کے ان کا مطالبہ کرتے ہیں کیا آپ خیال نہیں کرتے کہ یہ بات دوسرے ملکوں کے لوگوں کو ڈرا دے گی اور اس لئے وہ اپنے اندر اسلام کی تبلیغ کی ممانعت کر دیں گے۔ اس بنا پر کیا پاکستان کا مطالبہ نہ صرف ہندو انڈیا میں ہی بلکہ دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی تبلیغ کے حق میں مضر ہوگا؟

جواب:۔ اس ملک میں مسلمان ہی نہیں تھے جنہوں نے الگ قومیت کی بنا رکھی۔ اس کو مسلمانوں پر ہندوؤں نے ٹھونسا۔ یعنی ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ مسلمانوں کے لئے ان سے الگ ہونا ضروری ہوگیا۔ ہندوستان کے اندر پاکستان کا وجود ہندوؤں کے طریق عمل کا لازمی نتیجہ ہے جو ہر غیر ہندو کو حقارت سے دیکھتے ہوئے اپنے سے دور، دور رکھنا چاہتے ہیں۔ اور خود دور رہنا چاہتے ہیں۔ دوسرے ممالک کو کوئی خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ کہیں ہندو ذہنیت نہیں ہے۔ ہندوؤں کی سی نفرت و حقارت نہیں ہے مثلاً انگلستان میں ایک انگریزی مسلمان کو برطانوی شہریت کے پورے پورے حقوق حاصل ہیں۔ اس لئے انگلستان میں اگر نصف آبادی بھی اسلام قبول کرے وہاں پاکستان کا سوال پیدا نہیں ہوتا اگر بالفرض وہاں مسلمانوں پر ظلم وستم ڈہائے جائیں تو وہاں بھی قدرتی طور پر ایک دوسرے سے علیحدگی اور باہمی حقارت کے جراثیم پیدا ہو جائیں گے۔ یہ امریکہ کیا ہے؟ بعینہٖ یہ پاکستان ہے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ عیسائی ملک ہے اور پاکستان اسلامی۔ کیتھولک کلیسا نے پروٹسٹنٹ عقیدہ کے لوگوں پر ظلم وستم ڈہائے اور ان کو اپنے ملک سے نکال دیا جس سے وہ کسی دوسری جگہ بسنے پر مجبور ہوگئے۔ اگر پروٹسٹنٹ لوگ مضبوط ہوتے تو وہ اپنا اصل وطن کیتھولک سے تسلیم کرا لیتے۔ پاکستان کوئی نئی چیز نہیں۔ جہاں کہیں ظلم وستم صبر واستبدادیت کا دور دورہ ہوگا پاکستان بن جائیگا۔ آسٹر اور السٹر کیا ہیں؟ وہ پاکستان ہی ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ انہی وجوہ کی بنا پر قائم ہوگئے جن

پر پاکستان قائم ہوا ہے۔

۴:- کیا آپ کا خیال ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ اس بنا پر کیا کہ وہ انگریزوں کی عملداری سے پہلے ہندوستان کے فرمانروا تھے۔ اور یہ کہ انہیں خطرہ لاحق تھا۔ کہ انگریزوں کے ہندوستان چھوڑ جانے پر ہندوؤں کے ہاتھوں ان کی وہ درگت بنے گی جو اچھوت کی بنی۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ کسی دوسرے ملک کے مسلمان مثلاً فرانس وغیرہ "پاکستان" کا مطالبہ نہ کریں گے۔ خواہ وہ اس ملک کے اندر اکثریت میں ہو جائیں۔

جواب:- پاکستان جیسا کہ سطور بالا میں تشریح کی گئی ہے ہندوؤں کی اپنی سادہ لوحی اور تنگ نظری کا نتیجہ ہے ایک وقت تھا کہ مسلمان کا مطالبہ بہت تھوڑا تھا۔ لیکن ہندو اس قدر دینے پر بھی چیں بجبیں ہوتے تھے مسٹر جناح کے ۱۴ نکات میں جو مطالبہ تھا وہ بہت ہلکا اور مختصر تھا۔ ابھی تھوڑے ہی دنوں کی بات ہے کہ مسلمان ایک متحدہ ہندوستان مرکزی حکومت میں پچاس پچاس کی نمائندگی پر راضی ہو گئے تھے لیکن ہندوؤں نے اس کو بھی ٹھکرا دیا اور برداشت نہ کر سکے۔ مسلمانوں نے کیبنیٹ مشن کی تجویز کو جو ایک متحدہ ہندوستان کے حق میں تھی منظور کر لیا تھا۔ لیکن ہندوؤں کی بنیوں والی سپرٹ پھر آڑے آ گئی۔ مسلمانوں نے ہر دفعہ ہندوؤں کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر ہندو سمجھوتے سے ہاتھ کھینچتے ہی رہے۔ اور ہر دفعہ یہی کوشش رہی کہ مسلمانوں کو معتدبہ فائدہ نہ پہنچے بلکہ خود ہی سب کچھ لے جائیں۔ یہ ہے قصہ پاکستان کا۔ اگر اہل فرانس بہ تعداد کثیر اسلام قبول کر لیں تو کیا صورت ہوگی یہ بات ابھی قبل از وقت ہے۔ زمانہ بدل چکا ہے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیئے کہ عیسائی اور فرانسیسی مسلمان باہمدیگر رہنے سہنے کا انتظام کریں گے۔

---

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے، (۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۶؍ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳؍ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵؍ہے۔ (۷) ووکنگ مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد اس مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانۂ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی اِن رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنانِ اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ کام اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے منیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمئ امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران منیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لندن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنانِ مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ دارانِ ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات ۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam, The Mosque Woking, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام"۔ لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن [illegible]

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیرانِ اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ¼ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۴	بابت ماہ مئی ۱۹۴۸ء	نمبر ۵

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا

شذرات

اسلامی اخوّۃ

عیسائی رسالہ "مسلم ورلڈ" میں عیسائی مشنریوں کی کارگذاری کے متعلق وقتاً فوقتاً اطلاعات شائع ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ اسی رسالہ کی جنوری کی اشاعت میں عیسائی مشن متعینہ مصر کے متعلق ایک مختصر سی کیفیت شائع ہوئی ہے۔ جو Egypt general missen news سے اخذ کی گئی ہے۔ اس کا ایک فقرہ نہایت قابل غور ہے اور وہ یہ ہے:۔

"تمام علاقہ میں حوصلہ افزا کامیابی حاصل ہو رہی ہے اگرچہ اسلامی اخوۃ اور گورنمنٹ کی طرف سے مزاحمت عیسائی تعلیمات کے رستہ میں بہت بڑی روک ہیں"۔

مندرجہ بالا الفاظ کیا ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ایک مخالف کا اعتراف ہے کہ اخوۃ اسلامی عیسائیت کی اشاعت میں سد سکندری کا حکم رکھتی ہے۔ اس کی موجودگی میں عیسائیت کا بارور ہونا نہایت مشکل بلکہ محال ہے۔

فی الحقیقت اخوۃ اسلامی اسلام کی ایک ایسی خصوصیت ہے۔ کہ دنیا کا کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہ شرف اسلام کو اور صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔ اور اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہی ایک بات اسلام اور بانی اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی صداقت کے لئے کافی ہے مذہب کا مقصد تو یہی ہونا چاہیئے کہ وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک سلک میں منسلک کرکے اتحاد اور اتفاق کی روح ان کے اندر پھونک دے۔ اور ان میں برادرانہ تعلقات پیدا کردے۔ حسب

نسب ذات پات اونچ نیچ کی سب تمیزیں مٹا کر سب انسانوں کو مساوی حقوق دے۔ اور جو مذہب یہ غرض اور یہ مقصد پورا کرتا ہے وہی مذہب سچا اور منجانب اللہ سمجھنا چاہئے۔

اسلام نے آج سے تیرہ چودہ سو سال قبل ایک سخت پراگندہ قوم کو جو مختلف قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی اور جن میں دن رات جنگ وجدل کا میدان گرم رہتا تھا۔ جن کے دلوں کے اندر بغض و عداوت حسد وکینہ جوش زن رہتا اور نسبی تفاضل اور خاندانی غرور وتکبر کی ان میں کوئی انتہا نہیں تھی۔ اس قوم کو اخوت کے شیرازہ میں اس خوبصورتی سے باندھ دیا کہ باید وشاید۔ وہی لوگ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے حقیقی بھائیوں کی طرح بن گئے ان میں سے حسب ونسب کے تمام فخر مٹ گئے۔ اور وہ سب ایک ہی برادری کے افراد بن گئے۔ جن میں کوئی اونچ نیچ نہیں پائی جاتی تھی۔ اسی نعمت کا ذکر خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں ان الفاظ میں فرمایا ہے:-

فاذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فألف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا

یعنی اے اہل عرب تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اس نے تمہارے دلوں کے اندر الفت اور محبت پیدا کر دی پس تم بھائی بھائی بن گئے۔

یہ ایک بہت بڑا اعجاز تھا جو اسلام نے کر دکھایا۔ دنیا اگر امن وصلح اور آشتی اور محبت کی طلب گار ہے اور دنیا کے لوگ اگر چاہتے ہیں کہ وہ امن کی زندگی بسر کریں۔ اور ان میں دشمنی اور عداوت کے جذبات کی بجائے محبت اور اخوۃ کے جذبات پیدا ہوں تو وہ اسلام کی آغوش میں آجائیں یہ نعمت ان کو یہاں ہی ملے گی۔ یہ نعمت تو موجود ہے۔ اس کا کوئی لینے والا ہونا چاہئے ؎

گوئے توفیق وکرامت در میان افگندہ اند
کس بمیداں درنمی آید سواراں را چہ شد؟

تمام خط وکتابت وترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پاکستان کی جائے

عیسائیت کی مایوسی

گذشتہ اکتوبر کے پرچہ میں مسلم ورلڈ نے ایک طویل وعریض مضمون اس موضوع پر سپرد قلم کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے اندر مسیح کو کس رنگ میں پیش کیا جائے جس سے پرستاران توحید تثلیث کا شکار ہو جائیں شروع مضمون پر عیسائی نامہ نگار نے اپنے دلی رنج کا اظہار کیا ہے کہ اگرچہ اس کام کے لئے یعنی مسلمانوں کے اندر جناب مسیحؑ کی خدائی منوانے کے لئے بہت سے طریقے ایجاد کئے گئے اور اس باب میں بڑی کاوش عمل میں لائی گئی تاہم نہایت اندوہ کی بات ہے کہ نتائج حوصلہ شکن ہیں۔ اور دنیا میں ابھی تک کروڑوں نفوس ایسے ہیں جو دل وجان سے قربان اور عیسائیت سے متنفر ہیں۔ عیسائی نامہ نگار کی اس مایوسی پر جو اس کو عیسائیت کی عدم مقبولیت کے متعلق ہوئی ہے ہمیں تعجب آتا ہے کہ آخر عیسائیت میں وہ کونسی جاذبیت ہے جو ایک مسلمان کے لئے موجب کشش ہو سکتی ہے۔ خدائے واحد کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو خدا مان لینا ایک ایسا امر ہے جو عقل انسانی کبھی تسلیم ہی نہیں کر سکتی پھر عیسائیت کا یہ عقیدہ کہ مسیح بنی نوع انسان کے گناہوں کے لئے کفارہ ہوا ایک ایسا بدیہی غلط عقیدہ ہے کہ جس شخص کے دماغ میں ذرا بھی عقل ہے اس کو صحیح نہیں مان سکتا۔ ایسے خلاف عقل وقیاس عقائد کے ساتھ اگر عیسائیت اپنے مقصد تبلیغ میں ناکام ثابت ہو رہی ہے تو یہ کوئی حیرت کا مقام نہیں۔ عیسائیت سینکڑوں سال سے اپنی مذہب کی اشاعت میں سرگرداں ہے۔ ایسے ممالک جہاں اسلام کی روشنی نہیں پہنچی۔ ان میں کچھ کامیابی کا حاصل کر لینا بعید امر نہیں لیکن مسلمانوں کے اندر عیسائیت کا پھیلنا ایک خیال خام ہے۔ محض شاذ طور پر چند ایسے لوگوں کا جو خود اپنے مذہب سے ناواقف ہوں۔ دام عیسائیت میں پھنس جانا ایک الگ امر ہے۔ لیکن مسلمانوں سے من حیث القوم عیسائیت کی قبولیت کی توقع رکھنا ایک وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اسلام خدا کے فضل سے یوماً فیوماً ترقی کر رہا ہے۔ اور باوجود اس امر کے کہ اس کی اشاعت کے لئے کوئی معتدبہ کوشش عمل میں نہیں آرہی اور عام طور پر اس طرف سے مسلمانوں کے اندر جمود پایا جاتا ہے تاہم اسلام کا قدم آگے بڑھ رہا ہے اور خدا نے چاہا تو بڑھتا ہی جائیگا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاءُ۔

ہمارا فرض

اس ضمن میں ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں بھی کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں - یہ تو اسلام کی ذاتی خوبی ہے کہ یہ ترقی کر رہا ہے - مگر دیکھنا یہ ہے کہ ہم کہاں تک اس کی ترقی کے لئے کوشش کر رہے ہیں - خدا کا قانون ہے - لیس للانسان الا ما سعیٰ - یعنی انسان کی کامیابی کوشش سے وابستہ ہے - ہر کامیابی کے لئے کوشش کی شرط ہے - بے شک ہمارا مذہب سب سے اعلےٰ - ہمارے عقائد بڑے دلکش اور ہماری تعلیم نہایت دل پسند اور ہمارا نبی سب سے بڑھکر اسوۂ حسنہ لیکن اگر ہم اپنے مذہب اپنے عقائد اور اپنے نبی کے کمالات دوسروں تک نہیں پہنچاتے تو ظاہر ہے کہ ہم سخت گھاٹے میں رہیں گے - ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم اپنے مذہب کی اشاعت کیلئے کوشش کریں ؎

بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

ووکنگ مشن

اس وقت دنیائے مغرب میں محض ایک ہی مشن ہے جو اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر رہا ہے - اور وہ ووکنگ مشن ہے - خدا کے فضل سے اس مشن نے اسلام کو وہ تقویت دی ہے جس سے دشمنان اسلام کے حوصلے پست ہو گئے ہیں - اور ان کی مساعی اسلام کو مٹانے کی بابت خود مٹا بت ہو رہی ہیں - ہر ایک بہی خواہ اسلام کا فرض ہے کہ وہ اس مشن کی مدد کرے - یہ ایک بہت بڑا نیکی کا کام ہے - اور خدا کے اس حکم کی تعمیل ہے کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر - یعنی اے مسلمانو تمہارے اندر ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے - جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے - کیا آپ خدا کے اس حکم کی تعمیل کرکے

اپنے مسلمان ہونے کا ثبوت دیجئے!

دو ہزار عیسائیوں کا قبول اسلام

اسی رسالہ "مسلم ورلڈ" میں جس کا حوالہ ہم نے اوپر دیا ہے۔ مصر میں تبلیغ عیسائیت کے ضمن میں ایک اور نوٹ بھی درج ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ سال زیر رپورٹ میں عیسائیوں میں سے دو ہزار نفوس نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بالمقابل محض پانچ یا چھ اشخاص نے عیسائیت قبول کی ہے

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا!

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاؑ۔ واللہ ذوالفضل العظیم۔

یہ تائید ایزدی ہے۔ جو اسلام کے شامل حال ہے۔ عیسائیت باوجود اپنی پوری جدوجہد اور پورے سازوسامان کے ناکام رہتی ہے۔ اور اسلام باوجود اس قدر بے سروسامانی کے کامیاب ثابت ہو رہا ہے اصل میں یہ اسلام کی تعلیم ہے جو دلوں کو کھا جاتی ہے۔ یہ اسلام کا باطنی حسن اور اس کی تعلیم کی جاذبیت ہے جو لوگوں کو جوق در جوق اپنے اندر کھینچ لاتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ ہماری کوشش بھی شامل ہو جائے تو وہ دن دور نہیں کہ تمام ربع مسکون پر اسلام ہی اسلام نظر آئے اور کفر کو کہیں منہ چھپانے کی جگہ نہ ملے۔

گورنمنٹ پاکستان سے اپیل

اب جبکہ خدا نے ہمیں ہندوستان کے ایک حصہ میں ایک بڑی سلطنت عطا کی ہے۔ ہمیں فریضہ تبلیغ کی طرف بالخصوص توجہ دینی چاہیئے اور ہم گورنمنٹ پاکستان کی خدمت میں بڑے پرزور الفاظ میں اپیل کرتے ہیں کہ تبلیغ و اشاعت کے لئے بھی ایک محکمہ باقاعدہ طور پر معرض ظہور میں آنا چاہیئے۔ اور جن ممالک میں اسلام کی روشنی نہیں پہنچی۔ ان کو نور اسلام سے منور کرنے میں پوری کوشش سے کام لینا چاہئے

یہ وہ عظیم الشان کام ہوگا جس سے ہماری سلطنت کی بنیادیں زیادہ مستحکم اور زیادہ پائیدار ہو جائیں گی۔ جن کی تائید و نصرت سے ہماری دنیا بھی سنور جائیگی اگر ہم خدا کے دین کے لئے کوشش کریں گے۔ تو خدا دنیوی رنگ میں بھی ہم پر اپنے افضال نازل فرمائے گا۔

مشیت ایزدی کا تو یہی اقتضا ہے کہ اسلام دنیا میں پھیلے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو خدا کی توحید سے دنیا کے دل منور ہوں۔ مگر خدا ہم سے قربانی چاہتا ہے۔ خدا ہم سے سعی اور کوشش چاہتا ہے۔ خدا کی نصرت تو نزدیک ہے مگر ذرا سی حرکت کی ضرورت ہے ؎

بقدر ایں اجر نصرت وار تست اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر صورت شود پیدا

اخوان المسلمین

دنیائے اسلام میں حفاظت و اشاعت اسلام کے لئے کچھ تھوڑی بہت حرکت اب پیدا ہو رہی ہے اس ضمن میں انجمن اخوان المسلمین کا ذکر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جو مصر میں معرض وجود میں آئی ہے اسی انجمن کا ایک وفد گذشتہ دنوں پاکستان میں حالات کا مطالعہ کرنے آیا اور اس مملکت سے اپنی ہمدردی کا ثبوت دیا۔ یہ انجمن مصر میں حفاظت و اشاعت اسلام کا کام کر رہی ہے۔ اور امید ہے کہ اس کے ممبروں کی مخلصانہ مساعی سے حفاظت و اشاعت اسلام کے باب میں کارہائے نمایاں معرض ظہور میں آئیں گے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ انجمن پھولے پھلے اور اپنے نیک مقاصد میں کامیابی حاصل کرے۔ عیسائی مشن متعینہ مصر اس انجمن کی کارگذاریوں کو بڑے غور سے دیکھتی اور اس کی کامیابی سے خائف ہے۔ اگر ہر ایک اسلامی ملک میں اس قسم کی انجمنیں قائم ہو جائیں جن کا مقصد وحید اشاعت و حفاظت اسلام ہو تو اسلام تھوڑے سے عرصہ کے اندر ہی قبولیت عام حاصل کر سکے۔ لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک ہم نے من حیث القوم اس ضروری فریضہ کی طرف توجہ نہیں کی۔ زمانہ ہمیں جگا رہا ہے۔ مگر

اب تک ہم خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ خدا کرے ہماری آنکھیں کھل جائیں اور ہم اسلام کے سچے غلام بن کر اس کی تبلیغ و اشاعت کے لئے سردھڑ کی بازی لگا دیں۔ کہ اسی میں ہماری نجات ہے۔

قابلِ دید کتابیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
نبوت کا ظہور اتم	عہ	رازِ حیات یا انجیل عمل	۱۲؍
تمدن اسلام	۱۴؍	موضوع قرآن	۵؍
ینابیع المسیحیت	۱۴؍	تحفہ کرسمس	۴؍
توحید فی الاسلام	۱۰؍	سلک مرداریہ	۱۰؍
ضرورت الہام	۸؍	مکالمات ملیہ	۱۰؍
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۰؍	مذہب محبت	۴؍
اسوۂ حسنہ	۸؍	مطالعہ اسلام	۱۰؍
لمعات انوار محمدیہ	۶؍	ذرات عالم کا مذہب	۴؍
خطبات غربیہ	۱۲؍	ہستی باری تعالیٰ	۶؍
مقصد مذہب	۴؍	پیام اسلام	۸؍

آستانہ صداقت اسلام

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

سلسلہ کیلئے اشاعت اسلام ماہ اپریل ۱۹۲۵ء ملاحظہ ہو

اس لئے جبلت حیوانی، ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اُن خواہشات کی تسکین کا سامان بھی بہم پہنچائیں۔ جن کی تشفی صرف تعلقات زناشوی ہی سے ہوسکتی ہے۔ اور چونکہ ان تعلقات کا نتیجہ اولاد کی شکل میں ظاہر ہونا لازمی ہے۔ اس لئے ہمیں پرورش اولاد کے ذرائع مہیا کرنا بھی ضروری ہیں۔ اور ان تمام امور کو جن سے اُن کی آیندہ راحت وابستہ ہے، ان کے لئے مہیا کرنا لازمی ہے۔ اور ہماری محبت یا ہمارے تعلق خاطر کا آخری مرکز، ہماری قوم ہوتی ہے اور وہ ملک جس میں ہم رہتے ہیں۔ غرضکہ مذکورہ بالا امور ہی کسی نہ کسی رنگ میں ہمارے افعال کے محرکات کے طور پر کام دیتے ہیں۔ اور ان امور میں ہم جس قدر دلچسپی لیتے ہیں اسی قدر یہ امور ابنائے وطن کے حق میں مفید ہوتے ہیں اور جس قدر ہم ان امور سے تغافل ورزی کرینگے۔ اسی قدر اپنے ملک کو یا اپنی قوم کو نقصان پہنچائیں گے ملکی محبت کا جذبہ جسے ہم وطنیت یا وطن پرستی کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جس وقت متجاوز عن الحدود ہوتا ہے یا استقرار ذاتی کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو پھر صدہا خرابیوں کا موجب ہوجاتا ہے اور تمام ملک میں قتل و مغارت کا بازار گرم ہوجاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ محبت اولاد، یا وطن، یا مکسوبات سراسر موجب نقصان ہے۔ ہرگز نہیں۔ برعکس اس کے انسان فطرتی طور پر مدنی الطبع ہے۔ اور وہ اپنی فلاح و اقبال اور شادمانی کے لئے ان تمام امور کا، جو محرکات عمل ہیں، محتاج ہے۔ مضمون کا پہلو اُسی

وقت ملتا ہے۔ جبکہ انسان ان چیزوں کو اس وجہ محبوب سمجھنے لگتا ہے کہ ان کی خاطر دوسروں کے حقوق میں دست انداز ہوتا ہے۔ اور وہ مذہب جس میں دولت مند آدمی کے لئے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کی شرط یہ لگائی گئی ہے کہ جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے اس وقت تک وہ آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا کبھی عقلمند انسان کیلئے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس تعلیم کی رو سے تو لوگوں میں قوت عمل مفقود ہو جائیگی، جیسا کہ از منہ وسطیٰ میں ہو چکا ہے۔ ہم کو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی ایسے مذہب کی ضرورت ہے، جو اعتدال کی تعلیم دے اور افراط و تفریط کے بد نتائج کو محفوظ رکھے۔ اور جس مذہب میں ہماری دنیوی مشکلات کا قرار واقعی حل موجود نہ ہو وہ نرا ڈھکوسلا ہے اور بنی نوع آدم کے لئے اس کا عدم و وجود بالکل یکساں ہے۔

تاریخ عالم کے بعض واقعات پر اعتقادی رنگ میں ایمان رکھنا، محض بت پرستی اور شخصیت پرستی ہے۔ سچا مذہب وہ ہے۔ جس کی بدولت، اگر ایک طرف ہمارے اندر کسب اموال کی تحریک پیدا ہو، تو دوسری طرف ہمارے اندر ایثار اور بذل اموال کا جذبہ بھی موجود ہو سکے تاکہ ہم دوسروں کو راحت پہنچا سکیں۔ مذہب وہ ہے جو ہمارے اندر قربانی کی روح پیدا کر سکے، تاکہ ہمیں، دوسروں کے لئے اپنی دولت خرچ کرنا، نہایت خوشگوار معلوم ہو بلکہ ایک امر مستحسن۔ انسان بالطبع عبادت گذار واقع ہوا ہے۔ اس میں خدائے مستور کی عبادت کا جذبہ طبعی طور پر موجود ہے۔ اور وہ اس خدا کو خوش کرنے کے لئے اپنی محبوب ترین چیز کو قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ پس اسلام نے ایک طرف تو وہ طرز عمل تعلیم کیا ہے جس کے ماتحت ایک مسلمان اپنا وقت عزیز، تحصیل دولت میں صرف کرتا ہے اور دوسری طرف وہ طیب خاطر، اپنا مال و اسباب، ماکولات، مشروبات، خویش و اقارب، تعلقات نسلی و ملکی غرضیکہ سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے یہ بھی سکھایا ہے کہ خدمت مخلوقات در اصل خدمت خالق ہے یعنی انسانوں کو نفع پہنچانا بہترین عبادت ہے۔

نماز

اور اسلام ہمیں حکم دیتا ہے کہ جب نماز کا وقت آ جائے تو تمام دنیوی مشاغل، تعلقات اور

دلچسپیاں خواہ کتنی ہی نہاک انگیز کیوں نہ ہوں، ترک و ملتوی کر کے اللہ تعالٰی کی عبادت میں مصروف ہو جانا چاہیئے۔ حی علی الصلاح الفلاح، وضو کرنے اور خدا تعالٰی کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح مجھے دن رات میں پانچ مرتبہ نماز کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ میں اس حقیقت کو ہمیشہ اور ہر وقت پیش نظر رکھوں کہ میرا فرض ہے کہ اپنے اوقات زندگی کو دوسروں کی نفع رسانی میں صرف کروں کیونکہ ایسا کرنا انسب ہے۔ اگر یہ پنجگانہ عبادت، جو اس درجہ متبرک، مقدس اور پاکیزہ طرز عمل ہے میری زندگی کا جزو بن جائے تو میرے لئے، اپنا وقت دوسروں کے نفع کی خاطر صرف کرنا، کچھ بھی مشکل نہ ہوگا۔ بلکہ اس قربانی سے مجھے ایک قلبی راحت محسوس ہوگی۔

روزہ

دراصل اسلام نے بذریعہ اپنی تعلیمات کے، اپنے متبعین کو نہ صرف ناجائز حرکات و افعال سے باز رہنے کی ترغیب دی ہے۔ بلکہ جائز امور یا ذاتی مقبوضات کو بھی راہ خدا میں دیدینے کی تعلیم دی ہے تاکہ دوسروں کو فائدہ پہنچ سکے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جو شخص، اسلامی تعلیمات کے ماتحت اپنے اور دنیا کے مابین تعلقات کو اس رنگ میں دیکھنے کا عادی ہو چکا ہے وہ اپنے "رب" کی راہ میں اپنی دولت اور اپنا آرام صرف کرنے سے کبھی جان نہیں چرا سکتا۔ کیونکہ اگر ایک شخص کو اس بات کا حق الیقین ہو جائے کہ جو کچھ وہ کماتا ہے اور جس پر قانونی، عرفی اور شرعی طور سے اُسے متصرف ہونے کا حق ہے اُسے اُن مکسوبات کو کسی نہ کسی وقت راہ خدا میں صرف کرنا پڑیگا۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ ایسا آدمی کیونکر کسی ناجائز طریق سے دولت جمع کر سکتا ہے؟ گویا اسلام نے انسان کو ناجائز طریق سے بچنے کے لئے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی دولت راہ خدا میں صرف کرے۔

ہر شخص کے لئے جائز ہے کہ حسب حیثیت کھائے پیئے، لیکن جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ وہی شخص، سال میں ایک مقررہ عرصہ کے لئے جملہ ماکولات و مشروبات سے بطیب خاطر، محض خوشنودی باری تعالٰی کے لئے دست بردار ہو جاتا ہے تو پھر یہ بات کس طرح قرین قیاس ہو سکتی ہے کہ وہ شخص کسی کی جان، مال یا دیگر دنیاوی دلچسپیوں کو اپنا مطمح نظر بنانا پسند کرے گا؟ اسی طرح ہر شخص کو

حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بی بی سے متمتع ہو لیکن اگر وہ پورے ماہ رمضان بغیر کسی خارجی دباؤ کے اُس سے محترز رہے تو کس طرح ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ وہ جا و بیجا کسی غیر محرم عورت بُری نظر ڈالنا پسند کریگا۔ بلکہ یہ قیاس کرنا، بالکل مناسب ہے کہ اُس میں ایسی روح پیدا ہو جائیگی کہ وہ کسی عورت کی طرف شہوت کی نظر سے کبھی ہرگز نہ دیکھے گا۔

گویا نماز اور روزہ وہ زینہ ہے جس کی مدد سے ایک مسلم، روحانی مدارج طے کرتا ہوا، عُلوّ نفس کے بلند مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کا جی چاہے غور کر کے دیکھ لے، حق یہی کہ نتے فی صدی جرائم جن کی وجہ سے ہماری سوسائٹی مورد آلام ہوتی ہے، یک لخت کافور ہو جائیں، اگر لوگ آنحضرت صلعم کے اس فرمان واجب الاذعان پر عمل پیرا ہو جائیں:-

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اگر لوگ اُن جوارح کا جو اُن کے ہونٹوں اور ٹانگوں کے درمیان واقع ہیں صحیح استعمال کرنے میں مداومت کریں تو میں ان کے داخلہ بہشت کا ضامن بننے کے لئے تیار ہوں"۔

الحق، اسلام اُن جرائم کا جو ان جوارح سے سرزد ہو سکتے ہیں۔ سدّباب، روزہ کو قرار دیتا ہے۔ جس کا مقصد صرف تن آزاری ہی نہیں بلکہ اصلی غرض یہ ہے کہ ہم اُن لذات سے جن پر ہمیں حق حاصل ہے دست بردار ہونا سیکھ کر، اُن لذات سے محترز رہنا سیکھ جائیں جو شرعاً ممنوع ہیں

ہر مسلمان پر سال بھر میں ایک دفعہ، اپنی دولت کا محاسبہ فرض ہے اور اس میں سے ڈہائی فیصدی راہ خدا میں محتاجوں کو دینا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں صدقات کی دو قسمیں یا صورتیں ہیں:- ایک صورت، فرض ہے دوسری، اختیاری ہے۔ اس پہلی صورت کا نام زکوٰۃ ہے۔ اور اس کو زکوٰۃ دینے والے کو اپنی ذات پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ زکوٰۃ کا روپیہ، ایک مجلس منتظمہ کی سپرد کرنا چاہیے۔ جو اُسے آٹھ مدات مصرحۂ قرآن پاک میں سے کسی ایک یا کئی مدات میں خرچ کرسکے۔

" انما الصدقات للفقرآء والمساکین والعاملین علیہا والمولفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃً من اللہ واللہ علیم حکیم (سورۂ توبہ آیت ۶۰)

زکوٰۃ جائز ہے صرف فقراء اور محتاجوں کو یعنی زکوٰۃ حق ہے (۱) مفلسوں اور محتاجوں کا اور اس محکمہ میں کام کرنے والوں کا، یا جن کا دل پرچانا ہو، اور گردن چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں، اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں اور راہ کے مسافر کو۔

" خدا کی راہ" سے مراد ہے۔ تبلیغی جد و جہد کرنا اور اسلام کی اشاعت کرنا، اور غیر مسلمین پر اتمام حجت کرنا، اسی طرح چوتھی مدبھی اسلامی پروپگنڈہ ہی کے ایک پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ "جن کے دل پرچانے ہوں" سے مراد ہیں وہ لوگ جو اسلام کی طرف راغب ہیں یا وہ جو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اپنی لگی بندھی روزی سے محروم ہو جائیں تو ان کی فوری امداد زکوٰۃ سے کی جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ نو مسلین کی امداد زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ بہرکیف قرآن پاک نے ہر مسلمان پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنی دولت کا چالیسواں حصہ، تبلیغ اسلام کے لئے وقف کرے۔ زکوٰۃ کے علاوہ دیگر صدقات اختیاری ہیں اسی لئے ان کی صراحت بھی نہیں کی گئی۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ

" اپنے بھائی کی ہمدردی (محض لفظی یا زبانی یا مسکرا کر) کرنے سے لیکر، بنی نوع آدم کے لئے اپنی ساری دولت خرچ کر دینے تک، جملہ مراتب مختلفہ" صدقات" میں شامل ہیں۔"

ضعیفی کی پنشن، یا اہل شہر کی امداد یا دیگر امدادی امور جن کی وجہ سے محتاجین اور مفلس افراد قوم گرسنگی کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں، یا باتیں اسلامی فریضۂ زکوٰۃ کی ادنیٰ ضیا باریاں کہی جا سکتی ہیں دنیا میں، اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے صدقات و زکوٰۃ کو منظم کرکے ان فرائض اخلاقی کو ایک دستور العمل اور ضابطۂ تمدن کا درجہ عطا کیا۔ جب لوگوں نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ زکوٰۃ کی علت غائی کیا ہے تو حضور نے فرمایا کہ زکوٰۃ اس لئے فرض کی گئی ہے کہ دولت مند آدمی، اپنی دولت کا کچھ حصہ محتاجوں کی امداد کے لئے وقف کر سکیں۔

الغرض نماز، روزہ اور زکوٰۃ ان تین باتوں پر عمل کرکے، ایک مسلمان اپنے مقبوضات کو حاجت مندوں کے لئے صرف کرنا سیکھ کر، قربانی کی روح اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ اور اس لحاظ سے اسلام ایک بے نظیر مذہب ہے۔ (باقی باقی)

عیسیٰ ابن مریم

پیدائش اور وفات

(از قلم جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا)

سلسلہ کیلئے اشاعت اسلام ماہ اپریل ملاحظہ فرمائیں

یہ آیت اور دوسری آیت جو میں آگے بیان کروں گا۔ مرد و عورت کے تعلقات اور ان کی تخلیق کی جو غرض ہے اس پر روشنی ڈالتی ہے۔ بچے مرد و عورت کے اختلاط سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ عورت ہے جو بچے جنتی ہے۔ خواہ وہ بچے لڑکے ہوں یا لڑکیاں۔ اور بچوں کے پیدا کرنے کے لئے باپ کا وجود ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ماں کا۔ اسکی تشریح اس طرح سے فرمائی ہے:۔

وھو الذی انشاکم من نفس واحدۃ فمستقر و مستودع ط قد فصلنا الآیات لقوم یفقھون ۰ (سورۃ الانعام آیت ۹۹)

اور وہی ہے جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ پھر ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اور ایک سونپا جانے کی جگہ ہم نے یہ باتیں ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھ سے کام لیتے ہیں۔

یہ آیت ہماری پیدائش کو ایک ہی جان سے پیدا کئے جانے کو بیان کرتی ہے۔ یہاں نفس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنے ہیں روح یا جوہر یا قسم یعنی جنس۔ تاج العروس۔ تفسیر کبیر اور بحر المحیط کے فاضل مصنفین اس لفظ کے معنے کرتے ہیں "من جنسھا"۔ یعنی اسی جنس یا قسم سے اور لفظ مستقر

اور مستودع کی تشریح امام اثیر الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف[1] نے اپنی مشہور و معروف تفسیر بحر المحیط میں اس طرح فرمائی ہے کہ ان الفاظ کے معنی بالترتیب باپ کی پشت اور ماں کی رحم ہے۔ اور یہ کہ یہ الفاظ مرد اور عورت کی بجائے استعمال ہوئے ہیں۔

لہٰذا یہ امر بدیہی ہے کہ قرآن مجید کی رو سے مرد و عورت کے بغیر کوئی ولادت ممکن نہیں۔ قرآن مجید اس قانونِ ولادت پر اس قدر زور دیتا ہے کہ وہ اسی قانون کو مسیح کی ابنیت کی تردید میں بطور دلیل پیش کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وخرقوا لہٗ بنین وبنات بغیر علم سبحانہٗ وتعالیٰ عما یصفون ہ بدیع السمٰوات والارض ط انّٰی یکون لہٗ ولدٌ ولم تکن لہٗ صاحبۃ ط وخلق کل شیٔ ج وھو بکل شیٔ علیم ہ (سورۂ انعام آیت ۱۰۱ و ۱۰۲)

اور اس کے لئے بے علمی سے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کرتے ہیں وہ پاک اور اس سے بلند ہے۔ جو وہ بیان کرتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا عجیب پیدا کرنے والا اس کا بیٹا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اس کی کوئی جورو نہیں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

پھر فرمایا:۔

وانہٗ تعالیٰ جد ربنا ما اتخذ صاحبۃً ولا ولدا (سورۂ جن آیت ۳)

اور کہ ہمارے رب کی عظمت بہت بلند ہے۔ اس نے نہ جورو بنائی ہے نہ بیٹا۔

قرآن مجید یہاں تک ہی اکتفا نہیں کرتا۔ وہ ولادت کے لئے مرد و عورت کے اختلاط کو ضروری قرار دیتا ہے۔ مرد کے نطفہ کا عورت کے بیضہ کے ساتھ امتزاج بیان کرتا ہے۔ کہ اس امتزاج و اختلاط کے بغیر تلقیح واقع نہیں ہوتی۔ پھر قرآن کریم مرد اور عورت کے نطفوں کا رحم میں پرورش پانا اور اس کا بتدریج بڑھنا اور ترقی کرنا بیان فرماتا ہے۔

---

[1] قرطبہ واقع سپین کے رہنے والے تھے اور آپ کا زمانہ ۶۵۴ ہجری سے ۷۴۵ ہجری تک ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ

آیات ذیل پر غور فرمائیے :-

اولم یر الانسان انا خلقنہ من نطفۃ ؛ (سورۃ یٰسین)

کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا ہے ؛

پھر فرمایا :-

الم یک نطفۃ من منی یمنیٰ ثم کان علقۃ فخلق فسوّیٰ ۝ (القیامۃ آیت ۳۷)

کیا وہ منی کا ایک نطفہ نہ تھا - جو ڈالی جاتی ہے - پھر وہ ایک لوتھڑا تھا - سو اس کو پیدا کیا - اور ٹھیک بنایا -

پھر قرآن مجید اس امر کو واضح کرتا ہے - کہ انسان کی پیدائش میں مرد عورت کی نسبت زیادہ اہمیت رکھتا ہے :- فرمایا

وانہ خلق الزوجین الذکر والانثیٰ - من نطفۃ اذا تمنیٰ (سورۃ النجم آیت ۴۵ و ۴۶)

اور وہی دو جوڑے پیدا کرتا ہے نر اور مادہ نطفہ سے جب وہ ڈالا جاتا ہے -

پھر فرمایا :-

انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج (سورۃ دھر آیت ۲)

ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا ہے -

پھر فرمایا :-

الم نخلقکم من ماء مہین ۝ فجعلنہ فی قرار مکین ۝ الی قدر معلوم - (المرسلات آیت ۲۰-۲۲)

کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا - پھر اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا - ایک مقرر اندازہ تک

پھر فرمایا :-

فلینظر الانسان مما خلق ۝ خلق من ماء دافق ۝ یخرج من بین الصلب والترائب

(سورۃ الاعلیٰ آیت ۵)

پس انسان دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے - وہ گرائے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے

جو پیٹھ اور پسلیوں کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

اب یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی رو سے انسان کی پیدائش واقع نہیں ہو سکتی جب تک کہ دونوں مرد اور عورت کے نطفہ کا آپس میں امتزاج نہ واقع ہو۔ اس حقیقت کو شک وشبہ کے تمام خاشاک سے پاک وصاف کرنے کے لئے قرآن مجید ان اجزا کا جن سے انسان بنتا ہے اور ان متعدد مراحل کا جس میں سے وہ گذرتا ہے بکمال شرح بیان کرتا ہے۔ فرمایا:۔

یا أیها الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغیر مخلقة لنبین لکم و نقر فی الارحام ما نشاء الی اجل مسمیً ثم نخرجکم طفلاً (سورة الحج آیت ۵)

اے لوگو! اگر تمہیں جی اٹھنے میں شک ہے تو غور کرو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جو کبھی پورا بن جاتا ہے اور کبھی ادھورا رہتا ہے تاکہ تمہارے لئے کھول کر بیان کر دے اور ہم جو چاہتے ہیں رحموں میں ایک مقررہ وقت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں بچہ بنا کر نکالتے ہیں۔

اس آیت میں خدا کا تخلیقی کام جہاں تک کہ انسان کی پیدائش کا تعلق ہے بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ غیر ذی روح اشیا خوراک کے ذریعے جاندار جسم میں داخل ہو کر جاندار جسم کا حصہ بن جاتی ہیں اور غیر ذی روح مادہ ذی روح اور جاندار مادہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اور پھر نطفہ کے ذریعے جاندار مادہ تسلسل پیدائش کا ذریعہ بنتا ہے۔ نطفہ بیضہ میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں اس کی تلقیح ہوتی ہے اور ایک عرصہ تک بحفاظت ماں کے رحم میں رہتا ہے۔ تلقیح شدہ بیضہ میں پہلا درجہ اس کا ایک جمے ہوئے خون کے لوتھڑے میں تبدیل ہوتا ہے یہ جڑاواں سل (ZYZOLE CELL) مختلف حصوں میں بڑھتے ہیں اور یہ لوتھڑا آہستہ آہستہ اپنی پیدائش کے دوران میں جنین کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ لوتھڑے سے ہڈیاں۔ گوشت اور عصابی نظام شروع ہوتا ہے۔ اور تب جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر ہے۔ اللہ تعالےٰ اپنی روح اس میں پھونکتا ہے۔ اور ایک مقررہ مدت کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس مضمون کو مندرجہ ذیل الفاظ میں

ایک دوسری جگہ دہرایا ہے:۔

ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ہ ثم جعلنہ نطفۃً فی قرار مکین ہ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃً فخلقنا المضغۃ عظمًا فکسونا العظم لحمًا ہ ثم انشأنہ خلقًا اخر فتبٰرک اللہ احسن الخالقین ہ (سورۃ المومنون آیت ۱۲تا۱۴)

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا پھر ہم نے اُسے مضبوط ٹھہرنے کی جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم نے نطفہ کو لوتھڑا بنایا اور لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا۔ اور گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے اس کو ایک اور پیدائش دیکر اٹھا کھڑا کیا۔ پس اللہ بابرکت ہے جو سب بنانے والوں سے بہتر ہے۔

پھر اس آیت کو پڑھیئے:۔

ھو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم یخرجکم طفلاً (سورۃ المؤمن آیت ۶۷)

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر تمہیں وہ بچہ بنا کر نکالتا ہے۔

ایک دوسری جگہ قرآن مجید بالوضاحت بیان فرماتا ہے کہ حمل کیونکر قرار پاتا ہے:۔

ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا، فلما تغشٰھا حملت حملاً خفیفًا فمرت بہ فلما اثقلت دعوا اللہ ربھما لئن اٰتیتنا صالحًا لنکونن من الشٰکرین ہ (سورۃ الاعراف آیت ۱۸۹)

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے آرام حاصل کرے پھر جب وہ اس پر پردہ ڈالتا ہے۔ تو وہ ایک ہلکا سا بوجھ اٹھا لیتی ہے اور اس کے ساتھ چلتی پھرتی ہے پھر جب وہ بوجھ معلوم کرتی ہے۔ دونوں اللہ اپنے رب کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہم کو صحیح سالم بچہ دے تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہونگے۔

آیت بالا میں حمل کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اور اس میں مرد کا جو حصہ ہے وہ ظاہر ہے۔ ابتدا میں ماں کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے لیکن پھر بتدریج زیادہ بھاری ہوتا جاتا ہے۔ بچہ کی پیدائش کا سلسلہ ماں کے ساتھ

امید و بیم سے مملو ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیان فرمایا ہے کہ والدین بوجہ تشویش کے جو ان کو بچے کی ولادت کے متعلق لاحق ہوتی ہے۔ اپنے مالک یعنی خدا کی طرف رجوع کرتے اور اس سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ان کو صحیح سلامت بچہ عطا فرمائے۔

خدا کے قوانین غیر متبدل ہیں

یہاں تک میں نے خدا کے اُن متعدد قوانین کا ذکر کیا ہے۔ جو قرآن مجید میں منضبط ہیں اور جو مضمون زیر تنقید سے متعلق ہیں۔ کیا قرآن مجید ان قوانین میں کوئی استثنا یا کوئی تغیر و تبدل جائز قرار دیا ہے۔ خود کتاب اللہ اس کے متعلق نہایت پرشوکت اور پرزور الفاظ میں اسکی تردید کرتی ہے۔

اگر ہم نیچر پر ایک نظر ڈالیں ہمیں معلوم ہوگا کہ خدا کے قوانین غیر متغیر اور غیر متبدل ہیں۔ اور ہم صحیفہ قدرت میں کوئی تبدیلی نہیں پاتے۔ بلکہ برعکس اس کے تمام کارگاہ قدرت اور کائنات میں ایک محیرالعقول باقاعدگی اور یکسانیت نظر آتی ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ کی ہر پیدا کردہ چیز اپنے اپنے دائرہ میں اپنا اپنا کام ایک اجل مقدر تک سرانجام دے رہی ہے[1] اس میں کوئی بے ترتیبی۔ بے قاعدگی اور بے آئینی نہیں ہے۔ یہ بدیہی امر ہے کہ جو چیزیں تمام کائنات سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ ایک ہی قوانین وضوابط کے ماتحت ہیں اور ان پر سختی سے چل رہی ہیں۔ یہ حرف بحرف درست ہے کہ انسان کے ارادہ میں کوئی تنزلزل واقع ہوجائے یا اصل رستہ سے منحرف ہو جائے۔ لیکن خدا کی مشیت میں کوئی تنزلزل کوئی تغیر اور انحراف واقع نہیں ہوسکتا اور کوئی چیز ارادہ الہٰی کو روک نہیں سکتی۔ حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ یہ یکسانیت اور باقاعدگی تمام کائنات کے ایک واحد صانع اور خالق ہونے پر دلالت کرتی ہیں

جس کا ارادہ اور مشیت اس کے غیر منقلب قوانین کے مطابق عمل میں آتا اور ان کے ذریعے ہی

---

[1] کلٌّ یجری لاجلٍ مسمّی (سورۃ الرعد آیت ۲)

منظر شہود پر آتا ہے۔ مطابقت اُس کی مشیت ہے اور اس کی مشیت خود قانون ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے :-

فاقم وجھک للدین حنیفاً ط فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا ط لا تبدیل لخلق اللہ ط ذالک الدین القیم ، ولکن اکثر الناس لا یعلمون ہ (سورۃ الروم آیت ۳۰)

سو یکسو ہوکر دین کی طرف اپنا رخ کر اللہ کی بنائی ہوئی فطرت پر قائم رہو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدائش کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ یہ قائم رہنے والا دین ہے۔

پھر فرمایا :-

ما تری فی خلق الرحمٰن من تفوت ط فارجع البصر ھل تری من فطور ہ ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئاً وھو حسیر ہ (سورۃ الملک آیت ۳ و ۴)

تو رحمٰن کی پیدائش میں کوئی اختلاف نہیں دیکھے گا۔ پھر نظر کو دوڑا کیا تو کوئی بگاڑ دیکھتا ہے پھر نظر کو بار بار لوٹا۔ نظر تیری طرف حیرت سے تھک کر واپس آئے گی۔

خدا کے قوانین کا غیر متبدل ہونا بار بار قرآن مجید میں بڑی شدت سے بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا :-

ولا تجد لسنتنا تحویلا ۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۷)

تو ہمارے طریق میں کوئی تبدیلی نہ پائے گا۔

فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا ہ ولن تجد لسنت اللہ تحویلا (سورۃ فاطر آیت ۴۳)

سو تو اللہ کے طریق میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔ اور نہ تو اللہ کے طریق کو ٹلتا ہوا پائیگا۔

اگر ہم مندرجہ بالا بنیادی اصول جناب مسیح علیہ السلام پر منطبق کریں تو ہم یہ ماننے پر مجبور ہیں کہ آپ ایک انسان تھے۔ ایک فانی انسان تھے۔ خدا کا ایک بندہ تھے۔ خدا کے ایک رسول اور نبی تھے۔ اور جب یہ تمام صورتیں تھیں تو لازماً آپ تمام بنی نوع انسان کی طرح حمل میں آئے اور پیدا ہوئے اور اسی زمین پر عام انسانوں کی طرح وفات پاگئے جب تک کہ قرآن مجید میں نہایت واضح بین اور غیر مشتبہ الفاظ میں اس کے خلاف نہ ہو خدا کے قوانین میں تبدیلی قرین قیاس نہیں ہو سکتی۔ کہا جاتا ہے کہ

خداوند تعالےٰ قادر مطلق ہیں وہ اپنے قوانین کو بدل سکتا ہے - اور وہ اس پر قادر ہے کہ جناب مسیح کو بغیر باپ کے پیدا کرے اور ان کو جسمانی موت سے بھی بچالے مجھے ایک لمحہ کے لئے اس بیان کے قبول کرنے سے انکار نہیں - لاریب خدا ایسا کرنے پر قادر مطلق ہے بلکہ اس سے زیادہ کرنے پر وہ قادر ہے - جو کہ ہمارے ذہن اور فہم سے بھی بالا ہے - اس کے خلاف عقیدہ رکھنا فی الحقیقت معصیت ہوگا - لیکن یہ تو یہاں سوال ہی نہیں - خدا تعالےٰ تو سب کچھ کر سکتا ہے - سوال تو یہ ہے کہ کیا اس نے ایسا کیا ؟ کیا اس نے اپنے کسی قانون کو بدلا ؟ یا توڑا ؟ بغیر باپ کے پیدائش اور آسمان پر جانا یہ وہ نظریئے ہیں - جو قیاسات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے - اور محض قیاسات غیر مصدقہ کی بنا پر یہ نظریئے قبول نہیں کئے جا سکتے قرآن مجید کی محکم آیات سے ثابت کرنا چاہئیے کہ خدائے بزرگ و برتر نے جو قادر مطلق اور صاحب جبروت واقتدار ہے - فی الحقیقت ایسا کیا یا ایسے واقعات کو رونما ہونے دیا - سر سید احمد خاں غفراللہ لہٗ نے اس مسئلہ کو زیر بحث لاتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے کہ معجزات کا مقصد تو دعویٰ نبوت کے استحکام اور ثبوت کے لئے ہوتا ہے - لہذا جو معجزات قبل از نبوۃ ظاہر ہوں - جیسا کہ مسیح کی ولادت بغیر باپ کے بیان کی جاتی ہے اُن میں کچھ اہمیت نہیں ہو سکتی اور وہ اصل مقصد کو پورا نہیں کر سکتے - لیکن یہ معجزہ بھی تو درحقیقت معجزہ نہیں کیونکہ ایسا واقع ہی نہیں ہوا -

---

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

(از قلم آنریبل جسٹس ایم۔ٹی اکبر۔ کے۔ سی)

قرآن مجید کا اعجاز بقول مسٹر مارماڈیوک پکتھال مرحوم و مغفور اس کے الفاظ کی ہم آہنگی ہی نہیں ہے جس کو سنکر انسان وجد میں آجاتا ہے - اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔ بلکہ نفس مضمون بھی ہے - جب کوئی شخص قرآن مجید کو جذبات عزت و احترام اور خوب غور و فکر سے پڑھتا ہے تو بسا اوقات ایسے مواقع آجاتے ہیں۔ کہ انوار کی بارش اس کے قلب پر ہونے لگتی ہے اور پڑھنے والا یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ کسی اور عالم کی سیر کر رہا ہے -

قرآن مجید خود کئی جگہ ہمیں اس پر غور کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ مثلاً افلا یتدبرون القرآن - انا ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر -

پروفیسر نکلسن نے اپنی کتاب *Idea of Personality in sufism* میں جو تحریر کیا ہے اس سے اہل اسلام کو فی الدر تکلیف پہنچی ہے وہ لکھتا ہے کہ

" محمدؐ کے دعوے کی صداقت اور اس کی وحی کی سچائی سے انکار کیا گیا ہے یا اس کے متعلق شبہ ظاہر کیا جاتا ہے مگر میں اس کو سچا فرض کر لیتا ہوں۔ ایک تو اس وجہ سے کہ تمام دنیا کے مسلمان اس پر متفق ہیں اور دوسرے اس وجہ سے کہ اسلام کے آغاز اور اس کی ابتدائی تاریخ کے متعلق میری رائے میں کوئی اور وجہ نہیں بیان کی جا سکتی - قرآن ایک آسمانی کتاب تھی - وہ محمدؐ پر نازل ہوئی تھی - اس میں اس کا اپنا کچھ دخل نہ تھا -

یہ ایک غیر متبدل وحی سمجھی جاتی تھی کہ جس میں کسی تغیر کی گنجائش نہیں تھی - اور اس وجہ سے

جو تناقضات اور اختلافات پیدا ہوئے ان پر بڑی آسانی سے زور دیا جا سکتا ہے حالانکہ واقعات اور حالات کی رفتار تو یہ چاہتی تھی کہ قرآن کی وحی میں لچک ہوتی اور جو جو ضروریات محمد (صلعم) کو پیش آتیں وہ ان کا ازالہ کرتی۔

اگر وہ مفتری تھا (نعوذ باللہ من ذالک ناقل) تو ہم اس کی عاقبت نا اندیشی پر تعجب کرتے ہیں اور اگر وہ صادق تھا۔ تو ہم یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ اس کی وحی اعلیٰ درجہ کی نہ تھی۔ اگر اس کا خدا سے وہی تعلق اور رشتہ ہوتا جو دوسرے بنی اسرائیل کے انبیا کا تھا تو کبھی نہ کہتا کہ قرآن مجید لفظ بلفظ خدا کا کلام ہے۔ اور یہ کہ اس پر جبرائیل نازل کرتا اور اس کو لکھواتا ہے۔" (نعوذ باللہ)

معترض کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہمارے نبی کریم کی وحی بہت محدود رنگ کی تھی۔ آپ کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید ایک غیر متبدل وحی ہے۔ حالانکہ واقعات کی رفتار تو یہ چاہتی تھی کہ اس میں لچک ہو اور ضروریات کے مطابق وحی میں بھی تغیر و تبدل ہو۔

میں نہیں سمجھ سکا کہ پروفیسر مذکور نے کیوں ایسا خیال کیا۔ کہ قرآن مجید ہر زمانہ اور ہر وقت کی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے اور اس کی تعلیم تمام حالات پیش آئندہ پر حاوی نہیں ہے۔ غالباً پروفیسر مذکور کا خیال ہے کہ قرآن مجید ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں ہوگیا۔ اس کا تھوڑا تھوڑا اترنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ضروریات پیش آئندہ کے لئے اترتا رہا۔ یہ تو اسی قسم کے اعتراضات ہیں۔ جو پہلے لوگ کرتے رہے اور جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔

وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا۔ او تكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهر خلالها تفجيرا۔ او تسقط السماء كما زعمت علينا كسفا او تاتي بالله ... والملئكة قبيلا۔ او يكون لك بيت من زخرف او ترقى في السماء (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۹۰ تا ۹۳)

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کی وحی تمام زمانوں کے لئے اور تمام ضروریات کے لئے کافی وشافی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارا نبی خاتم النبیین ہے۔ جس کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور قرآن

مجید خدا کی نازل کردہ آخری کتاب اور آخری شریعت ہے۔ سب سے پہلی وحی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں ہوئی اس میں فرمایا۔

اِقرا باسم ربك الذی خلق۔ خلق الانسان من علق ہ اقرا و ربك الاکرم ہ الذی علم بالقلم ہ علم الانسان مالم یعلم ہ

یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھ۔ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک لوتھڑے سے۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھکر بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (سورۃ علق)

ان آیات پر غور کریں۔ ان میں صاف طور پر اشارہ کیا گیا ہے کہ علوم و سائنس کا زمانہ آ رہا ہے ان آیات میں اشارہ ہے۔ کہ اللہ تعالٰے کی عظمت و جبروت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے عجائب و غرائب عالم کے متعلق صحیح علم کے حصول اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔ یہ قرآن مجید ہی ہے۔ جس نے تحصیل علوم و فنون کی سب سے پہلے ترغیب دی اور ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ علمی ترقیات علمی تحقیقات اور ایجادات اسی تحریک و ترغیب کی منت پذیر ہیں۔ اس کی تفصیل کے لئے موجودہ اوراق متحمل نہیں ہو سکتے۔ ناظرین کرام کو ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم و مغفور کے چھ لیکچروں کا مجموعہ مطالعہ کرنا چاہئیے یہ امر مسلمہ ہے کہ حصول علوم و فنون پر قرآن مجید نے بڑا زور دیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت ہ (سورۃ مجادلہ آیت ۱۱)

یعنی اللہ ان لوگوں کے درجے بلند کرے گا۔ جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن مجید جیسی کتاب کے نازل ہو جانے کے بعد اب وحی الہی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اب کوئی جدید وحی یا جدید شریعت نہیں آ سکتی۔

قرآن مجید کی تعلیم سب زمانوں کے لئے مکتفی ہے۔ لیکن اگر ایسے حالات رونما ہوں۔ جن کے متعلق قرآن مجید کی نص صریح بین طور پر رہنمائی نہ کر سکے تو اس کے متعلق ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس اور اجتہاد کا حکم دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

حصول علم کے لئے اس قدر تاکید فرمائی ہے تاکہ امت کے علماء اور صلحاء حسب ضرورت اجتہاد کر سکیں اور ضروریات پیش آمدہ کو اپنے علم کی بنا پر حل کر سکیں لیکن یہ اجتہاد کسی صورت میں قرآن مجید کے منشا اور اس کے مسلمات کے خلاف نہ ہو بلکہ اُسی کی روشنی میں مسائل حل کئے جائیں۔ اور سرِمو ان سے انحراف نہ ہو۔ غرضیکہ اجتہاد کا استنباط قرآن مجید سے ہی ہو یا احادیث صحیحہ سے اور ایسے استنباط کرنے والے لوگ صاحب علم و تقویٰ ہوں جنہیں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر کامل عبور ہو۔ اور میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صوفیا و صلحا جو مذہب کے ائمہ اور رہنما مانے گئے ہیں اس کی یہی وجہ تھی کہ یہ لوگ صاحب علم و تقویٰ تھے اور دقائق و رموز شریعت کے شناسا تھے اور اس قابل تھے کہ عامۃ الناس جن میں ابھی علم نہیں پھیلا تھا۔ ان کی اتباع کریں۔ ہر ایک شخص مجتہد نہیں بن سکتا اور ہر شخص علم دین کا ماہر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضرات ائمہ کی اقتدا کی ضرورت تھی۔ لیکن اس بات کو بخوبی ذہن نشین کر لینا چاہئیے کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرے گا قرآن مجید کے علوم بھی اس کے ساتھ ساتھ منکشف ہوتے جائیں گے۔ اور ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق اس کے رموز کھلتے جائیں گے۔ اجتہاد یا قیاس کا دروازہ بے شک کھلا ہے۔ مگر یہ اجتہاد قرآن مجید کی روشنی میں ہی ہو سکتا ہے ورنہ بدعیت اور ضلالت ہوگا۔ جس سے ہر مسلمان کو احتراز لازم ہے۔

قرآن مجید میں ایسے بھی مقامات ہیں جن کو فی زمانتا لوگ کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ جب علوم ترقی کر پہنچے ان کے نئے معانی بھی واشگاف ہو جائیں گے۔

جن لوگوں نے قرآن مجید کو بنظر امعان پڑھا ہے اور اس کے مضامین پر غور کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی انگلستان کے ادبا اور شعرا کا کلام بھی پڑھا ہے۔ اُن سے یہ امر مخفی نہیں رہ سکتا کہ ان اصحاب کو بھی بعض اوقات ایسے خیالات سوجھتے رہے جن کا ذکر قرآن مجید ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں جو دوزخیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ۔

لا یموت فیھا ولا یحیٰی (سورۃ اعلیٰ و سورۃ طٰہٰ)

یعنی دوزخی آگ میں نہ مردہ ہوں گے نہ زندہ۔ اب اسی کیفیت کو انگلستان کے مشہور شاعر کیٹس ([illegible]) نے اپنی ایک نظم میں ایک خاص موقعہ پر بیان کیا ہے۔ یا شکسپیر نے میکبتھ کی دلی حالت اور اس کی قلبی کیفیت کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ جبکہ وہ ایک بے گناہ کے قتل سے ہاتھ آلودہ کرتا ہے۔ وہ یہی کیفیت ہے جو قرآن مجید نے لا یموت فیھا ولا یحیٰی میں بیان فرمائی ہے۔

قرآن مجید سورۃ سجدہ آیت ۱۴ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ فرمایا:۔

فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم ھذا انا نسینکم وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون

(سورۃ سجدہ آیت ۱۴)

یعنی پس تم اپنے بُرے اعمال کے نتائج چکھو۔ اس لئے کہ تم اس دن کی ملاقات کو بھولے ہو ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا۔ اور دیرپا عذاب چکھو اس کے عوض جو تم کرتے تھے۔

پھر سورۃ الرحمٰن آیت ۲۶ میں فرمایا:۔

کل من علیھا فان و یبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

یعنی سب جو اس زمین پر ہیں وہ فنا ہونے والے ہیں اور صرف ایک تیرے رب کی ذات باقی رہنے والی ہے۔

پھر سورۃ نحل آیت ۹۶ میں فرمایا:۔

ما عندکم ینفدُ وما عنداللہ باق ۔

جو تمہارے پاس ہے وہ جاتا رہے گا۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

پھر سورۃ عنکبوت آیت ۸۸ میں فرمایا۔

کل شیئٍ ھالکٌ الّا وجہہٗ ۔

یعنی سوائے خدا کے سب چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں۔

اب دیکھئے یہی خیال انگلستان کے مشہور شاعر شیلے نے ایک جگہ ظاہر کیا ہے۔ جہاں وہ کہتا ہے کہ صرف خدا کی ذات باقی رہے گی۔ جس پر کوئی انقلاب نہیں آتا۔ باقی سب کچھ فنا پذیر ہے۔

خدا کی روشنی دائمی طور پر چمکتی رہے گی - مگر زمین کے ساتھ نا پید ہو جائیں گے - زندگی رنگا رنگ شیشے کے گنبد کی طرح ابدیت کی سفید روشنی کو داغدار بناتی ہے - حتّٰی کہ موت اس کو پاش پاش کر دیتی ہے - اگر تم اس سے ملنا چاہتے ہو جسے تم تلاش کرتے ہو تو مرو اور اس طرف چلو جس طرف سب گئے ہیں - روم اور اس کے زمین و آسمان اس کے تمام عیش و عشرت کے سامان - اس کا تمام شان و شکوہ - تمام تجمل و حسن اور اس کی تعیش کی مجالس سب پرکاہ کی حیثیت رکھتی ہیں - ان میں کوئی پائیداری نہیں

علیٰ ہذا القیاس اور بہت سے مقامات ہیں جن میں شعرائے انگلستان نے قرآن مجید کے ہی بعض خیالات کا چربہ اُتارا ہے - قرآن مجید میں ہے کہ جو کچھ اس دنیا میں واقع ہوتا ہے وہ ایک کتاب میں منضبط ہو جاتا ہے - اور یہ کہ انسان کے اعمال اس کی گردن کے ارد گرد آویزاں ہوں گے - چنانچہ فرمایا

وکل انسانٍ الزمنٰہ طائرہٗ فی عنقہٖ ونخرج لہٗ یوم القیامۃ کتٰبًا یلقٰہ منشورًا ط (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۳)

براوننگ شاعر نے بھی اپنی ایک نظم میں اس مضمون کو کم و بیش ادا کیا ہے - چنانچہ ایک جگہ وہ کہتا ہے - کہ ہمارے نیک ارادے اور ہمارے نیک خیالات یعنی ہمارے اعمال صالحہ اور خیالات صحیح کو بقا ہوگی وہ نہیں مٹیں گے - اسی طرح شیلے نے بھی ایک جگہ قرآن مجید کی آیت اللہ نور السمٰوات والارض (سورۃ نور) کے مضمون کو اپنی ایک نظم میں باندھا ہے -

پھر قرآن مجید میں ہے کہ اللہ بہت محبت کرنے والا ہے - جیسا کہ سورۂ توبہ آیت ۱۰۸ میں فرمایا -

واللہ یحب المطھرین - یعنی اللہ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے - پھر فرمایا کہ خدا کا رحم سب چیزوں پر محیط ہے اور یہ کہ باوجود انسان کی کمزوری کے خدا اس کی مدد کے لئے اور اس کو بلند کرنے پر تیار رہے - ایک جگہ فرمایا لا تقنطوا من رحمۃ اللہ یعنی خدا کی رحمت سے نا امید مت ہو - یہ آیت ہمیں فٹز گیرلڈ شاعر کے اشعار یاد دلاتی ہیں :-

" انسان کی زندگی ایک ایسے بچے سے مشابہت رکھتی ہے - جس کو ایک لیمپ دیا گیا ہو تاکہ اندھیرے میں وہ اپنا رستہ دیکھ سکے - اس لیمپ کی روشنی ہوا کے جھونکوں

سے کبھی مدہم پڑ جاتی ہے۔ اور کبھی چمک اٹھتی ہے۔ اسی طرح روحانیت کا لیمپ کبھی جذبات کی تیز ہوا سے بجھ جاتا ہے۔ لیکن وہ ہستی جس نے لیمپ دیا ہے۔ پھر اس کو روشن کرنے پر قدرت رکھتی ہے۔"

میں خیال کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا اشعار اس حقیقت کے ثبوت کے لئے کافی ہیں کہ عرب کے اُمی نے آج سے چودہ سو سال قبل وہی خیالات ظاہر کئے جو بعد میں ایک بہت بڑی قوم کے بڑے بڑے ذی علم شعرا کو سوجھے۔ لیکن اس بات کا ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے۔ کہ یہ شعرا کوئی عظیم الشان روحانی انقلاب نہ پیدا کر سکے۔ ان کا کلام محض قال ہی قال تک محدود رہا۔ حال کا اس میں نام و نشان نہ تھا۔ کیونکہ وہ خود کوئی نمونہ نہ پیش کر سکے۔ اور قرآن مجید نے جو شعرا کے متعلق فرمایا ہے۔ وہ بالکل درست اور بجا ہے۔

والشعرآء یتبعھم الغاوٗن ہ الم تر انھم فی کل واد یھیمون ہ وانھم یقولون ما لا یفعلون ہ (سورۃ الشعرآ آیت ۲۲۴)

اور شاعران کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔

قرآن مجید کا دعوے ہے کہ اس میں سب کچھ ہے اور کوئی ضروری چیز نہیں چھوڑی گئی۔ اس دعویٰ کی سچائی، ہر شخص پر جو اس کو پڑھے گا منکشف ہوگی۔ ہر ایک اہم امر جو انسان کو اس کی زندگی میں پیش آ سکے اس کے متعلق قرآن مجید میں اشارات موجود ہیں۔ اور وہ دعائیں بھی جو ایک مسلمان کو ایسے مواقع پر کرنی چاہئیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ایک جگہ فرمایا۔ انا کفیناک المستھزئین۔ یعنی ہم ان لوگوں کے لئے جو تیرا استہزا کرتے ہیں کافی ہیں۔ وہ صاحب علم مسلمان جو قرآن پر غور و فکر کرنے کے عادی ہیں وہ اُن خزائن کو جو قرآن مجید میں مخفی ہیں پا لیتے ہیں۔ اور انسان کے ہر دکھ کی دوا اس سے ڈھونڈ لیتے ہیں۔ قرآن ہر درد کی دوا ہر دکھ کا علاج ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید اپنے متعلق فرماتا ہے۔ یاایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور۔

یعنی اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے نعمت آگئی ہے اور جو سینوں میں ہے اس کی شفا۔ (سورۃ یونس آیت ۵۷)

قرآن مجید کے کئی مقامات میں ایجادوں اختراعوں اور علمی انکشافات کے اشارات پائے جاتے ہیں مثلاً سورۃ النحل آیت ۸ میں ایسی سواری کا ذکر ہے جو بڑے بڑے بوجھ اٹھائے گی اور مسافروں کو دور دور دور لے جائے گی۔ اور جو ابھی معرضِ وجود میں نہیں آئی تھی فرمایا ۔ ویخلق ما لا تعلمون۔ پھر سورۃ فاطر آیت ۱ میں ہے۔ یزید فی الخلق ما یشاءُ۔ (وہ خدا پیدائش میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے) اس میں مسئلہ ارتقا کی طرف اشارہ ہے۔ پھر سورۃ الشوریٰ آیت ۳۲ میں ہے۔ ومن آیٰتہ الجوار فی البحر کالاعلام۔ اور سورۃ الرحمٰن آیت ۲۴ میں ہے۔ ولہُ الجوارِ المنشئٰت فی البحر کالاعلام ان آیات میں کوئین میری جیسے جہازوں کی طرف اشارہ ہے۔ پھر سورۃ یٰسین آیات ۴۱ و ۴۴ میں ہے۔ وکلٌ فی فلک یسبحون ۰ وآیۃٌ لہم انا حملنا ذریتہم فی الفلکِ المشحون ۰ وخلقنا لہم من مثلہٖ ما یرکبون ۰ وان نشا نغرقہم فلا صریخ لہم ولا ھم ینقذون الا رحمۃً منا و متاعًا الیٰ حین ۰۔ ان آیات میں طیاروں اور ہوائی جہازوں اور زمین دوز کشتیوں کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اس بات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے (جیسا کہ واذا العشار عطلت سے ظاہر ہے) کہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ حاجی لوگ اونٹنیوں کی بجائے موٹرکاروں سے اور شاید مستقبل قریب میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ خانہ کعبہ کے حج کیلئے جایا کریں گے۔

جن اصحاب نے دعا اور اس کی اجابت کے متعلق رسالہ تیشن اور اتھانوم (pathenaeum) میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ (جن کی طرف میں اپنے پہلے مضمون میں اشارہ کر آیا ہوں) انہوں نے اپنی مشکلات کا حل قرآن مجید کی سورۃ مریم آیات ۱ - ۱۱ تک میں دیکھ لیا ہوگا۔ جن میں حضرت ذکریا کے دعا مانگنے اور اللہ تعالےٰ کے طرف سے جواب کا ذکر ہے۔ ان آیات سے جو نکات حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:-

(۱) دعا صرف خدا سے کرنی چاہئیے۔ اور اس شخص کی دعا زیادہ مقبول ہے جو خدا کا نیک اور صالح

انسان ہو۔

(ب) دعا ایسی بات کے لئے ہونی چاہیئے جو مفید ہو۔ ایسی چیز کے لئے دعا نہیں مانگنی چاہیئے جو ناجائز ہو۔

(ج) دعا پوری توجہ الحاح اور سوز و گداز سے مانگنی چاہیئے۔

(د) جب دنیوی ذرائع کسی چیز کے حصول کیلئے ناممکن ہوں۔ اُس وقت سوائے دعا کے چارہ نہیں ایک خدا کی ذات پاک ہے جو ان مخالف حالات میں دعا سنتی ہے اور انسان کو اس کی مراد سے بہرہ اندوز کرتی ہے۔

اگر دعا کو شرف قبولیت حاصل ہو تو اللہ تعالےٰ دعا مانگنے والے کی رہنمائی کرے گا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے اور اس کی خواہش ایک طبعی طریق پر پوری ہو جائے گی۔ حضرت زکریا علیہ السلام خدا کے مقرب نبی تھے۔ اور جو نشان خدا نے اس کو دیا تھا وہ یہ تھا کہ وہ تین دن کے چپ کا روزہ رکھے۔ اور صبح و شام خدا کی تسبیح و تقدیس کرے۔ جیسا کہ الفاظ قرآنی میں ہے۔

قال اٰیتک الا تکلم الناس ثلٰث لیالٍ سویاً

پس اس میں کچھ شک نہیں کہ خداوند تعالےٰ اپنے بندوں کی دعائیں سنتا ہے اور انہیں قبول کرتا ہے۔

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اس کا موجودہ مقدس شہر مکہ کی صورت میں پورا ہونا ایک عظیم الشان پیشگوئی کی حیثیت سے بہت ہی تعجب انگیز ہے۔ چنانچہ سورۃ ابراہیم آیت ۳۵-۳۸ میں ہم پڑھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے ان الفاظ میں دعا مانگی۔

رب اجعل ھذا البلد اٰمناً واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام ○ . . . .

ربنا انی اسکنت من ذریتی بوادٍ غیر ذی زرعٍ عند بیتک المحرم ○ ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃً من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ○

یعنی اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم بتوں کی پرستش کریں

...... ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس اس وادی میں بسایا ہے۔ جہاں کھیتی نہیں۔ ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قایم کریں۔ سو تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق دے۔ تاکہ وہ شکر کریں "۔

اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے التجا کی ہے کہ یہ شہر امن والا ہو۔ اور اس میں بتوں کی پوجا نہ ہو بلکہ خدائے واحد کی پرستش ہو۔ گویا سارے شہر میں خدا کا نام لیا جائے۔ اور یہ بتوں کی غلاظت سے پاک ہو۔ اور جہاں تک اس کے باشندوں کے گذارے یا خوراک کا سوال ہے۔ اس کے لئے دعا فرمائی کہ انہیں پھل دئیے جائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کے متعلق بالتفصیل ذکر کرنا تحصیل حاصل ہے۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ مکہ کس قدر با امن جگہ ہے۔ یہاں سوائے خدائے واحد کے اور کسی کی پرستش نہیں ہوتی۔ دنیا جہاں کے پھل وہاں کھچے آتے ہیں اور ساری دنیائے اسلام کا مرجع ہے۔ سینکڑوں سال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نے جو رنگ دکھایا۔ وہ فی الواقعہ بہت تعجب خیز اور محیر العقول ہے۔ اور اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ خدا اپنے بندوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مجھے نکاح اور طلاق کے مسائل کے متعلق کچھ تفصیلاً ذکر کرنے کی ضرورت نہیں نکاح خاوند اور بیوی کے درمیان ایک معاہدہ ہے۔ اور جس قدر بیوی اپنے حق مہر کو زیادہ کر دے گی۔ اسی قدر خاوند کا اختیار طلاق دینے کا محدود ہو جائے گا۔

اگر دونوں میاں بیوی صلح کے ساتھ نہ رہ سکیں تو پہلے یہ کوشش ہونی چاہئیے کہ طرفین کے رشتہ دار ان دونوں میں صلح صفائی کرانے کی سعی کریں۔ اور اگر یہ صورت نہ ہو سکے تو پھر خاوند کو اختیار ہے کہ تین ماہ کے عرصہ میں تین طلاق دے کر بیوی سے قطع تعلق کرے۔ طلاق محض سخت مجبوری کی حالت میں دینے کی اجازت ہے۔ اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ ابغض الحلال عند اللہ الطلاق۔ یعنی حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ بات خدا کے نزدیک طلاق ہے۔

اب رہا مسئلہ کثیر الازدواجی کا۔ اس پر بھی مخالفین اسلام بہت کچھ اعتراض کرتے ہیں مگر یاد رکھنا چاہئیے کہ کثیر الازدواجی بھی مخصوص حالات میں روا ہے۔ میرے نزدیک کثیر الازدواجی فحشیات کی روک تھام کے لئے اسلام نے جائز قرار دی ہے۔ زنا کو اسلام نے گناہ کبیرہ اور سخت جرم قرار دیا۔ اور ایک وقت میں چار بیویاں نکاح میں لانے کی اجازت دی۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ شرائط عائد کردیں کہ انسان ہر ایک بیوی کو برابر کے حقوق دے اور جو مختلف بیویوں سے بچے ہوں ان کے حقوق بھی پورے پورے دیئے جائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس امر کو بھی اسلام نے واضح کیا ہے کہ ایک ہی نکاح قابل ترجیح ہے۔

موجودہ مہذب ممالک کے قوانین کی رو سے وراثت کے متعلق عدالت سے فیصلہ کرنے میں بہت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جنہیں سب جانتے ہیں۔ اس قانون سے ایک داشتہ عورت نہ تو گذارہ کی حقدار اور نہ اس سے پیدا شدہ بچے جو ناجائز طور پر حاصل ہوئے ہیں وراثت یا جائداد میں حصہ دار ہو سکتے ہیں۔

اب واضح ہوگا کہ اسلامی قانون کس قدر معقولیت پر مبنی ہے۔ اس نے اس بات کو نظر انداز نہیں کیا کہ تمام لوگ جنسی معاملات میں یکساں نہیں ہوتے اور اگر حالات ایسے پیدا ہو جائیں جیسا کہ جنگ عظیم کے بعد پیدا ہوئے تو اس صورت میں لازماً ایک سے زیادہ نکاح کی ضرورت پیش آئیگی۔ لیکن اس کے ساتھ اس امر کا خیال رکھا جائے کہ مرد ہر ایک بیوی کے جائز حقوق کا ذمہ دار ہو۔

بہت سے اسلامی ممالک میں ضروریات پیش آمدہ کے ماتحت وہاں کے باشندوں کی مذہبی حسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان امور کے متعلق قوانین میں تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اور قرآن مجید کے دیوانی اور فوجداری اصولوں میں ان کے متعلق کوئی خاص تنقید یا جکڑ بندی نہیں ہے۔

اسلامی قانون ورثہ کی تعریف میں جیسا کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے لکھا ہے۔ وان کریمر جیسا شخص رطب اللسان ہے۔ چنانچہ اس نے اس قانون کو "اسلامی شریعت کا سب سے اعلیٰ شعبہ" قرار دیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میں نے قرآن مجید کے اصول اور اس کی تعلیم کی خوبیوں پر کافی لکھدیا ہے۔ اور میں نے اس بات کو واضح کر دیا ہے۔ کہ قرآن مجید کی تعلیم تمام زمانوں کے لئے ہے دنیا میں جو نئے نئے تغیر رونما ہوں گے یا ہو رہے ہیں ان سب میں قرآن مجید ہماری رہنمائی کرسکتا ہے اور اس کے قوانین میں اس قدر وسعت اور ہمہ گیری ہے کہ ہر زمانہ کی مقتضیات کو پورا کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ میں نے اس امر کو بھی واضح کر دیا ہے کہ خود خدا کا تصور جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ وہ ارتقائے نسل انسانی اور حصول کمال کا ضامن ہے۔

لیک دفعہ بالفاظ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم گوئٹے نے اسلام کی "تعلیمی طاقت" کا ذکر کرتے ہوئے ایکرمان نے کہا۔

"تم دیکھتے ہو کہ اسلام کی تعلیم میں کوئی خامی نہیں۔ کسی ضرورت کو اس میں نظر انداز نہیں کیا گیا ہمارے لاکھ آئین و قوانین ہوں مگر ہم اور نہ کوئی اور شخص قرآن کی تعلیم سے آگے بھر آگے جا سکتا ہے"

ارکانِ اسلام[1]

ازجناب محمد صادق صاحب ڈڈلے رائیٹ ڈاکٹر آف فلاسفی ایف-ایس-پی

پانچواں رکن - حج

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً (قرآن مجید)

ایک زمانہ تھا - جبکہ تمام عیسائی اقوام اور اس کے مختلف فرقے کثرت سے حج ادا کرتے تھے - اور آج بھی کیتھولک عیسائی خواہ وہ رومن ہوں یا دوسرے ھالی ول - وال سنگھم - اور انگلستان کے دوسرے مقامات کو حج کے لئے جاتے ہیں اور آئرلینڈ کے کیتھولک سینٹ پیٹرک کے "اعراف"[1] کو حج کے لئے اپنا بڑا محبوب مقام سمجھتے ہیں -

پروٹسٹنٹ فرقہ کے عیسائی جو اس رسم کے مخالف ہیں - اور اس کو پوپ کا اختراع قرار دیتے ہیں - وہ بھی قبرستانوں میں جاتے ہیں - تاکہ اپنے عزیزوں کی قبروں کو دیکھیں یا اپنے بزرگوں کے مزارات کی زیارت کریں - جن کے وہ مجسمے بھی قائم کرتے ہیں - لیکن یہ وہ کام ہے جن سے یہودی اور مسلمان دونوں احتراز کرتے ہیں - حضرت نبی کریم صلعم نے سخت ممانعت فرمائی ہے کہ آپ کی یا آپ کے مزار کی اس طریق پر عزت کی جائے جس سے شرک اور بت پرستی کی بنا پڑے - حضور کا حکم تھا ؎

نہ کرنا میری قبر پہ سر کو خم تم
بنانا نہ مرقد کو میری صنم تم

---

[1] انگریزی میں اس کو Purgale کہتے ہیں -

عیسائیوں کے ہاں یہ رسم حج رفتہ رفتہ کم ہوتی گئی اور حاجی لوگ تمسخر و استہزا کا ہدف بننے لگے - یہ کمی دوران جنگ میں واقع ہونی شروع ہو گئی - لیکن سنا جاتا ہے کہ اب کچھ پھر حرکت ہونے لگی ہے - اگرچہ خطرہ یہ ہے کہ یہ حج محض سیر و سیاحت کی غرض سے نہ ہوں - اور جو اصل مقصد حج کا ہے وہ غت ربود ہو جائے اور جس خلوص اور گرم جوشی سے متقدمین اس کی پابندی کرتے تھے - وہ روح بالکل مفقود ہو جائے لیکن یہ مسلم ہے کہ اسلامی حج جب سے مروج کیا گیا اب تک اُسی رنگ میں چل رہا ہے - ہمارے حضرت نبی کریم صلعم سے پیشتر بھی عرب میں حج کا دستور تھا اور وہی دستور کسی قدر اصلاح شدہ طریق پر جاری رکھا گیا - آج اس حج کے اندر مختلف قسم کی قربانیاں پائی جاتی ہیں - یا یوں کہئے کہ حج کئی ایک قربانیوں کا مجموعہ مثلاً وقت کی قربانی کا کام کاج کی قربانی کا نقصان اور گھریلو زندگی کے آرام کی قربانی کا - اس جگہ ادائے حج کی پوری کیفیت کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہے - اس کی مفصل کیفیت اگر ملاحظہ کرنی ہو - تو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کی معتبر تصنیف کو پڑھنا چاہئیے جو ووکنگ سے شائع ہو چکی ہے - یہاں محض اس قدر ہی بیان کیا جاتا ہے - کہ حاجی مکہ کے متبرک گھر میں ایک فقیر کے لباس میں داخل ہوتا ہے - جس کے بدن پر کپڑے کی محض دو چادریں ہوتی ہیں - جس کو احرام کہتے ہیں -

کتاب *Travels in Arabia* (سفر عرب) میں اس کی کیفیت یوں درج ہے -

"احرام کپڑے کی دو چادروں پر مشتمل ہوتا ہے ایک تو کمر کے اردگرد لپٹا ہوتا ہے - اور دوسرا گردن پر ڈالا جاتا ہے - اس طرح سے کہ دائیں بازو کا ایک حصہ برہنہ رکھا جاتا ہے احرام باندھنے سے پہلے ہر ایک لباس اتار دیا جاتا ہے - گو عندالحاجت ہر قسم کا کپڑا استعمال ہو سکتا ہے - مگر حکم یہ ہے کہ اس کپڑے میں سیون نہ ہو - نہ ریشم ہو - نہ زیور ہو - سفید کپڑا بہ نسبت رنگین کے زیادہ مستحسن ہے - سر کو برہنہ رکھنا چاہئیے -"

حج کی حالت میں کسی حاجی کے متعلق یہ معلوم ہونا ناممکن ہے کہ وہ کس حیثیت اور درجہ کا آدمی ہے - کیونکہ تمام حاجیوں نے ایک سا لباس ہی پہنا ہوتا ہے اور سب ایک ہی کپڑے میں ملبوس ہوتے ہیں - جن میں سلائی وغیرہ کچھ نہیں ہوتی - یہ یکسانیت ظاہر کرتی ہے - کہ تمام حاجی لوگ ایک ہی برادری

سے کے افراد اور ایک ہی سلک میں منسلک ہیں۔

مکہ معظمہ سے حاجی منا ہی جاتا ہے جو وہاں سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ وہ مقام ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر کی بجائے حسب فرمان باری تعالیٰ جانور کی قربانی کی تھی۔ حاجی یہاں رات بسر کر کے دوسری صبح عرفات کی طرف کوچ کرتے ہیں جو منا سے سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ تیسرے پہر امام تمام مجمع کو حج کا خطبہ دیتا ہے۔ شام کے وقت حاجی مزدلفہ میں جو عرفات اور منا کے عین وسط میں ہے پہنچ جاتا ہے۔ لفظ الحاج جو بعض مسلمانوں کے نام کے ساتھ لگایا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے خانہ کعبہ کا حج کیا ہے۔ اسلام کے ظہور سے پیشتر بھی مکہ معظمہ کا حج کیا جاتا تھا اور نہ صرف عرب کے مختلف حصص سے بلکہ یمن۔ حضرموت۔ خلیج فارس کے کناروں شام کے صحرا سے اور عراق عرب کے دور دراز علاقوں سے لوگوں جوق درجوق یہاں آتے تھے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامناً ؕ واتخذوا من مقام ابراھم مصلی ؕ وعھدنا الی ابراھم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود ہ (سورۃ البقرآیت ۱۲۵)

ترجمہ: اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے مرجع اور امن بنایا۔ اور ابراہیم کے مقام کو قبلہ نماز بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ میرے گھر کو پاک کرو طواف کرنے والوں کے لئے اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے "

حج ایک مذہبی سپرٹ کے ساتھ اور طہارت کی حالت میں کرنا چاہئیے جیسا کہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔

الحج اشھر معلومات ؕ فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ؕ وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ ؕ وتزودوا فان خیر الزاد التقوی واتقون یاولی الالباب ہ (سورۃ البقرآیت ۱۹۷)

ترجمہ۔ حج کے مہینے معلوم ہیں پس جس نے ان میں اپنے اوپر حج لازم کرلیا تو حج میں نہ فحش کلام اور گالی گلوچ اور نہ کوئی جھگڑا ہو اور جو کچھ نیکی تم کرتے ہو اللہ سے جانتا ہے۔ اور زاد راہ لے لیا کرو البتہ بہترین توشہ تقویٰ ہے اور اے عقل والو میرا تقویٰ اختیار کرو "

"Reformation" کے ایام سے پہلے عیسائیوں کے حج متانت اور خلوص پر مبنی تھے اور لوگ بتعداد کثیر یہ رسم ادا کرتے تھے - اور اس لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت یہ رسم بہت محبوب و مقبول سمجھی جاتی تھی ۱۱۷۹ء میں لوئیس ہفتم شاہ فرانس نے ایک معمولی حاجی کے لباس میں کنٹربری کی زیارت کی اور بیکٹ کے مزار پر جاکر ڈافن کی صحت کے لئے دعا کی اور کہا جاتا ہے کہ یہ دعا فی الفور قبول ہوگئی جب ایڈورڈ دوم برکلے کاسل میں قتل ہو کر ۱۳۲۷ء میں گلوسٹر کے مقام پر دفن کیا گیا تو اس وقت زائرین کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ ان کی رہائش کے لئے ایک بہت بڑی تعداد ہوسٹلوں کی کھولی گئی

۱۴۲۹ء میں آرلی اینز کا حج جین دی آرک نے بمعیت این - ڈے انجو کیا وہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے یادگار روزگار ہے - نینسی سے چائی نن کو جاتے ہوئے اس نے فوجی تربیت کے متعلق بہت کچھ کام کیا اُس نے قسم کھانے زیادہ تیز شراب پینے - جوا کھیلنے - اور نجومیوں اور رمالوں کے پاس جانے اور اُن سے فالیں نکلوانے کی قبیح رسوم کا انسداد کیا - ہر ناجائز کارروائی پر تعزیر مقرر کی - اس نے تاکید کی کہ ہر روز سفر کرنے پر دعا مانگی جائے - چائی نن سے آرلی اینز تک کا سفر حج اسی ہوشیاری اور احتیاط سے کیا گیا - اُس نے اپنے آپ کو اور اپنے مشن کو " خدائے جنگ " کے نام پر نامزد کیا اور اپنا پورا اعتماد خدا کی امداد پر کیا -

اے ایس ٹربر وائیل (Turber Ville) اپنی تصنیف Mediaeval Heresy and Inquisition میں لکھتے ہیں کہ اکثر حج کو بطور تعزیر کے عائد کیا کرتی اور بعض اوقات ان مجرمین کو فلسطین میں بھیجا جاتا تھا تاکہ وہ " کفار "[1] کے خلاف جنگ صلیبی میں حصہ لے سکیں - جب اس سے کم درجہ کے حج مقرر کئے گئے تو ان مجرموں کو اپنے کام کاج جس سے وہ اپنے لئے روزی کماتے تھے چھوڑنے پڑتے تھے - اور انکو سفر پر بھیج دیا جاتا تھا جس میں کئی مہینے اور بعض اوقات کئی سال لگ جاتے تھے جسمیں مجرم کو اپنی جان کا بھی خطرہ رہتا تھا ایسے مجرم حاجیوں کیلئے سزا سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی اور نہ یہ ممکن تھا کہ وہ چند دنوں تک ادھر ادھر پھر پھرا کر چلے آئیں بلکہ ان پر سخت پابندیاں عائد کی ہوئی تھیں - انہیں حکم

---

[1] نقل کفر کفر نہ باشد

تھا کہ جن مقدس مقامات پر ان کو بھیجا جاتا ہے۔ وہ وہاں کے پادری کی تحریر لائیں جس سے ثابت ہو سکے کہ وہ درحقیقت وہاں پہنچے تھے۔ اور انہوں نے مقررکردہ پروگرام کے مطابق سفر کیا ہے۔

لیکن زیادہ دل خوش کن وہ ہفت وار حج ہے جو آجکل اخبار "چرچ آف انگلینڈ" میں شائع کیا جاتا ہے۔ اور جسے "لیڈی آف وال سنگم" کا حج کہکر پکارا جاتا ہے۔ وال سنگم ۱۰۶۱ء میں حج کا مقام تجویز ہوا جبکہ ایک غیر معروف بیوہ عورت نے وہاں ایک چھوٹا سا گرجا ناصرہ کے گرجا کے ڈیزائن پر بنایا۔ اور ناصرہ وہ جگہ ہے جہاں عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق جبرائیل علیہ السلام کی ملاقات حضرت مریم صدیقہ سے ہوئی۔ اراسمس نے اس گرجا کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

"سمندر کے قریب ہی تقریباً ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ واقع ہے۔ اس کی آبادی زیادہ تر حاجیوں پر ہی مشتمل ہے۔ وہاں پادریوں کا ایک کالج ہے جو اُن کے ہی دادودہش کے بل بستے پر چلتا ہے اس گرجا کے اندر ایک عبادت گاہ ہے جو سب لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ اس کے دونوں طرف ایک تنگ اور چھوٹے دروازہ سے لوگ بصد عجز و نیاز داخل ہوتے ہیں۔ اور اپنے ہدیے بھی ساتھ لاتے ہیں۔ اس کے اندر روشنی بہت دھیمی رہتی ہے۔ سوائے موم بتیوں کے اور کوئی چیز نہیں جلائی جاتی۔ جن سے بھینی بھینی خوشبو آتی ہے۔ اگر آپ اس کے اندرونی حصہ کو غور سے دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ مقام بہشت بریں ہے۔ جو قیمتی پتھروں اور سونا چاندی سے جگمگا رہا ہے"۔

کیم ڈین نے لکھا ہے کہ بادشاہ اس عبادت گاہ میں آتے تھے۔ اور اس کا اس قدر احترام مدنظر تھا کہ وہ برہنہ پاؤں چل کر آتے تھے۔

جیروم نے فلسطین کے حج کو اس دلیل کی بنا پر روکنے کی کوشش کی کہ انسان خدا کو برطانیہ سے بھی ایسا ہی نزدیک پاتا ہے جیسا کہ فلسطین سے۔ اُن دنوں میں حاجیوں کی ضروری پوشاک ایک بھورے رنگ کا اُونی لباس اور فیلٹ کی ٹوپی ہوتی تھی۔ عصا۔ ایک بیگ اور پانی کی بوتل بھی۔ حاجی لوگ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ بطور ریاضت کے بعض لوگ برہنہ پاؤں چلتے تھے اور عہد کرتے تھے کہ جب تک کہ حج ختم نہ ہو وہ نہ بال کٹوائیں گے اور نہ داڑھی ترشوائیں گے۔ کنٹربری کے حاجی سنا جاتا ہے کہ اپنے حج کو راگ اور موسیقی

اور بعض اوقات ان میں سے شاندار اور فرحت بخش بنا لیتے تھے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ بعض حاجی ان راگ راگنیوں کو ایک مزید عبادت سمجھتے ہیں۔

رائی کاٹ (Ricaut) بیان کرتا ہے کہ یونانی عیسائی گرجوں اور عبادت گاہوں کی زیارت کے بڑے شائق تھے۔ بالخصوص ایسے مقامات کے جو چٹانوں پر ہوں۔ جہاں تک پہنچنا وقت طلب ہو۔ اور ان کی عبادت کا ایک بڑا حصہ اس خود عائد کردہ سفر کی تکان پر مشتمل تھا۔

استفسارات وجوابات

استفسار:۔ کیا آپ کا خیال نہیں ہے کہ مسلم لیگ کا یہ خطرہ کہ وہ اچھوت کی طرح سلوک کئے جائیں گے محض ایک حکمت عملی یا عذر لنگ نہیں تھا۔ اور ان کا اصل مقصد اپنے آپ کو بڑا بنانا اور ان علاقوں میں جہاں ان کی اکثریت تھی حاکم بننا تھا۔ کیا ایسی تحریک اسلام کے خلاف نہیں ہے؟

جواب:۔ یہ ایک حقیقی خطرہ تھا۔ اس میں کوئی بناوٹ یا تصنع نہ تھا۔ نہ یہ حکمت عملی یا عذر لنگ تھا۔ اگر آپ کو اس کے متعلق کچھ شک ہے تو آپ ذرا کشمیر جائیں جو ع اگر فردوس بر روئے زمین است ہمین است ہمین است وہمین است کا مصداق ہے۔ وہاں کی مسلمان کشمیری آبادی کو جو خوبصورتی اور جفاکشی میں اپنی نظیر آپ ہے ایک اچھوت کی قوم سے زیادہ حیثیت حاصل نہیں اس جنت نظیر ملک میں اس قوم کی مفلسی اور غربت۔ بے پناہ غلاظت اور گندگی ایک ضرب المثل ہے۔ ان میں سے مردانگی کے تمام جوہر چھینے گئے ہیں۔ گاؤکشی کی سزا موت تھی۔ اور اب ۷۔ سال قید با مشقت کی سزا ہے۔ اس میں ذرا بھر شک نہیں کہ ہندوؤں کی حکومت مسلمانوں کی اقلیت کے لئے ایک وبال جان تھی اور ان کے ماتحت وہ کسی حالت میں معزز طور پر زندگی

بسر نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ وہ اپنی ثقافتی روایات کو زندہ رکھ سکتے تھے۔ آپ غور کریں کہ مسٹر پٹیل نے مسلمانوں کی زبان کے ساتھ ریڈیو کے سلسلہ میں کیا سلوک روا رکھا ہے۔ یوماً فیوماً اس کی زبان تعلیم یافتہ مسلمانوں کے لئے بھی ناقابل فہم بن رہی ہے۔ اور جب ایک قوم کی تہذیب مٹ جائے وہ قوم دیر تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ سیٹھ برلا کی تحریک کو ہی لے لیجئے جو وہ گاؤکشی کے متعلق ملک میں کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اس کی قطعاً ممانعت کر دی جائے اور اس کے خلاف قانون بنایا جائے۔ کیا یہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر دست اندازی نہیں۔ بھلا مسلمانوں پر گائے کے تقدس کو ٹھونسنا کیا معنے رکھتا ہے۔ پھر ذرا اس جھنڈے کو ہی لے لیجئے جو ہندوستان کی مملکت نے اختیار کیا ہے۔ ہندوستان میں ابھی کروڑوں مسلمان آباد ہیں۔ جھنڈے پر اشوک کے چکر کا کیا مطلب؟ یہ جھنڈا تو ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک مشترکہ نشان ہے۔ اس پر اورنگ زیب کا نشان کیوں نہ ہو۔ جس کو مسلمان اشوک سے کہیں اعلیٰ اور ارفع مانتے ہیں۔ ہر چیز کو ہندویت میں ڈھالنے کی کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ بعض صوبائی حکومتوں نے مسلمان ملازمین کے لئے ہندی زبان کا سیکھنا لازمی قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ دو مہینے کے اندر اندر یہ زبان سیکھ لیں۔ ورنہ اپنی ملازمتیں چھوڑ دیں یہ سب کچھ ایسی صورت میں ہو رہا ہے کہ پاکستان ایک نہایت قریب میں ایک اسلامی ریاست واقع ہے۔ پاکستان کے بغیر مسلمانوں کی کیا حالت ہوتی بیان کرنے کی بجائے اس کا تصور کرنا ہی بہتر ہے۔ اگر پاکستان نہ ہوتا تو جو کچھ سپین میں گذرا وہی کچھ یہاں بھی ظہور پذیر ہوتا۔

---

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) [illegible] ماہ یا دو مشن کو پہنچتا ہے۔ (۲) ششماہی یا سالانہ [illegible] اس کا خرچ کے لئے [illegible] اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ [illegible] ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس سلسلہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ تین روپے اور ممالک غیر کیلئے [illegible] ہے (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں یورپ کی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاوے گی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی ندر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینیٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ) ایک کارکن نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ [illegible] سال ہے یہ [illegible] یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ [illegible] میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے رو براہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آئندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لندن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر ی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔
Address in England — The Imam, The Mosque, WoKing, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) [illegible]

JUNE, 1948 Regd. L. No. 908

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانیِ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ
خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے +

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۴۳	بابت ماہ جون ۱۹۴۸ء	نمبر ۶

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر چھپ کر عزیز منزل ... لاہور سے شائع ہوا)

شذرات

اسلام اقلیتوں کی پوری پوری حفاظت کرتا ہے

اسلام کی عدیم النظیر رواداری

مہاتما گاندہی کی آخری خواہش یہ تھی کہ ہندو پاکستان میں اور مسلمان ہندوستان میں جہاں جہاں وہ مقیم ہیں۔ بدستور وہاں رہیں۔ اور دونوں مملکتوں میں اقلیتوں کے تحفظ کے ایسے ذرائع اور وسائل تجویز کئے جائیں جن سے وہ اپنے اپنے وطنوں میں عزت و آبرو سے زندگی بسر کر سکیں۔ ہندو قوم کے ایک بڑے طبقہ کی یہ خواہش ہے کہ ہندوستان میں ایک بھی مسلمان رہنے نہ پائے۔ ان کا نام ونشان سرزمین ہندوستان، سے کلیتہ مٹا دینا چاہیئے۔ اُن کا اصول کیا ہے ؟" ہندوستان ہندوؤں کے لئے" لیکن مہاتما گاندہی نے اس اصول کی مخالفت پکڑ باندہی۔ انہوں نے اس غرض کے لئے مرن برت بھی رکھا۔ اور بالآخر اپنی جان اس اصول پر قربان کرنی پڑی

مہاتما گاندہی بھی ہندو قوم کا ایک فرد تھا۔ وہ ایک غور کرنے والا دماغ لیکر آئے تھے۔ وہ واقعات کو دوسروں کی آنکھ سے نہیں دیکھتے تھے۔ بلکہ جس بات کو وہ خود صحیح سمجھتے تھے۔ اس پر ہی عمل پیرا ہوتے تھے۔ اور اسی کی وہ تلقین کرتے تھے۔ انہوں نے اسلام کا بھی مطالعہ کیا تھا۔ اور اسلام کی تعلیم سے بہت فائدہ اٹھایا تھا۔ چنانچہ جب کانگریس کی وزارتیں قائم ہوئیں انہوں نے کانگریسی

وزرا کو نصیحت کی کہ وہ اس طرح حکومت کریں جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کی تھی۔

اقلیتوں کے تحفظ کا سوال ایک حکومت کے لئے بہت بڑا اہم سوال ہے اس پر ہی سلطنت کی پائیداری اور طاقت منحصر ہے دنیا میں جس قدر نظام حکومت قائم ہیں۔ ان سب میں اسلام اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جب جزیرہ نمائے عرب اسلام کے زیر نگین ہوا۔ تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام غیر مسلم اقلیتوں کو ایک چارٹر مرحمت فرمایا۔ ان اقلیتوں میں یہودی عیسائی زرتشت سب شامل تھے حضور صلعم نے ان سب کو ضمیر کی آزادی دی اور ان کے جان و مال عزت و آبرو کے تحفظ کا پورا پورا اہتمام کر دیا۔ ہم بطور نمونہ ذیل میں اس چارٹر کا ترجمہ دیتے ہیں۔ جو حضور صلعم نے زرتشتوں کو عنایت فرمایا:۔

"یہ اللہ کے رسول کا مکتوب آزادی ہے۔ فرخ بن شاخسن اور اس کے قبیلہ اور اس کی اولاد کے نام جب تک وہ زندہ ہوں۔ خواہ وہ مسلمان ہوں یا اپنے مذہب کے ہی پابند ہیں تحقیق فرخ بن شاخسن کو امان دی جاتی ہے۔ اور اس کے بیٹوں کو امان دی جاتی ہے۔ ان کی زندگیاں ان کی جائدادیں ان کی زمینیں جن میں وہ رہتے ہیں۔ ان کے میدان ان کی پہاڑیاں سب محفوظ رہیں گی۔ ان کو ان کے کنوؤں اور ان کی چراگاہوں کے استعمال کی پوری پوری اجازت اور آزادی دی جاتی ہے۔ ان پر کوئی ظلم یا تشدد روا نہیں رکھا جائے گا۔ اور جن پر میرا یہ مکتوب پڑھا جائے ان کو لازم ہے کہ وہ ان کی حفاظت کریں۔ ان کو پوری پوری آزادی دیں۔ ان سے کسی عداوت یا دشمنی کا اظہار نہ کریں۔ ان کی بے عزتی نہ کی جائے اور ان پر کوئی جبر روا نہ رکھا جائے۔ ان کو پوری آزادی ہے کہ وہ اپنے آتش کدوں پر قابض رہیں۔ اور ان آتش کدوں کے ساتھ جو زمینیں اور جائدادیں منسلک ہیں وہ بھی ان کی ہی ہوں گی۔ ان کو اعلیٰ لباس پہننے کی ممانعت نہ کی جائے۔ ان کو عمارتیں بنانے سے روکا نہ جائے۔ اور جو رسوم ان کے مذہب میں مروج ہیں ان کو پورا کرنے کی پوری پوری اجازت ہے۔ اور ان کی تجہیز و تکفین میں بھی جس طرح وہ پسند کریں ان کو آزادی ہوگی۔ جتنی اقلیتیں

اسلام کے ماتحت ہیں ان سب سے زیادہ اس قوم کی بہتری کا خیال رکھا جائے"۔

یہ خلاصہ ہے اس چارٹر کا جو حضرت نبی کریم صلعم نے زرتشتیوں کو مرحمت فرمایا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس چارٹر کی رو سے اس قوم کو ہر قسم کی آزادی دی گئی ہے سا سلام جو برکات دنیا میں لیکر آیا ان میں ایک اقلیتوں کی حفاظت ہے۔ کاش اس دنیا کی قومیں ان برکات سے متمتع ہوں۔ اور اس تعلیم پر کاربند ہوکر اپنی سلطنت کے استحکام کا اہتمام کریں۔

گداگری کے انسداد کے متعلق گورنمنٹ مغربی پنجاب کا مستحسن اقدام

مغربی پنجاب کی حکومت نے گداگری کے انسداد کا قانون پاس کرکے بہت بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے۔ اور ہم حکومت کے اس اقدام کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام گداگری کا مخالف ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص گداگری کرے گا۔ قیامت کے دن اس کے چہرہ کا گوشت اڑا ہوا ہوگا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام نے تاکید کی ہے کہ وہ سائل سے بدسلوکی نہ کریں۔ بلکہ یہاں تک کہ اس کو جھڑکیں بھی نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ واما السائل فلا تنھر۔ پھر فرمایا قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذیٰ۔ ایک محبت کا کلمہ اور معافی اس صدقہ سے بہتر ہے۔ جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے۔ ایک دفعہ ایک سائل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ برا بھلا نہ کہا۔ بلکہ اس کا پیالہ اس سے لیا اور دو درہم میں بیچ ڈالا۔ ان درہموں سے آپ نے اس کو ایک کلہاڑا خرید دیا۔ اور اس سائل کو حکم دیا کہ وہ اس سے لکڑیاں کاٹ کر لایا کرے اور بازار میں فروخت کیا کرے۔ اس شخص نے اس پر عمل کیا اور چند دنوں کے اندر اندر اس کی حالت تبدیل ہوگئی اس کے پاس کھانے پینے کے لئے کافی ہوگیا۔ اور آسائش کی زندگی بسر کرنے لگ گیا۔

گداگری کے انسداد کے لئے اس سے پہلے بھی کئی ایک دفعہ کوشش کی گئی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے

کہ اس باب میں پوری پوری کوشش عمل میں نہیں لائی گئی - اور اس وجہ سے اس بدرسم کا انسداد نہ ہوسکا۔ اور اگر اب بھی اس بارہ میں پوری پوری کوشش نہ کی گئی تو خطرہ ہے کہ موجودہ اقدام بھی بے اثر ثابت ہو۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ موجودہ انقلابی دور میں لاتعداد پناہ گزین مشرقی پنجاب سے تباہ و برباد ہو کر مغربی پنجاب میں آگئے ہیں۔ اور ان کی حالت قابل رحم ہے - ان بدنصیبوں کے پاس نہ کھانے کو روٹی ہے نہ پہننے کو کپڑا - وہ اپنا پیٹ پالنے کے لئے اگر گداگری نہ کریں تو کیا کریں - جہاں ہماری مغربی پنجاب کی گورنمنٹ نے نہایت عاقبت اندیشی سے کام لیکر ایسے لوگوں کے لئے جو جسمانی طور پر روٹی کمانے کے قابل نہیں ہیں دارالغربا کھول دیئے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو کام کرنے کے قابل ہیں کام بھی مہیا کرنا چاہیئے تاکہ وہ جائز ذرائع سے کما کر اپنا اور اپنے متعلقین کا پیٹ پال سکیں۔

پاکستان جیسی اسلامی سلطنت کے اندر گداگری واقعی ایک لعنت ہے اور اس کا دور کرنا گورنمنٹ کا بھی فرض ہے اور پبلک کا بھی - خیرات اور صدقات اچھی چیزیں ہیں لیکن ان کا صحیح مصرف نہایت ضروری ہے - ہماری قوم کا بہت سا روپیہ غلط طریق پر صرف ہوتا ہے اگر اس روپیہ کو کسی نظام کے ماتحت صرف کیا جائے تو ملک میں ایک بھی محتاج نظر نہ آئے۔

زکوٰۃ صدقات اور خیرات کا کل روپیہ اگر پبلک فنڈ میں جمع ہو اور پھر وہاں سے مناسب طریق پر مستحقین میں تقسیم کیا جائے تو قوم کے مصائب ایک تھوڑے عرصہ کے اندر دور ہوسکتے ہیں - اس لئے ہماری رائے یہی ہے کہ بلا توقف ایک بیت المال قائم کر دیا جائے اور اس میں قوم کا ہر فرد کچھ نہ کچھ حصہ لے یہ ایک مستقل فنڈ ہوگا - اور اس سے قوم کی بے شمار ضروریات پوری ہوتی رہیں گی۔

ہریجن اور جگن ناتھ مندر کا داخلہ

ہندومت اور ذات پات کی تمیز مترادف چیزیں ہیں - ہندوؤں میں شودر ذلیل ترین طبقہ سمجھا جاتا ہے - ان کو نہایت حقارت سے دیکھا جاتا ہے اور سخت ہتک آمیز سلوک ان سے روا رکھا جاتا ہے

حتیٰ کہ ان کو مندر میں داخلہ کی اجازت نہیں۔ مہاتما گاندھی نے اس بدنصیب طبقہ کے لئے بہت کچھ کوشش کی۔ مگر ان کی تمام مساعی ناکام ثابت ہوئیں۔ گذشتہ دنوں جب کہ مہاتما گاندھی کی راکھ متبرک دریاؤں کے سپرد کی جا رہی تھی۔ بعض بہی خواہان قوم نے ارادہ کیا تھا۔ کہ ایسے موقعہ پر گاندھی جی کی یادگار میں ہریجنوں کو جگن ناتھ کے مندر میں داخلہ کی اجازت دی جائے مگر برہمن جو ویدوں کی تعلیم کے مطابق برہما جی مہاراج کے منہ سے پیدا ہوئے ہیں انہیں کب گوارا ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور ہریجنوں کیلئے مندر کے دروازے بند کے بند ہی رہے۔

اس کے بالمقابل اسلام کی مساوات پر نظر ڈالئے اس نے ذات پات کی قیود کو یک قلم موقوف کر دیا فرمایا۔

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

یعنی اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ تم پہچانے جاؤ بے شک تم ہیں سے زیادہ معزز وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

اس طرح سے اسلام نے اخوۃ اسلامی کی بنیادیں وسیع پیمانہ پر قایم کر دی ہیں۔ تمام انسان ایک ہی خاندان کے افراد ہیں۔ ان کے اندر جو قومیں اور مختلف قبیلے پائے جاتے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے تمیز کئے جائیں۔ لیکن انہیں ایک دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت کی اصل چیز تقویٰ ہے جو شخص زیادہ متقی ہوگا وہی قابل عزت ہے۔

غرضکہ اسلام نے اخلاقی فوقیت کو اہمیت دی ہے۔ اس میں ذات پات کا کوئی دخل نہیں۔ اگر ہریجن چاہتے ہیں کہ وہ معزز ہوں اگر وہ چاہتے ہیں کہ ان کو قوم کے اندر مساوی مرتبہ حاصل ہو تو انہیں سوائے اس کے چارہ نہیں کہ وہ اسلام کی آغوش میں آجائیں۔ ان کی قوم کے اندر ان کے لئے کوئی عزت نہیں یہ عزت ان کو اسلام کے اندر ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

حضرت اورنگ زیب عالمگیر کا جذبہ رواداری

"دکن ٹائمز" میں ایک مقالہ حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے متعلق شائع ہوا ہے۔ جو نہایت قابل قدر تواریخی واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں فاضل مضمون نگار نے ان تمام الزامات کا ازالہ کر دیا ہے۔ جو اس نیک نہاد بادشاہ پر لگائے جاتے ہیں۔ ایک بہت بڑا الزام جو شاہ موصوف پر لگایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کے متعلق ایک فرمان جاری کیا تھا۔ جس کی رو سے تمام ہندوؤں کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا تھا۔ یہ ایک نہایت غلط الزام ہے۔ اور تاریخی شواہد صریح اس کے خلاف ہیں۔ اورنگ زیب کے عہد حکومت میں بے شمار ہندو بڑی بڑی اعلیٰ اسامیوں پر متمکن تھے۔ ان میں سے بعض صوبوں کے گورنر بھی تھے۔ اور بڑے بڑے معرکوں میں ان کو فوجی کمانڈ سپرد کیا جاتا تھا۔ سر تھامس آرنلڈ نے لکھا ہے کہ اورنگ زیب کے قوانین اور احکام کا ایک مجموعہ انہیں مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس بادشاہ پر جو تعصب کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس نے ہندوؤں کو اپنی مملکت میں ملازمتوں میں سے خارج کر دیا تھا۔ قطعاً غلط ہے۔ اس کے ایک فرمان کا مضمون تھا:۔

حکومت کی تمام آسامیاں قابلیت کے مطابق دی جانی چاہئیں۔ ان ذمہ دار اسامیوں کا معیار ایک شخص کی اہلیت اور قابلیت ہے نہ کچھ اور" علاوہ ازیں یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ باوجود اس امر کے کہ جسونت سنگھ نے بڑی بڑی بے اعتدالیاں کیں اور بادشاہ کے خلاف بڑے بڑے ناپاک اور ناقابل معافی منصوبے گانٹھے مگر اورنگ زیب اس کو بار بار معاف کرتا رہا۔ اور جب اس کا بیٹا اجیت سنگھ جو باپ کے مرنے کے بعد پیدا ہوا تھا جوان ہوا تو اس کو مارواڑ کا راجا بنا دیا۔

اس قسم کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اورنگ زیب ہندو راجپوتوں کو کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ بلکہ ان کے ساتھ رحم کا سلوک کرتا تھا۔ اور ہر قسم کی مراعات اور نوازشات سے ان کو سرفراز کرتا تھا۔

قابلِ دید کتابیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
نبوت کا ظہور اتم المعروف نبی کامل صلعم	دو روپے	تمدن اسلام	۱۴ر
ینابیع المسیحیت	۱۴ر	رازحیات یا انجیل عمل	۱۲ر
موضوع قرآن	۴ر	تحفۂ کرسمس	۴ر
توحید فی الاسلام	۱۰ر	سلک مروارید	۱۰ر
ضرورت الہام	۸ر	مکالمات ملیہ	۱۰ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۰ر	مذہب محبت	۴ر
مطالعہ اسلام	۱۰ر	لمعات انوار محمدیہ	۶ر
ذرات عالم کا مذہب	۴ر	اسوۂ حسنہ	۸ر
ام السنہ	۸ر	براہین نیرہ	۱۲ر
خطبات غربیہ	۱۲ر	سیر افکار	۱۲ر
مقصد مذہب	۳ر	ہستی باریتعالیٰ	۶ر
پیام اسلام	۸ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر

ملنے کا پتہ :- مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پاکستان)

آستانۂ صداقت اسلام

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

سلسلہ کیلئے اشاعت اسلام ماہ مئی ۲۸ء ملاحظہ فرمائیں

میں نے گذشتہ اوراق میں بتایا ہے کہ تمام دنیاوی خرخشوں اور بدنظمیوں کا باعث صرف یہی ہے کہ لوگ دنیاوی مقبوضات، ضمنی تعلقات اور دیگر علایق کو بے انتہا اہمیت دیتے ہیں۔ اس برائی کا ازالہ کرنے کے لئے فریضۂ حج مقرر کیا گیا ہے، جس کی رو سے ذی استطاعت مسلمانوں کو زندگی میں ایک مرتبہ مکہ معظمہ جانا لازمی ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو صعوبات سفر اور دشواریاں پیش آتی ہیں، ان کو سہنے کے بعد دولت مندوں کو خصوصاً اور عوام کو عموماً، اس بات کا پورے طور سے احساس ہو جاتا ہے کہ خویش و اقارب سے جدا ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ خانہ کعبہ سے کچھ فاصلہ پر تمام حاجی اپنا معمولی لباس اتار کر ایک سا لباس پہن لیتے ہیں۔ وہ لباس کیا ہوتا ہے؟ ٹھے کی دو چادریں ایک کندھوں پر پڑی ہوئی دوسری کمر سے بندھی ہوئی۔ اور اگرچہ وہاں مختلف المراتب افراد جمع ہوتے ہیں لیکن یکسانیت لباس کی وجہ سے سب مساوی المرتبت معلوم ہوتے ہیں نیز اس کی بدولت، موجودہ جذبہ وطنیت کی جو تنگدلی کا باعث ہو رہی ہے، بہت کچھ اصلاح ہو جاتی ہے، اور جذبہ حب وطن میں رفق و ملایمت اور تنظیم پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالےٰ سے دعا کی تھی۔ "اے خدا! تو لوگوں کے دلوں کو اہالی مکہ کی طرف مائل کر، اور انہیں کھانے کے لئے پھل عطا کر" حضرت ابراہیم یہ چاہتے تھے کہ مکہ مختلف اقوام کا مرکز بن جائے۔ مکہ جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ وادئی غیر ذی زرع ہے۔ لیکن

وہاں کے باشندے، دنیا بھر کے پھلوں سے متمتع ہوتے ہیں - اور امریکہ جاپان، ہندوستان آسٹریلیا غرضکہ دنیا کا وہ کون سا ملک ہے جہاں کے مسلمان، مکہ معظمہ آنے کی خواہش نہیں کرتے؟ حج کا نظارہ بھی ایک منکرِ اسلام کے لئے نہایت. بصیرت افروز ہوتا ہے - ۱۹۱۲ء میں جبکہ مجھے حج کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی - میں نے خود اپنی آنکھوں سے تمام دنیا کے مسلمانوں کو اُم القریٰ یعنی مکہ معظمہ میں جمع ہوتے ہوئے دیکھا اور اسی لئے قدیم الایام سے مکہ کو اُم البلاد کہتے ہیں - ۹ ذی الحجہ کو تقریباً چار لاکھ مسلمان جو دنیا کے مختلف ممالک مثلاً فلپائن، چین - ملایا برما - ہندوستان افغانستان، ایران، ترکستان - عراق - روس - شام - مصر - ترکی - حبش - ٹیونس مراکو - جاوا - اور آسٹریلیا سے یہاں جمع ہوئے اور تین افراد انگلستان سے بھی گئے تھے - ایک میں اور دو میرے دوست یہاں سے سب لوگ موضع منا کو گئے جو مکہ سے چھ میل ہے - اور جہاں حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے پیش کیا تھا - رات یہیں بسر کی - صبح کی نماز پڑھ کر ہم سب جبلِ عرفات کو گئے، جو منا سے بھی چھ میل ہے - جہاں ہم کو دوپہر سے پہلے پہنچنا تھا - بہرکیف یہ بھی نہایت موثر نظارہ تھا - اونٹوں، گھوڑوں اور گدھوں کی ایک طولانی قطار ایک سرے سے دوسرے سرے تک متحرک نظر آتی تھی جو حاجیوں کو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں - خال خال گاڑیاں اور موٹر لاریاں بھی تھیں، اور نصف سے زیادہ تعداد پیدل چل رہی تھی یہ لوگ نسل، زبان، اور رنگ کے اعتبار سے باہمدگر مغائر تھے - مراتب اور [illegible] تمدن کے لحاظ سے بھی متفاوت تھے، لیکن سب کے سب ایک ہی سلک اخوت میں منسلک تھے، اور نشۂ توحید الٰہی میں سرشار، اور صہبائے مساوات انسانی سے سرخوش تھے - قاعدہ ہے کہ اگر کسی طرح معلوم ہوجائے کہ فلاں شخص ذات والا، یا دولت مند ہے تو ہر شخص اس کی عزت و تکریم کرتا ہے، اور بیش قیمت لباس کی تعظیم تو اجنبی بھی کرسکتا ہے - لیکن مشیت الٰہی نے، جو انسانی پیدا کردہ امتیازات کو حرف غلط کی طرح مٹانا چاہتی تھی - نہ چاہا کہ ایام حج میں، کسی قسم کا امتیاز بین الناس باقی رہے - لہٰذا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر مسلمان، خواہ وہ دنیوی لحاظ سے کیسا ہی بلند اور معزز کیوں نہ ہو، ایام حج میں

اپنا امتیازی لباس نہیں پہن سکتا - بلکہ اُسے لازم ہے کہ مکہ کی چار دیواری سے باہر ہی اُسے اپنے جسم سے علیحدہ کر دے اور صرف دو چادریں جنہیں "احرام" کہتے ہیں - ستر پوشی کے لئے استعمال کرے ایک کاندھوں پر ڈال لے دوسری کمر سے باندھ لے گویا بادشاہ اور گدا دونوں ایک ہی رنگ میں رنگین ہو گئے -

براہ کرم آپ ایک منٹ کے لئے ذرا اس بات کا تصور تو کریں - کہ لاکھوں مرد عورتیں اور بچے جو سوسائٹی کے مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہیں - ایک ہی عاجزانہ لباس پہنے ہوئے، دن رات اور ہفتے مساویانہ طور پر خدمت خداوندی میں گزار رہے ہیں، پھر دیکھئے آپ کے قلب کی کیا کیفیت ہوتی ہے! اور باہم طریق خطاب سوا ئے باپ ماں بھائی بہن کے ملی قدر و مراتب، اور کچھ نہیں ہوتا - حسین مستورات حُسن نسوانی کی جمیع خوبیوں کے باوجود بغیر برقعہ اوڑھے بلا تکلف، اِدھر اُدھر پھرتی ہیں اور کوئی مرد ان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا - کیونکہ ہر شخص خانۂ کعبہ کی عظمت اس درجہ کرتا ہے کہ نگاہ اوپر اٹھاتا ہی نہیں اور نہ کسی کے دل میں بدی یا گناہ کا خیال آتا ہے - ایک بات جس کا اثر میرے دل پر ہمیشہ رہے گا وہ لوگوں کا مہذبانہ برتاؤ تھا - مرد، عورتیں اور بچے، اگرچہ سب کے سب، ایک مقررہ وقت سے پہلے، ایک مقررہ مقام پر پہنچنے کے لئے کوشاں تھے - لیکن کیا مجال جو کوئی کسی کو دھکا دیتا یا کہنی مارتا یا کسی سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا - حد ہے کہ افریقہ کے نیم مہذب افراد بھی اس درجہ متانت اور خوش خلقی کا منظر پیش کر رہے تھے کہ پہلے عورتوں اور بچوں کو گذرنے کا موقعہ دیتے تھے پھر آپ قدم اٹھاتے تھے -

لیکن ایک چیز جس کو میری نگاہیں کامل تین شبانہ روز مجمع میں ڈھونڈتی رہیں مگر نہ پا سکیں وہ پولیس کے اہلکار تھے حالانکہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہر مجمع ہر جلسہ میں اور ہر جگہ موجود ہوتے ہیں خواہ وہ جلسہ دنیاوی ہو یا دینی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پولیس کے اہلکار تو اس مجمع میں کبھی بھی . . . . انتظام کرنے نہیں آتے بلکہ شروع سے لیکر آج تک کبھی ان لوگوں کی ضرورت نہیں پڑی - ان باتوں پر غور کرنے سے مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں خدا نے اپنی بادشاہت تو دنیا میں قائم نہیں کر دی - کہ جس میں اس قدر مختلف الخیال لوگ ایسی رفاقت اور مودت کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تقریب سعید پر ہماری تمام ادنیٰ خواہشات اور حیوانی جذبات

معدوم ہو جاتے ہیں اور ہم دوران حج میں انسان سے فرشتہ بن جاتے ہیں، جبھی تو اس موقعہ پر مکّہ کے ارباب حکومت کو پولیس کے اہلکاروں کی خدمات کی ضرورت نہیں پڑتی حالانکہ یہ لوگ امن و امان قائم کرنے کے لئے ہر جگہ درکار ہوتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ ان کے بغیر امن و امان قائم بھی نہیں ہو سکتا آپ اس واقعہ کی تعبیر خواہ کسی رنگ میں کریں۔ لیکن حقیقت نفس الامری تو یہی ہے کہ میری آنکھوں نے دوران حج میں کوئی ناخوشگوار نظارہ نہیں دیکھا، اور نہ کسی بدی کا کسی شخص نے ارتکاب کیا۔ میں نے ہندوستان میں بہت سے میلے تماشے، دنیاوی بھی اور دینی بھی مسلمانوں کے بھی اور غیر مسلموں کے بھی دیکھے ہیں اسی طرح یورپ میں بھی بہت سے جلسوں مجلسوں اور اجتماعات میں شریک ہونے کا موقع ملا، لیکن کوئی مجمع ایسا نہیں دیکھا جس میں پولیس کے اہلکار موجود نہ ہوں۔ لہذا دوران حج میں ان اہلکاروں کی غیر موجودگی سے میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ مذہب میں وہ قوت ہے کہ انسان کو فرشتہ بنا سکتا ہے اور ان میں اخوت کی وہ روح پھونک سکتا ہے۔ جس کی وجہ سے گناہ کا وجود کالعدم ہو جاتا ہے، کیونکہ مذہب کے حقیقی معنٰی یہی ہیں کہ ہم دوسروں کو فائدہ پہونچانے کے لئے اپنی راحت اور آسائش کو قربان کر دیں۔ اور دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم رکھیں۔ بس یہی وہ جذبہ ہے جو افتراق باہمی کو دور کر کے تمام افراد انسانی کو ایک سلک میں منسلک کر سکتا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ اگر اخوت کی یہ روح لوگوں میں پیدا ہو جاتے تو جملہ برائیاں ایک دن میں کافور ہو سکتی ہیں، کیونکہ دوسروں کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کی خواہش ہی تمام بدیوں کی جڑ ہے۔ اور لالچ تمام عیوب کی بنیاد ہے، اسی کی وجہ سے تمام برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن، اُس شخص کے دل میں جو خود اپنی دولت دوسروں کے لئے خرچ کرنا، فرض اولین سمجھتا ہے، کبھی دوسروں کا مال غصب کرنے کی خواہش پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اور یہی بات "اسلامی اخلاقیات کی سنگِ بنیاد ہے۔ چنانچہ قرآن پاک فرماتا ہے۔

"لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" (سورۃ آل عمران آیت ۹۱)

یعنی تم ہرگز راستبازی کے بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک اس شئے کو خدا کی راہ میں صرف نہ کرو جسے تم محبوب رکھتے ہو۔

الغرض یہ رنگِ طہارت وتقویٰ میں نے دورانِ حج میں ہر جگہ جلوہ فرما پایا۔ اور یہ وہ رنگ ہے۔ جو جو ہر قسم کے گناہ کا قلع قمع کر سکتا ہے۔ خواہ وہ گناہ "موروثی" ہی کیوں نہ ہو اور بغیر صلیب پر چڑھے ہوئے شیطان کا سر کچل سکتا ہے۔ پس ایک مسلم اس خیال میں حق بجانب ہے کہ مکّہ میں حج ادا کرنے سے اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر کسی شخص میں وہ روحِ اخوت، جس کا نظارہ میں نے بیان بھی کیا ہے اور بچشم خود دیکھا بھی ہے، تھوڑی دیر کے لئے پیدا ہو سکتا ہے اور اُس کی حیوانی ... خواہشات اور ادنیٰ جذبات پر غلبہ پا سکتا ہے تو کیا اس کے سابقہ گناہ اُس سے دور نہیں ہو جائیں گے اور کیا وہ راستبازی کی زندگی بسر کرنے کے قابل نہ ہو جائیگا؛ کاش وہ جذبۂ اخوت اور روحِ ایثار جس کا تجربہ میں نے اپنی زندگی کے تین قابلِ یادگار ایام میں کیا ہے، ہم مسلمانوں میں مستقل طور پر پیدا ہو جائے۔ قرونِ اولیٰ یعنی آنحضرت صلعم کا زمانۂ مبارک دوبارہ ہمارے درمیان پیدا ہو جائے۔ میں نے تو ایامِ حج میں، ملکوت السمٰوات کو فاران کی وادی میں دوبارہ قائم ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس کو دیکھ کر میرا یہ خیال یقین کے مرتبہ کو پہنچ گیا کہ آنحضرت صلعم کا زمانہ دوبارہ دنیا میں قائم ہوگا۔ کیا آپ بغیر پولیس اور دیوانی کے اہلکاروں کے کسی ملک میں قیامِ امن وامان کا تصور کر سکتے ہیں؟ لیکن دنیا نے آنحضرت صلعم کی زندگی میں یہ نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جبکہ جرم اور گناہ دونوں کافور ہو گئے تھے۔ اور جو لوگ بدقسمتی سے کسی گناہ کے مرتکب ہو بھی جاتے تھے وہ فوراً آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قصور کا اعتراف کر لیتے تھے، خواہ انہوں نے وہ گناہ، کیسی ہی پوشیدگی میں کیوں نہ کیا ہو۔ خدا کا ہمہ جا حاضر وناظر ہونا، صحابۂ رسول صلعم کی نظر میں ایک مسلّمہ حقیقت ہو گیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس زمانہ میں اہلکارانِ محکمہ پولیس کی ضرورت نہ تھی۔ کسی کو مجرم کے گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی کیونکہ مجرم خود بخود اقبالِ جرم کرنے کے لئے حاضر ہو جاتا تھا۔ دروغ گوئی کا کہیں ڈھونڈے نشان نہیں ملتا تھا۔ لہذا اس زمانہ میں، موجودہ طریق تفتیش اور عدالتی ہرزہ گوئی اور طوالت بے جا کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ کسی شخص کو شہادت استغاثہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی، نہ اظہار دعویٰ اور امور تنقیح طلب کے بیان کی احتیاج ہوتی تھی۔ مدعی نہایت دیانت کے ساتھ اظہارِ دعویٰ

کردیتا تھا اور مدعا علیہ ایمانداری کے ساتھ ان دعاوی کو تسلیم کرلیتا تھا۔ گویا ہر جگہ خدا ہی کی حکومت ہوتی تھی۔ اور آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب مسیحؑ کی یہ دعا کہ "اے خدا تیری بادشاہت آئے" عملی رنگ میں مقبول ہوگئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم

آمدم برسر مطلب، اسلام دنیا میں حقیقی امن و امان قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور اس بات کا نشان مٹانا چاہتا ہے . . . . جو اس مقصد کی تکمیل میں حائل ہوسکے۔ اسلام نہ صرف حقیقی امن کا منظر لوگوں کو دکھانا چاہتا ہے۔ بلکہ وہ ذرائع بھی بتاتا ہے جن کی بدولت وہ امن دنیا میں قائم ہوسکتا ہے۔

ذاتی منفعت حاصل کرنے کا جذبہ یا اصول، جو انسانی فلاح اور آسایش کا محرک ہے، ان باتوں کو زائل بھی کرسکتا ہے۔ لہذا کسی ایسے دستور العمل کی ضرورت تھی۔ جس کی بدولت یہ جذبہ انسانوں کے حق میں مضر نہ ہوسکے، اور لوگ اس کے برے نتائج سے محفوظ رہیں۔ پس اسلام نے انسانوں کو مطلوبہ دستور العمل عطا کردیا۔

طمانیتِ قلب

یہاں تک میں نے دنیاوی امور پر بحث کی ہے۔ کیونکہ امن عالم کا ثبات وقیام انہی مذکورہ بالا اصولوں پر عمل کرنے سے متحقق ہوسکتا ہے۔

لیکن طبایع انسانی کا ایک پہلو اور بھی ہے، جو بلحاظ روحانی کے لحاظ سے وقیع تر ہے، یعنی ہمارا روحانی نشوونما جس کی بدولت ہمارے اندر اعلیٰ ذہنیت اور پاکیزہ اخلاق پیدا ہوسکتے ہیں اور ہم اپنی طبعی اور نفسانی خواہشات پر اقتدار کلی حاصل کرسکتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اب مغربی اقوام بھی اس ضرورت کا احساس کرنے لگی ہیں، اور مادہ پرستی روبزوال ہے۔ لوگ قوتِ خیال کے معترف ہوتے جاتے ہیں اور دوسری طرف نفسی نشوونما کے طریقوں میں دلچسپی لینے لگے ہیں۔ لیکن ان باتوں میں سے کوئی بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی

جب تک ہم کو طمانیت قلبی حاصل نہ ہو۔ اور یہ نعمت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جب ہماری طبیعت خواہشات نفسانی سے پاک اور آزاد ہو، اور ادنی جذبات کے پنجہ میں گرفتار نہ ہو۔ ضروری ہے کہ طبیعتِ انسانی روز بروز عروج حاصل کرے۔ تاکہ ایک دن وہ اپنے سابق حاکم، یعنی نفس امارہ پر غالب آجائے۔ ہمیں اس غلام (طبیعت) کو نفس امارہ کی غلامی سے نجات دلانا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کو (طبیعت، اس قدر رفیع الشان بنانا بھی لازمی ہے کہ وہ اپنے سابق حاکم (نفس امارہ) پر غالب آجائے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جب تک ہماری عقل پر جذباتِ سفلی کی حکومت قائم ہے۔ اس وقت تک ہمیں اطمینان قلبی نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ نفسانی خواہشات ہی اس کی ترقی میں حائل ہوتی ہیں اگر کوئی شخص اپنے دل و دماغ (عقل) کو کامل نشوونما دینا چاہتے تو اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ عقل کو سفلی خواہشات کی غلامی سے آزاد کرائے۔

تعلقات و علایق دنیوی دراصل وہ زنجیریں ہیں۔ جن میں ہماری عقل محبوس ہوتی ہے اور یہی علایق ہمارے سکون قلبی میں سب سے زیادہ خلل انداز ہوتے ہیں۔ اور وقت، روپیہ، تعیش کے اسباب، عیش و عشرت کے سامان، خاندان، احباب، املاک جائداد، ملک، قومیت اور وطنیت وغیرہ ہی وہ علایق ہیں جو ہم کو حیات ارضی سے وابستہ کئے رہتے ہیں۔ اور جو شخص ان تعلقات اور علایق سے آزاد نہیں ہو سکتا، وہ روحانیت کے میدان میں گام زن ہونے کے لایق نہیں ہے۔ پہلا یہ کام ہے کہ انسان ان علایق سے آزاد ہونا سیکھے اور اپنے آپ کو ان قیود سے پاک صاف کرے۔ اور جو چیزیں اس کی روحانی ترقی میں حائل ہوں۔ ان کو اپنے راستہ سے دور کر دے۔ اس کے بعد روحانی مدارج طے کرے۔ اسلام نے تمام مشکلات دور کردی ہیں۔ اور جملہ مسائل کا حل مہیا کر دیا ہے۔ اور ارکان پنجگانہ اسی لئے مقرر فرمائے ہیں۔ کہ انسان اس مرتبۂ عالی کو حاصل کر سکے۔

فی الجملہ جب تک تم اپنی محبوب اشیاء کو خدا کی راہ میں قربان کرنا نہ سیکھو گے۔ اُس وقت تک منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیا خوب فرمایا قرآن مجید نے (آل عمران آیت ۹۱)

"لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون" یعنی تم اس وقت تک راستبازی اور تقویٰ کے بلند مقام کو حاصل نہیں کر سکتے - جب تک اپنی محبوب اشیاء کو خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ اسلام کے مقرر کردہ ان پانچ اصولوں پر عمل کرنے سے تم تقویٰ و راستبازی کے بلند مقام کو حاصل کر سکتے ہو اور انہی کی بدولت تمہیں طمانیت قلبی نصیب ہو سکتی ہے جو در اصل جملہ آیندہ روحانی ترقیات کی ابجد ہے -

---

اسلام

اور

اُس کا بانی صلی اللہ علیہ وسلم

(مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے قلم سے)

اگرچہ اسلام اصالتاً ایسا ہی قدیم ہے جیساکہ انسان - اولاد آدم جس میں سب سے پہلے ضمنی بیداری کی روح آئی اس کا یہی مذہب تھا - اور ازمنۂ مختلفہ میں جو روحانی رہنما اور معلمین آتے رہے ان کا بھی یہی مذہب تھا صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین لیکن سب سے آخر میں اس خاص عربی نام "اسلام" کے ساتھ اس کا ظہور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سنہ ۶۱۰ء میں وقوع میں آیا - اسلام خدا کا وحی کردہ مذہب ہے - خدا کی وحی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کی ایک غار کے اندر جس کو غار حرا کہا جاتا ہے ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی لیلہ مبارکہ میں خلعت نبوۃ سے سرفراز فرمایا - اُس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک چالیس برس کا تھا - اس لیلہ مبارکہ سے جس کو لیلۃ القدر بھی کہا جاتا ہے

لے کر حضرت کی زندگی کے آخری دنوں تک سلسلہ نزول وحی جاری رہا - اسی وحی مبارک کو قرآن مجید کے مبارک نام سے موسوم کیا جاتا ہے - قرآن کے معنے ہیں - وہ چیز جو پڑھی جائے - اس نام کے اندر بھی ایک زبردست پیشگوئی مستتر ہے - کیونکہ دنیا کی کوئی کتاب خواہ وہ مذہبی ہو یا کوئی اور اس قدر کثرت اور تواتر سے پڑھی نہیں جاتی - جس قدر کہ قرآن شریف -

برعکس دوسرے انبیاء کے صلواۃ اللہ علیہم اجمعین ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ پردہ اخفا میں نہیں - آپ ایک تاریخی انسان ہیں - آپ کب پیدا ہوئے - حضور کی ابتدائی زندگی میں کیا کیا واقعات رونما ہوئے - حضور کی شادی کب ہوئی - حضور کو خلعت نبوۃ سے کب سرفراز کیا گیا - حضور کے تمام کارنامے اور حضور کی زندگی کے جملہ واقعات و حالات نہایت صحت و بسط سے کتب تاریخ میں منضبط ہیں - بالخصوص بعد از دعوئے نبوۃ حضور کے حالات اس قدر تفصیل اور تشریح سے ملتے ہیں کہ عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے - کیونکہ نہایت جزوی جزوی حالات کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا -

حضور کی ولادت باسعادت ۵۷۱ء میں وقوع میں آئی یہ وہی سال ہے جس میں یمن کے عیسائی گورنر ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ مکہ معظمہ پر حملہ کیا تھا - مکہ کا اس ہیبتناک حملہ سے معجزانہ رنگ میں محفوظ رہنا آیۃ من آیات اللہ تھا اور گویا اس امر کا نشان تھا کہ قوم عرب کی تاریخ میں ایک نیا باب کھلنے والا ہے - جو اپنی نوعیت میں نہایت اہم اور شاندار ہے - تو حضور کی ولادت سے پیشتر ہی حضور کے والد رحلت گرائے عالم بقا ہو چکے تھے - اور جب حضور کا سن مبارک ۶ سال کا ہوا تو حضور کی والدہ بھی عالم جاودانی کو سدھاریں - اس طرح سے حضور ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یتیم ہو گئے - اور حضور کو ابتدائے زندگی میں ہی دوہرے داغ یتیمی سے دوچار ہونا پڑا - حضور صلعم کے ہمعصر گواہی دیتے ہیں کہ بچپن سے ہی حضور صلعم کی طبیعت میں متانت اور سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری تھی - اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی گہری فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں - معہذا حضور اپنی صداقت شعاری میں شہرۂ آفاق تھے - مکہ شہر میں حضور صلعم کو سب سے زیادہ معتبر اور قابل اعتماد مانا جاتا تھا - اور چھوٹی کے لوگ بھی اپنے اہم معاملات اور تنازعات فیصلہ کے لئے حضور کی خدمت میں ہی پیش کیا کرتے تھے

سچی بات کے اظہار میں حضور کبھی کسی سے نہ ڈرتے اور ہر حالت میں انصاف کی سختی سے پابندی فرماتے ہیچو قسم اوصاف حمیدہ اور اخلاق محمودہ کی وجہ سے حضور اپنے ہم چشموں میں ایک نہایت ممتاز حیثیت حاصل تھی۔ دوسروں کے دکھ اور تکلیف پر حضور کا دل پگھل جاتا۔ لیکن حضور کی ذات مبارک پر اگر سخت سے سخت مصیبت بھی وارد ہوتی۔ تو حضور نہایت صبر و استقلال سے برداشت کرتے۔ ابتدائے شباب میں ہی حضور نے محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کے لئے ایک ادارہ قائم کیا۔ حضور کو اپنی زندگی میں بکریاں چرانے کا بھی اتفاق ہوا اور شہر کی تاجرانہ زندگی کا بھی۔ خدیجہؓ جنہیں بعد میں حضور کی زوجیت کا فخر حاصل ہوا مکہ کی ایک بہت بڑی مالدار خاتون تھی۔ جس کی تجارت کا کام بڑے عروج پر تھا۔ دیانت اور امانت کی شہرت سنکر اس نیک خاتون نے اپنے تجارتی کاروبار کا حضور کو مختار کل بنایا۔ حضور نے فرائض مفوضہ کو ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ خدیجہؓ کے دل میں حضور صلعم کی قدر و منزلت بدرجۂ اتم مرکوز ہوگئی اور عقیدت و محبت کے جذبات سے اس نیک خاتون نے اپنے آپ کو حضور کی زوجیت میں دینا اپنے لئے باعث صد فخر و ابتہاج سمجھا۔ خدیجہؓ کی عمر اُس وقت چالیس سال کی تھی۔ بالفاظ دیگر حضور سے ۱۵ سال بڑی تھی۔ اور وہ ایک بیوہ خاتون تھی۔ دوشیزہ نہ تھی۔ تاہم حضور نے اس کو اپنی زوجیت کے شرف سے مشرف فرمایا۔ خدا کا ذکر اور اس کی عبادت حضور کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ اور حضور کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ دنیوی جھمیلوں سے الگ تھلگ رہ کر حضور اپنا سارا وقت یاد الہی میں بسر کریں۔ جناب خدیجہؓ سے شادی کرکے حضور کو وہ موقعہ مل گیا۔ حضور غار حرا میں تشریف لے جاتے اور دنیا و مافیہا سے منقطع ہو کر یاد خدا میں مصروف رہتے۔ یہ کوئی ایک دو دن کا کام نہ تھا بلکہ یہ سلسلہ غیر متناہی طریق پر جاری رہا۔ اس غار میں حضور خدائے بزرگ و برتر کے حضور دعائیں مانگتے۔ اس سے نہ صرف اپنا ہی تزکیہ مدنظر تھا۔ بلکہ جس درد سے آپ بے تاب تھے وہ خلق خدا کا درد تھا۔ ملک جن بد اخلاقیوں میں مبتلا تھا۔ اور قوم جس فسق و فجور میں گھری ہوئی تھی۔ اس کے تخیل سے حضور کا زہرہ آب آب ہو جاتا تھا۔ حضور خدا سے دعائیں کرتے کہ قوم ہلاکت کے گڑھے سے نکلکر اور گمراہی کے گرداب سے رہا ہو کر امن و عافیت سے ہمکنار اور شاہراہ نجات پر گامزن ہو۔ حضور کو خدا نے ایک غور کرنے والا دل عطا فرمایا تھا۔ آپ قلب سلیم لیکر آئے تھے اور ذہن رسا رکھتے تھے۔ حضور پر یہ امر منکشف ہو چکا تھا کہ خلق خدا جو مختلف قسم کی برائیوں میں مبتلا ہے اور

ایک دوسرے پر جو ظلم و تعدی ہو رہی ہے اس کی اصل وجہ روحانیت سے مبرا ہونا ہے۔ اور یہ وہ بیماری ہے۔ جس نے ساری دنیا کی روح کو ماؤف کر رکھا ہے۔ عامۃ الناس اخلاق عالیہ سے بے بہرہ اور نفسانی غرائض میں منہمک ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کے دلوں میں سے رحم و شفقت کے جذبات مفقود ہو چکے ہیں۔ وہ ایک دوسرے پر ظلم ڈھاتے۔ ہر طرح کے مکر و فریب کرتے اور انتہائے بربریت کا اظہار کرتے ہیں۔ جوں جوں حضور کا استغراق بڑھتا گیا حضور پر علوم و حکم کے انکشافات ہوتے گئے اور تقدیر امم کے رازہائے سربستہ آپ پر کھلتے گئے۔ حتیٰ کہ ایک مبارک رات کو جبکہ سنہ ۶۱۰ء سن عیسوی تھا اور جبکہ حضور کی عمر چالیس برس کی تھی۔ خدائے جل و علیٰ کی طرف سے آپ کو پیغام پہنچا عین اس طرح جس طرح کہ آپ سے پہلے نبیوں کو پہنچا تھا۔ وہ پیغام کیا تھا؛

"اقرا" یعنی پڑھ۔ بالبداہت یہ جواب تھا اُن دعاؤں سے معمور کوششوں کا جو آپ دائمی طور پر "تقدیر امم" کے پڑھنے کے لئے کرتے تھے۔ کیونکہ خود حضور امی تھے اور پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اس تقدیر امم کے اردگرد جو تاریکی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ حضور کا نور فراست اگرچہ بہت ارفع و اعلیٰ تھا تاہم اس کے لئے انوار وحی کی ضرورت تھی۔ جبکہ خدا کے فرشتے نے آپ کو "اقرا" کا پیغام دیا حضور نے نہایت سادگی سے جو فطرت مطہرہ مقدسہ میں ودیعت تھی۔ جواب دیا۔ "ما انا بقاری" میں پڑھ نہیں سکتا۔ اور یہ حضور نے سچ فرمایا۔ تقدیر امم کی ایسی پُراسرار کتاب کو حضور خود بخود کیونکر پڑھ سکتے تھے۔ تین بار فرشتے نے یہی الفاظ دُہرائے اور حضور نے تینوں بار یہی جواب دیا۔ تب فرشتے نے کہا۔ اقرا باسم ربک الذی خلق۔ اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا ہاں اُسی صورت میں حضور وُہ پُر از اسرار کتاب پڑھ سکتے تھے جبکہ خدا کے نام کی روشنی میں پڑھا جائے اور یہ روشنی اب حضور کو دی جا رہی تھی۔ اب خود خدا حضور پر انسانی زندگی کی غرض و غائیت اور اس کی تخلیق کا اصل مقصد اور اُس کے بقا کا باعث منکشف فرما رہا تھا۔ آگے چل کر فرشتہ نے کہا۔ اقرا و ربک الاکرم ہ الذی علم بالقلم ہ علم الانسان ما لم یعلم ہ کلا ان الانسان لیطغیٰ ہ ان راہ استغنیٰ ہ ان الیٰ ربک الرجعیٰ۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھکر بزرگی والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ نہیں انسان سرکشی اختیار

کرتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے تئیں بے نیاز سمجھتا ہے۔ تحقیق تیرے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔"

فی الجملہ یہ معرض تحریر میں آئی ہوئی کلام کے پڑھنے کا پیغام تھا۔ اور یہ وہ پراز اسرار عمل ہے۔ جس سے علم اس عالم رنگ و بو میں معرض وجود میں آتا ہے۔ اس میں ایک انتباہ بھی تھا کہ انسان کو اپنی زندگی کی غرض و غائیت سے استغنا نہیں برتنا چاہیئے۔ ایسا کرنا کمال حماقت اور خلاف عقل و فہم ہے۔ حاصل کلام یہ روشنی کا پیغام تھا۔ یہ قلب انسانی کی استعدادوں کو بروئے کار لانے کا پیغام تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ انسان کی طبیعت میں ایک انقلاب ایک بحران پیدا کیا جائے۔ ایسا انقلاب جو انسانی دماغ کے جمود کو توڑ دے اور تعیش و نفسانیت کے پردے چاک کر کے اس کو انوار روحانیت سے معمور کر دے اور ایک نئی زندگی کی جدوجہد کے لئے آمادہ اور مستعد کر دے۔ کیونکہ یہی ایک طریق تھا۔ جس سے انسانوں کی فلاح وبہبود وابستہ تھی اور یہی واحد ذریعہ تھا جس سے بنی نوع انسان میں حقیقی محبت اور اخوۃ کے جذبات اُبھر سکتے اور باہمی موانست پیدا ہو سکتی تھی۔ اور یہی وہ درد تھا جو ابتدا سے ہی حضرت کے قلب مبارک کو بے چین رکھتا۔ اور جس کے لئے حضور خدائے پاک سے کمال تضرع اور ابتہال سے دعائیں مانگتے تھے۔ وحی جو حضور پر نازل ہوئی اس کی حقیقت اور کیفیت سے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔ اس لئے مختصراً یہ بیان کر دینا فرض ہے کہ اس میں تو شک نہیں کہ وحی قلب انسانی کا نور ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خود بخود دل سے نہیں اٹھتی اس کا منبع قلب انسانی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک خارجی چیز ہے۔ جس طرح انسانی آنکھ کے لئے سورج یا ایک چراغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح قلب انسانی کے لئے ایک خارجی روشنی کی ضرورت ہے۔ روحانی آنکھ تو نبی کے دل میں موجود ہوتی ہے۔ مگر اس کو روشن کرنے کے لئے ایک دوسری روشنی کی ضرورت ہے جو اوپر سے آتی ہے اور یہ وحی کی روشنی ہے۔ جو خدا اپنے انبیا کو عطا کرتا ہے۔ اور یہ ایک تاریخی امر ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ یہ وحی کلام کی صورت میں نازل ہوتی ہے۔ ہاں اس کی بعض اور صورتیں بھی ہیں مثلاً عالم رویا یا کشف میں کسی نظارہ کا دیکھنا۔ تحریر شدہ الفاظ کا سامنے آ جانا۔ دل میں کسی بات کا القا ہونا۔ لیکن وحی کی سب سے اعلیٰ قسم کلام کا نازل ہونا ہے۔ اس کلام کے ساتھ جو خالق کائنات کے طرف سے نازل ہوتی ہے بے پناہ روشنی اترتی ہے۔ اور جب کبھی کسی نبی پر خدا کا کلام نازل ہوا

تو یہ مشاہدہ کی بات ہے کہ ایسے تمام لوگ جو کسی نہ کسی رنگ میں انبیا سے وابستہ تھے۔ ان کے دلوں کے اندر ایک خاص تغیر پیدا ہوگیا۔ ان میں روحانی بلند پروازی کی روح پیدا ہوگئی۔ زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی تڑپ اُن میں پیدا ہوگئی۔ اور روحانیت کے بلند مقام کی طرف ان کا قدم بڑھنے لگا۔ خدا کا کلام نبی کے دل میں وہ ایقان اور عرفان پیدا کردیتا ہے کہ اس کے اردگرد کے لوگوں کے دلوں کے اندر بھی یہ آگ مشتعل ہوجاتی ہے اور وہ اعلیٰ قسم کی زندگی بسر کرنے کے لئے ہمہ تن کوشاں ہوجاتے ہیں۔ وہ بھی اس نور سے منور ہوجاتے ہیں جو خدا کی وحی لے کر آتی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کرآئے ہیں وحی کے الفاظ خارجی ہوتے ہیں۔ نبی خدا کا کلام اسی طرح سنتا ہے۔ جس طرح ٹیلیفون پر ایک شخص دوسرے شخص کا پیغام سنتا ہے۔

وحی کے الفاظ اس صفائی اور شدت سے خارجی ہوتے ہیں کہ مہبط وحی پر ایک محسوس اثر چھوڑ جاتے ہیں چنانچہ وہ اصحاب جن کو نزول وحی کے وقت حضور کے پاس ہونے کا موقع ملا۔ بیان کرتے ہیں کہ ایسے مواقع پر حضور کو بہت پسینہ آجاتا اور حضرت بہت بوجھل ہوجاتے۔ منکرین یا متشککین اگرچہ بظاہر وہ سلسلہ نبوت کو تسلیم کرتے ہیں ان شواہد سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی بیماری تھی جو نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کے لاحق حال تھی۔ لیکن وہ اس امر کو نظرانداز کردیتے ہیں کہ اس صورت میں جبکہ خدائے ذوالجلال کا پرشوکت کلام انسان ضعیف البنیان پر وارد ہوگا۔ تو یہ کیفیت ایک قدرتی چیز ہے۔ اور ایسی حالت کا پیدا ہونا بالکل طبعی امر ہے۔ ایک دوسرا پیغام جو پہلے پیغام کے بعد جلدی ہی خدائے علیم وحکیم کی طرف سے آیا اس نے زیادہ صفائی کے ساتھ حضور کے فرائض وتعلیم کو واضح کردیا۔ یا یہا المدثر قم فانذر " اے لباس میں لپٹے ہوئے۔ اٹھ اور ڈرا" اس میں حضور کو درگاہ خداوندی سے حکم ملا کہ آپ اس علم کی روشنی کو جو آپ کو عطا ہوا ہے پھیلانے کی سعی فرمائیں۔ آپ کو ہدایت ملی کہ آپ اس علم کو اپنے تک ہی محدود ومحصور نہ رکھیں بلکہ خدا کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اس علم کی اشاعت سے دنیا پر ہدایت ورشد کے رستے کھولے۔ اور اگر ملائمیت اور نرمی کام نہ دے تو کچھ سخت تدابیر بھی اختیار کی جائیں۔ خدا کی مشیت کا اقتضا تھا کہ دنیا کو تمام مصائب سے نجات دے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے ذریعہ بنائے گئے۔ اور ایک مجسم نمونہ۔ بے شک

تمام انبیا اسی غرض سے مبعوث ہوتے رہے۔ خود قلب مطہر نبوی میں خلق خدا کی اصلاح کا جوش موجزن تھا اور اب خدا کی آواز نے بھی اس کام پر لگا دیا۔ اس لئے اس کام کے لئے حضور کی سرگرمی اور اشاعت حق کے جوش اس انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ کہ بعض لوگ اس کو جنون سے تعبیر کرتے تھے۔ ایک حی و قیوم خدا کو منوانے کی جو تڑپ حضور کے دل میں تھی قوم نے اس کو بنظر استغنا دیکھا اور حضور کے نصائح پر توجہ نہ دی۔ اور بڑی سرد مہری سے کام لیا۔ پہلے پہل تو لوگ آپ پر افسوس کرتے۔ مگر بعد میں اس کو اپنے لئے ایک مصیبت سمجھنے لگے۔ لیکن یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ انسان سے سچی محبت رکھنے والوں اور بہی خواہوں سے دنیا کے لوگ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ حضور نے فرداً فرداً اپنا پیغام پہنچایا یا پھر اجتماعی رنگ میں بھی کھلے میدانوں میں یہ پیغام سنایا۔ حضور تو طبعاً نہایت خلوت پسند واقع ہوئے تھے لیکن خدا کے حکم سے آپ کو باہر نکلنا پڑا۔ حضور نے پیغام خداوندی سنکر کمر ہمت باندھ لی۔ اور ایک دن حضور نے کوہ صفا پر تشریف لے جاکر قریش کے تمام قبیلوں کو دعوت دی۔ اُن سے حضور نے پوچھا کہ تم بتا سکتے ہو کہ کیا میں نے کبھی جھوٹ بولا؟ اس کے جواب میں سب نے یک زبان ہو کر ؎

کہا تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے - کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے۔

اس اقرار کے لینے کے بعد حضور نے اپنے مشن کا اعلان کیا اور نصیحت فرمائی کہ بتوں کی پرستش ترک کردو تمام برائیوں سے پرہیز کرو۔ ایک خدا پر ایمان لاؤ اور نیکی کے رستہ پر گامزن ہو جاؤ لیکن جب یہ الفاظ حضور کی زبان سے نکلے تو وہ نعل در آتش ہو گئے۔ اور پھر آپ اور آپ کے ساتھی تمام قسم کے ظلم و ستم کے نشانہ بن گئے۔ لیکن قربان جائیں حضرت فداہ امی و ابی کے صبر و استقلال کے کہ ذرہ بھر حضور کی مساعی میں فرق نہ آیا۔ جوں جوں مخالفت بڑھتی گئی حضور کی سرگرمی میں اضافہ ہوتا گیا اور آپ پہلے سے بھی زیادہ مستعدی اور استقلال سے اپنے فرائض انجام دینے لگے۔ یہ کیفیت دیکھ کر قریش مکہ نے حضور کو دنیوی لالچ دینے کا ارادہ کیا کہ شاید اسی طریق سے آپ اپنے مشن کو چھوڑ دیں گے۔ وہ حضور کی خدمت میں آئے اور یوں لالچ دینا چاہا۔

"محمد! اگر آپ دولتِ دنیا کے خواہشمند ہیں تو ہم آپ کو اس قدر دولت دے سکتے ہیں جس قدر آپ چاہیں۔ اگر آپ عزت اور طاقت کے متمنی ہیں۔ تو ہم آپ کو اپنا مالک و مختار اور بادشاہ ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اگر کوئی حسین و جمیل عورت آپ کو چاہیئے تو خوبصورت سے خوبصورت

عورت جسے آپ پسند کریں۔ ہم بیاہ میں دینے کے لئے تیار ہیں۔"

یہ ایسے لالچ تھے جن سے ایک دنیادار کا بچنا ناممکن تھا۔ لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے ان لالچوں کی ایک پرکاہ جتنی بھی پروا نہ کی۔ اور نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ اُن ہستیوں میں سے تھے جن کی نظر مادیت پر نہیں پڑتی۔ اور نہ اس سے ان کو کچھ واسطہ اور تعلق ہوتا ہے۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے ان کی نظر اُس عظیم الشان مقصد پر لگی ہوتی ہے۔ جو اہلِ دنیا کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ حضور نے ان، لالچوں کا کیا جواب دیا۔ ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔

"میں نہ دولت کا بھوکا ہوں نہ عزت کا۔ مجھے خدا نے نذیر بنا کر بھیجا ہے اور میرا کام دنیا کو خدا کے عذاب سے ڈرانا اور سچائی کی راہیں دکھانا ہے۔ میں اس کا پیغام دینے کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ اگر تم میرا پیغام مانو گے تو اس دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی تمہارا بھلا ہوگا اور اگر تم انکار کرو گے تو پھر خدا مجھ میں اور تم میں خود فیصلہ کرے گا۔"

اب جبکہ حضرت نبی کریم صلعم کی ذات مبارک پر ہر قسم کے حملے ہو رہے تھے اور آپ قریش مکہ کے ظلم وستم کے آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ حضور صلعم کے ساتھیوں کو مکہ میں زندگی بسر کرنا ناممکن ہوگیا۔ حضرت سراپا شفقت ورحم تھے۔ اپنی تکالیف کو وہ صبر وتحمل سے برداشت کرسکتے تھے اور کرتے تھے مگر اپنے صحابہ کی تکلیف دیکھ کر آپ کا دل کھینچ جاتا۔ اس لئے آپ نے ان کو نصیحت کی کہ وطن کی محبت پر اپنے دین کی محبت کو مقدم کرلیں اور فرمایا :۔

"ایک ایسی جگہ بھی ہے۔ جہاں کوئی دکھ دینے والا نہیں۔ وہاں انصاف کیا جاتا ہے۔ تم لوگ وہاں چلے جاؤ۔ اور جب تک کہ خدا ہمارے لئے کوئی اور راستہ نہ کھولے وہاں ہی قیام کرو"

جس جگہ کے متعلق حضور کا اشارہ تھا وہ ابی سینیا کا عیسائی ملک تھا۔ حضور کے حکم کی تعمیل میں گیارہ اشخاص نے ابی سینیا کی طرف کوچ کیا۔ لیکن سچائی کے دشمنوں نے وہاں بھی ان کو امن کا سانس نہ لینے دیا۔ انہوں نے نجاشی شاہ ابی سینیا کے پاس اپنے آدمی بھیج دیئے اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان

مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال دیں - اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ لوگ ایک ایسے مذہب کو مانتے ہیں جو نہ صرف عرب کے قدیم مذہب کا بلکہ جس مذہب کو آپ مانتے ہیں یعنی عیسائیت اس کا بھی کھنڈن کرتا ہے۔
اس الزام کے جواب میں مسلمان مہاجرین کے سردار جعفر ابن ابی طالب نے نہایت واضح اور مدلل بیان دیا - یہ بیان نہ صرف حضرت نبی کریم کی تعلیمات کا خلاصہ ہی ہے بلکہ اُس معجزنما انقلاب پر بھی روشنی ڈالتا ہے - جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متبعین کے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے تھے - حضرت جعفر طیّار نے کہا:-

"اے بادشاہ! ہم لوگ جہالت کی تاریکی میں گھرے ہوئے تھے - ہم بتوں کو پوجتے تھے - ہم مردہ خور تھے کہ مردہ حیوانوں کی لاشیں بھی کھا جاتے تھے - ہم سب قسم کی برائیوں میں مبتلا تھے - ہم اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرتے تھے - اور اپنے پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے تھے - ہم میں سے قوی ہم میں سے ضعیفوں پر ظلم وستم کرتے اور ان کے ضعف سے فائدہ اٹھاتے - یہاں تک کہ خدا نے ہم میں سے ہماری اصلاح کے لئے ایک نبی مبعوث فرمایا - اس کا حسب نسب - اس کی پاکدامنی - اس کے اخلاق اور اس کی نیکی ہم سب پر مسلم ہے - اس نے ہمیں خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلایا اس نے ہمیں نصیحت کی کہ ہم بت پرستی ترک کر دیں - اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں - اپنی امانتیں ادا کریں - ذوالقربیٰ سے صلہ رحمی کریں - اور اپنے پڑوسیوں سے نیک سلوک کریں - اس نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم ہر بری چیز سے پرہیز کریں اور قتل وغارت سے بچیں اور بچائیں - اس نے ہمیں ہر عیب کی بات سے روکا کذب بیانی - یتامیٰ کے مال کا خورد برد کرنا - اور معصوم عورتوں پر تہمت لگانا - یہ باتیں تھی جن کی بناء پر ہم اُس پر ایمان لائے اسکی پیروی کی اور اسکی تعلیم پر عمل کیا - اس پر ہماری قوم ہمارے درپئے آزار ہے مختلف قسم کی سختیاں ہم پر کی جاتی ہیں - اُن کا خیال ہے کہ ان مصائب سے تنگ آکر ہم دین حنیف کو ترک کر دیں گے - اور بت پرستی کو اختیار کرینگے - جب ان کے ظلم وستم حد سے زیادہ بڑھ گئے ہم آپ کے ملک میں پناہ کے لئے آئے ہیں - اور امید ہے کہ ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی" (باقی آئندہ)

(از قلم جناب ولیم بشیر بکرڈ)

صداقت

زندگی کے رستہ پر گامزن ہو کر ہم آگے اور آگے قدم بڑھاتے ہیں اور ہمارا آگے قدم بڑھانا کسی مقصد کے لئے ہے۔ ہمارے سامنے کوئی مطمح نظر ہے کوئی عظیم الشان امر ہمارے پیش نظر ہے جس کی طرف ہم کھنچے جاتے ہیں۔ اور ہمارے سینہ میں امیدوں کا ایک تلاطم ہے۔ وہ کیا چیز ہے اور وہ کیا مقصد ہے جس کے لئے ہم بیتابانہ سرگرم سفر ہیں۔ وہ چیز خدا ہے اور وہ مقصد صداقت ہے دونوں ایک ہی ہیں خدا صداقت ہے اور جب صداقت مل گئی تو گویا خدا مل گیا۔

یہ علم کہ خدا صداقت ہے۔ ہماری جستجو میں ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے گا۔ یہ ایک محک ہے جس کے ذریعہ ہمیں معلوم ہو سکے گا۔ کہ کس چیز کو ہمیں مضبوطی سے پکڑنا چاہئیے۔ اور کس چیز سے ہمیں احتراز کرنا چاہئیے۔ اس کائنات کی حقیقت ذات خداوندی ہے اور اس حقیقت کو ہمیں تلاش کرنا چاہئیے۔ اس کو پانے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئیے یہی ہمارا اوڑھنا اور یہی ہمارا بچھونا ہونا چاہئیے۔ اور اسی میں ہماری حقیقی راحت ہونی چاہئیے۔ اس لئے ایک عزم بالجزم کے ساتھ ہم کو فی الفور ایسی تمام باتوں سے الگ ہو جانا چاہئیے جو غلط ہوں۔ جن میں صداقت نہ ہو اور جو سرتاسر جھوٹ ہوں۔ اپنے دل و دماغ کو تمام غلط اور جھوٹے تخیلات سے ہمیں پاک کر دینا چاہئیے ہمارے تمام توہمات قابل نفرین ہیں جن میں مبتلا ہو کر انسان گمراہی کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ اپنی تمام من مانی خواہشات کو ترک کر دینا چاہئیے

صداقت یا حقیقت کو حاصل کرنا چاہیے اور اسی کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دینی چاہیے - ہماری ذہنی افتاد ایسی ہونی چاہیے کہ ہم سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ آیا یہ ضرورت ہے ؛ صحیح ہے ؛ حقیقت ہے ؛ صداقت پر مبنی ہے ؛ نہ یہ کہ کیا یہ ہمارے لئے راحت کا موجب ہے ؛ نہ یہ کہ کیا یہ چیزیں ہماری منشا اور ہماری خواہش کے مطابق ہیں ؛ صداقت ہی وہ بنیاد ہے جس پر ہم پورے اطمینان اور یقین کے ساتھ ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر سکتے ہیں -

قرآن مجید کا مطالعہ کیجئے - اس میں صداقت کے بے شمار موتی آپ کو ملیں گے - خدا کے ناموں میں سے ایک نام "الحق" یا صداقت ہے - آیات ذیل پر غور فرمائیے -

(۱) من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ الکذب او کذب بالحق - یعنی اس شخص سے کون زیادہ ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے - یا جو حق کو جھٹلائے -

(ب) جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً - یعنی حق آگیا اور باطل بھاگ گیا - باطل بھاگنے والی چیز ہے -

اور میں پوچھتا ہوں صداقت کیا ہے ؛ کیا ہمیں اس صداقت کا اعلان نہیں کرنا چاہیے کہ خدا ایک ہے وہ سب پر محیط ہے - ہم اس میں رہتے ہیں اور وہ ہم میں رہتا ہے - خواہ ہم اس کو پہچانیں یا نہ پہچانیں - پس درحقیقت یہ ایک سچی اور پکی بات ہے کہ ہم سب بھائی بھائی ہیں - اس لئے ہمیں متعصبانہ رنگ کو چھوڑ کر یقین کر لینا چاہیے کہ جہاں کہیں کہ ہم ہوں یا جو کچھ ہم ہوں - ہمیں یہ ماننا اور اس کو کھولکر بیان کرنا چاہیے کہ یہ آدمی میرا بھائی ہے یہ خاتون خدائی روشنی کی علمبردار ہے - لیکن اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ ایک مشکل بات ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم اس کو کس طرح تسلیم کریں - اس صفحہ ہستی پر نیک بھی ہیں - بد بھی ہیں - ایسے لوگ بھی ہیں جو روحانیت سے مُبرا ہیں - بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ روحانی طور مُردے ہیں - کہ اُن کے ساتھ بھی خدا ہے ؛ اس کا جواب مجھ سے سنئے - بُرے ہوں یا بھلے - کاہل اور بے پرواہ لوگ جو روحانیت سے محض کورے ہیں - وہ سب انسان ہیں - ایک ہی ضمیر سے ہیں اور ان کے اندر وہ قوتیں موجود ہیں کہ وہ خدا کے اندر داخل ہو سکیں - یعنی قرب خداوندی حاصل کر سکیں - لیکن آپ چپ

گے۔ کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نیک بندے تو خدا کو پہچان لیتے ہیں۔ یعنی ان کو خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے رستہ میں جدوجہد کر کے اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ بُرے لوگ خدا کے رستہ سے دور بھٹکتے ہیں۔ لیکن تاہم خدا ان کے اندر ضرور موجود ہے۔ اور وہ نہیں نکل سکتا جب تک کہ انسان پر موت وارد نہ ہو جائے۔ جو لوگ روحانیت سے استغنا برتتے ہیں۔ وہ خدا کا شعور رکھتے ہوں یا نہ مگر خدا ان کے اندر ہی رہتا ہے۔ یہ ایک ذریعہ تعلق ہے (جو انسان کو خدا سے ملاتا ہے) یہ بنی نوع انسان کے لئے ایک ڈھارس ایک امید ہے کہ اس کا خدا ہے۔ اور جو کوئی خدا سے تعلق جوڑے گا۔ اس کو خدا سفلی تاریکی میں سے نکال کر روحانیت کی روشنی میں لے آئے گا آیات ذیل پر غور کریں۔

(۱) ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ (سورۃ نحل آیت ۱۱۶)

وہ لوگ جو خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے۔

(۲) فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور (سورۃ حج آیت ۳۰)

یعنی بتوں کی ناپاکی سے پرہیز کرو اور جھوٹ سے پرہیز کرو۔

(۳) یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھدآء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین و الاقربین .... وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا ہ

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ انصاف پر قائم ہونے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو گو معاملہ تمہاری اپنی ذات یا ماں باپ یا قریبیوں کے خلاف ہو .... اگر تم پیچدار بات کرو یا حق سے اعراض کرو یقیناً جو تم کرتے ہو۔ اللہ اس سے واقف ہے۔ (سورۃ النسا آیت ۱۳۵)

اب میں پوچھتا ہوں کہ ہمیں صداقت کی کیوں اس قدر تاکید کرنی چاہئیے اور صداقت کی اہمیت پر کیوں اس قدر زور دینا چاہئیے؟ اس سوال کے کئی جواب آپ دے سکتے ہیں۔ اتنے جواب جتنے کہ سمندر کے کنارے پر ریت کے ذرے ہوں۔ یا سمندر کے پانی کے قطرات ہوں۔ یا جتنے جنگل کے درختوں کے پتے ہوں۔ اگر ہم محض چند ایک جوابات ہی دیں تو بھی ہزاروں جوابات باقی رہ جائیں گے

یاد رکھئے صداقت اس عالم رنگ و بو کی بنیاد ہے۔ یہ دنیا کی اساس ہے۔ اس پر تمام کائنات کا دار و مدار ہے۔ صداقت ایک حقیقت ہے۔ وہ حقیقت جو کبھی باطل نہیں ہو سکتی۔ جس میں کوئی تزلزل واقع نہیں ہو سکتا۔ جو کبھی مرکز سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتی۔ لیکن کذب یا جھوٹ ایک ناپائیدار چیز ہے۔ یہ ھباً منثورا ہو جاتا ہے۔ یہ جلدی ملیا میٹ ہو جاتا ہے۔ یہ پرکاہ کی طرح اڑ جاتا ہے۔ یہ ایک سایہ ہے جو جلد ہی غائب ہو جاتا ہے اور انسان دیکھتے کا دیکھتا رہ جاتا ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً۔ اگر ہم صداقت کے پابند ہوں اگر ہم سچ بولیں تو ہم مستقل مزاج رہیں گے اور اپنی جگہ پر سے نہیں ہلینگے۔ اگر جھوٹ ہماری زبان یا دل سے نکلا۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا خواہ ہم لاکھوں ہی ترتیب کریں۔ خواہ ہزاروں جتن کریں یہ جھوٹ کبھی سچ نہیں بن سکے گا۔ جھوٹ ہی رہے گا۔ ہماری کوشش اس کو سچ نہیں بنا سکتی۔ اس کوشش میں ہمارے دل و دماغ میں پیچ اور ٹیڑھا پن واقع ہوگا۔ اور سینکڑوں خطرات کا دروازہ ہمارے اوپر کھل جائے گا۔ اور ایسا نہ ہو ہمارا جھوٹ کھل جائے اور ہمیں خلق خدا کے سامنے سر ندامت جھکانا پڑے (اگرچہ ہمارا دل تو پہلے ہی شرم سے پانی پانی ہوا ہوا ہے) صداقت حسن ہے۔ خوبصورتی ہے۔ اور اس سے ایسی فرحت ایسی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ انسان کا دل اطمینان کی دولت سے لبریز رہتا ہے۔ انگلستان کے مشہور شاعر کے الفاظ یاد کیجئے۔

"حسن صداقت ہے اور صداقت حسن

یہ حقیقت آپ سب جانتے ہیں اور اس کے جاننے کی ضرورت ہے"

صداقت یا سچائی آفتاب عالمتاب کی روشنی میں چلتی ہے اور اس کو کسی کا ڈر نہیں۔ لیکن کذب اور دھوکہ بزدلوں کی طرح چھپ چھپ کر چلتے ہیں۔ یہ خفیہ ہی خفیہ رہنا چاہتے ہیں۔ اور تاریکی کے دلدادہ ہیں۔ اس خوف سے کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔

صداقت ایک ہے۔ خدا بھی ایک ہے۔ لیکن جھوٹ کیا ہے۔ بیماری پھیلانے والی گھنونی مکھیوں کا جھنڈ یا یوں کہنا چاہیئے کہ یہ بھڑکا ڈر ہے۔ جو رات کو نکلتی ہے۔ صداقت امن اطمینان

دیتی ہے۔ اور دائمی زندگی بخشتی ہے۔ کذب کے پاؤں نہیں ہوتے۔ جھوٹے کے پاؤں کہاں مشہور مثل ہے۔ یہ قدم قدم پر لڑکھڑاتا ہے۔ اور اس کو گرنے سے بچنے کے لئے سہارے کی ضرورت رہتی ہے۔ اس کا وجود ایک دائمی عذاب ہے۔ اور اس کا نتیجہ خجالت اور ندامت اور کھلی کھلی بے شرمی ہے۔ آیات قرآن پر ذرا غور فرمائیں:۔

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ٭ نحن اولیٰؤکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ ج ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون ٭ نزلا من غفور رحیم ٭ ومن احسن قولا ممن دعآ الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین ٭ ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ط ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم ٭ وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم ٭ (سورۃ حٰم السجدہ آیت ۳۰-۳۵)

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ پھر سیدھے راہ پر جمع رہتے ہیں۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو۔ اور اس جنت کی خوشی مناؤ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے مددگار ہیں۔ اور تمہارے لئے اس میں وہ سب کچھ ہے۔ جو تمہارے دل چاہیں اور تمہارے لئے اس میں وہ سب کچھ ہے جو تم مانگو۔ یہ مہمانی بخشنے والے رحم کرنے والے اللہ کی طرف سے ہے اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں۔ بدی کو بہت اچھے طریق سے دور کرو۔ پھر تو دیکھے گا۔ کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی ہے۔ گویا وہ دل سوز دوست ہے۔ اور یہ خصلت انہی کو دی جاتی ہے۔ جو صبر کرتے ہیں اور جو بڑے خوش قسمت ہیں۔

اور خود قرآن مجید کس شان کی کتاب ہے۔ اسکی نسبت باری تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

وانہ لکتاب عزیز ٭ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ٭ تنزیل من حکیم حمید۔

(سورۃ حٰم السجدہ)

اور وہ یقیناً ایک عزت والی کتاب ہے۔ جھوٹ نہ اس پر اس کے سامنے سے آسکتا ہے۔ اور نہ

اس کے پیچھے سے۔ وہ حکمت والے تعریف کئے گئے اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے۔

چونکہ خدا حق ہے اس لئے ہمارا مذہب بھی حق ہونا چاہیئے۔ یہ کہنا واجب نہ ہوگا۔ "یہ ہمارا مذہب نہیں ہے۔ اس لئے یہ سچ نہیں ہے۔ لہذا ہم نہیں مانتے" ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمارا مسلک تو یہ ہونا چاہیئے کہ جہاں کہیں ہمیں صداقت ملے ہم مردانہ وار بول اٹھیں یہ حق ہے اور اس کا تعلق حق سے ہے۔ اس لئے یہ ہمارے مذہب کا ضروری جزو ہے۔" اور مذہب چونکہ سراسر حق ہے اس کے اندر تمام صداقتیں جمع ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ سچائی کے ہر پہلو اور ہر شق کو بطیب خاطر مانیں اور اس پر اپنی پوری پوری توجہ دیں۔ اس طرح سے ہم پر منکشف ہو جائے گا۔ کہ تمام مذہبی صداقتیں۔ تمام اقتصادی صداقتیں۔ تمام مدنی صداقتیں۔ تمام علمی اور ذاتی صداقتیں ہمارے مذہب صداقت کی تکمیل کا ایک جزو لاینفک ہے۔ بے شک خدا حق ہے الحمد للہ الحق۔ ہم پر بالآخر یہ راز کھل جائے گا کہ ہمارا مذہب۔ ہمارا دین اسلام جس کا مطلب اطاعت الامر اللہ ہے۔ صداقت کا ایک خزانہ لامتناہی ہے۔ ایک گنج شائیگاں ہے۔ جو ختم نہیں ہو سکتا۔ اس کے علوم و حکم کا تنوع۔ اس کا ابدار موتی۔ اس کی ابدی راحت شاداب تک ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ اور ہمارے علم سے باہر ہے۔ ہاں دائمی صداقت ایک دائمی خوشی کی حامل ہے جو کبھی زوال پذیر نہیں ہوتی۔ ہمیں علم قرآن کا زیادہ واقف ہونا چاہیئے۔ ہمیں اپنے علم کو بڑھانا چاہیئے۔ ہمیں اپنی ابدی راحت کی وسعت کو زیادہ کرنا چاہیئے۔ آئیے ہم قرآن کی طرف توجہ کریں۔ اور پھر سچائی کی ان آیات کو پڑھیں۔

والعصر۔ ان الانسان لفی خسر۔ الاالذین آمنوا وعملوا لصالحات۔ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (سورۃ عصر)

یعنی عصر گواہ ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے ہاں ایسے لوگ گھاٹے میں نہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور جنہوں نے حق بات کی اور صبر کی وصیت کی۔ اور پھر اس آیت کو پڑھئے۔

قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم لھم جنّتٌ تجری من تحتھا الانھارُ خالدین فیہا ابداً رضی اللہ عنہم و رضوا عنہُ ذالک الفوزُ العظیم ہ (سورۃ مائدہ آیت ۱۱۹)

اللہ نے کہا کہ یہ وہ دن ہے کہ صادقوں کو ان کی سچائی نفع دے گی اُن کے لئے باغ ہیں جن

کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ہمیشہ انہی میں رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ پھر قرآن مجید فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ہ

یعنی اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ پھر آیات ذیل پر غور کیجئے

الا ان للہ ما فی السمٰوات والارض ط الا ان وعد اللہ حقٌ ولکن اکثرھم لا یعلمون ط ھو یحیی و یمیت والیہ ترجعون (سورۃ یونس آیت ۵۵ و ۵۶)

سنو اللہ کے لئے ہی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سنو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وما تکون فی شانٍ وما تتلوا منہ من قرآن ولا تعملون من عملٍ الا کنا علیکم شھودًا اذ تفیضون فیہ ط وما یعزب عن ربک من مثقال ذرۃٍ فی الارض ولا فی السماءِ ولا اصغر من ذالک ولا اکبر الا فی کتٰبٍ مبینٍ ہ الا ان اولیاء اللہ لا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون ہ الذین امنوا وکانوا یتقون ہ لھم البشریٰ فی الحیٰوۃِ الدنیا وفی الاخرۃ ط لا تبدیلَ لکلمٰت اللہ ط ذالک ھو الفوز العظیم ط (سورۃ یونس آیت ۶۱ - ۶۳)

ترجمہ:۔ اور تو کسی حال میں نہیں ہوتا اور نہ اس میں کچھ قرآن پڑھتا ہے اور نہ تم کچھ کام کرتے ہو مگر ہم تم پر موجود رہتے ہیں۔ جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو اور تیرے رب سے ذرہ کے وزن کے برابر بھی کوئی چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی۔ مگر وہ ایک کھلی کتاب میں ہے۔ سنو! اللہ کے دوستوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ جو ایمان لائے اور تقویٰ کرتے تھے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔

پس جب ہم خدا سے محبت کریں گے۔ سچائی سے محبت کریں گے۔ پس جب ہم خدا پر اپنا بھروسہ

کریں گے ۔ ہم صداقت پر ہی بھروسہ کریں گے ۔ ہم خدا میں تسلی پا سکتے ہیں ۔ ہمیں کسی چیز میں اطمینان اور حفاظت نظر نہ آئے گی سوائے صداقت کے ۔

ہمیں ہرگز نہیں چاہئیے کہ ہم طرح طرح کے حیلوں سے اور حکمت عملی کام میں لا کر باطل پر جو بظاہر بہت شاندار نظر آتا ہے عمل پیرا ہوں یا جھوٹ کو صداقت کا جامہ پہنا کر لوگوں کو دھوکہ دیں ۔ اس سے کچھ زیادہ دیر تک فائدہ حاصل نہیں ہوگا ۔ ہاں کچھ عرصہ کے لئے ممکن ہے کہ تھوڑی سی راحت پہنچ جائے لیکن یہ راحت ایسی ہے کہ اندر ہی اندر انسان کو مضطرب رکھے گی ۔

اجی حضرت! یہی رستہ ہے ۔ یہی طریق ہے ۔ یہی صراط مستقیم ہے ۔ سچائی کی بنیاد اپنے دلوں میں ڈالو ۔ اور اس قصر کو بلند تعمیر کرتے جاؤ ۔ ایسا نہ کرنا کہ محض خیالی خوشیوں کے پیچھے لگ جاؤ اور ان چیزوں کے لئے اپنی مساعی صرف کر دو ۔ جو بظاہر خوشی کا موجب نظر آتی ہیں ۔ لیکن ان کے نیچے رنج ہی رنج ہے ۔ یہ عمارت اوپر نہیں جائے گی ۔ نیچے ہی نیچے بیٹھتی جائے گی ۔ جھوٹ کے ناپائیدار ستون اور سہارے کچھ کام نہیں دیں گے ۔ اور صداقت کے قصر کی بنیادیں کھوکھلی رہ جائیں گی ۔

کذب کا ایک عظیم الجثہ پہاڑ صداقت کے ایک ذرہ کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا یہ صداقت ایک ذرہ جھوٹ کے پہاڑ کو ایک لمحہ میں فنا کر سکتا ہے ۔ پھر قرآن مجید پر نظر ڈالئے فرماتا ہے :-

ویحق اللہ الحق بکلمتہ ولو کرہ المجرمون ۔ (سورۃ یونس)

اور اللہ اپنے کلمات سے حق کو سچا کر دکھائے گا ۔ اور پھر :-

فللہ الحمد رب السموات و رب الارض رب العالمین ۔ ولہ الکبریاء فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم (سورۃ احقاف آیت ۳۶ و ۳۷)

پس اللہ کے لئے سب تعریف ہے ۔ جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب سب جہانوں کا رب ہے ۔ اور اس کے لئے آسمانوں اور زمین میں بڑائی ہے ۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے ۔ پھر اور سنئے باری تعالے ارشاد فرماتے ہیں :-

قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفے ۔ ءاللہ خیر اما یشرکون ۔ امن خلق السموات

والارض وانزل لکم من السمآء ماءً فانبتنا بہ حدآئق ذات بھجۃ ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا ء
الٰہٌ مع اللہ ط بل ھم قومٌ یعدلون ۝ امن جعل الارض قرارًا وجعل خلٰلھا انھٰرًا وجعل لھا رواسی
وجعل بین البحرین حاجزًا ء الٰہٌ مع اللہ ط بل اکثرھم لا یعلمون ۝ امن یجیب المضطر اذا
دعاہ ویکشف السوٓء ویجعلکم خلفآء الارض ء الٰہٌ مع اللہ ط قلیلًا ما تذکرون ۝ (سورۃ النمل)

ترجمہ:- سب تعریف اللہ کے لئے ہے اور اس کے بندوں پر سلامتی ہے جنہیں اس نے چُنا۔ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنہیں یہ شریک بناتے ہیں۔ بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور تمہارے لئے بادل سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ساتھ خوشنما باغ اگائے۔ تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کے درختوں کو اگاتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے۔ بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ایک طرف جھک گئے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا۔ اور اس کے اندر دریا بنائے۔ اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان روک بنائی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے بلکہ ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔ بھلا کون بے قرار کی فریاد کو پہنچتا ہے۔ جب وہ اسے پکارتا ہے۔ اور مصیبت کو دور کرتا ہے۔ اور تمہیں زمین میں حاکم بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو

پس حقیقت یہ ہے کہ صداقت سے بڑھکر کوئی چیز نہیں۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ اس کو چھوڑ کر انسان اور کس چیز پر بھروسہ کرے۔ اس کائنات کا استحکام۔ اس دنیا کی بنیاد۔ عصر ماضیہ کے دور دراز زمانے۔ وسیع و بسیط زمانۂ حال اور عریض و طویل زمانہ مستقبل سب یکساں طور پر صداقت میں جکڑے ہوئے ہیں۔ انسان کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا خوشی کی بات ہوسکتی ہے کہ وہ صداقت کا ایک زندہ مجسمہ ہو۔ صدق اللہ تعالٰے

ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین و الصادقات ....اعد اللہ لھم مغفرۃً واجرًا عظیمًا۔ (سورۃ احزاب آیت ۳۵)

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور صدق دکھانے والے مرد اور صدق دکھانے والی عورتیں ...... ان کیلئے اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔ وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین۔

مراسلات

(مندرجہ ذیل مکتوب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کے نام زیر نہ نے اس خیال سے تحریر فرمایا ہے کہ ان کے نزدیک خواجہ صاحب مرحوم اب تک زندہ ہیں)

پرنسس گارڈنز۔ اکٹن
لنڈن ڈبلیو ۳
۱۵۔ نومبر ۱۹۴۷ء

بخدمت جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسجد ووکنگ

پیارے جناب!

ہندوستان اور سیلون میں دوران ملازمت میں مجھ پر اسلامی سادگی اور اس مذہب کی عام فہم تعلیمات کا گہرا نقش ہوا۔ میں نے اسلام کے متعلق جو کچھ مجھے دستیاب ہو سکا مطالعہ کیا۔ اور بالخصوص اسلام پر جو کچھ آپ نے لکھا ہے اسکو میں نے بغور تمام پڑھا۔

سب سے زیادہ جس کتاب کا مجھ پر اثر ہوا وہ آپ کی تصنیف Sources of christianity (ینابیع المسیحیت) ہے۔ کیونکہ اس نادر کتاب میں بہت سے ایسے امور تھے۔ جن کے سمجھنے کے لئے میں اکثر پیچ و تاب کھاتا رہتا تھا۔ اور ایک ذہنی تکلیف کا شکار رہتا تھا میں نے کئی ایک کتب فروشوں سے اس کتاب کی مزید جلدیں حاصل کرنے کی کوشش کی مگر کسی کے پاس ایک نسخہ بھی نہ تھا۔ اور جب سے میں اپنے وطن (لنڈن) میں واپس آیا ہوں۔ اس کتاب کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں۔ اور افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اب تک اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے میں آپ سے بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ کتاب مجھے کہاں سے دستیاب ہو سکے گی۔ اگر یہ لنڈن میں نہیں ملتی تو کیا مجھے ہندوستان میں لکھنا چاہئے؟

میں آپ کی ایسی عجیب وغریب تصنیف سے اپنی لائبریری کی زینت بڑھانا چاہتا ہوں۔ اس لئے امید ہے کہ مجھے آپ اس تکلیف دہی سے معاف فرمائیں گے۔ اور جہاں سے کتاب مل سکے۔ اس جگہ کا ایڈرس تحریر فرماکر مشکور فرمائیں گے۔

آپ کا صادق

جی لوری

(۲)

آئیڈ فورڈ آرچ

چوڈلے ۸ ر دسمبر ۱۹۴۷ء

ڈیون

میرے پیارے امام صاحب۔ السلام علیکم۔

میں اور میری بیوی اُن حالات پر جو آج کل فلسطین میں رونما ہو رہے ہیں۔ بہت آشفتہ خاطر ہیں اور زیادہ رنجیدہ یہ احساس ہے کہ ہم انگلستان میں رہنے والے اپنے فلسطین کے مسلمان بھائیوں کی کچھ مدد نہیں کر رہے۔ جو اُس پر فتنہ سرزمین میں وقف آلام ومصائب ہو رہے ہیں۔ جہاں تک میرا اور میری بیوی کا سوال ہے۔ ہم چونکہ باقاعدہ تعلیم یافتہ نرس کا کام جانتے ہیں۔ ہم اپنی خدمات ہر ایک ایسی فوج کے لئے وقف کرنے کے لئے تیار ہیں۔ جو سب سے پہلے میدان جنگ میں مصروف عمل ہو۔ سننے میں آیا ہے کہ سب سے پہلے سیریا کو یہ شرف حاصل ہوگا۔ اس لئے میں آپ سے التجا کروں گا کہ آپ ہمارا سیریا کے منسٹر سے تعارف کرادیں اور اس میں کچھ توقف نہ فرمائیں

اس کے ساتھ ہی میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو مسلمان انگلستان میں ہیں انہیں متحدہ طور پر اس امر کا اظہار کرنا چاہیئے۔ اور بڑی سختی سے کرنا چاہیئے کہ وہ اس بے انصافی کو سخت حقارت اور تنفر سے دیکھتے ہیں۔ جو عیسائی لوگ ہم سے کرنا چاہتے ہیں۔

آپ چونکہ امام ہیں۔ اس لحاظ سے مسلمانان انگلستان کے لیڈروں میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے

ہیں۔ آپ اس معاملہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں

میری تو یہ رائے ہے اور یہ میں کہنے میں جسارت سے کام لینا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں ہمیں کسی نرمی سے کام نہیں لینا چاہئیے۔

اس ملک میں اس قسم کا اقدام جو کیا جائیگا۔ اس سے دو مقصد پورے ہوں گے۔ ایک تو برادران فلسطین کی امداد اور دوسرے اس سے تمام دنیا پر واضح ہو جائیگا کہ مسلمانوں کا اتحاد اور اتفاق ایک حقیقت باہرہ ہے۔ اس کے متعلق آپ اپنی رائے اور اپنی ہدایات سے مفصل مطلع فرمائیں۔ جس کے لئے میں کا مشکور ہوں گا۔ والسلام

آپ کا مخلص

ایم۔ اے وارن

(۳)

پولش کیمپ

پیٹ ورتھ سیکس ۴ر جون ۱۹۴۷ء

بخدمت جناب مہتمم مسلم مشن شاہجہان مسجد ووکنگ

پیارے صاحب!

مذہب اسلام کے اصول اساسی اور اس کی تعلیمات کے متعلق جو آپ نے ہمیں واقفیت بہم پہنچائی اور اس کے بعد آپ نے چائے کی ضیافت سے جو ہماری عزت افزائی فرمائی ہے۔ اس کے لئے میں اپنی تمام پارٹی کی جانب سے بار دگر سپاس شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور آپکی اس مہمان نوازی۔ اس مخلصانہ دعوت اور نوازش کا مرہون منت ہوں۔

میں آپ کے قوم کے مستقبل اور آپکے مذہب کیلئے دل سے متمنی ہوں۔

آپ کا مخلص

ای۔ بوسر

منجانب کیمپ کونسل

(۳)

بونی روڈ۔ سٹو مارکٹ

سفوک

پیارے صاحب!

کیا آپ اسلام پر کچھ لٹریچر ارسال فرمانے کی طرف توجہ فرمائیں گے۔ اسلام کے متعلق مجھے ایک خاتون مسماۃ مسز پینکر کے ذریعہ علم ہوا جو اب کچھ عرصہ سے افریقہ چلی گئی ہیں۔ وہ مجھے از راہ عنایت اسلامک ریویو پڑھنے کے لئے دیا کرتی تھیں۔ لیکن اسلام کے متعلق ابھی میری پیاس بجھی نہیں اور میں اس مذہب کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اس قدر دلچسپی ہو گئی ہے۔ کہ میرا دھیان اکثر ہندوستان اور فلسطین کی طرف لگا رہتا ہے۔ جہاں مسلمانوں پر بڑی سختیاں ہوئی ہیں۔ اور وہ ظلم وستم کے تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلانا چاہتی ہوں۔ کہ مجھے اور مجھ ایسے بہت سے لوگ ہیں۔ جنہیں اس سے بہت تکلیف پہنچی ہے کہ مسلمانوں جیسی قوم جو دنیا میں اخوۃ کی تعلیم دیتی ہے۔ اغیار کے ہاتھوں اس قدر تکالیف اور مصائب برداشت کر رہی ہے۔ ایک کیتھولک مذہب کی پیرو ہونے کی حیثیت میں میں محسوس کرتی ہوں۔ کہ اس جنگ عظیم میں تمام مذہبی اقوام ناکام ثابت ہوئی ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ کیتھولک کیتھولک کے خلاف نبرد آزمائی کر رہے ہیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس پروٹسٹنٹ پروٹسٹنٹ کے خلاف صف آرا ہیں۔ باوجود اس قدر ترقی یافتہ ہونے کے وہ ایک دوسرے کے خلاف تنفر اور حقارت کے جذبات رکھتے ہیں لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ اسلام میں ایسا نہیں ہے۔

میری استدعا یہ ہے۔ کہ آپ براہ عنایت مجھے اسلام کے متعلق کچھ لٹریچر ارسال فرمائیں تاکہ میں اس اعلیٰ مذہب کے بارہ میں مزید مطالعہ کر سکوں۔

آپ کی صادقہ

سٹان رچ لیمبرٹ

(۵)

میری لینڈ

سٹریٹ فورڈ لنڈن ای ۱۵

بخدمت جناب امام صاحب مسجد ووکنگ

پیارے صاحب!

گذشتہ سنیچر کے تہوار میں جو آپ نے دعوت دی تھی - اس کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں - اور اس عزت افزائی کو بنظر استحسان دیکھتا ہوں - اس کے بعد آپ کی طرف سے عطیہ کی درخواست بھی وصول ہوئی - اگرچہ مجھے آپ کی درخواست قبول کرنے میں دیر ہوئی ہے مگر اس خیال سے نہ ہونے سے تو بہتر ہے کہ دیر سے ہی تعمیل کر دی جائے ایک حقیر سا عطیہ ملفوف ہے - اس کو قبول فرما کر مشکور فرمائیں - آپ جس محبت اور تعلق کا اظہار کرتے ہیں - میں اس کے لئے شکریہ کے الفاظ نہیں پاتا - اگرچہ میں محسوس کرتا ہوں کہ گویا میں ایک وشت پرخار میں سے گذر رہا ہوں - اور میرا رستہ پرخطرات ہے - لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے روح اسلام کے ساتھ ایک گونہ تعلق پیدا ہو گیا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ کوئی چیز مجھے نقصان نہیں پہنچائیگی

یقیناً سمجھئے کہ یہ الفاظ کسی تصنع اور بناوٹ پر مبنی نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہیں - میں یوماً فیوماً اسلام سے اپنے تعلق کو محسوس کرتا ہوں - اور اس کے لئے میرے دل میں ایک خاص لگاؤ ہے -

آپ کا صادق

جی - ای - سمتھ

G. E. Smith

استفسارات وجوابات

استفسار:- کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ آل انڈیا کانگریس ذات پات کے سسٹم کے خلاف ہے - اور آج کل کے زمانہ کا ایک مہذب ہندو مذہب کا دلدادہ نہیں - پھر مسلمان کانگریس کے ساتھ کیوں تعاون نہ کریں اور ہندوؤں پر اعتماد نہ کریں -

جواب:- میں نہیں سمجھ سکتا کہ مہذب سے آپ کی کیا مراد ہے - جو لوگ گائے کی پرستش کرتے ہیں اور جو گائے کے گوبر اور گائے کے پیشاب کو پوتر اور پوتر کرنے والی چیز مانتے ہیں میرے خیال میں وہ اس لفظ کے مستحق نہیں کہلا سکتے - میرے نزدیک تو حقیقی مہذب وہ ہے جو حقیقی طور پر مسلمان ہے یا جو اسلامی صفات کا قائل ہے - کیا آپ کا خیال ہے کہ بہار کے ہندو جنہوں نے مسلمان عورتوں اور بچوں کو نہایت بیرحمی اور درندہ پن سے قتل کیا وہ مہذب ہیں - یہ کانگریسی لوگ ہیں - ہمارا ہرگز خیال نہیں کہ وہ لوگ ذات پات کے سسٹم کے خلاف ہیں - یہ تو محض بیرونی دنیا کو ایک دکھاوا ہے مہاتما گاندھی ہی نہیں کہتے کہ وہ ذات پات سسٹم کے مخالف ہیں - اس سسٹم کو جو مذہبی رنگ حاصل ہے - وہ اس کو کالعدم کرنے کے لئے تیار نہیں - پھر چھوت چھات کے خلاف ان کی چیخ پکار کی کیا قدر وقیمت ہو سکتی ہے - جب تک ہندو مت ہے - اس وقت تک ذات پات بھی چلتی رہیگی ہندو مذہب کس چیز کا نام ہے - ذات پات کا - اور ذات پات کیا ہے؟ ہندو مذہب - دونوں ایک ہی چیز ہیں - ایک دوسرے سے الگ نہیں - اچھوت بے چارہ جو اس قدر ظلم وستم کا آماجگاہ بنا ہوا ہے یہ گویا اس کے لئے خدائی فیصلہ ہے - اور یہ اس کا نوشتہ تقدیر ہے - جس کو بدلا نہیں جا سکتا - ہندو مذہب کے اصول کے مطابق اچھوت اپنے نوشتہ تقدیر سے بھاگ نہیں سکتا

یہ اس کی سابقہ زندگی کے کرم ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ مشق ستم بنا ہوا ہے۔ اس سے مفر اور چارہ نہیں۔ اگر مہاتما گاندھی اپنے قول و فعل میں سچا ہے تو وہ صاف لفظوں میں کیوں نہیں کہدیتا کہ اس کے مذہب کا تخیل غلط ہے اور تمام انسان فطرتاً برابر ہیں۔ ہاں یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کانگریسی مذہب کے دلدادہ نہ ہوں اور وہ مذہب کی پرواہ نہ کریں مگر وہ ہندو تہذیب کے تو دلدادہ ہیں۔ پنڈت نہرو کی بہن جو ماسکو میں سفیر بنکر گئی ہے۔ اُس کو روس میں ہندو ثقافت کے پروپیگنڈا کا کام بھی سپرد کیا گیا ہے۔ اور سب سے قابل غور یہ امر ہے کہ یہ سب لوگ اسلام کی ثقافت کو مٹانا چاہتے ہیں۔ جسے وہ ایک اجنبی اور غیر ملکی ثقافت سمجھتے ہیں۔

سوال:۔ گذشتہ زمانہ میں تو بے شک ہندوؤں نے غیرآریہ لوگوں کو تنگ کیا اور اپنا غلام بنایا۔ لیکن کیا وہ سب کچھ ایک گئی گذری اور بھولی بسری بات نہیں۔ کیا اب ہندو ایک بالکل تبدیل شدہ قوم نہیں اگر نہیں تو مسلمانوں کو جو بعض اعلیٰ اسامیاں ان کے اندر حاصل ہیں۔ وہ کس طرح برداشت کر سکتے ہیں کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ نہ تو مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اور نہ ان کے خلاف کوئی عزائم رکھتے ہیں۔

جواب:۔ آپ کا یہ کہنا بعینہٖ ایسا ہے۔ جیسا کوئی کہے کہ شیر نے اپنے پنجے بدل لئے ہیں۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ موجودہ زمانہ کا ہندو گذشتہ زمانہ کے ہندوؤں سے بھی زیادہ سخت دل واقع ہوا ہے۔ مذہبی تنگ نظری کے ساتھ اب مغربی قومیت کا رنگ بھی اس پر چڑھ گیا ہے جو تنفر اور دوسرے لوگوں کو تباہ کرنے کا دوسرا نام ہے۔ مسلمانوں کو چند اسامیاں دیدینے سے یہ تو ظاہر نہیں ہوتا کہ ہندو ذہنیت میں کوئی انقلاب واقع ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کو کانگریسی اپنا آلہ کار بنانا چاہتے ہیں تاکہ مسلمان قوم ان کے ذریعے ان کے پنجہ میں گرفتار ہو سکے۔ اب ہندوستان کی تقسیم کے بعد بھی یہ لوگ سرحد میں پاکستان کے لئے تکالیف کا دروازہ کھولنے میں مصروف ہیں۔ اب آپ خود فرمائیں کہ وہ تبدیل شدہ ذہنیت کہاں ہے؟

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ [illegible] ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ [illegible] ہے اور ممالک غیر کیلئے [illegible] ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نو مسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔ [illegible] کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کامیاب نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ مشن اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ بطور محفوظ فنڈ جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جیب کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔
(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لندن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت۔ کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں۔ تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں۔ (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں۔ (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔
Address in England – The Imam, The Mosque, Woking, Surrey, England
(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان)

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ، عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں

JULY, 1948 Regd L. No. 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ
خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　　**اللہ اکبر**　　　　نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران آیت ۳)

ترجمہ۔ اور چاہئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو بُرا (ہی کیوں نہ) لگے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان　　　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

۱) **تشکیل مشن۔** ووکنگ مسلم مشن کا جملہ تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام **ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ** ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

۲) **اغراض و مقاصد۔** (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ دارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) ان ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

۳) **تبلیغی مسلک۔** (۱) مشن کی تبلیغ فقط لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹیز مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

۴) **مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع** (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں۔ یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلمین نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی چاء سے تواضع کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مسلمین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماعوں میں ایک ہزار سے زیادہ اشخاص شامل ہوتے ہیں مسلمین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی۔ اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے کیلئے

شذرات

قبول اسلام

یدخلون فی دین اللہ افواجاً

ایک اور سعید روح آغوش اسلام میں

میں ایچ جی کریسٹاک سکنہ ۱۶ ابیل کورٹ ہنی بورن روڈ این ڈبلیو ۶ - نہایت خلوص دل اور حسن نیت سے بلا جبر و اکراہ برضا رغبت خود اس امر کا اعلان کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں - کہ میں آج سے ایک خدا کی ہی پرستش کروں گا - میں حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خدا کا مقرب نبی اور اس کا بندہ یقین کرتا ہوں - میں تمام انبیاء مثلاً حضرت ابراہیمؑ - حضرت موسیٰؑ - حضرت عیسیٰؑ - اور دوسرے سب رسولوں کی یکساں عزت کرتا ہوں - میں عہد کرتا ہوں کہ میں خدا کے فضل سے ایک مسلم کی زندگی بسر کرنے کی حتی الامکان کوشش کروں گا - وما توفیقی الا باللہ -

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور محمد (صلعم) اللہ کا رسول ہے -

دستخط - ایچ - جی کریسٹاگ - مورخہ ۱۲ / اکتوبر ۱۹۴۷ء

سال نو

اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتھا۔ (قرآن مجید)

رسالہ اپنی زندگی کے ۴۳ ویں سال میں سے گذر رہا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک ع

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

یہ اللہ تعالے کا احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس قدر طویل عرصہ تک خدمت اسلام کی توفیق بخشی اور اس کے حضور میں دعا ہے کہ آیندہ بھی وہ ہمیں بیش از بیش خدمت اسلام و اشاعت دین متین کی توفیق عطا فرمائے۔ ؎

جو کچھ کہ ہُوا ہُوا کرم سے تیرے
اور جو ہوگا کرم سے تیرے ہوگا

مستقبل کا صحیح صحیح علم تو خداوند تعالے جل جلالہٗ کو ہی ہے۔ لیکن جہاں تک انسانی قیاس کام کر سکتا ہے۔ نیا سال بظاہر بہت کچھ بے چینی اور اضطراب کی علامات لے کر آیا ہے۔ اور ایک تاریک منظر پیش کر رہا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایسے ہی حالات کے اندر تاریخ عالم میں مذہبی تحریکات مادی طاقتوں کا مقابلہ کرتی اور ان کو شکست دیتی ہوئی امید و کامرانی کی وہ شعاعیں پھیلاتی ہیں کہ جن سے تمام تاریکیاں ہبأ منثوراً ہو جاتی ہیں۔

اس امر کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ مذہبی معتقدات محض ڈھکوسلہ ہی نہیں بلکہ یہ خود نورٌ علیٰ نور اور انسان کو منور کرتے ہیں۔ یہ قلوب انسانی کے لئے صیقل کا کام دیتے ہیں۔ یہ جذباتی کیفیت سے معمور تھے اور قلوب انسانی کی گہرائیوں سے ان کا تعلق ہے۔ مذہب بنا غل و غش

انسان کو نورِ فراست اور فہم و ادراک عطا کرتا اور اس پر ایسے علوم باطنی منکشف کرتا ہے - کہ فلاسفروں کے قیاسات اور توہمات اس کے سامنے گرد ہو کر رہ جاتے ہیں -

اگر حالات میں استواری ہو تو اس وقت مذہبی انسان کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی یا کم از کم اس ضرورت کی معرفت حاصل نہیں ہوتی - لیکن جب دنیا پر مصائب کے بادل اُمنڈ آئیں اور زمانہ کے حالات مکدر در مکدر ہو جائیں تو ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تلاش کیا جاتا ہے - کیونکہ ایسے نازک اوقات میں ایسے لوگ ہی کام آتے ہیں اور ان سے ہی استمداد کی جاتی ہے - جب محیط عالم میں خطرناک طوفان بپا ہو اور کنارہ ناپید ہو تو یہی لوگ بطور منارِ روشنی کا کام دیتے ہیں - اور انہی کے ذریعے سے جہاز زندگی کنارے پر پہنچ سکتا ہے -

پینتیس ۳۵ سال کے خاتمہ پر ہم تاریخ عالم کے اُس انقلابی نقطہ پر پہنچے ہیں - جس کے لئے ہم اپنے ناظرین کو اور ان کو جو اُن سے وابستہ ہیں تیار کر رہے ہیں - یہ وہ نقطہ ہے جہاں نیا نظام پرانے نظام کی جگہ لیتا ہے - یہ نیا نظام افراد اور جماعتوں کے درمیان ایک نئے اخلاقی عہد و پیمان کی اساس پر کھڑا کیا جاتا ہے - کیونکہ پرانے نظام کی دھجیاں اب بکھر چکی ہیں - ایسے عہد و پیمان کی عدم موجودگی کی صورت میں کوئی صلحنامہ - کوئی معاہدہ - کوئی لیگ - کوئی جلسہ یا جلوس کوئی قانون ساز مجلس کوئی فلسفہ کوئی نظام سوسائٹی ہمارے شکستہ نظام تمدن کو قیام استحکام ... نہیں دے سکتا - مفکرین کی جماعت اس حقیقت سے آشنا ہو چکی ہے - اور ہر چہار طرف سے سوشیل زندگی کو مذہب کی اساس پر قائم کرنے کی آوازیں آ رہی ہیں - مادیت پر انسانوں کا اب اعتماد نہیں رہا - اس کی بیخ دین اب اکھڑ چکی ہے - اور ضرورت ہے کہ پوری طاقت اور قوت سے رہنمایانِ عالم سے اس امر کا اقرار لیا جائے کہ وہ شکستہ نظام تمدن کی از سر نو تعمیر کیلئے ایک مناسب اور موزوں مذہبی نظام قائم کرنے کی کوشش بروئے کار لائیں -

باوجود اس امر کے کہ ہمارے ذرائع اس قدر محدود ہیں ہم نے مغربی اقوام کی توجہ اس ضروری امر کی طرف منعطف کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا - اگر ہم ذرا اور کوشش سے

کام لیں اور کسی قدر اور زیادہ توجہ اس طرف مبذول کریں تو ہم مہذب دنیا کو اس بات کا قائل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں کہ اسلام کا سوشیل اور اخلاقی ضابطہ قبول کرنا اب یقینی طور پر لازم اور لابدی ہو گیا ہے۔ اور اس کے سوائے اور کوئی چارہ نہیں۔

ہندوستان میں ہندو قوم کا غیظ و غضب درحقیقت ایک ذہنی جنگ کا غیظ و غضب ہے۔ ہندو قوم کی حب الوطنی اس امر کی مقتضی ہے کہ ہندومت کی ثقافت من کل الوجوہ قائم رہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ اس ثقافت میں وسعت اور ترقی دینے کے لئے بھی فکرمند ہیں جو درحقیقت اس ثقافت کے اصول اساسی کے منافی اور مخالف ہے۔

اس بین الاقوامی زمانہ میں ہندومت کے بڑے بڑے لیڈر اور ان کے مفکرین اسلامی اصول کی نوعیت اور ان کی قدر و قیمت کو خوب سمجھتے ہیں۔ لیکن تاہم وہ اس قوم کے مذہب کو قبول کرنے میں ہچکچاتے ہیں جن سے وہ اس بنا پر نفرت کرتے ہیں کہ یہ لوگ باہر سے آئے ہوئے حملہ آور ہیں۔ اور اقتصادی زندگی کی دوڑ میں بہت پیچھے ہیں۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندو دماغ میں سے اس وہم کو دور کریں اور جس الجھن میں وہ پڑے ہوئے ہیں اس سے ان کو باہر نکالیں۔ اور اسلام کے متعلق جو ان کے دلوں میں ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ اس کو واضح کریں۔ اور اس کے فوائد سے آگاہ کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ہندو قوم کو یقین دلائیں کہ اسلام کبھی اس بات کا حامی نہیں وہ ملٹری یا سیاسی طاقت سے کسی کو اپنے مذہب میں داخل کرے۔ اور اگر ہم بت پرستی کے قلعہ کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں" تو اس کا طریق یہ ہے کہ علمی اور اخلاقی طاقت سے اس عظیم الشان کام کو سرانجام دیا جائے۔

فی الواقعہ اگر مسلمان ہندوستان میں مذہب اسلام قبول کرنے کے لئے سیاسی طاقت کا استعمال کرتے تو آج اس براعظم میں ہندو مسلمان سوال پیدا ہی نہ ہوتا۔ درحقیقت اس ملک میں مسلمانوں کا سیاسی زوال مذہب اسلام کی روحانی ترقی کا ایک نشان تھا۔ مغربی طاقت کی موجودگی نے اپنی مادی شان و شوکت سے ہندو قوم کو مسحور کر رکھا تھا۔ اب جبکہ وہ طاقت یہاں سے رخصت ہو چکی ہے ہندو قوم اور

اسلام کے مابین اب کوئی پردہ حائل نہیں - اور ہندوستان کی آئندہ خوشحالی اور اس کی قسمت اب اب اسلام کے سوشیل اور اخلاقی نظام کو قبول کرنے سے ہی وابستہ ہے -

ممکن ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے نسلی امتیازات اور سرمایہ داری کے خیالات قبول اسلام کے رستہ میں حائل رہیں لیکن جلدی یا بدیر یہ پردے اٹھ جائیں گے - اور ہندوستان کے ہندوؤں کے روشن ضمیر طبقے اس طرف اپنی پوری پوری توجہ مبذول کریں گے -

ہندوستان کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اہل ہند کی علمی اور ذہنی زندگیوں میں اس امر کی اہمیت کو واضح کریں - ہمارے رہنماؤں اور ہادیوں کا فرض ہے کہ وہ میدان عمل میں آئیں اور سرگرم کار ہو جائیں اور اب جبکہ دنیا کی تاریخ ایک نئی شکل میں ڈھل رہی ہے وہ موقعہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہمارے ہاتھوں کو مضبوط کریں -

ہمارے ناظرین اور ہمارے معاونین کا فرض ہے - کہ وہ ہر ممکن طریق سے ہماری امداد کریں - تاکہ اس رسالہ کے ذریعہ سے ہم مشرق اور مغرب کو دینی علوم سے بہرہ ور کریں - اور خدا کے آخری پیغام کو اکناف عالم میں پھیلا دیں - وما توفیقنا الا باللہ العظیم +

راہِ زندگی

(از قلم جناب مولانا ولیم بشیر پکرڈ بی ۔ اے کینٹب)

عفو

غلطی کرنا انسان کا کام ہے ۔ الانسان مرکبٌ من الخطاء والنسیان

اور

عفو خدا کا کام ہے۔ (وہ ذات پاک غفور الرحیم ہے)

(الیگزنڈر پوپ)

لاریب خدائے بزرگ و برتر کی صفات حسنہ میں سے ایک بڑی صفت اس کا غفور الرحیم ہونا ہے وہ غفار ہے یعنی بہت بڑا بخشنے والا ہے ہم خدائے تعالیٰ کا تقرب چاہتے ہوں۔ تاکہ ہم اس کے نور سے منور ہوسکیں تو ہمیں عفو کی اہلیت پیدا کرنی چاہیے اور آئندہ اس کو عملی رنگ دینا چاہئے۔ ہمیں روزمرہ ایسے مواقع سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جس میں ہم اس خدائی صفت کو عمل میں لا سکتے ہیں ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

خذوا العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاھلین ۔

یعنی عفو اختیار کرو۔ اور نیک کام کا حکم دو۔ اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ پھر فرماتا ہے:-

ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم ۔ (سورۂ نور آیت ۲۲)

اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں ۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے ۔

آئیے! ذرا ہم عفو کی اہمیت پر غور کریں۔ ہمیں یقین کرنا چاہیئے کہ عفو انسانی زندگی کو کس قدر شیریں بنا دیتا ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک شخص نے ہم کو نقصان پہنچایا ہے۔ جس سے ہمیں سخت تکلیف پہنچی ہے لیکن اگر ہم بنظرِ تعمق دیکھیں اور ژرف نگاہی سے کام لیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ دوسرے لوگوں کے افعال و اعمال سے ہماری ذات پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ اگر کوئی شخص ہمارے خلاف کچھ کرتا ہے تو اس کا الزام اسی کے سر پر ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر ہم دانائی سے کام لیں تو چونکہ ہم نے کوئی برائی نہیں کی ہمیں کسی ضرر کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن اگر ہم انتقام لیں تو ہم ایک انسان کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور اپنی بھائی کو تکلیف پہنچانے سے ہمیں ایک روحانی تکلیف ضرور پہنچے گی۔ خواہ اس کی صورت انتقامی ہی ہو۔ اور ہمیں ایک حزن اور غم لاحق ہوگا۔

اب ہم قرآن مجید کی بعض آیات پر غور کرتے ہیں :۔ جن کا نفسِ مضمون سے تعلق ہے۔ اور جن کی اہمیت سے کوئی عقلمند انسان انکار نہیں کرے گا۔

لا تستوی الحسنة ولا السیئة ط ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینهٗ عداوةٌ کانهٗ ولیٌّ حمیمٌ ہ وما یلقٰھآ الا الذین صبروا وما یلقٰھآ الا ذو حظٍ عظیمٍ ہ (سورة حٰمٓ السجدہ آیت ۳۴ و ۳۵)

ترجمہ :۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں۔ بدی کو بہت اچھے طریق پر دور کر پھر تو دیکھے گا کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی ہے گویا وہ دل سوز دوست ہے اور یہ خصلت انہی کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ انہی کو دی جاتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔

اب اس کی ذرا تفسیر بھی سن لیجئے۔ نیکی اور بدی برابر نہیں۔ آگ آگ کو بجھا نہیں سکتی۔ اور بدی بدی کو دور نہیں کر سکتی۔ اس لئے بدی کو دور کرنے کے لئے کسی اور قسم کی ترکیب کی ضرورت ہے۔ اور وہ ترکیب اور وہ تجویز نیکی کرنا ہے۔ یعنی بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنا۔

یہ کس قدر صحیح ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اور نہ اس کے سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تشدد کا علاج تشدد نہیں ہے۔ نفرت کا ازالہ نفرت نہیں ہے۔ کینہ کینہ سے دور

نہیں ہوتا۔ بُری نیت برا ارادہ بُری نیت اور برے ارادہ کو روک نہیں سکتا۔ یہی صحیح ہے اور یہی صحیح ہے۔ بدی کو روکنے کے لئے کوئی ایسی چیز درکار ہے جو اس کے برعکس یا خلاف ہو۔ کیونکہ نفرت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ محبت سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اعتماد سے اعتماد پیدا ہوتا ہے اور شک و شبہ سے شک و شبہ پیدا ہوتا ہے۔

پس صاف ظاہر ہے کہ تشدد کو بند کرنے کے لئے ہمیں عدم تشدد سے کام لینا چاہیئے حلم اور نرمی کو استعمال کرنا چاہیئے۔ کینہ دور کرنے کے لئے ہمیں کینہ ترک کر دینا چاہیئے۔ ہمیں دکھ کو عفو سے اور زخم کو محبت اور شفقت کی مرہم سے مندمل کرنا چاہیئے۔ صبر کی آگ غیظ و غضب کی آگ کو بجھا دیگی نفرت کے زہر کو محبت کا تریاق زائل کر دے گا۔

آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ زخم کو مندمل کرنے والی دوائی کے استعمال سے پہلے عفو کا صاف کرنے والا مرہم ضروری ہے جب تک ایک شخص کے دل میں عفو کا مادہ موجود نہ ہو وہ نیکی کیونکر کر سکتا ہے۔ جب تک نفرت سے جو نقصان ایک شخص کو پہنچا ہے اس کا دل صاف نہ کر دیا جائے محبت کا جذبہ کیونکر ظاہر ہو سکتا ہے۔ ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ اس پر غور کرے اور خوب سمجھ لے کہ عفو کس قدر اعلےٰ چیز ہے۔

حلم سب کو فتح کر لیتا ہے۔ کیونکہ یہ دل کو فتح کرتا ہے۔ اور دل کی فتح اصل فتح ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یکدل بہتر است

قرآن پر نظر ڈالئے اور اس میں یہ آیت خوب غور سے پڑھئے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ واللہ یحب المحسنین۔

پس عفو زندگی کا جو خدا کے قرب میں گذاری جائے عام اصول ہونا چاہیئے۔ یہ کوئی وقتی یا ہنگامی جذبہ ہی نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ ایک بہت بڑا کمال ہے۔ جو تکلیف برداشت کر کے ہی حاصل کرنا چاہیئے۔ عفو ہمارا دستور العمل ہونا چاہیئے۔ ہمیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں اس کا عادی ہونا چاہیئے۔ اگر ہم عفو سے کام نہیں لیں گے تو ہم اپنے بھائیوں اور اپنے میں نااتفاقی کا بیج بوئیں گے۔ اگر ہم عفو

سے کام نہیں لینگے تو جو تکلیف ہمیں پہنچائی گئی ہے - وہ ہمارے دل میں ہمیشہ کھٹکتی رہے گی اور ہمارے لئے دکھ کا موجب ہوگی - عفو سے ہی ہمارے دلوں کے اندر خوشی اور اطمینان پیدا ہو سکتا ہے - تشدد اور انتقام ضرر کے کوئلوں کو ہوا دیں گے - جس سے نفرت کو جلا دینے والی آگ بھڑک اٹھے گی - اور ان سب پر مصیبت لائے گی جو اس آگ کی لپیٹ میں آئیں گے - کیا اسکی صداقت اس جواب سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیٹر کے سوال پر دیا تھا - ظاہر نہیں ہوتی ؟ :-

"استاد ! کتنی بار میرا بھائی مجھے تکلیف پہنچاتا رہے اور میں اس کو معاف کرتا رہوں - کیا سات دفعہ" ؟ - جناب مسیحؑ نے فرمایا سات دفعہ نہیں بلکہ ستر گنا سات دفعہ" -

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت پر غور کریں :-

لاتثریب علیکم الیوم - یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین (سورۂ یوسف آیت ۹۲)

آج تم پر کچھ الزام نہیں - اللہ تمہیں معاف کرے - وہ سب رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے -

صدق اللہ تعالیٰ - سوائے اس ذات کے اور کوئی غفار نہیں - جو کچھ غلطی انسان سے صادر ہوتی ہے - یقیناً وہ خدا کے خلاف ہے - جو بدی اور نیکی کی میزان کا مالک اور حاضر و ناظر ہے ۔۔۔ جب ۔۔۔ ہے تو ہر حالت میں عفو کی توفیق اُسی ارحم الراحمین کے حضور سے ہی تلاش کرنی چاہیئے - کیا ہم خدا کے غفران کے نشانات اپنے سامنے اور اپنے اردگرد نہیں دیکھتے ؟ کیا ہم ملاحظہ نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کس قدر متحمل اور بردبار ہے - کہا جاتا ہے کہ "زمانہ سب سے بڑا طبیب ہے" لیکن یہ زمانہ کیا ہے یہ خدا تعالیٰ کا دست کرم ہے - جو انسانوں کی غلط کاریوں حماقتوں اور وحشیانہ حرکات اور مجنونانہ تشدد پر قلم عفو پھیر دیتا ہے -

ایک مہیب جنگ روئے زمین کو تباہ و برباد کر رہی ہے - قدرت کے حسین اور دلکش مناظر بھیانک تصویر پیش کر رہے ہیں - خوبصورت بستیاں زمین دوز ہو رہی ہیں - لاکھوں مردوں عورتوں اور بچوں کے دل و دماغ پریشان و پراگندہ ہو رہے ہیں - مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب خلق خدا کی خیر نہیں - لیکن خدا کا رحم اس کا عفو جوش میں آجاتا ہے - اس کا فضل دستگیری فرماتا ہے اور پھر

امن و امان کی ہوا چلنے لگ جاتی ہے ۔ درختوں پر ایک نیا جوبن آجاتا ہے ۔ تباہ و برباد شدہ زمین پر پھر تروتازگی آجاتی ہے ۔ اور قدرت ایک نئے خوبصورت لباس میں ظاہر ہوتی ہے تازہ برگ و بار سبز عفو کے ساتھ پرانے زخموں کو ڈھانپ لیتے ہیں ۔ زمین پھر سنہری دانوں والی فصلیں اگاتی ہے ۔ لوگ پھر عفو عظیم کی برکات سے متمتع ہونے لگتے ہیں ۔ گویا سنہری زمانہ پھر عود کر آیا ہے ۔ اور چاروں طرف خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے ۔ اور افضال الٰہی تمام دنیا پر محیط ہو جاتے ہیں ۔

عفو کی صفت محمود کی اہمیت قرآن مجید میں یوں بیان فرمائی گئی ہے ۔

والذین یجتنبون کبٰٓئر الاثم والفواحش واذا ما غضبوا ھم یغفرون ۝ (سورۃ شوریٰ آیت ۳۷)

اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں ۔ اور جب کبھی غصے میں آجائیں تو معاف کر دیتے ہیں ۔ آیت بالا میں " اذا ما " کے الفاظ خاص حکمت پر مبنی ہیں اور ان کی بہت اہمیت ہے ۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ ایسے لوگ تو النادر کالمعدوم کا حکم رکھتے ہیں ۔ بلکہ معدوم ہی ہیں ۔ جنہوں نے اپنی زندگیوں کے عرصہ میں کبھی کوئی غلطی یا نسیان کا ارتکاب نہ کیا ہو ۔ بے شک ہر انسان کسی نہ کسی غلطی کا ضرور مرتکب ہوتا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ انسان ناتجربہ کاری اور بے علمی کی وجہ سے ابتدائی زندگی میں کسی نہ کسی غلطی میں مبتلا نہ ہو ۔ جوانی جب اپنے پورے جوبن پر ہو تو اس وقت جذبات کی آگ بھڑکے بغیر کہاں رہتی ہے ۔ اور پھر عیب و صواب سے بے پرواہ ہو کر کسی نہ کسی غلطی کا ارتکاب کر ہی بیٹھتا ہے ۔ غرضکہ ہم میں سے کوئی ہے جو اس غفور الرحیم سے غفران و عفو کی التجا کی ضرورت محسوس نہ کرے ۔ لیکن خدا کے حضور معافی مانگنے کے لئے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی خطاؤں کو معاف کریں ۔ جناب مسیح علیہ السلام کے الفاظ ہیں

" اور ہمارے گناہ معاف فرما جس طرح ہم ان کے گناہ معاف کرتے ہیں جو ہمارا قصور کرتے ہیں "

پس اس طرح سے بنی نوع انسان کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے ہمارے دلوں کے اندر اطمینان اور خوشی پیدا ہوگی ۔ اور اس طرح سے ہم خلوص دل اور صفائی نیت سے اُس عظیم الشان ہستی (یعنی خداوند تعالیٰ) سے تزکیہ نفس کی التجا کر سکتے ہیں ۔ جو تمام نقائص سے منزہ اور تمام عیوب سے پاک ہے ۔ جس نے اپنے نفس پر رحم کو لازم کر لیا ہے ۔ اور جو ہر اس مرد ہر اس عورت ہر اس بچے کے قریب ہے ۔

جو اس کے قریب جائے۔ ع

روئے دلبر از طلبگاراں نمے دارد حجاب

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنے رہنماؤں۔ نبیوں اور اولیاء اللہ کی زندگیوں میں عفو کی امثلہ پاتے ہیں؟ کیوں نہیں ہماری سرکار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کس کی مثال ہوگی۔ آپ کے جانی دشمنوں نے آپ کی ایذا رسانی آپ کی تکلیف ہی اور آپ پر ظلم وستم توڑنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا وہ آپ کی جان کے دشمن اور آپ کے مشن کو تباہ وبرباد کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب حضور اپنی دشمنوں پر کلیتۃً غالب آگئے اور ایک مظفر منصور کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوئے۔ اور حضور کو اپنے دشمنوں پر پورا پورا اقتدار حاصل ہوا۔ اس وقت آپ کو اختیار تھا کہ جو سلوک ان سے چاہتے روا رکھتے اور جو جو سختیاں آپ پسند کرتے ان پر کر سکتے تھے۔ لیکن حضور کے عفو وکرم کو دیکھو کہ ان جانی دشمنوں کو حضور نے یک قلم معاف فرما دیا۔

لا تثریب علیکم الیوم

عفو کی یہ مثال بہت بڑی مثال ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ یہ لوگوں کی زندگیوں اور ان کی موت کا سوال تھا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے دل میں اپنے ہم جنسوں سے دکھ اٹھانے کے بعد عفو کا امکان ضرور ہے۔ گویا یہ طاقت خدا نے انسان میں خود ودیعت فرمائی ہے۔ پھر جناب مسیح علیہ السلام کی مثال بھی پیش کی جاسکتی ہے۔ آپ نے اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں سخت جسمانی ضرر اور تکلیف اٹھانے کے بعد بھی اور نہایت دکھ کی حالت میں بھی آپ نے اپنے دشمنوں کے متعلق یہ فرمایا۔

"باپ! اُن کو معاف فرما۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے جو وہ کرتے ہیں۔" (لوقا)

اس لئے میری آپ سے یہ گذارش ہے کہ آپ عفو کو کوئی ایسی چیز خیال نہ کریں۔ جو نا قابل عملدرآمد ہو اور جو محض خدا کا فعل ہی ہو بلکہ ہر انسان یہ صفت اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے اس میں کوتاہی نہ کیجئے۔ اپنے دشمنوں کو معاف کیجئے۔ ہاں جنہوں نے آپ کو دکھ پہنچایا ہے۔ ان سے عفو سے کام لیجئے۔ اگر

آپ کا غصہ اس قدر سخت ہے جس قدر کہ بادل کی گرج تاہم اس پر عفو کی بارش برسا دیجئے۔ بجلی بادلوں کو پھاڑ دیتی ہے لیکن رحم بارش کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔

پس ہر حالت میں ہمیں عالی حوصلگی کی عادت بنانی چاہیئے۔ ایسی عالی حوصلگی جو انتقام کے جذبات سے بالاتر ہو۔ اس سے آپ کے اندر تزکیہ نفس پیدا ہوگا۔ اور غم و غصہ کا دھواں دور ہو کر ایک روحانی چمک آپ کے اندر ظاہر ہوگی۔ سفلی جذبات سے پاک ہو کر دشمنی اور عداوت کے خیالات سے خالی ہو کر ہمیں اُس بُقعہ نور میں داخل ہونا چاہیئے۔ جہاں آفتاب عالمتاب اپنی پوری شان و شوکت سے درخشاں ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اچھا درخت اچھے پھل لاتا ہے ایک اچھا چراغ عمدہ اور اعلیٰ روشنی دیتا ہے۔ ایک شریف اور اچھے دل سے عداوت کے جذبات نہیں ظاہر ہوتے۔ انتقام کی بُری خواہش۔ بدلہ لینے کی مذموم حرکت۔ دشمنی کے خیالات۔ غرضکہ کوئی بھی بُرائی ہو۔ کوئی بھی بُرا جذبہ ہو کوئی بھی مذموم حرکت ہو۔ ایک نیک دل سے ان چیزوں کی توقع نہیں ہو سکتی۔ ایک نیک دل سے نیکی کی توقع ہے۔ ایک نیک دل سے محبت اور ہر اچھے سلوک کی توقع ہے جو رحمت اور شفقت پر مبنی ہو تزکیہ نفس یا دل کی صفائی کے لئے ضرورت ہے کہ ہم عفو کی صفتِ محمودہ پر پورے پورے عامل ہوں عفو کا گل رعنا ہمارے باغیچہ دل میں کھلنا چاہیئے۔ جو درحقیقت خدا کا تخت گاہ ہے۔

پس یاد رکھئے مصیبت زدہ ہو کر آپ دوسروں کو مصیبت میں نہ ڈالیں۔ دکھ اٹھا کر دوسروں کو دکھ نہ دیجئے۔ زخم کھا لینا اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان دوسرے کو زخم لگائے۔ ظالم بننے کی بجائے مظلوم بننا زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنی ساری زندگی میں آلام و مصائب کے آماجگاہ نہ بنیں۔ ہمیں ضرور کبھی نہ کبھی اپنے ہم جنسوں سے کوئی نہ کوئی دکھ اٹھانا پڑے گا۔ لیکن ہمارا دستور العمل کیا ہونا چاہیئے۔ یہی کہ ہم خواہ کتنے ہی ستم رسیدہ ہوں۔ ہم دوسروں کو جہاں تک ہو سکے دکھ نہ پہنچائیں۔ اور انتقام سے پرہیز کریں۔

اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ بعض اوقات جو تکلیف ہم کو دوسروں سے پہنچتی ہے۔ وہ تکلیف پہنچانے والے کا ارادہ نہیں ہوتا بلکہ بغیر ارادہ کے اتفاقاً وہ تکلیف ہمیں پہنچ جاتی ہے۔ ایسی

بات میں تو ہمیں اور بھی عفو اور درگذر سے کام لینا چاہیئے۔ اور غم و غصہ کو پاس پھٹکنے نہیں دینا چاہیئے اگر ہم عفو کی عادت بنا لیں اور اس کو اپنا مقصود قرار دیں۔ تو ہم لازماً دوسروں کو تکلیف دینے سے رک جائیں گے۔ بالخصوص اس حالت میں جبکہ جس شخص نے ہمیں دکھ یا تکلیف پہنچائی اس کا ارادہ ایسا نہ تھا کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچاتا۔

اس عفو کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے اندر خدائی صفات جلوہ گر ہونگی ایسی صفات جن سے بدی کا قلع قمع ہو جائے۔ اس سے برائی کا سب تار و پود بکھر جائے گا۔ اور بدی ہمارے دلوں کو پھر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اور اس کی تمام طاقتیں ھباءً منثورا ہو جائینگی۔ جس دل کی دیواریں عفو پر تعمیر ہوں اس دل کے اندر تقدس کا دور دورہ ہوگا۔ اور بدی اس سے کوسوں دور رہے گی۔ بدی کا لشکر ایسے قلعہ کے اندر داخل نہیں ہو سکے گا بلکہ ہزیمت کھا کر بھاگ جائیگا۔

کیا آپ دیکھتے نہیں کہ جس قوم کے اندر تحمل برداشت عفو و کرم کے جذبات عالیہ ہوں۔ اس کو کس قدر منفعت اور آرام ملتا ہے۔ بدی ایک آگ ہے جو بھڑکتی ہی رہتی ہے اور بڑھتی رہتی ہے لیکن عفو کا پانی اس بدی کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اگر ہم انتقام کے جذبات دلوں میں پالتے رہیں گے۔ اور عفو کو کام میں نہیں لائیں گے۔ تو ایک وقت آئے گا۔ کہ حالت مظلومیت سے نکل کر اس حالت میں جا پہنچیں گے۔ جس میں انسان دوسروں پر بے جا طور پر ظلم و تعدی کرتا ہے۔ اور پھر ہم سے عدل و انصاف کیا بے دردی بے رحمی ظلم و ستم صادر ہوں گے۔ اور ہماری یہ حالت ہماری پہلی حالت سے بھی بدتر ہوگی

قرآن مجید کی آیت ذیل پر غور فرمائیں:۔

ان تبدوا خیراً او تخفوہ او تعفوا عن سوءٍ فان اللہ کان عفواً قدیراً ٥ (سورۃ النساء آیت ۱۴۹)

اگر تم بھلی بات ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ یا بدی سے درگذر کرو۔ تو اللہ معاف کرنے والا قدرت والا ہے۔

ہندوستان میں اسلام کی جدوجہد

(مولانا آفتاب الدین احمد صاحب کے قلم سے)

ہندوستان میں اسلام کی قدامت تقریباً ظہور اسلام سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ شمالی ہندوستان میں سب سے پہلے اس کا ورود سیاسی رنگ میں ہوا۔ چنانچہ محمدؐ بن قاسم کا ملک سندھ میں آنا سیاسی مقاصد لئے ہوئے تھا۔ مبلغین و واعظین اسلام جو اسلام کی روحانی تعلیم کے علمبردار تھے۔ اور صلح وامن کے ساتھ اشاعت دین حقہ اُن کا مقصد تھا ان کی نظروں سے یہ کفرستان کیونکر اوجھل رہ سکتا تھا۔ انہوں نے اس سرزمین کو شمع ہدایت سے منور کرنے میں کچھ تامل نہ کیا بلکہ جہاں ایک طرف علمبرداران سیاست نے اس طرف کا رخ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی علمبرداران مذہب نے بھی اس طرف قدم بڑھایا۔ ان لوگوں کو کسی سیاسی طاقت کی امداد حاصل نہ تھی بلکہ انہیں کسی سیاسی فریق سے تعلق بھی نہ تھا۔ وہ محض اسلام کی روحانی دولت سے اس تیرہ بخت سرزمین کو مالا مال کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہنود کی نسلیں جو بعد میں آئیں۔ ان کو یہ امر ذہن نشین کرایا گیا کہ مسلمان محض سیاسی اغراض لئے ہوئے وارد ہندوستان ہوئے۔ اور ان کا اصل مقصد اس ملک کی تسخیر اور اس پر اپنا اقتدار قائم کرنا تھا۔ اور اس امر کو وہ بالکل بھول گئے کہ سینکڑوں درویش صفت مسلمان ان کے لئے روحانی آبحیات لے کر آئے اور بتقاضائے ہمدردی ان کو بادیہ ضلالت وکفر سے نکال کر شاہراہ ہدائیت کی طرف رہنمائی کرنا ان کا اصل مقصد تھا۔

ہندو قوم کے ذہنوں میں یہ امر جاگزین کرنے کا مقصد کہ مسلمان بحیثیت فاتح یہاں آئے اور غرض سیاسی تھی یہ تھا کہ ہندوؤں کی قومی عصبیت کے اُس جذبہ میں کوئی ضعف واقع نہ ہو۔ جو ایک

۹۸۷

عرصہ طویل سے بین الاقوامی تعلقات کی تمام اندرونی اور بیرونی کو پہنچنے سے مانع تھا۔

ہندو مت نے تمام بیرونی اقوام کو جو اس سرزمین میں وارد ہوئیں اپنے اندر جذب کرنے میں کمال ہنر دکھایا ہے۔ مثلاً یہود۔ تاکس۔ ہن اور یونانی یہ سب ان کے اندر جذب ہو گئے۔ جمہوریت اور بدھ مت کی پیدا کی ہوئی تھوڑی بہت بین الاقوامی ثقافت سرزمین ہند سے کالعدم کر دی گئی تھی اس ملک کے اصل باشندوں کو جو آریوں کی آمد سے پہلے اس ملک میں آباد اور اس پر حکمرانی کر رہے تھے غلامی کی ذلیل و رسوا کن زنجیروں میں جکڑ دیا گیا تھا۔ ان کو بدترین مخلوق گردانا گیا تھا۔ اور ان کو تمام ذہنی اور جسمانی طاقتوں کے نشوونما سے محروم کر دیا گیا تھا۔ جب اسلام کا آفتاب ضیا پاش ہوا تو اسکی روشنی کے بجھانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اس سرزمین میں اس کے ظہور و آمد کے خلاف کوئی دقیقہ انہوں نے فروگذاشت نہ کیا۔ اور اس کی بڑھتی ہوئی رو کی روک تھام کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

اگرچہ بدھ مت نے اس جمہوری اور عالمگیر مذہب کی بنیاد کے کچھ آثار پیدا کر دیئے تھے۔ جو نبی صلعم کی تعلیمات کا جزو لاینفک تھے۔ لیکن اسلام کے مقابلہ میں ہندو مت ایک لحظہ بھر بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ اس کی ثقافت کا کسی صورت میں لگا نہیں کھا سکتا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسلام کے بالمقابل ہندو مت کے اندر کوئی چیز نہ تھی جس کو یہ امتیازی طور پر پیش کر سکے۔ اسلام کو سیاسی طور پر ایک عالمگیر طاقت کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔ اور ؏

تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

کا مصداق بن چکا تھا۔ لازماً ہندو قوم کو اسلامی ثقافت کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔

خاص خاص نسلیں جنہیں ہندوستان میں وارد ہونے سے پیشتر شرف اسلام سے مشرف ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا ممکن ہے ان کو اسلامی کلچر سے اعلےٰ حصہ نہ ملا ہو لیکن اسلام کی اخلاقی اور تمدنی ثقافت نے جو خود مذہب اسلام کے اندر مرکوز ہے۔ اور اس کے ساتھ عربی ثقافت کی شان و شوکت نے جو تمام دنیا پر جلوہ افگن ہو رہی تھی۔ ان نسلوں کے لئے ایک ایسا

ثقافتی پس منظر طیار کر دیا تھا۔ کہ جہاں تک مبادیات کا اقتضا ہے انہیں کسی اور جگہ سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت نہ رہی۔

مسلمان قوم اس قدر وسیع الظرف اور بلند خیال واقع ہوئی ہے کہ ثقافت خواہ کہیں سے اس کو ملے اس کے لینے میں کبھی اس نے بخل سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اس معاملہ میں اس نے اس قدر دریا دلی کا ثبوت دیا ہے کہ ایسا کرنے میں بعض صورتوں میں اس کو اپنے مسلمات کو بھی کم و بیش ترک کرنا پڑا ہے۔ لیکن یہ حقیقت نفس الامری ہے کہ ان امور کے لئے جو حقیقتاً ایک قوم کی ثقافتی زندگی کے لئے روح و رواں ہیں انہیں اپنے مذہب کے علاوہ غیروں کے دست نگر ہونے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس نے دوسروں پر اپنے ثقافتی کمالات کو بجبر ٹھونسنے کی سعی نہیں کی اور نہ اس غرض کے لئے وہ ہتھکنڈے استعمال کئے ہیں۔ جو عیسائی اقوام کیلئے مایۂ ناز ہیں۔

اس ضمن میں مسز سروجنی نائیڈو جیسی اعلیٰ کلچر کی خاتون نے جو کچھ ایک صحافتی کانفرنس میں بیان فرمایا وہ قابل غور ہے۔ آپ فرماتی ہیں :-

"زمانہ گذشتہ کی ہر ایک ثقافت کی آمیزش کی طرح موجودہ ہندو ثقافت کو بھی جبر و تشدد کا پس منظر اختیار کرنا ہوگا۔ آمیزش (دو تہذیبوں کا امتزاج) ایسا لفظ نہیں جس میں کسی خون خرابہ کا حصہ نہ ہو۔ اگرچہ ظاہری طور پر اس لفظ سے ایسا مترشح نہ ہوتا ہو۔

پکے ہوئے گوشت کی طرح جو کھانے کے وقت میز پر رکھا گیا ہو۔ ابتداً اس کا ذبحہ خانہ میں خون سے بھرا ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ جب کبھی ثقافتی آمیزش کا ذکر ہوگا۔ تاریخی واقعات کے پیش نظر آپ کے کانوں میں اُن قدموں کی چاپ پڑیگی جن کے ساتھ بربریت لازم ہے آپ کو توپوں کے داغنے کی آواز سنائی دیگی۔ آپ مجروحین کی دردناک آہ و بکا سنیں گے۔ مرنے والوں کی چیخیں آپ کے دل ہلا دینگی۔ جو زندہ ہیں ان کی حالت بھی قابل رشک نہیں ہوگی۔ انکو آپ قعر ذلت میں گرے دیکھیں گے۔ اور آپ دیکھیں گے کہ مفتوحین اپنے حال زار پر نوحہ گر ہیں۔ ہر ایک کلچر اپنے ساتھ ایک حملہ آور فوج لے کر آئی۔ وہ اپنے مفتوحہ

ملک پر قابض ہوئی۔ اپنی ثقافت سے دوسروں کو متاثر کیا اور خود بھی متاثر ہوئی اور اس میں ایک تغیر واقع ہوا"۔

بالفاظ دیگر مسز سروجنی صاحبہ یوں فرماتی ہیں کہ چونکہ مسلمان ہندوستان میں حملہ آور اور فاتح کی حیثیت میں آئے۔ اس لئے انہوں نے ہندوؤں پر اپنی تہذیب بجبر ٹھونسی۔ اس لئے آج جب کہ ہندو قوم کو اس سرزمین میں اقتدار حاصل ہوا ہے اگر یہ اپنی تہذیب مسلمانوں پر بجبر ٹھونسے تو بالکل حق بجانب ہوگی۔

ہم خاتون محترمہ کے علم و فضل کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنے کی جراءت کرتے ہیں کہ جو توازن انہوں نے قائم کیا ہے اور اس سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ دونوں غلط ہیں۔ کیا مسلمان اور کیا عیسائی دونوں اس ملک میں فاتح کی حیثیت میں داخل ہوئے۔ انہوں نے محض ان سے ہی جنگ کی جو ان سے نبرد آزما ہوئے اور ان کے سیاسی تفوق کے راستہ میں مزاحم ہوئے۔ اور جنہوں نے اُن کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان دونوں کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے اپنی تہذیب جبرو تشدد سے دوسروں پر ٹھونسی ہاں اگر غیر شعوری طور پر کہیں جبرو اکراہ عمل میں آگیا ہو تو اس سے انکار بھی نہیں ہو سکتا لیکن اس غیر شعوری جبرو اکراہ نے کبھی ایسی صورت اختیار نہیں کی۔ جس میں کسی جسمانی سزا یا عقوبت کو دخل ہو۔ یعنی کسی کو بنوک شمشیر اس ثقافت کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ اور ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ مشرقی پنجاب اور مغربی یوپی میں جس بربریت کا مظاہرہ کیا گیا اور جو ظلم و ستم روا رکھے گئے ان کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔

ان ہر دو حصص ملک میں مسلم اقلیت نے نہایت فراخدلی اور رضا رغبت سے ہندوؤں کے تفوق اور ان کی حکومت کو لبیک کہا اُن کے زعما نے نہایت گرمجوشی سے کانگریس کے جھنڈے کو سلام کیا اور انڈین یونین میں کمال صلح و صفائی اور امن راستی اور جذبات وفاداری اور فرمانبرداری کے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا۔ اور یقین دلایا۔ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ ان کا حکومت کے خلاف بغاوت کا ارادہ تھا۔ اور مسز سروجنی کے الفاظ میں ہی یوں کہنا چاہئے کہ ہندوؤں کا یہ تشدد کوئی سیاسی جارحانہ کارروائی نہ تھی۔ بلکہ ہندو کلچر کو مسلمانوں پر بالجبر ٹھونسنے کی سعی تھی۔ اور محض اسی خاطر اس قدر جانوں کا اتلاف اور اس قدر ظلم و ستم روا رکھا گیا۔ جہاں تک ہمیں علم ہے۔ اور ہر ایک صاحب فہم انسان

ہم سے اتفاق کرے گا۔ کہ اپنی تہذیب کو دوسروں پر ٹھونسنے کے لئے اس قدر تشدد اور ظلم وستم کرنے کی مثال اوراق تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہاں اس کی کچھ مشابہت زمانۂ وسطیٰ میں عیسائیوں کی قائم کردہ ..... Inquisition میں ملتی ہے۔ جس کا مقصد رومن کیتھولک کے علاوہ دوسروں کو ملک سپین سے خارج کرنا اور ان کی تہذیب کو ملیامیٹ کرنا تھا۔

غرضکہ جو کچھ ہندو قوم نے آج کر دکھایا وہ بہت بڑی بربریت کا مظاہرہ ہے اور آجکل کی مہذب اور بین الاقوامی زاویہ نگاہ رکھنے والی دنیا کبھی اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔

مسز سروجنی نائیڈو کے اس بیان سے جو سطور بالا میں دیا گیا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو وزیر ہندوستان کے اس نظریہ کی تردید لازم آتی ہے "کہ ملک ہند میں مسلم کلچر اور ہندو کلچر دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ اور ان دونوں قوموں کی تہذیبوں میں سے جو کچھ باقی رہ گیا تھا وہ مغربی تہذیب کی رو میں بہ چکا ہے۔" ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک حقیقت بدیہی ہے کہ ہندو قوم کا عزم راسخ ہے کہ مسلم کلچر کی دھجیاں بکھیری جائیں۔

مسز سروجنی نائیڈو کے بیان کا بھی یہی مطلب ہے۔ خاتون موصوف نے نہایت صاف الفاظ میں کہا ہے:۔

"اب تاریخ نے ایک نیا ورق الٹا ہے۔ یو۔ پی کی تہذیب میں اب ہم ایک جدید تہذیب کی آمیزش کرنے والے ہیں۔ اور اس میں ہندو کلچر کا عنصر ہی نظر آئیگا۔"

پھر اس کے بعد خاتون موصوفہ یوں گلفشانی فرماتی ہیں:۔

"اب اسی قوم کی تہذیب ہی سلطنت کی تہذیب قرار پائے گی۔ جو ۸۶ فی صدی ووٹ کے حقدار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یو پی کے گورنمنٹ ہاؤس کے دربار ہال میں ۱۴ اگست کی رات کو ایوان کے ہر کنارہ سے زعفرانی رنگ کے کپڑوں سے ملبوس پنڈت ویدوں کے منتر پڑھتے نظر آتے تھے۔"

ہر ایکسیلنسی مسز سروجنی نائیڈو کا شاعرانہ زاویہ نگاہ ایک تاریخی منظر کا نظارہ کر رہا ہے۔ یہ پنڈت نہرو کے فلسفیانہ نکتہ نگاہ سے بالکل جداگانہ ہے۔

خاتون موصوفہ نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے۔ کہ ہندوستان میں قومی تحریک کے نیچے ہندو مت کا احیا مضمر ہے۔ خاتون موصوفہ نے یہ بھی فرمادیا ہے۔ کہ احیاء کی یہ سپرٹ کہاں سے پیدا ہوئی فرماتی ہیں :۔

" پھر عدم تعاون کی تحریک ایک بہت بڑے طوفان کی طرح معرض ظہور میں آئی۔ ہندوستانی قومیت نے ایک ایسے نہج اور ڈھنگ کو اختیار کیا جس کی رُو سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں برطانیہ کے خلاف جدوجہد بڑے زور و شور سے معرض وجود میں آگئی "

کانگریس کی تحریک آزادی اور ہندو مت کے احیاء کا جو تعلق اور رابطہ ہے۔ اس کو ہم اپنے کسی سابقہ مضمون میں بالوضاحت بیان کر چکے ہیں۔ یہ امر موجب طمانیت ہے کہ تحریک کانگریس کا ایک اہم پہلو ہماری تائید میں ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو جو ابتدا سے ہی مذہب کی بنا پر سلطنت قائم کرنے کے مخالف رہے ہیں۔ انہوں نے ہندو مت کے احیاء کے خیال کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کو بھی تحریک احیاء کے وجود کا احساس پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ جب کانگریس برسراقتدار آئی تو انہوں نے بڑے زوردار لفظوں میں اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ہندو سلطنت کے مطالبہ کو نہ صرف احمقانہ اور زمانہ وسطیٰ کا خیال ہی ظاہر کیا بلکہ فرمایا کہ یہ ایک فسطائی خیال کا تتبع ہے۔ جو لوگ اس خیال کے حامی ہیں۔ ان کا وہی انجام ہوگا جو ہٹلر اور موسولینی کا ہُوا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہم پنڈت نہرو کے ایک غلط خیال کی اصلاح بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہندو قوم کے اندر جو مذہبی سلطنت قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ اس کی ذمہ داری مسلم لیگ پر عائد ہوتی ہے۔ پنڈت صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اور اس کی تردید کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں خود مسز سروجنی نائیڈو کا بیان ہی اس غلط خیال کی تردید کے لئے کافی ہے۔ جو کچھ خاتون موصوفہ نے فرمایا ہے۔ اس کی رُو سے پنڈت نہرو کا خیال حرف باطل کی غلط ٹھہرتا ہے اور خاتون موصوفہ کو جو قدر و منزلت اپنی قوم میں حاصل ہے وہ ایک مسلمہ

بات ہے۔ پنڈت جی کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ ہندو قوم کے اندر جو تنگ ظرفی پائی جاتی ہے۔ اور جو غیر رواداری کی روح ان میں موجود ہے مسلم لیگ اس کی ذمہ دار نہیں ہے۔ بلکہ خود ہندومت اس کا ذمہ دار ہے یہ غیر رواداری کی روح ہندومت کی روح رواں ہے۔ ہندومت کے احیا کی تحریک کو فروغ دینا اور پھر یہ توقع رکھنا کہ رواداری بھی قائم رہے۔ ع

این خیال است و محال است و جنوں

"ویدوں کے زمانہ کی طرف لوٹ چلو" "ویدوں کے زمانہ کی طرف لوٹ چلو"

یا ہیچ قسم کے نعرے اس کا لازمی نتیجہ آن ایام کا لوٹانا ہے جو اپنی تہذیب و تمدن کے لحاظ سے تاریک ترین زمانہ کہلانے کا مستحق ہے جس میں شودروں کے اعضا و جوارح کو کاٹنا۔ اور بیکس بیوہ عورت کو زندہ چتا کے سپرد کر دینا معمولی رسوم مذہب قرار دی جاتی تھیں۔

ہمارے ہندو دوست جو اسلامی ثقافت کی سختیوں کے اس قدر شاکی نظر آتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئیے کہ باوجود اس امر کے کہ اسلام ہندوستان میں ۷۰۰ برس برسر اقتدار رہا۔ لیکن مسلمان بادشاہوں کی رواداری کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے محض اس خیال سے کہ ایک مذہبی فریضہ ہے ستی جیسی ظالمانہ رسم کے انسداد کے لئے کوئی قدم نہ اٹھایا اور جب عیسائی حکومت آئی تو انہوں نے اس وحشیانہ رسم کی روک تھام کی۔

ہندومت پر ہمارا یہ اعتراض کہ اس میں رواداری کی روح مفقود ہے ہمیں کسی مجلس میں شرمندہ نہیں کر سکتا۔ اس رواداری کے فقدان کا ایک بین ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ مہاتما گاندھی جیسا وسیع الخیال انسان ہندو انڈیا کے اندر تبدیل مذہب کی آزادی کا مخالف ہے۔ اگر مہاتما گاندھی صرف ایسی تبدیلی مذہب کی مخالفت کرتے جو مشتبہ صورت کی ہو۔ تو ہم سب سے پہلے ان کے اس نیک خیال کے لئے ان کو قابل مبارکباد سمجھتے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مہاتما صاحب ہر ایک قسم کی تبدیلی کے مخالف ہیں خواہ وہ کیسی صحیح اور کیسی ہی صحت نیت پر مبنی ہو۔ ان کا یہ خیال قدیم ہندو نظریہ پر مبنی ہے کہ مذہب ایک نسلی چیز ہے۔ جس مذہب میں جو کوئی پیدا ہوا اس کے

اندر اس کو رہنا چاہیئے - تبدیلی نہیں کرنا چاہیئے - اس نظریہ کی رو سے ہندوستان ہندوؤں کا ہی ملک ہے - جس کو دوسرے لفظوں میں آریا ورت کہا جاتا ہے - اور اس لئے اس قوم اور اس ملک کا مذہب ہندو ہی ہونا چاہیئے جو اس قوم کے ابتدائی بسنے والوں کا مذہب تھا - لیکن اس نظریہ کی رُو سے ایک رعائیت بعد میں آنے والے غیر ملکی لوگوں کو دی گئی ہے - اور وہ یہ کہ وہ ہندو مذہب اور ہندو کلچر اختیار کر سکتے ہیں اور ہندو مت میں ان کو سوسائٹی میں ایک درجہ مل سکتا ہے - لیکن ہندوستان کے باشندوں میں سے کسی کو اجازت نہیں کہ وہ ایسے مذہب کو اختیار کرے - جو ہندوستان سے باہر کا ہو - اور جس کا تعلق کسی غیر ملک سے ہو -

شدھی کی تحریک جو آج سے بیس سال پیشتر شروع کی گئی اور جس کا مقصد مسلمانوں کو ہندو مت میں لانا تھا یا جیسا کہ اس کے علمبرداروں کا دعویٰ ہے ہندوؤں کو دوبارہ ہندو بنانا تھا - اس کی تہ کے نیچے بھی یہی امر نہاں تھا - کہ ان لوگوں کو پھر سے اپنے آباو اجداد کے مذہب پر قائم کیا جائے اور ان کو اپنے اندر جذب کر لیا جائے - یہ ایک انتہائی رواداری اور فیاضی تھی جس کا مظاہرہ ہندو مت کر سکتا تھا - اور اگر یہ تحریک کامیاب ہو جاتی تو جن سیاسیات سے بدقسمتی سے آج کل ہمیں دوچار ہونا پڑا ہے ان کی حیثیت بالکل جداگانہ ہوتی - اس تحریک میں ان لوگوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا - اور اس سے ان کے جذبات غیظ و غضب مشتعل ہو گئے اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہندو قومیت اب اسلامی ہند پر وہی حالات وارد کرنے پر تلی ہوئی ہے جو اس نے ایک سابقہ مذہبی تحریک پر وارد کرنے کی کوشش کی تھی - اور وہ تحریک اگرچہ اس ملک کی ہی پیداوار تھی - لیکن اس نے ہندو مت کے قومی عنصر اور اس میں جو ذات پات کی قیود پائی جاتی ہے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی - ہماری مراد اس سے بدھ مت ہے -

لاریب ہندوستان سے بدھ مت کا اخراج اور مشرق بعید میں اس کا منہ چھپانا ہندو مت کے ثقافتی تشدد کا ایک بڑا مایوس کن پہلو ہے - ہندو قوم کی یہ ثقافتی عدم رواداری جیسا کہ توقع کی جا سکتی تھی اسلام کی آمد کو کب بنظر استحسان دیکھ سکتی تھی - لیکن اس میں کیا راز ہے کہ اسلام

ہندوستان میں آیا اور یہاں بڑھا اور پھولا اور پھلا - یہ کسی ہندو رواداری کا مرہون منت نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اسلام کا فوق العادت سیاسی اقتدار جس کے سامنے ایک دنیا سرنگوں ہوچکی تھی پھر اُن اقوام کی ثقافتی اور عالمانہ فوقیت جو آغوش اسلام میں آچکی تھیں - ہندو قوم کی من مانی امیدوں کے برآنے میں مانع تھیں - اور مسلمانوں کو اس ملک سے نکالنے یا انکو موت کے گھاٹ اتارنے کے جو عزائم تھے - ان میں وہ کامیاب نہ ہوسکے - اس طرف سے مایوس ہوکر انہوں نے ایک دوسرا طریق اختیار کیا اور وہ ایک نرم طریق تھا یعنی اپنے اندر جذب کرنے کا طریق - انہوں نے اس کو استعمال کیا اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے - چنانچہ مغلیہ خاندان کے ابتدائی ایام میں انہوں نے اس طریق سے بہت کچھ فوائد حاصل کئے - لیکن اسلام کی زندہ جاوید قوت اور بیرونی اسلامی اثر آڑے آگیا اور اس نے اس مصیبت سے بچا لیا جو اس سے پہلے آنے والوں کو پیش آئی - یہ امر قابل ذکر ہے کہ اسلام نے سیاسی زوال کے زمانہ میں بھی اسلام نے اسی روحانی طاقت کا مظاہرہ کیا جو کبھی اس نے اس زمانہ میں کیا تھا - جو اس کے عروج و اقبال کا زمانہ تھا -

فی الجملہ اسلام اس ملک میں اس قدر مضبوط اور مقتدر ہوگیا کہ ہندو تاثرات سے مرعوب ہونے کا تو ذکر ہی کیا ہے - خود انگریزی قوم کی مدبرانہ اور اور عظیم القدر حکومت بھی اسلام کی اشاعت اور توسیع کو روکنے میں ناکام ہی رہی بلکہ اس کے زمانہ میں اسلام کی ترقی میں چار چاند لگ گئے یہ حقیقت ہے کہ جس قدر ہندوستان میں اسلام کو کچلنے کی کوشش کی گئی اور کسی ملک میں اس قدر کوشش دیکھنے میں نہیں آئی - لیکن یہ قابل غور امر ہے کہ کسی ملک میں اسلام نے اپنی روحانی اور ثقافتی قوت کا اس قدر مظاہرہ نہیں کیا جس قدر حیرت افزا طریق پر ہندوستان میں کیا ہے - اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام اندرونی طور پر کس قدر مضبوط اور مستحکم ہے اور اس کی بنیاد کس قدر مضبوط چٹان پر پڑی ہے - یہ آریہ سماج کی نوزائیدہ تحریک جو توحید کا پرچار لیکر صنم پرستی کے خلاف کھڑی ہوئی ہندوستان میں تمام مسلمان قوم کو ہندو مت میں جذب کرنے

کی آخری جدوجہد تھی۔ لیکن جب یہ جدوجہد ناکام کی ناکام ہی رہی تو ہندو سنگٹھن کی تحریک معرض وجود میں لائی گئی۔ جب دوسری تمام تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں تو اسلام کو کچلنے کے لئے تشدد استعمال کرنے کا تہیہ کیا گیا۔ لیکن ہم اس تحریک کے علمبرداروں کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر وہ واقعات ماضیہ تاریخیہ سے سبق حاصل کریں تو ان کی یہ تحریک سعی لاحاصل ثابت ہوگی۔ اُنیسویں صدی کے آواخر اسلامی تاریخ میں تاریک ترین ایام تھے۔ جبکہ مغرب کی عظیم القدر سلطنتیں اپنے پورے عروج پر ہی نہ تھیں بلکہ وہ اسلام کے مذہب اور اس کی ثقافت کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کرنے میں بآسانی کامیاب ہوسکتی تھیں۔ اُن کا ایک عالمگیر تبلیغی مذہب تھا۔ اور ان کی روایات بھی ایک حد تک اسلام سے ملتی جلتی تھیں یا کچھ نہ کچھ مشترک تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ بعض وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسلام بحیثیت ایک ثقافت کے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو چکا ہے۔ لیکن عین اس وقت اسلام نے عیسائی دنیا کے ثقافتی اور علمی حملوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔

اسلام میں جو اشاعت اسلام کی تحریک دوبارہ معرض وجود میں آئی اس کی ابتدا اسی زمانہ سے ہوتی ہے اور یہ زمانہ فی الحقیقت اسلام کے لئے تاریک ترین زمانہ تھا۔ اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ اُن غیرمسلموں کی اولاد جنہوں نے بغداد کی سلطنت کو تاخت وتاراج کیا اور قصر خلافتِ عباسیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور جنہوں نے مسلمان عربوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا وہ خود حلقہ بگوش اسلام ہوکر حمایت اسلام کے لئے سینہ سپر بن گئی اور صدیوں تک حفاظت اسلام کی علمبردار بنی رہی۔ اور دشمنان اسلام کے خلاف معروف جہاد رہی۔ سپین سے موروں کا اخراج بھی بہت کچھ سبق آموز ہے۔ کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ جب بیچارے مسلمان جزیرہ نمائے سپین میں سے بیک بینی و دوگوش ملک بدر کئے جارہے تھے اور اکثر نہایت سفاکی اور بے رحمی سے تلوار کے گھاٹ اتارے جارہے تھے اسلام جزائر شرق الہند میں اپنی زمین تیار کررہا تھا۔ اور یہ عجیب شان ایزدی ہے کہ جس قدر مسلمان جانوں کا اتلاف مغرب میں ہوا۔ اس سے کہیں

بڑھ چڑھ کر تعداد میں لوگ مشرق میں مشرف با سلام ہو گئے۔ مزید برآں مغرب میں عیسائیت کو خود ایک ایسے مذہبی انقلاب سے دوچار ہونا پڑا۔ جس کا نتیجہ سخت کشت و خون میں ظاہر ہوا۔ یہ ایک ذہنی آزادی کے لئے جنگ تھی۔ جس کا مطالبہ مغرب میں عالم عیسائیت کر رہا تھا۔ ایک فہیم و ذکی مورخ کی نظر سے یہ حقیقت اوجھل نہیں ہو سکتی کہ جب کبھی اسلام پر کوئی ضرب پڑی تو اس سے اسلام کے اندر کوئی ضعف و اختلال واقع نہ ہوا بلکہ یہی ضرب اسلام کے لئے ایک پائیدار اور مستقل اقبال مندی اور عروج کا باعث ہو گئی۔

مسلم قوم کا ہر ذی شعور فرد اس حقیقت نفس الامری سے خوب واقف ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کسی مصیبت پر ہراساں نہیں ہوتا۔ وہ خوب جانتا ہے اور واقعات تاریخ اس کے موید ہیں کہ

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیر آں گنج کرم بنہادہ اند

اور ایک مسلمان کو قرآن مجید کے اس ارشاد پر یقین کامل ہے کہ

قل جاء الحق و زھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقاً

یعنی کہدے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا یہ کہ باطل بھاگ جانے والی چیز ہے۔

کوئی مسلمان اس آیت شریفہ کی اہمیت اور اس کی صداقت کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔ اسلام ایک نہایت خالص اور اعلیٰ درجہ کی توحید کا پیغام لیکر آیا ہے۔ اور اس نے تمام قسم کے شرک کی بیخکنی کر کے رکھدی ہے۔ اور شرک کے خلاف اس کی جنگ ایک لامتناہی جنگ ہے۔ حتیٰ کہ شرک بالکل مغلوب و مقہور ہو جائے اور پھر سر نہ اٹھا سکے۔ جنگ سے مراد تیر و تفنگ سے ہی جنگ نہیں بلکہ دلائل و براہین کی جنگ ہے۔ اور یہ تو اسلام کی تعلیم ہے کہ اس میں جبر نہیں لا اکراہ فی الدین۔ ہاں اسلام شرک سے برسر پیکار ہے۔ اور اگر یہ انسان پرست مغرب کے ساتھ اس معاملہ میں کسی صلح کے لئے مائل نہیں تو آپ خود خیال کر سکتے ہیں۔ کہ وہ تیس کروڑ مخلوق کو گائے کے سامنے سر بسجود دیکھتا ہے تو کس قدر اضطراب اور بے چینی محسوس کرتا ہے۔

نہ صرف گائے کے سامنے بلکہ بے جان پتھروں کے آگے۔ مورتوں کے آگے اس مدعی تہذیب کا سر جھکانا اسلام کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔ اسلام اس قدر شرک اس قدر الحاد اور گھنونے اعتقادات کو سخت حقارت سے دیکھتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کو اعتماد ہے کہ وعظ و نصیحت سے اور دلائل و براہین سے کسی نہ کسی دن لاکھوں کروڑوں گمراہ انسانوں کو جادۂ صدق و صواب پر لے آئے گا۔ اور بالآخر یہ لوگ اپنی غلطی کو تسلیم کر کے اپنی اصلاح کرلیں گے۔ لیکن اسکو شومئے قسمت سمجھئے یا کچھ اور جیساکہ تمام اصلاحی تحریکات کے ساتھ سلوک ہوتا رہا ہے۔ اسلام کو جو قعر مذلت میں گری ہوئی قوم کے ساتھ ہمدردی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کو بام ترقی پر پہنچا دے اس کا جواب اینٹ اور پتھر سے دیا جاتا ہے۔ سیاسی جدوجہد کے پردہ میں ہندومت نے عزم بالجزم کر رکھا ہے کہ آریاورت کی سرزمین سے اسلام اور اس کی تہذیب کو ہمیشہ کیلئے نکالکر دم لے۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

افسوس ہزار افسوس! یہ سادہ لوح قوم اتنا نہیں سمجھتی کہ اور ان کو معلوم نہیں کہ اُن کا یہ فعل شنیعہ اُس ذات ذوالاقتدار کو چیلنج ہے جس کی وحدانیت کے لئے اسلام دنیا میں ظہور پذیر ہوا ان کا یہ فعل درحقیقت خدائے بزرگ و برتر سے بغاوت اور سرکشی ہے۔ جس کا نتیجہ تباہی اور بربادی ہے۔ جہاں تک مسلمانوں کا سوال ہے انہیں یقین ہے کہ سرزمین ہند میں آج اسلام کی وہی حالت ہے جو ظہور اسلام کے وقت عرب کی تھی۔ یثرب کا ملک تھا۔ جہاں اسلام ظاہر ہوا اور اس وقت اس ملک کی کیا حالت تھی۔ تاریخ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ یہ ملک بدترین قسم کے شرکوں میں مبتلا تھا۔ یہ گہوارہ تھا کفر و شرک کا۔ یہ وہ سرزمین تھی جہاں اصنام پرستی کا دور دورہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام کے علمبرداروں کے خون کی ندیاں بہ گئیں عرب کے اصنام پرستوں نے موحدین کے لہو سے تمام ملک کو لالہ زار بنا دیا مگر بالآخر کیا ہوا؟ تمام ملک شرک سے پاک و صاف ہو گیا۔ اور تھوڑے سے ہی عرصہ کے اندر بجائے اصنام پرستی کے ؎

لگی آنے ہر گھر سے آواز حق حق

جاء الحق وزھق الباطل کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ کیونکہ باطل

حق کے بالمقابل کہاں ٹھہر سکتا ہے

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ سے ہزیمت کھا کر شرک نے ہندوستان کی سرزمین میں منہ آچھپایا ہے۔ اس نے زمانہ حاضرہ کی تہذیب کی جھول جو بظاہر بڑی دلفریب تھی۔ اپنے اوپر اوڑھ لی اور علوم ظاہری سے اپنے آپ کو مزین کر لیا۔

لیکن یہ اس کی بدقسمتی ہے کہ اس نے اسلام اور اسلامی تہذیب کے خلاف نبرد آزمائی شروع کر دی ہے اور لطف یہ ہے۔ کہ دوسری طرف سے کوئی اشتعال وقوع میں نہیں آیا۔ مگر ہم علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ یہ نامبارک اقدام اس روح گزا مذہب کے دم واپسیں کا پتہ دیتا ہے۔ اور جس امر کو وہ اپنے استحکام کا موجب سمجھا ہے وہی اس کی مغلوبیت اور ناکامی کا موجب ہوگا۔

پنڈت نہرو کی مساعی اس تحریک کو کچلنے کے لئے کامیاب ہوں یا نہ ہوں مستقبل کے ٹھوس حقائق ان عاقبت نا اندیش علمبرداران باطل پر ثابت کر دینگے کہ ہمارا بروقت انتباہ کمال ہمدردی اور دلسوزی پر مبنی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ آج سے پچاس سال بعد ہندوستان کلیتہً ایسا ہی مسلم ملک ہوگا جیسا آج عرب ہے اور پٹیلوں اور ساورکروں کی اولاد ہندو مہاسبھا کی ناپاک مساعی کو اسی نظر حقارت سے دیکھیں گی۔ جس طرح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے دشمنوں کی اولاد قریش کی مخالفت کو دیکھتی ہیں۔ ہزار صد ہزار مسلمانوں نے اپنے مذہب کی عظمت کی شہادت اپنے خون سے دی ہے۔ تیغ و تفنگ انہیں ترک مذہب پر مجبور نہ کر سکے۔ انہوں نے ترک مذہب کی بجائے موت کے پیالہ کو پینا منظور کیا۔ دردناک سے دردناک حالات پیش آئے۔ مگر واہ رے عظمت ایمان اُن کے دل میں کوئی تزلزل واقع نہ ہوا۔ ان کو ظلم و ستم کا تختہ مشق بنایا گیا۔ ان کی اولاد ان کی بیویوں کو ان کے سامنے ذبح کیا گیا۔ مگر صد ہزار آفرین ان کے صبر و استقلال پر کہ اُن کے پائے ثبات میں کوئی لغزش واقع نہ ہوئی۔ ان واقعات نے ہندوؤں کے زیرک طبقہ کو گہری سوچ میں ڈال دیا ہے۔ اور وہ اسلام کی اصل اہمیت اور اس کی تعلیمات پر ایک گہری نظر دوڑا رہے ہیں۔ اور وہ زمانہ دور نہیں کہ ہندو قوم کے اس غور و فکر کا نتیجہ ایک بہت بڑے مذہبی انقلاب میں ظاہر ہوگا۔ اور اس دن بت پرستی کا ستون پاش پاش ہو جائے گا۔ اور

کفر کی اس سرزمین میں شرک کا قصر زمین بوس ہو جائیگا - اور یہ وہ دن ہوگا - جب خدا کا وعدہ جو ان الفاظ میں ہے پورا ہو جائے گا۔

ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ہ

مسٹر گاندھی اور مسز سروجنی نائیڈو ہندو قوم کے عروج و اقبال کی لاکھ خوابیں دیکھیں - لیکن وہ ہماری بات گوش ہوش سے سن لیں کہ ہندوؤں نے جس وحشیانہ طریق سے اسلام کی تباہی اور بربادی کا تہیہ کیا ہے انہوں نے درحقیقت ایک ایسی چٹان سے ٹکر ماری ہے - جس سے وہ قوم خود پاش پاش ہو جائیگی -

اب جبکہ ہندو قوم نے اپنی عاقبت نا اندیشی سے مسلمانوں کی خفتہ طاقتوں کو بیدار کر دیا ہے ہندو قوم کی اصنام پرستی کا گھنونا عقیدہ اور ہمچو قسم ہزار ہا توہمانہ اعتقادات اور اعمال اب بہت دیر تک قائم نہیں رہ سکتے آریہ سماج کی تحریک جو ہندوؤں میں شہاب ثاقب کی طرح اٹھی اور جس کا مقصد اس قوم کو بت پرستی کی لعنت سے رہائی دلانا تھا - پھر اسی قوم کے مشرکانہ اعتقادات کے اندر پھنس کر پراگندہ اور منتشر ہو گئی یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ہندو ذہن میں مذہب کے متعلق سکون اور اطمینان نہیں ہے نیز اس امر کی بھی دلیل ہے کہ ہندو مذہب کے اندر کسی اصلاحی تحریک کا پنپنا ناممکن ہے - ان حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قوم کے لئے کسی دوسرے مذہب کی ضرورت ہے جو ایک جداگانہ حیثیت کا اور بالکل آزاد ہو - جو مقتضیات زمانہ کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور قوم کے تمام مفاد کا حامل اور ملک کے لئے مفید ہو - ہمیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس قسم کا نظام مذہب اگر کہیں مل سکتا ہے تو وہ اسلام کے اندر ہے اسلام ہی ان کی تمام ضروریات کا متکفل ہو سکتا ہے - اور یہ وہ مذہب ہے جو صدیوں سے ہندو قوم کی مذہبی امراض مزمنہ کے علاج کے لئے کوشاں ہے۔

ہندو ذہنیت میں جو ردعمل واقع ہوا ہے یہ مسلمانوں کے لئے ایک انتباہ ہے کہ انہیں بحیثیت ایک قوم کے ایک عظیم الشان کام سرانجام دینا ہے - اور اس برعظم کو نور روحانیت سے منور کرنا ہے۔

نبوت

یہودیت اور اسلام میں

(از قلم جناب محمد صادق ڈڈلے رایٹ پی - ایچ - ڈی)

"نبیوں کے بیٹے" (انبیا زادے) یہ الفاظ عہد نامۂ عتیق میں ۲- سلاطین آیت ۱ باب ۴ میں وارد ہوئے ہیں - وہاں لفظ "ابن" استعمال ہوا ہے - جس کے معنے بیٹا یا اولاد کے ہیں - لیکن یہ یقینی بات ہے کہ خاص انہی معنوں میں یہ الفاظ وہاں استعمال نہیں ہوئے ایک اور جگہ ۱- سموئیل آیت ۵ باب ۱۰ پھر آیت ۲۰ باب ۱۹ میں "نبیوں کی جمعیت" کے الفاظ ہیں اور انگریزی بائیبل میں لفظ "Cord" استعمال ہوا ہے - یہی لفظ آستر آیت ۶ باب ۱ میں پھر ایوب آیت ۸ باب ۳۶ - زبور آیت ۵ امثال آیت ۲۲ باب ۲۲ اور عہد نامۂ عتیق کے متعدد مقامات میں استعمال ہوا ہے -

ربی ہرمن ایڈلر کی (جو کسی وقت برطانیہ کلاں کا ربی اعظم تھا) رائے تھی کہ "نبیوں کی جمعیت" کے جو الفاظ بائیبل میں آئے ہیں ان کا یہ مطلب ہے - کہ وہ سب ایک گروہ - ایک کارپوریشن یا ایک کالج کے ممبر تھے -

۱- سموئیل باب ۳ آیت ۱ - باب ۱۰ - آیت ۵ - باب ۱۹ آیت ۲۰ سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ جمعیت سموئیل نے قایم کی اور پھر یہ سلطنت میں ایک بہت بڑی طاقت بن گئی - اس بیان کو صحیح تسلیم کر کے ۱- سلاطین باب ۱۸ آیت ۴ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے بانی کے گذر جانے کے بعد بھی یہ جمعیت ناپید نہیں ہو گئی تھی اور کچھ بعید نہیں کہ ادنےٰ تغیر و تبدل کے ساتھ یہ نظام ملاکی نبی کے زمانہ بلکہ جیسا کہ بعض کا خیال ہے یوحنا بتسمہ دینے والے کے زمانہ تک قائم رہا ہو - ۱- سموئیل باب ۱۹ - آیت ۱۸ - ۲۰ سے ظاہر ہوتا ہے

کہ ان جمعیتوں میں ایک جمعیت کا مسکن و مرکز نیوت *Naioth* میں تھا۔ جو رامہ میں واقع ہے۔ اور جہاں خود سموئیل بود و باش رکھتا تھا۔ لفظ نیوت کے معنے" دارالمطالعہ" یا کالج یا سکول کے ہیں۔ اور *Tangum of Jerusalem* میں ہے کہ اس جگہ کو "درسگاہ" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ نبیوں کی یہ درسگاہیں وہ ادارے تھے جو سب سے اول تعلیم دینے کے لئے قائم کئے گئے جن کا ذکر کتاب مقدس میں پایا جاتا ہے۔ ان کو خانقاہیں نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان میں سے بعض متعلمین جیسا کہ ۲۔سلاطین۔ باب ۴۔ آیت ۱ سے واضح ہوتا ہے شادی شدہ بھی تھے۔ اگرچہ آیت ۳۸ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض وقت وہ اکٹھے ہی کھانا کھاتے تھے۔ اور یہ وہ رسم ہے جو کہ قدیم انگریزی یونیورسٹیوں میں دائر و سائر ہے حتیٰ کہ ان افراد میں بھی پائی جاتی ہے۔ جن کی رہائش کالج کے احاطہ سے باہر ہو۔ ۲۔ سلاطین باب ۱۔ آیت ۸ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سارے نہیں تو بعض افراد اونٹ کے بالوں کی پوشاک پہنتے تھے اور کمر کے اردگرد چمڑے کی پیٹی باندھتے (اس کے لئے مرقس باب ۳۔ آیت ۴ بھی ملاحظہ کریں) اگرچہ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے یہ مجردین کی جماعت نہیں تھی کہ ان کی زندگی تجرد کی قیود سے مقید ہو۔ لیکن تجرد کی زندگی کے آثار اور جراثیم اُن کے اندر مفقود بھی نہ تھے۔ وہ ان آفات و آلام سے بری بھی نہ تھے جو عام انسانوں کے شامل حال ہوتی ہیں جو اس دارالمحن میں ایام زندگی کاٹتے ہیں۔ کیونکہ انبیا زادوں کی ایک بیوہ الیشع کے پاس آتی ہے۔ اور یہ شکایت لاتی ہے کہ ایک قرض خواہ نے اس کے ایک بیٹے کو اپنا غلام بنا لیا ہے۔ لیکن الیشع کے پاس کوئی مال نہ تھا۔ جس میں سے وہ اس بیوہ کی حاجت براری کر سکتا۔

نیوت کے علاوہ اور بھی بعض مراکز تھے۔ چنانچہ ایک مرکز بیت ایل تھا۔ جس کا ذکر ۲۔ سلاطین باب ۲ آیت ۳ میں ہے۔ جہاں سموئیل ہر سال دورہ کیا کرتا تھا (ملاحظہ ہو ۱۔ سموئیل باب ۷ آیت ۱۶) وہ جلجال بھی جایا کرتا تھا۔ (۲۔ سلاطین باب ۲۔ آیت ۱) اور یریحو بھی (۲۔ سلاطین باب ۲۔ آیت ۵)

ڈاکٹر ایڈلر کی رائے ہے کہ ۲۔ سلاطین باب ۴ آیت ۸ و ۹ سے واضح ہوتا ہے کہ مقام شونیم میں بھی اسی قسم کا مرکز موجود تھا۔ کیونکہ الیشع اس قصبہ میں عموماً آمد و رفت رکھتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ آمد و رفت بغیر کسی خاص مقصد کے نہ تھی اور اغلب خیال یہ ہے کہ ہیکل مقدس کی خدمت کے لئے ان مراکز میں لوگوں

کو ٹریننگ دیا جاتا تھا۔ ا۔ تواریخ باب ۲۹۔ آیت ۲۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے یہودی مصنفین جن کے نام عہدنامۂ عتیق میں دیئے ہوئے ہیں ان مدارس یا درسگاہوں کے ممبر تھے۔ مثلاً خود سموئیل جو اُن کا بانی اور اُن کا لیڈر تھا۔ (ا۔ سموئیل باب ۱۹۔ آیت ۲۰) سموئیل کی دونوں کتابیں۔ قضاۃ۔ اور رُوت کی تصنیف اسی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ دوسرا ممتاز ممبر جاد تھا۔ جو داؤد کی ہجرت میں اُس کا رفیق تھا وہ کتاب جاد غیب بین کا مصنف تھا جو اب مفقود ہے۔ (ا۔ تواریخ باب ۲۹ آیت ۲۹) ایک دوسرا ممبر ناتن نبی تھا۔ جو داؤد کا اتالیق تھا وہ ایک دوسری کتاب کا مصنف تھا۔ یہ تصنیف بھی اب ناپید ہے اس میں داؤد کے عہد حکومت کے واقعات مندرج تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کالجوں کے ممبروں نے قوم کی تاریخ لکھی جو سموئیل۔ سلاطین اور تواریخ میں موجود ہے اور بعض دوسری کتب بھی لکھیں۔ جو اب نہیں ملتیں جن کا ذکر اب تواریخ باب ۱۹۔ آیت ۲۹ میں۔ ۲۔ تواریخ باب ۹ آیت ۲۹ باب ۱۱ آیت ۱۵ باب ۱۳۔ آیت ۲۲۔ باب ۲۰۔ آیت ۳۴۔ میں ہے۔ انہی درسگاہوں میں داؤد "چرواہے نبی" "مناجاتوں کے مصنف اور خداوند کے ممسوح نے تربیت حاصل کی ہے۔ ساؔل جو بڑا خود رائے بادشاہ تھا مگر خداوند کا ممسوح تھا۔ اور ہیمن جو سموئیل کا پوتہ تھا۔ انہوں نے بھی انہی مراکز میں ٹریننگ حاصل کیا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان درسگاہوں میں زمانہ کا جو سب سے بڑا نبی ہوتا تھا۔ وہ صدارت کے فرائض بجا لاتا تھا۔ ڈین سٹینلے کہتے ہیں کہ اسرائیل میں قضاۃ کا سلسلہ تو ختم ہوگیا اور نبیوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوگیا۔ سموئیل کو مسلمان بطور نبیوں کے پیشرو کے بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اسلامی روایات میں آتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے معراج کے اسرار کو منکشف کیا ہے۔ اس کے بعد ایلیا اس کا جانشین ہوا۔ (۲۔ سلاطین باب ۲) جس کو الیشع نے "میرا باپ میرا باپ" کہکر مخاطب کیا ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ لفظ باپ کے لئے بھی اور اس کے علاوہ بڑی عزت اور رتبہ کے اظہار کے وقت بھی بولا جاتا تھا (ا۔ سموئیل باب ۱۰۔ آیت ۱۲۔ ۲۔ سلاطین باب ۲ آیت ۴) رومی اور یونانی کلیساؤں میں انہی معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے یہودی لٹریچر میں "اب بیت الدین" یعنی فیصلے کے گھر کا باپ" بھی وارد ہے۔

ڈاکٹر جان کیرا اپنے لیکچروں میں جو انہوں نے ہسٹری آف ہر کینگ پر دیئے لکھتا ہے۔

" یہ سموئیل کا زمانہ ہے۔ جس میں سب سے پہلے ہمیں نبیوں کی درسگاہوں کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہے۔ ان میں ایک معلم تھا جو مناجات کو خوش الحانی سے پڑھنے کی تعلیم دیتا تھا یہ لوازمات نبوت میں سے تھا نیز اس امر کا علم بھی سموئیل کے زمانہ سے ہوتا ہے کہ ان نبیوں پر روح القدس کا نزول ہوتا تھا۔ جیسا کہ عہدنامہ جدید میں ہے۔ ان درسگاہوں میں تعلیم ایک ضروری فرض تھا۔ اور روحانیت کی ترقی اسی جگہ سے شروع ہوتی تھی جیسا کہ مناجاتوں سے واضح ہوتا ہے۔ ظاہری رسوم ادنیٰ خیال کی جاتی تھیں۔ اور رحم۔ صداقت۔ اور نیکی کو بلند مرتبہ دیا جاتا تھا۔ منصب نبوت میں یہ ایک ایسا مقام تھا کہ ۹۹ مناجات میں سموئیل کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ ایک ممتاز مقام پر فائز ہے یعنی اُن لوگوں میں جو خدا کے نام کو یاد کرتے ہیں سموئیل کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ اور رسولوں کے اعمالناموں میں اس کو نبیوں کا سردار ظاہر کیا گیا ہے۔ اس زمانہ کے بعد نبیوں کے اُن سکولوں کا ذکر سننے میں آتا ہے۔ جو بیت ایل۔ جلجال اور یریحو میں تھے یہ صنم پرستی کی جگہیں تھیں۔ پھر اُن مقامات کا ذکر سننے میں آتا ہے جہاں یہ نبی اکٹھے ہوئے اور وہ مقامات ان کے اجتماع کے لئے کافی نہیں ہوتے تھے۔ پھر اُن کا دوسرے مقامات میں جانے اور جدید مدارس کھولنے کا ذکر بھی آتا ہے۔"

موسز میمونائیڈز (MOSES MAIMONIDES) اپنی تصنیف Fondamental of باب ۷ میں لکھتے ہیں:۔

" وہ جو نبیوں کے راہ میں داخل ہونا چاہتے تھے " ان کو انبیا زادے کہا جاتا تھا۔ لیکن خواہ وہ کیسی ہی اعلیٰ پوزیشن کے متمنی ہوتے یہ یقینی بات نہیں تھی کہ ان پر روح القدس بھی نازل ہوتا ہو۔ غیبی آواز انہی کو آتی تھی جو خدائی الہام کو حاصل کرنے کے لئے اہلیت رکھتے ہوں جنہیں عقل سلیم عطا ہو۔ جو ضبط نفس کے ساتھ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے اور زمینی آلائشوں اور ہر قسم کی بے ہودگیوں اور حماقتوں اور مکروہات سے پاک وصاف ہوں۔ ہاں یہ آواز اُنہی

کو آتی تھی۔ جو اپنے دلوں سے فکر ماسوئی کو نکال دیتے اور اپنے تمام خیالات روحانیت کے حصول میں لگا دیتے۔ اور خدا کی دانائی اور اس کی عنایات پر پورا پورا دھیان دیتے"

اِی والڈ (Ewald) کے قول کے مطابق ان درسگاہوں کی ممبری کے ساتھ بعض دنیوی مفاد بھی وابستہ تھے۔ چنانچہ Anti qnitios of Israel میں وہ کہتے ہیں:۔

" ایک نبی کو مخصوص ایسی حالت میں کہ وہ اپنے آپ کو اس منصب کا اہل ثابت کرے۔ قوم کے بنیادی نظام کی رو سے یعنی حکومت الہیہ کے قوانین کے مطابق حق حاصل تھا کہ وہ قومی مجلس یا جہاں کہیں وہ پسند کرے عام پبلک میں تقریر کرے۔ یہ حق اس کے بعد بہت دیر تک قائم رہا۔ اگرچہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں نبیوں کا اقتدار بتدریج معرض زوال میں آتا گیا۔"

اس کے متعلق کوئی شہادت نہیں ملتی کہ نبیوں کی درسگاہوں میں داخلہ کسی خاص جماعت یا خاص طبقہ کے لوگوں تک ہی محدود تھا۔ غالب خیال یہی ہے کہ الیشع کی لیڈری کے ماتحت Gehazi بھی ان درسگاہوں میں سے ایک نہ ایک درسگاہ کا ممبر تھا۔ اس وجہ سے کہ اس کے سپرد ایک اہم فرض کیا گیا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ادنیٰ حیثیت کا شخص نہ تھا۔ وہ اُس وقت مورد سزا ہوا جبکہ وہ اپنے آپ کو ہوا وحرص سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ اس کے برعکس ایماس (AMUS) جو چرواہا تھا اور انجیر کے درختوں کو آراستہ کیا کرتا تھا وہ ایک ملہم بن گیا اگرچہ وہ خود واضح طور پر کہتا ہے کہ نہ وہ نبی ہے اور نہ نبی زادہ۔

یہ نبی کہاں سے اور کب سے ظاہر ہوئے؟ ڈاکٹر کلاڈ جی مونٹے فیور کا خیال ہے کہ غالب نظریہ یہ ہے۔ کہ نبوت کا ماخذ کنعان ہے۔ اور "نبیوں اور" غیب بینوں" کا اکٹھا ہونا اور ان کا ایک جگہ اجتماع یہود نے کنعانیوں سے لیا اور اس معاملہ میں ان کی تقلید کی۔ کنعانی نظام بہت قدیم کا تھا۔ "نابی" نبی کی عبرانی صورت ہے۔ اور ابراہیم بروئے عہد نامۂ عتیق سب سے پہلا عظیم الشان انسان ہے۔ جس کے متعلق یہ لفظ استعمال ہوا۔ اس کے بعد موسیٰ آتا ہے۔ اس کو سب نبیوں سے بڑا خیال کیا جاتا تھا۔ کیونکہ یہ وہ نبی ہے کہ بنی اسرائیل کو کامل شریعت دینے کا منصب اسی کو دیا گیا تھا۔ سموئیل کے زمانہ سے "نبوت"

ابتدا مستقل ادارہ بن گیا تھا۔ اور اب سموئیل باب ۱۹ میں ہم پہلی بار لفظ "Nebiim" پڑھتے ہیں جس کے معنے ہیں "نبیوں کے شاگرد" جو اپنے وقت میں استاد بن جاتے تھے۔ لیکن اس نام کا اور اس عہدہ کا نام ونشان یہودیوں میں نہیں پایا جاتا۔ Nebo یا Nebi مردوک کا نبی یا پیشرو تھا۔ جو اہل بے بی لونیہ کا معبود تھا۔ بے بی لونیا اور اسیریا میں پیش گوئی ریاست کا ایک باقاعدہ کام تھا اور یہ پیشگوئی کا فن Emmedur anki تک جو بے بی لونیا کا رہنے والا تھا پہنچتا ہے۔ چونکہ "Nebo" دیوتاؤں کے مترجم کے لئے بے بی لونیہ کی اصطلاح ہے۔ ڈبلیو۔ ای ایڈس W E addis کا خیال ہے کہ یہود اس کو "وکیل" یا مترجم" کے معنی میں استعمال کرتے تھے۔ ریورنڈ اے اے گرین آنجہانی کا جو کہ ایک یہودی عالم تھے نظریہ تھا کہ نبیوں کی درس گاہیں مذہبوں کے سلسلے سے مطابقت رکھتی ہیں۔ اور جہاں کہیں ان کا ذکر آتا ہے ان کا نبیوں سے اور ان کی تعلیم گاہوں سے گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سموئیل اور ایلیا جو نذیر تھے دونوں نبی تھے اور دونوں نبیوں کی درس گاہوں سے اتحاد و الحاق کلی رکھتے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ ایاس نابی اور نذیر دونوں اصطلاحین عجز کی تمیز کیلئے استعمال کرتا ہے۔ عربی میں بھی لفظ نبی" استعمال ہوتا ہے اور لفظ نبا کے معنیٰ ہیں ایسی چیز جس میں بہت بڑا فائدہ پایا جاتا ہو یا اس کے معنے ہیں پیشگوئی۔ غرضکہ اس کے معنوں میں وسعت بھی پائی جاتی ہے اور بعض وقت محض پیشگوئی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے

بائبل کے مقابلہ میں قرآن مجید نبیوں کے متعلق زیادہ تفصیلات پیش کرتا ہے۔ اگرچہ بائبل میں بہت سی کتابیں ہیں جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ نبیوں کی تحریر کردہ ہیں لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ بعض صورتوں میں یہ محض ڈھکوسلہ ہی ہے۔ قرآن مجید نے جو تفصیل انبیا کی جو مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کی طرف مبعوث ہوتے رہے وہی ہے وہ کافی طویل ہے لیکن کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ یہ تفصیل مکمل ہے یا یہ کہ تمام انبیا کے نام لوگوں کو معلوم ہیں بلکہ اس کے برخلاف صاف طور پر قرآن مجید میں موجود ہے چنانچہ ایک جگہ فرمایا:۔

انا ارسلنک بالحق بشیراً و نذیراً وان من أمةٍ الا خلا فیها نذیرٌ سورۃ فاطر آیت ۲۴

ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی قوم نہیں مگر اس میں

ڈرانے والا گذر چکا ہے۔"

حضرت مولانا محمد علی صاحب ترجمۃ القرآن میں اس آیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

یہ وسیع اصول کہ ہر قوم میں ایک نبی بھیجا گیا ہے قرآن شریف نے بالتکرار بیان کیا ہے اور یہ اور بھی عجیب بات ہے کہ مکہ کی ابتدائی سورتوں میں بھی اس کا ذکر ہے اور مدنی سورتوں میں بھی۔ یہ صداقت عظمی جو دنیا کے داناؤں اور عقلمندوں کی آنکھوں سے ہزاروں سال تک اوجھل رہی نبی اُمّی نے دنیا پر ظاہر کی جس کو یہ بھی علم نہ تھا کہ دنیا میں آپ سے پہلے کون کونسی قومیں گذریں اور کونسی کونسی کتابیں ان کے پاس تھیں یہ وسیع تعلیم تمام دنیا میں پیغام اتحاد کی اساس قائم کرتی ہے۔"

پھر قرآن شریف سورۃ النساء آیت ۱۶۵ میں ہم پڑھتے ہیں:۔

رسلاً مبشرین و منذرین، لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔

رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے تاکہ لوگوں کو رسولوں کے بعد اللہ پر کوئی عذر نہ رہے

پھر سورۃ یونس آیت ۴۷ میں ہے:۔

ولکل امۃ رسول۔ اور ہر ایک قوم کے لئے ایک رسول ہے

اس آیت کے متعلق مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں:۔

کہ یہ بہت بڑا اعلیٰ سبق ہے۔ جو قرآن مجید نے پڑھایا ہے اور جس کے لئے تمام دنیا کو تمام بنی نوع انسان کو حضرت رسول عربی صلعم کا مرہون منت رہنا چاہیئے۔

جیمز رسل لوول نے اپنی ایک نظم میں قرآن مجید کے اس زریں اصول کو نہایت عمدگی سے منظوم کیا ہے۔ اس کی یہ نظم ایک لحاظ سے قرآن مجید کی اس اعلیٰ تعلیم کی ایک تفسیر ہے۔ اس میں اس نے نہایت موزوں الفاظ میں بیان کیا ہے۔

کہ خداوند تعالےٰ ہر ایک زمانہ میں اپنا معلم بھیجتا رہا ہے اور اس نے کسی قوم کو بغیر معلّم کے نہیں چھوڑا۔ اور جو تعلیم اس قوم کے لئے اور اس زمانہ کے لئے موزوں تھی فرما دیتا رہا۔ اس کی عنایات ایک ہی قوم سے مخصوص نہیں۔ ہر ایک طریق عبادت جو سکھایا گیا اس میں خداوند تعالےٰ کی عزت و عظمت کا اظہار

ہوتا ہے ہم قوموں اور نسلوں کا ذکر کرتے ہیں مگر قرآن مجید ایک ہی قوم کا ۔ ایک ہی نسل انسانی کا ذکر کرتا ہے ۔جس کا اللہ مالک اور بادشاہ ہے ۔کان الناس امۃ واحدۃ ۔مسلمان یہ نہیں کہتے کہ نبی خود بخود الہامی کتابیں لکھتے تھے بلکہ خدا ان پر وحی کرتا تھا ان کی کتابیں خدا کی وحی ہیں جو ان پر خدائے پاک کی طرف سے نازل ہوئی ۔قرآن مجید میں ہے :۔

کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبین مبشرین ومنذرین

تمام لوگ ایک ہی قوم ہیں پس اللہ نے نبیوں کو بھیجا جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں ۔

جب ہم انسانی اخوۃ کا ذکر کرتے ہیں ۔"اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو لوگوں کی زبانوں پر اکثر آتا رہتا ہے اور اس کا اطلاق علی العموم سیاسی ہوتا ہے ۔) تو ہم اس کو صفحہ ارض پر ہی منطبق کرتے ہیں ۔جس پر ہم ہیں ۔لیکن اسلام کا خدا سب جہانوں کا خدا ہے ۔اور اسلامی اخوۃ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کی وسعت اتنی ہی ہے جتنی خدا کی سلطنت اور حکومت کی ۔مولانا محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ایک خشک منطق ہی نہیں بلکہ ایک زندہ اور ابدی اصول ہے ۔ اللہ کوئی مقامی معبود نہیں جیسا کہ اسلام سے قبل لوگ مانتے تھے بلکہ یہ تمام عالمین کا رب اور مالک اور معبود ہے ۔

مسلمان محض حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو خدا کو ہی خدا کا نبی نہیں مانتے بلکہ اُن تمام نبیوں کی جو حضور صلعم سے پہلے گذرے یکساں طور پر عزت کرتے ہیں ۔خواہ ان کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہو یا بائیبل میں قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں :۔

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک

(سورۃ المومن آیت ۷۸)

"ہم نے تجھ سے پہلے رسول بھیجے اُن میں سے وہ ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کیا اور ان میں سے وہ ہیں جن کا ذکر نہیں کیا ۔

آدم کا ذکر قرآن شریف میں بھی آتا ہے اور بائیبل میں بھی ۔لیکن قرآن مجید یہ نہیں بیان کرتا کہ وہ جس کو ہم آدم کے نام سے پکارتے ہیں وہ بلحاظ زمانہ کے سب سے پہلا انسان تھا یہ نام " پیدائش کے

پہلے باب میں آتا ہے - اور اس کے معنی ہیں زمین یا زمینی لیکن جب ہم "پیدائش" کے دوسرے باب میں آتے ہیں تو لفظ 'man کا عبرانی " آدم " نہیں بلکہ " اِش " ہے - جس کے معنے ہیں اعلیٰ انسان ایسا انسان جو روحانیت میں اعلیٰ درجہ رکھتا ہے اور ذہن رسا و عقل وفہم کا مالک ہے - انسان کے لئے یہ دوگونہ اصطلاحات اگر سب میں نہیں تو اکثر زبانوں میں پائی جاتی ہیں اور یہ امر ہبوط انسان کے غلط عقیدہ کو باطل کرتا ہے - لیکن قرآن شریف میں انسان کی ذہنی اور روحانی ترقی کو بطور تمثیل بیان کیا گیا ہے - فرمایا :-

اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم سواک رجلاً (سورۂ کہف آیت ۳۷)

" کیا تو اس کا انکار کرتا ہے - جس نے تجھے پہلے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تجھے پورا انسان بنایا "

ھو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم یخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشدکم (سورۂ المومن آیت ۶۷)

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر لوتھڑہ سے پھر وہ تمہیں بچہ بنا کر نکالتا ہے پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو "

انگریزی لفظ Prophet کے لئے بھی دو نام ہیں - ایک " نبی " جو عبرانی اور عربی دونوں زبانوں میں مشترک ہے اور دوسرا رسول جس کے معنے ہیں فرستادہ یا بھیجا ہوا - اور مسلمان اس لفظ کو بخوبی جانتے ہیں اور جسے وہ دن میں کئی بار کلمہ شریف میں پڑھتے ہیں - لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ قرآن مجید میں ہے :-

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولاکن رسول اللہ و خاتم النبین -

خاتم النبین کے معنے ہیں - نبیوں کی مہر - لین نے لکھا ہے کہ خاتم کے معنے آخری کے ہیں - یہ ٹھیک ہے - اس کے متعلق مولانا محمد علی صاحب کی تشریح بھی قابل قدر ہے - وہ لکھتے ہیں :-

" آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نبیوں کی مہر ہیں - کیونکہ آپ کے آنے کے ساتھ نبوت کی اصل غرض و غائیت جو بنی نوع انسان کو ایک کامل شریعت دینے کی تھی وہ بذریعۂ اتم مکمل ہوگئی اور آپ اس لحاظ

سے بھی نبیوں کی مہر ہیں کہ بعض بعض عنایات جو انبیا پر ہوئیں حضور صلعم کے متبعین میں بھی وہ جاری رہینگی"
اس میں شک نہیں کہ نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے۔ اب نہ آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے نہ کوئی شریعت جدید آسکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ صوفیاء کرام کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان خدا سے تعلق کامل پیدا کر کے الہام اور رویائے صادقہ حاصل کر سکتا ہے اور اس کے متعلق حضرت نبی کریم صلعم نے بھی فرمایا ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنی نبوۃ میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا۔ سوائے مبشرات کے۔ پس سچی خوابیں اور الہام اس امت میں جاری ہیں۔ اور یہ نعمت ان لوگوں کو ملتی رہیگی جو خدا سے سچا تعلق پیدا کرینگے۔

نہ ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کوئی انوکھا اور جدید مذہب لے کر آئے۔ دونوں کے اصول اساسی وہی تھے جو سابق انبیا لے کر آئے یعنی خدا کی توحید اسکی ہمارے نبی کریم صلعم کو کامل تعلیم دی گئی جو پہلے نبیوں کو نہیں دی گئی تھی۔ کیونکہ ان کی تعلیم مختص بالزمان اور مختص بالقوم تھی۔ لیکن جہاں تک توحید باری کا سوال ہے سب انبیا اس پر زور دیتے آئے اور اس پر ہمارے نبی کریم صلعم نے زور دیا اور لوگوں کو بت پرستی اور توہمات و رسوم و رواج سے چھڑایا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا مشن جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے ہی مخصوص تھا۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ یہ قرآن مجید میں وارد ہے۔ پھر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بعثت الی اسود و احمر۔ میں اسود اور احمر سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

قرآن مجید میں مومنین متبعین کی شان میں آتا ہے۔

الذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔

یعنی متبعین محمد صلعم کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ قرآن مجید کی وحی پر بھی ایمان لائیں اور اس سے پہلی کتب پر بھی ایمان لائیں اور پہلے رسولوں پر بھی۔ یہ فخر محض اسلام کو حاصل ہے کہ اس نے تمام نبیوں تمام رسولوں اور تمام کتب پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا اور تمام مذاہب کی صداقتوں کو تسلیم

کیا۔ اور اس طرح سے ایک عالمگیر اخوۃ ایک عالمگیر اتحاد کی بنیاد قایم کی۔ یہ ایسا طغرائے امتیاز ہے کہ جو دوسرے مذاہب میں نہیں پایا جاتا۔ اور یہ اس کے کامل اور آخری مذہب ہونے کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ صدق اللہ تعالےٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ دین مکمل ہوگیا اور خدا کی نعمت پوری ہوگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

استفسارات وجوابات

استفسار:۔ کیا کوئی روحانی یا مذہبی بندش ایسی نہیں ہے۔ جو مسلمانوں کو جو ایسے ملک میں رہتے ہوں۔ جہاں اُن کی اکثریت ہو اپنا وطن قرار دینے سے روکے؟ اگر نہیں ہے تو کیا آپ خیال نہیں کرتے کہ پاکستان بن جانے کے بعد تبلیغ کا کام ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے گا۔ کیونکہ مسلمانوں کا دنیا میں کہیں بھی اعتماد نہیں رہے گا۔

جواب:۔ مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان کے متعلق جو کچھ تھا۔ اس کے بارہ میں میں اوپر مفصل بیان کرچکا ہوں میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کونسی بات خلاف اخلاق و مذہب ہے۔ جہاں تک تبلیغ کا سوال ہے۔ پاکستان کے استحکام کے ساتھ اس کا میدان کھل جائے گا۔ غلاموں کے مذہب کی کون پرواہ کرتا ہے۔ اب جبکہ مسلمان کو ہندوستان میں ایک حکمران قوم کی حیثیت حاصل ہوگی۔ ان کی بات کو بہت وزنی سمجھا جائے گا۔ اور ان کی تبلیغ کو زیادہ اہمیت حاصل ہوگی۔ علاوہ ازیں تبلیغ کی پشت و پناہ پر سلطنت کی امداد بھی ہوگی۔ ممالک غیر میں ہر ایک سفارت اسلام کا ایک تبلیغی مرکز بن سکتا ہے۔

استفسار:۔ کیا مسلمان جبکہ وہ کسی ملک کے اندر اقلیت میں ہوں صحیح مسلمان رہ سکتے ہیں یا کیا

اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ بڑی سلطنت میں سے ایک حصہ اپنے لئے مخصوص کریں۔ جس میں ان کی خود مختارانہ حکومت ہو۔ ہندوستان کے جس حصہ میں مسلمان آباد ہوں گے ان کی کیا حالت ہوگی؟

جواب:- مسلمان جب وہ اقلیت میں ہوں۔ ایسے ہی نیک مسلمان رہ سکتے ہیں جیساکہ اکثریت میں۔ اقلیت کی صورت میں انہیں اس حکومت کا وفادار رہنا چاہئیے۔ جو قانوناً اس ملک میں قائم کی گئی ہے یہ بعینہٖ وہ حالت ہے جو مسلمانوں نے ہندوستان میں اختیار کی ہے۔ انہوں نے ہندوستان کے قومی جھنڈا کو سلام کیا ہے۔ اور اس سے وفاداری کا عہد کیا ہے یہاں بھی ہندو ذہنیت اپنی اصل افتاد سے نہیں چوکی۔ انہوں نے کہا کہ اگر پاکستان کے جھنڈا پر اسلامی نشان (یعنی ہلال و تارہ) ہوگا۔ تو وہ اس کو سلام نہیں کریں گے۔ لیکن مسلمانوں نے تو ایسا عذر نہ کیا حالانکہ ہندوستان کے جھنڈا پر اشوک کا مذہبی نشان ہے۔ کیا انہوں نے اس وجہ سے اس جھنڈے کی وفاداری سے انکار کر دیا ہے؟ ہرگز نہیں۔

استفسار:- کیا یہ اسلام کے مدنظر نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ اقلیت میں رہے اور اکثریت کی اصلاح کرے۔ کیا تمام انبیاء اور مذہبی مصلحین اپنے اپنے زمانہ اور ملک کی اقلیتوں کے ساتھ نہیں ہوتے تھے کیا ایک مسلمان کیلئے یہ بہتر نہیں ہے کہ پاکستان کے بن جانیکے بعد نئی بنی ہوئی مسلم اکثریت والی سلطنت کو چھوڑدے اور ہندوستان کے کسی علاقہ میں چلا جائے؟

جواب:- ہرگز نہیں بلکہ اس کے برعکس عمل کرنا چاہئیے۔ اسلام کے مدنظر تو یہ ہونا چاہئیے کہ وہ اقلیت سے اکثریت میں ترقی کر جائیں۔ یہاں تک کہ وہ تمام ملک میں اقتدار پالیں۔ ایران اور مصر بطور مثال پیش کی جاسکتی ہیں ان ممالک میں اسلامی اقلیت نے وہاں کے مذاہب اور تہذیب کے نشانات کالعدم کر دئے۔ اگر ہندوستان کے ابتدائی مسلمان جو اس ملک میں آباد ہوئے اسی اصول پر کاربند ہوتے اور اگر وہ اسلام کی تبلیغ کما حقہٗ کرتے تو اس وقت تک سارے کا سارا ہندوستان مسلمان ہوگیا ہوتا۔ مہاتما گاندھی شاید مولانا عبدالرحمٰن ہوتا اور جواہرلال نہرو غالباً علامہ اقبال کی طرح جن کے آباؤ اجداد کشمیری پنڈت تھے۔ دوّم الاسلام ہوتا۔ ایک حقیقی مسلمان کو اپنے مذہب کی تبلیغ کرنی چاہئیے۔ اور دوسروں کو اپنے مذہب میں تبدیل کرنیکی کوشش کرنی چاہئیے۔ قرآن کی رُو سے ایک مسلمان کا مطمح نظر ساری دنیا کو فتح کرنا ہونا چاہئیے۔ خدا نے اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنیکا وعدہ کیا ہُوا ہے۔

[illegible]

[illegible] ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں [illegible] ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں غیر مسلم و نو مسلم زائرین آتے ہیں۔ ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نو مسلمین کی ایک جماعت لندن میں ہے۔ برطانیہ عظمیٰ کی مسلم سوسائٹی کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۵) **مشن کے آرگن** ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہوار رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۶) **مشن کے تاثرات** ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن [illegible] خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین [illegible] تاجر۔ مغربی مستشرقین و فوجی شہرت کے نو مسلمین ہیں۔ یہ نو مسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض [illegible] تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں [illegible] تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ [illegible] مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے [illegible] ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و ا[illegible] اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے [illegible] ہی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یور[illegible] میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں [illegible] روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں [illegible] ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد [illegible] قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پُر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلانِ اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۷) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے**

قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعتِ اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہمخیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قایم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعتِ اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ پچیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہوئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کریں۔ اگر بالفرض ہم آیندہ دس سال میں انگلستان میں بیٹھ کر حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جدوجہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آرا کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی دردو احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے دیگر ممالک بھی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہیئے۔

(۸) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے**

دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے جس سے کل مسلمانانِ عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے کیونکہ یہ تحریک قیاسی وہمی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک ٹھوس اسلامی خدمات سرانجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ بیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقی امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانانِ عالم کا واحد مشن ہے [illegible] کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں اس کے ذریعہ سے یورپ و امریکہ میں فقط توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کر کے یورپ میں اسے چلا رہے ہیں [illegible] اسی [illegible] مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا [illegible]

[illegible]

AUGUST, 1948 Regd. L. No. 908

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانیٔ ووکنگ مسلم مشن انگلستان

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے	عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)	امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۴	بابت ماہ اگست ۱۹۴۸ء	نمبر ۸

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور۔

شذرات

قبول اسلام

میں جے عمر جبنی مرزا ایکو ۱۵ لمٹسی ہل لنڈن ایس ڈبلیو ۲ بخلوص نیت اور صدق دل سے بلا جبر و اکراہ برضا و رغبت خود اعلان کرتا ہوں کہ میں ایک صرف ایک اللہ کی عبادت کروں گا۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ (حضرت) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے نبی اور اس کے بندہ تھے۔ میں تمام نبیوں کی یکساں طور پر عزت کرتا ہوں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیا کی۔

میں عہد کرتا ہوں کہ میں ایک مسلم کی زندگی بسر کرونگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ کے سوائے اور کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے

دستخط

جے او۔ جبنی مرزا

تاریخ ۵ رجنوری ۱۹۳۶ء

مہاتما گاندھی

ہندوستان کی اندرونی آواز!

ہر آنکہ زاد نبا چار بائیدش نوشید
ز جام دہر مے کل من علیہا فان

مہاتما گاندھی کی موت سے جو بذریعہ قتل واقع ہوئی ایک ایسی ہستی صفحۂ روزگار سے مٹ گئی۔ جو ہندو قوم کے اندرونی جذبات کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ اور جس کے رگ و ریشہ میں حب الوطنی کا خون دوڑتا اور جس کے دل و دماغ میں ہندو قوم کی فلاح و بہبود کا جنون تھا۔

موجودہ نسل انسانی میں ثقافتی ترقی اور زندگی کے ایک عالمگیر نظریے کے لئے ایک تڑپ پائی جاتی ہے۔ ہندو قوم کی یہ تڑپ مسٹر گاندھی جی کے قلب کو مضطرب کئے ہوئے تھی۔ مہاتما گاندھی کا حادثۂ قتل تاریخ حاضرہ کا ایک بہت بڑا اہم اور چونکا دینے والا واقعہ ہے۔ جہاں تک مہاتما کے ذاتی کیریکٹر کا سوال ہے۔ اس کے متعلق یقین امور نہایت بین ہیں۔ وہ واقعات کو دوسروں کی آنکھ سے نہیں دیکھتے تھے۔ وہ ایسے امر کی تائید نہیں کرتے تھے۔ یا کم از کم ایسے امر سے اپنا تعلق نہیں رکھتے تھے۔ جس کو وہ خود اچھی طرح سمجھ نہ لیں۔ آجکل کی رسمی دنیا میں جبکہ فیشن پرستی کی تقلید اور ارزاں ہر دلعزیزی ہر چہار طرف پائی جاتی ہے۔ مہاتما گاندھی کی یہ خصوصیت ایسی خصوصیت ہے جو دنیا میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہے

وہ ایک ایسا شخص تھا کہ رائے عامہ سے اختلاف کرنے میں اس کو راحت محسوس ہوتی تھی - اور اس کو اس امر میں خوشی محسوس ہوتی تھی کہ خواہ وہ اکیلا ہی ہو وہ اپنی رائے پر جسے وہ صحیح سمجھتا ہے سختی سے عمل پیرا ہو اور اس کی دوسروں کو تلقین کرے - ایک دوسری خصوصیت یہ تھی کہ جب وہ اپنے لئے ایک لائحۂ عمل تیار کرنے میں بلا خوف لومۃ لائم اس پر کاربند ہو اور دنیا کی مخالفت کی پروا نہ کرے وہ عدم تشدد کا قائل تھا وہ کسی کو اس پر مجبور نہ کرتا تھا لیکن ایسا ہرگز نہ تھا کہ دنیا کی مخالفت سے ڈر کر وہ اپنے اصول کو خیرباد کہدے - اور دوسروں کی ہاں میں ہاں ملا دے - پھر اس عظیم القدر لیڈر کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ وہ کمزوروں اور مظلوموں کا بڑا حامی تھا - یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ گاندھی جی کی قیادت قبول کرنے کا اصل راز یہ تھا - کہ ان کا دل اپنی قوم کی پست حالی اور ابتری سے کڑھتا تھا - خواہ وہ افریقہ میں ہوں یا ہندوستان میں یا کسی اور جگہ وہ تمام عمر کمزوروں کے ساتھ ہمدردی کرتے اور جنہیں دنیا حقارت و نفرت سے دیکھتی تھی - ان پر ترحم ان کا شعار تھا -

یہ بھی قرین قیاس ہے کہ مسلم لیگ کے لیڈروں سے ان کا اختلاف ان کی طبیعت کی افتاد کی وجہ سے ہو - کیونکہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا یہ خیال تھا کہ مسلمان ایک جنگجو اور شمشیر زن قوم ہے - یہ بہ تعصب ہندوں پر سختی اور تشدد کرتے ہوں گے ان فرقہ وارانہ فسادات کے دوران میں جو حصول آزادی سے قبل رونما ہوئے انہوں نے اس خیال کا اظہار بھی کیا تھا کہ ہندو قوم مسلمانوں سے انتقام لینے میں اسی طرح عہدہ برآ ہو سکتی ہے یہ گویا ایک خوشی کا اظہار تھا کہ ان کی قوم میں بھی جوانمردی کے جوہر پیدا ہوئے ہیں - لیکن جب بمبئی اور دہلی میں فسادات کی آگ بھڑکی تو مہاتما گاندھی کی آنکھیں کھل گئیں - اور ان کی آنکھوں کے سامنے ایسے ایسے روح فرسا واقعات آئے جن کی وہ توقع نہیں کر سکتے تھے - ان کو اس بات کے معلوم کرنے سے سخت تکلیف پہنچی کہ گھاس پات کھانے والا بزدل ہندو گوشت کھانے والے تشدد پسند مسلمان سے کہیں بڑھ چڑھ کر زیادہ خونخوار اور ظالم ہے -

تجربہ نے ان پر ثابت کر دیا تھا کہ کم از کم سرزمین ہند میں ہندو مظلوم نہیں بلکہ ظالم ہے اور اگر مظلوم ہے تو مسلمان ہی یہ وجہ تھی کہ گاندھی جی کی ہمدردی غریب مسلمانوں کی طرف ہو گئی - اور انہوں

نے اس مظلوم طبقہ کی حمایت اسی رنگ میں شروع کر دی جس رنگ میں انہوں نے ہندوستانیوں کی حمایت انگریزوں کی استبدادیت کے خلاف افریقہ اور ہندوستان میں کی تھی۔

گو وہ ایک سیاسی لیڈر تھے۔ لیکن مہاتما کو مذہب سے انس ضرور تھا۔ مذہب سے تعلق رکھنے والے اصحاب مہاتما کے دل و دماغ کی ان خوبیوں کی اہمیت نظرانداز نہیں کر سکتے۔ یہ خالی از دلائل ہی نہیں کہ علمی دنیا کو ایک سیاسی لیڈر کی بجائے زیادہ تر مذہبی انسان تسلیم کرتی تھی۔ مہاتما کو خدا نے غور و فکر کرنے والا دماغ دیا تھا۔ پھر ان میں محاسبہ نفس کی عادت تھی جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہم یہ تسلیم کریں کہ ایک مذہبی لیڈر تصور کریں۔ ضعفا کے ساتھ ہمدردی نے بھی اس خیال کو تقویت دے دی تھی۔ لیکن ایک بڑے شخص کے کارناموں کو بہت بڑھا کر یا بہت گھٹا کر پیش کرنا اس کی حقیقی عزت نہیں۔ حقیقی عزت اس میں ہے۔ کہ ایک شخص کی صحیح صحیح خدمات کے اندازہ لگانے میں افراط و تفریط سے کام نہ لیا جائے بلکہ اس کی اصل تصویر پیش کی جائے۔

گاندھی جی کی خدمات کو جانچتے وقت ہمیں یہ بات نظرانداز نہیں کرنی چاہئے کہ انہیں کوئی دعوے نبوت نہ تھا نہ انہیں مذہبی معلم ہونے کا ادعا تھا۔ زندگی کے بعض خطرناک لمحات کے دوران میں گاندھی جی نے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اس لئے آواز و وحی کے متعلق انہیں کوئی علم نہیں۔ لیکن اگر وہ ایک مذہبی معلم ہوتے تو ایسے الفاظ زبان پر نہ لاتے۔ گاندھی جی محض اس لحاظ سے قابل تعریف ہیں کہ وہ اپنا فخر اس بات میں محسوس کرتے تھے کہ وہ مذہبی معلمین کے مداح اور ان سے عقیدت رکھنے والے ہیں۔ ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ وہ کسی شخص کے متعلق جو چاہے عقیدہ رکھے لیکن حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ مہاتما کا لائحہ عمل مذہبی نہیں تھا بلکہ سیاسی تھا۔ بعض خوش عقیدہ لوگ ان کو جناب مسیح سے تشبیہ دیتے ہیں مگر جناب مسیح نے تو صاف لفظوں میں فرما دیا تھا کہ ان کی بادشاہت زمینی نہیں روحانی ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ سیاسیات ان کے لائحہ عمل میں داخل نہیں ہیں۔ اور جو مذہبی معلمین بیک وقت نبی بھی تھے۔ اور بادشاہ بھی۔ مثلاً ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت موسیٰ علیہ السلام انہوں نے بھی اپنا کام روحانی اور تبلیغی اصلاح ۔ سے شروع کیا اور ملکی فتوحات ان کی مذہبی جدوجہد کے

تکملہ کے طور تھیں نہ کہ اصل غرض - اصل مشن اُن کا اصلاح خلق تہذیب اخلاق ہی تھا - ان کی پیغمبرانہ
فراست نے دیکھ لیا تھا کہ قوم کی عوارض کیا ہیں - اور اصل چیز جہاں سے بدی پیدا ہوتی ہے وہ کیا ہے
اس لئے جڑھ کو پکڑا - یا یوں کہنا چاہیئے کہ اصل جگہ پر انگلی رکھی - جب تک روحانی اور اخلاقی عوارض کا
علاج نہ ہو - کوئی بیرونی تبدیلی کارگر نہیں ہو سکتی - مگر گاندھی جی اس ژرف نگاہی کے مالک نہ تھے - یہاں
ان کی نگاہ ظالموں کے ظلم پر ضرور پڑتی تھی - انہیں مظلوموں سے ہمدردی تھی - مگر وہ ایک مذہبی معلم کی
حیثیت سے کوئی فیصلہ صادر نہیں کر سکتے تھے - ان کے کام کی ابتدا بیرونی دشمنوں کے خلاف نبرد آزمائی
سے شروع ہوتی ہے - اور اندرونی دشمنوں پر ان کی نظر نہیں پہنچی - ہاں یہ درست ہے کہ مذہبی احساس
گاندھی جی میں کافی موجود تھا اور یہ احساس ساری عمر ان میں رہا - اور یہ مذہبی احساس ان کو ان کی قوم
کی کمزوریوں پر آگاہ کرتا رہا - اور اکثر انہوں نے محسوس کیا کہ اس باب میں کچھ نہ کچھ کرنا چاہیئے -
اچھوت کا مندروں میں داخلہ کی تحریک جو انہوں نے شروع کی - پھر تشدد کی کارروائی پر ان کی مول
تافروشی کی تحریک پھر ان کی قوم کی [illegible] تاریخ کرنا یہ تمام باتیں اس مذہبی احساس
کا پتہ دیتی ہیں جو ان میں پایا جاتا تھا - اور جس کی بناء پر وہ اپنی قوم کی اصلاح کرنا چاہتے تھے - مگر اس کے ساتھ
اس امر کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا زیادہ تر رجحان سیاسیات پر تھا - مذہبی اصلاح کو انہوں نے چنداں اہمیت
نہ دی - بلکہ اس کو ثانوی حیثیت دی - اور اس وجہ سے وہ سیاسی لیڈر ہی رہے اور اس میں شک نہیں
کہ بطور ایک سیاسی لیڈر کے ان کا مقام بہت بڑا ہے - اور ایسے لوگ ہندوستان کی تاریخ میں بہت
کمیاب ہیں - اُن میں سچائی کا احساس تھا - اور اس کے لئے ان کے دل میں تڑپ بھی تھی وہ اس کے
لئے بہت احتیاط بھی کرتے تھے - لیکن صداقت کے لئے ان کا نفس اس معیار پر نہیں پہنچا جو ایک
مذہبی معلم کی شان کے شایاں ہے - اپنی قوم کے لئے جو محبت اُن کے دل میں تھی ہندوستان میں اُن
کی مثال نہیں ملتی - لیکن یہ محبت روحانی سطح سے نیچی ہی رہی - اور وہ قوم کی سیاسی زنجیروں کے توڑنے
میں ہی مصروف رہے اور ایک متلاشی حق کی حیثیت میں ضروری تھا کہ وہ اپنے فیصلہ کی غلطی کا کفارہ اپنے

خون سے دیں۔ روس کے ٹالسٹائی کی طرح حکیم ہندوستان اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس اندوہ کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اس کی قوم کی ضمیر اپنی بے اعتدالیوں کی وجہ سے سزاوار صد نفرین ہے۔ ممکن ہے کہ اپنے روسی مثیل کی طرح مہاتما کی موت بھی ایک انقلاب کا پیش خیمہ ہو۔ اور جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہندو قوم کی ذہنیت جو حال ہی میں پیدا ہوئی ہے اس انقلاب کی مخالف واقع ہوئی ہے۔ جو مہاتما کے پیش نظر تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ خود ان کی قوم میں سے ایک شخص نے ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ دو انقلابوں کے نظریہ کا نتیجہ تھا۔ یہ دونوں نظریوں میں تصادم کا نتیجہ ہے۔ لیکن کیا وہ انقلاب جو گاندھی جی کی موت سے رونما ہو سکتا ہے۔ اپنی نوعیت میں ویسا ہی ہوگا۔ جس طرح کہ روس میں ہوا یہ منحصر ہے اس طریق عمل پر جو اسلام اپنی شاندار روایات کے ساتھ اختیار کرنے کا اہتمام کر سکے۔

گاندھی جی کی زندگی کا ایک المناک پہلو یہ ہے۔ کہ وہ ہندو قوم کی رجعت قہقری کے قائلین سے دھوکہ کھا گئے۔ جب تک وہ ان کے خیال کے مطابق ان کی تحریک کے لئے مؤثر ثابت ہوتے رہے لوگ ان کی بات سنتے رہے لیکن جب مہاتما جی نے اس قوم کے بد ارادے دیکھے اور ان کی خطرناک حرکات میں شرکت سے انکار کر دیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہ شخص اب ہمارے مصرف کا نہیں اور اس کی ہستی ان کے عزائم میں ایک روک ہے۔ اس سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہندو قوم کے اندر جو ہندو مت کے احیاء کی تحریک جاری ہے۔ گاندھی جی اس میں حصہ نہیں لینا چاہتے تھے۔ مہاتما گاندھی عصر حاضر کے آزاد و شریفانہ رجحانات کا پیدا وار تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ہندوؤں کے احیاء کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ وہ ایک باشعور انسان ہونے کی وجہ سے ٹھیک طور پر محسوس کرتا تھا کہ آخر اس قوم کا اس پر حق ہے جس میں وہ پیدا ہوا۔

یہ ایک قابل غور امر ہے کہ نواکھالی میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور جہاں ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کے خون کھولتے تھے گاندھی جی بلا دھڑک ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کا دورہ کرتے رہے۔ حالانکہ وہ لوگ گاندھی جی کو ایک دشمن قوم کا لیڈر اور ان کا نمائندہ سمجھتے تھے۔ لیکن یہ ایک المناک بات ہے کہ جس قوم کی فلاح و بہبود کے لئے وہ دن رات کوشاں رہے اور جس قوم کی ثقافت

اور سربلندی کے لئے انہوں نے زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ اسی قوم کے ایک فرد نے نہایت بے دردی سے انہیں قتل کر دیا۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

غور کرنے والوں کے لئے اس جگہ ایک نکتہ حکمت ہے اور وہ یہ کہ یہ روائتی ہندو مذہب کسی اصلاح کو اپنے اندر سے قبول کرنے کے لئے طیار نہیں۔ قبول کرنا تو درکنار ایسی اصلاح کو برداشت بھی نہیں کر سکتا۔ گاندھی جی ہندو قوم کی گہری اندرونی آواز تھے۔ وہ عصر حاضر کی انسانیت نواز نظریہ کے بہت بڑے حامی تھے۔ متعصب عاقبت نااندیش ہندو نے اُن کو مار ڈالا گویا اصلاح کے امکانات کا گلا گھونٹ دیا۔ اور اگر گاندھی جی کے اصلاحات کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اُسی تدبیر کو اختیار کیا جائے جو انہوں نے ہندو مسلم کے مسئلہ کے متعلق اختیار کی تھی۔

گاندھی جی نے جب حالات کا بنظر امعان مطالعہ کیا تو ان کو واضح ہو گیا کہ ہندو قوم ترقی اور انسانی ہمدردی کے تمام رجحانات کی دشمن واقع ہوئی ہے۔ حالانکہ بظاہر یہ قوم بہت نرم اور شریف معلوم ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کو دنیوی مال و متاع بھی حاصل ہے۔ اس کے برخلاف گو اسلام میں بظاہر آجکل کوئی کشش نہیں پائی جاتی مگر تمام ساز و سامان موجود ہیں جو ہندو قوم کے احیاء کا باعث ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ غیر متوقع طور پر ان کے دل کے اندر مسلمانوں کی طرف رجحان پیدا ہو گیا۔ ان کی محبت ہندوستان اور ہندوستان کے باشندوں سے اصل محبت تھی جس میں کوئی کھوٹ نہ تھا۔ وہ ان کو بڑا دیکھنا چاہتا تھا۔ اور انکا خیال تھا کہ ہندو قوم ان کے خیالات کے سانچے میں ڈھل جائیگی۔ ہندوؤں کی ذہنی قابلیت سے انکی یہی توقع تھی۔ کہ گاندھی جی اپنے مقاصد میں کامیاب ہونگے مگر مشرقی پنجاب اور دہلی کے خونچکاں واقعات نے پردے چاک کر دیئے اور بالآخر انہوں نے دیکھ لیا کہ ہندوستان کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو پار لگانیوالا صرف اسلام ہی ہے دہلی میں بمقام رضا کے مقام پر گاندھی جی کا بے گناہ خون اگر ایک طرف ہندو قوم کی مذہبی دیوانگی کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے تو دوسری طرف اسلام کی قدر و منزلت کی دلیل بھی ہے جو گاندھی جی کے دل میں اسلام کے متعلق پیدا ہو گئی تھی۔ اس نے ہندو قوم کی اصلاح کی بے انتہا کوشش کی۔ مگر بالآخر اسکو اس قوم کا مستقبل بنانیکے امکانات اسلام میں ہی نظر آئے۔

اسلام کے اصول اساسی

(ایک جرمن نومسلم کے انگریزی آرٹیکل کا ترجمہ)

توحید باری تعالےٰ

ان ربکم اللہ ٭ یقیناً تمہارا رب اللہ ہے۔ (یونس آیت ۳)

ھواللہ الذی لاالہ الاھو ٭ وہی اللہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں (سورۃ الحشر آیت ۲۲)

قرآن مجید نے نہایت واضح الفاظ میں بیان فرما دیا ہے کہ ہمارا معبود حقیقی کون ہے ؟ وہ اللہ ہے۔ جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ جو الرحمن الرحیم ہے۔ جو الخالق الباریؑ المصور کا مصداق ہے۔ جو الملک۔ القدوس المومن۔ المھیمن۔ العزیز۔ الجبار اور المتکبر ہے۔

یسبح لہٗ مافی السموٰت والارض۔ وھوالعزیز الحکیم۔ جو کچھ آسمان اور زمینوں میں ہے اس کی تسبیح کرتا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ ان صفات کا مالک اسلام کا خدا ہے۔ یہ توحید ہے جس پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اسی بنیاد پر اسلام کی جملہ تعلیمات کا عظیم الشان قصر کھڑا ہے۔ توحید باری تعالیٰ پر ایک محکم مضبوط اور غیر متزلزل ایمان - خدا کے جملہ احکام اس کے اوامر و نواہی پر سر اطاعت خم کرنا اور اس کی رضا پر راضی رہنا۔ ایک مسلم کی زندگی کا ماحصل ہے۔ خدا کی شریعت پر عمل پیرا ہونا بنی نوع انسان کے درمیان صلح و آشتی کا مترادف ہے۔ خدا کی توحید پر ایمان مقتضی ہے کہ ہم خدا کو جملہ صفات حسنہ مقدسہ مطہرہ سے متصف مانیں اور اس کو جملہ عیوب و نقائص سے پاک و منزہ سمجھیں۔ اس کی حکمت و دانائی پر یقین رکھیں اور اس کے کامل ہونے پر ایمان لائیں فی الجملہ توحید پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان تمام صفاتِ عالیہ کی

صمیم قلب سے تصدیق کریں۔ جو ذات صمدی کی قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔

اسلام کا خدا رب العالمین ہے۔ اس کی عنایات اور رحم کی خاص ایک ملک یا ایک قوم سے ہی مخصوص نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا۔ دنیا کی ہر قوم دنیا کا ہر ملک اس کی عنایات سے متمتع ہوا ہے۔ اس کی ربوبیت تمام عالم کے لئے ہے۔ کسی خاص حصہ کے لئے نہیں ہے۔ اور اس لئے کسی خاص شخص کے لئے ہی ضروری نہیں ہے کہ اس کے سامنے سر اطاعت خم کرے۔ بلکہ ہر فرد بشر کے لئے جو اس ربع مسکون میں آباد ہے۔ اس کا فرض ہے کہ اس کے سامنے سر نیاز جھکائے اور اس کے احکام کی اتباع کرے۔ جب دنیا کی تمام قومیں اس کو اپنا آقا اور مالک مان لیں گی ان سب میں اتحاد و اتفاق کی روح پیدا ہو جائیگی۔ اور تمام دنیا میں خوشی اور راحت کی لہر دیکھنے میں آئے گی۔ اور اس بات کے کہنے میں ہم ذرا تامل نہیں کر سکتے کہ اس وقت جو دنیا پر مصائب کے بادل اُمڈے ہوئے ہیں۔ اور مخلوق خدا ایک دوسرے سے دست وگریبان ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ دنیا خدا سے منحرف ہے۔ خدا سے انحراف کا ہی نتیجہ ہے کہ یورپ کے اندر بالخصوص مصائب لوگوں کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اور ایک مصیبت کے بعد دوسری مصیبت آن پڑتی ہے۔

اگر انسانوں کے دلوں کے اندر نور ایمان پیدا ہو جائے تو یہ سونے چاندی کی محبت کی آگ جس نے بنی نوع انسان کو بے چین بنا رکھا ہے۔ یک قلم بجھ جائے اور قلوب کے اندر اطمینان اور راحت پیدا ہو جائے۔ اس خدائے بزرگ پر ایمان جو علیم و بصیر و سمیع ہے۔ جو جزا و سزا کا مالک یعنی نیکی پہ اجر اور بدی پر سزا دینے پر قادر ہے۔ ہمیں اس راستہ پر ڈال دیگا۔ جس پر چلکر انسان کامل بن جاتا ہے۔ خدا پر ایمان لانے سے خدا کی محبت پر ہم برابر رحمت بن کر برسے گی۔ جس سے ہمارے ایمانوں کے اندر ایک نئی تازگی پیدا ہوگی اور ایک خاص حظ اور لطف ہمیں نصیب ہوگا۔

پس آپ کامل ایمان خدا پہ لائیں۔ جو اپنی ذات میں واحد ہے۔ جس پر سب کا بھروسہ اور تکیہ ہے اور جس کے ہم سب محتاج ہیں۔ جو لم یلد ولم یولد ہے اور جس کی شان لیس کمثلہ شیئ ہے۔ ایسے خدا پر ایمان لانے قلوب کے اندر راحت اطمینان اور خوشی پیدا ہوگی

خدا کی وحی پر ایمان

دوسرا بنیادی اصول اسلام کا خدا کی وحی پر ایمان لانا ہے

"کہو۔ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو ہم پر نازل ہوا۔ اور جو ابراہیم۔ اسحاق۔ اسمٰعیل اور ان کی نسلوں پر نازل ہوا اور جو عیسٰی اور موسٰی کو دیا گیا اور دوسرے رسولوں کو دیا گیا۔ ہم اُن میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے۔ ہم اُس کے سامنے جھکتے اور اس کے فرمانبردار ہیں۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جن کی رُو سے اللہ تعالیٰ ہم سے تمام نبیوں پر جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرے ہیں ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ قرآن مجید اور ہمارے نبی کریم صلعم ان تمام صداقتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ جو اُن سے پہلے آئیں اور جو لوگ ان کو نہیں مانتے۔ وہ خدا کی ہدایت کے منکر ہیں جو درحقیقت تمام وحی الٰہی کا مقصد ہے۔

خدا جو رب العالمین ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تمام قومیں اس کی برکات سے بہرہ اندوز ہوں۔ اس لئے اس نے تمام قوموں میں اپنے مرسل بھیجے تاکہ وہ اس ہدایت کو کھولکر بیان کریں۔ جو خدا نے ان پر منکشف کی۔ خدا نے اپنے نبی بھیجے تاکہ خدا کی شناخت میں وہ ان کی مدد کریں اور لوگوں پر اُن راہوں کو واضح کریں جن سے وہ خدا تک پہنچ سکیں اور اس کی معرفت حاصل کر سکیں۔ جو مذہب کا اصل مقصد ہے۔ خدا نے مختلف زبانوں میں اپنے ہادی بھیجے تاکہ ان کو جو تاریکی میں پڑے ہیں روشنی کی طرف رہنمائی کریں۔ اُن گناہوں سے ان کو متنبہ کریں۔ ان کو نیکی کا راستہ دکھائیں اور خدا کی طرف اُن کا رجوع کرائیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئیے کہ جس قدر انبیا ہمارے نبی کریم صلعم سے پہلے آئے وہ سب اپنی اپنی قوموں کی طرف آئے۔ وہ ساری دنیا کے لئے نبی نہیں تھے۔ بلکہ خاص خاص قوموں کے لئے تھے۔ یہ شرف ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہوا کہ آپ تمام دنیا کی طرف نبی ہو کر مبعوث ہوئے۔ آپ خاتم النبین تھے۔ تمام انبیا سے افضل و اعلیٰ اور اشرف تھے۔ آپ رحمۃ للعالمین تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس طرح خدا رب العالمین ہے اور سب مخلوق اور ساری دنیا

کا مالک اور خالق ہے اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قوموں تمام دنیا کے لئے نبی ہیں آپ اس لئے تشریف لائے کہ اُن غلطیوں کی اصلاح کریں جو مذہب میں پیدا ہو چکی تھیں۔ آپ اس لئے تشریف لائے کہ اُن صداقتوں کی تصدیق کریں۔ جو آپ سے پہلے آئیں۔ آپ اس لئے تشریف لائے کہ ان امور کی تشریح کر دیں جو پہلے نبی تعلیم دیتے تھے۔ آپ مبشر بنکر تشریف لائے۔ ان کے لئے جو ایمان لائیں اور منذر تھے ان کے لئے جو کافر اور نافرمان بردار تھے۔ اور جو اعمال بد میں مبتلا تھے۔

یوم آخرۃ پر ایمان

جب ہم اس دنیا سے گذر جائیں گے اور دوسری دنیا میں جائیں اس وقت ہمیں اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا پڑے گا۔ ہمارے اعمال و افعال ایک کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے پیش ہونگے اور ہم اپنے اعمال کی رُو سے یا تو جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں۔ یہ مختصر کیفیت ہے۔ جو قرآن مجید ہمیں زندگی مابعد الموت کے متعلق بتاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عقبیٰ کی زندگی اسی دنیوی زندگی کا ایک تسلسل ہے۔ اور انسان اس دنیا میں اپنا بہشت اور اپنی دوزخ اپنے اعمال سے خود تیار کرتا ہے خدا تعالےٰ نے فرماتا ہے:۔

"من کان فی ھذاہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ"

"جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا"

لیکن وہ رُوح جس کو اس زمینی زندگی میں راحت اور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کو دوسری زندگی میں بھی راحت اور اطمینان نصیب ہوگا۔ موت کے بعد کی حالت اس دنیوی زندگی کا ہی نقشہ ہے اگر انسان اس دنیا میں ایک روحانی زندگی بسر کرتا ہے وہ عقبیٰ میں اس کے ثمرات سے متمتع ہوگا موت دروازہ ہے ایک ایسی زندگی کا جہاں اس دنیا کی چھپی ہوئی حقیقتیں منکشف ہو جائینگی۔ قیامت کا دن انکشاف نامہ کا دن ہوگا۔ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔ اس زندگی کے روحانی کیفیات جسے ہماری مادی آنکھ اس دنیا میں دیکھ نہیں سکتی۔ قیامت کے دن ہماری

سامنے آجائیں گی۔ اور تمام حجاب درمیان میں سے اٹھ جائیں گے۔ جو شخص اس دنیا میں خدا پر ایمان کامل نہیں رکھتا۔ اور جس کی تمام مساعی زر و مال کمانے میں ہی صرف ہوتی رہی ہوں۔ اور خدا کی طرف سے وہ کلیتہً غافل رہا ہو۔ اس پر بہشت کے دروازے نہیں کھلیں گے۔ ایسا شخص اس غلطی میں مبتلا رہا کہ اس دنیا کی دولت ہی اصل راحت ہے۔ اس لئے اس کو وہ روحانی دولت نہیں مل سکے گی۔ جو ان لوگوں کا حصہ ہے۔ جو خدا سے دل لگاتے ہیں۔ ایسے شخص کے لئے موت درحقیقت ایک سزا ہے موت کے آنے سے اس سے وہ چیزیں چھین جائینگی۔ جن سے وہ محبت کرتا ہے یعنی مال دنیا۔ اور یہ اس کے لئے ایک عقوبت اور سزا ہے۔ لیکن جو شخص جانتا ہے کہ خدا کے سامنے سر جھکانے سے اور تزکیہ نفس کرنے سے اس نے بہشت کے اندر اپنے لئے پھل دینے والے پودے لگائے ہیں وہ موت کو بہشت کا دروازہ یقین کرے گا۔ جو اس نے رہنے کے لئے تیار کیا ہے۔ وہ حقیقی راحت عقبیٰ میں یعنی دوسری زندگی میں پائے گا۔ اور اس کو وہ تمام انعامات ملیں گے۔ جن کا وعدہ خدا نے اپنے نیکوکار بندوں سے کیا ہے۔ زندگی مابعد الموت کے متعلق اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ حقیقی جنت روحانی ترقی کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ اور یہ اسلام کی ہی خوبی ہے کہ جس نے زندگی مابعد الموت کے عُقدہ کو بڑی خوبصورتی سے کھول دیا ہے۔

نماز

اعتقادی پہلو کے ساتھ ساتھ تعلیمات اسلام کے عملی پہلو بھی ہیں۔ اور نماز ان سب میں مقدم ہے۔ فرمایا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ دیکھو! خدا کے ذکر سے دلوں کے اندر اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا:۔

ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ ولذکر اللہ اکبر۔ (سورۃ عنکبوت)

"بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے۔ اور اللہ کا یاد کرنا یقیناً سب سے بڑھکر ہے۔ یہ ہیں اثرات نماز کے اور یہ ہیں فوائد خدا کی یاد کے۔ نماز سے اطمینان قلب حاصل

ہوتا ہے۔یہ انسان کو راحت دیتی ہے۔یہ انسان کے دل کے اندر خوشی پیدا کرتی ہے۔نماز وہ چیز ہے جس سے انسان خدا کا قرب حاصل کرتا ہے۔نماز کے ذریعے ہی سے انسان کو یقین حاصل ہوتا ہے کہ فی الحقیقت خدا ہے۔دن میں پانچ وقت نماز سے انسان خدا کی پناہ میں آتا ہے۔جو اس کا مالک اور خالق ہے۔جب انسان نماز پڑھتا ہے۔اس کو محسوس ہوتا ہے اور خدا اپنی مخلوق پر کس قدر مہربان ہے۔نماز ایک چٹان ہے۔جس پر انسان چڑھکر مصائب کے طوفان سے بچ جاتا ہے خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔

اُتل ما اوحی الیک من الکتٰب واقم الصلوٰۃ۔ (سورۃ عنکبوت)

اُسے پڑھتا رہو۔جو تیری طرف کتاب سے وحی کیا جاتا ہے اور نماز کو قایم رکھ۔

نماز میں انسان کو قرآن مجید پڑھنا ہوتا ہے۔اس سے انسان کا تزکیہ نفس ہوتا ہے۔اس سے اس کا دل پاک و صاف ہوتا ہے۔اور اس کے اندر نیک کام کرنے کی ترغیب اور برائیوں سے بچنے کی اس کو توفیق ملتی ہے۔اور اس سے وہ خدا کے قرب میں آجاتا ہے۔نماز کے ذریعے انسان اپنے جذبات خدا کے حضور میں پیش کرتا ہے۔نماز سے بڑھکر خدا کی یاد کا کوئی اور ذریعہ نہیں۔ نماز دل سے پورے دھیان اور غور سے ادا کرنی چاہیے اور نماز کے وقت انسان کا دل خدا کے سوائے دوسرے خیالات سے بالکل خالی ہونا چاہئیے۔ورنہ نماز حقیقی نماز نہیں ہے

برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر

ایں چنیں تسبیح کے وارد اثر

نماز جب دل سے ادا کی جائے تو خدا کی برکات نازل ہوتی ہیں۔جب میں نماز ادا کرتا ہوں میرا دل اطمینان اور راحت سے لبریز ہوجاتا ہے۔جب میری زبان میرے دل کی ترجمانی کرتی اور دلی تڑپ سے اللہ اکبر کا کلمہ بولتی ہے۔تو کس قدر خدا کی عظمت اور اس کا جلال میرے تمام اعضا و جوارح پر اثر انداز ہوتا ہے۔

زکوۃ

جس طرح نماز خدا کے لئے ہے۔ اسی طرح زکوۃ خدا کے بندوں کے لئے ہے۔ زکوۃ خدا پر ایمان لانے کا ثمرہ ہے۔ اور ایثار کا اظہار۔ یہ انسان کی اخلاقی بلندی کو ظاہر کرتا ہے۔ جو اسلام کا اصل مقصد ہے۔ ہر شخص جو کماتا ہے اور جس کے قبضہ میں کچھ دولت ہے اُسے اپنی آمد سے یا جمع شدہ دولت میں سے ایک معیّن حصہ خدا کے رستہ میں دینا ہوتا ہے۔ جو قوم کے غربا کے لئے مخصص ہے زکوۃ کا دینا تمام صاحب نصاب مسلمانوں کے لئے فرض ہے۔ لیکن اسلام کا مقصد محض یہی نہیں ہے کہ غربا کو زکوۃ دی جائے بلکہ اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم اپنے پڑوسیوں کو اپنے بھائی سمجھیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ تمام انسانوں کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ دولت جمع کرنے سے بدرجہا یہ بہتر ہے۔ کہ پڑوسیوں کی امداد کی جائے اور ان کو آرام پہنچایا جائے۔ غریب پڑوسی بھوکوں مرتا ہو اور ہم پیٹ بھر کر کھائیں یہ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔

جب ہم اپنے پڑوسیوں کو اپنا بھائی سمجھیں گے اور جب ہم غربا کی امداد کو اپنا فرض سمجھیں گے اور ان کی ضروریات پورا کریں گے اور ان کے دکھ کو اپنا دکھ اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھیں گے تو درحقیقت اس زمین پر خدا کی بادشاہت قایم ہو جائیگی۔

تنویر اسلام

دنیائے تہذیب و تمدن پر اسلام کے احسانات

از قلم جناب علم الدین احمد صاحب

چھٹی صدی عیسوی سے شروع کر کے تیرھویں صدی تک کا زمانہ یورپ کا "تاریک ترین زمانہ" کہلاتا ہے یونانی ثقافت نے اپنے وقت میں کمال عروج حاصل کیا اور یورپ اس سے متمتع ہو سکتا تھا لیکن تنگ ظرف پادریوں کی مہربانی سے یہ براعظم اس سے مستفید نہ ہو سکا۔ اور یونانی علم و فضل کے دروازے سرزمین یورپ پر بند کے بند ہی رہے۔

لٹریچر۔ فلاسفی۔ سائنس کے لئے یورپ کے براعظم میں کوئی جگہ نہ تھی۔ ان علوم نے مغربی ایشیا شام کے دوسرے حصص میں پناہ لی۔ کلیسا ہی تمام تعلیم کا مرکز تھا۔ یہ تعلیم عملی طور پر اُن نصائح پر مشتمل تھی۔ جو بائیبل میں پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص آزادی رائے سے کوئی کوشش اسی باب میں عمل میں لاتا جو بظاہر بائیبل کی تعلیم کے خلاف ہو وہ ہدف ملامت بن جاتا اور اس کو مصائب و آلام کا تختہ مشق بننا پڑتا۔ چنانچہ گلیلیو اور (Copernicus) کاپرنی کیس کو جو اس نظریہ کے علمبردار تھے کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے نہ کہ سورج زمین کے گرد جیسا کہ بائیبل میں مذکور ہے بڑے بڑے خطرات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا یہ زمانہ وسطی تھا۔ اور اس وقت یورپ کی حالت بڑی قابل رحم تھی۔ لیکن دنیا کے دوسرے حصوں میں اس قدر علمی انحطاط نہ پایا جاتا تھا۔

اسلام کا ظہور

اسلام کے ظہور کے ساتھ وحشی عرب دنیا کی مہذب ترین قوم بن گئے - ان کے علوم و فنون - اُن کی ثقافت
ان کی سیاست اور فلسفہ کی روشنی دور دور تک ضیاء فگن ہوئی ؎

ہوا گرچہ ویران بُستان عرب کا
ہرا کر گیا سب کو باراں عرب کا

بڑے بڑے فاضل یونانی عربوں کے دربار میں بلائے گئے - یونانی کتب عربی زبان میں ترجمہ کی گئیں
علوم ریاضی - علم طب - اور طبعیات میں بڑی معلومات بہم پہنچائی گئیں - مشہور و معروف حکیم ابو سینا کی ہدایات
کی روشنی میں فلسفہ میں بڑی بڑی موشگافیاں عمل میں لائی گئیں -

دسویں صدی میں قرطبہ (سپین) علم و فضل کا مرکز بن گیا - یہ شہر کئی ایک ایجادات کی وجہ سے شہرہ
آفاق ہو گیا - عربوں نے لائبریریاں قائم کیں - مساجد کے ساتھ مکتب کھولے اور بچوں کے لئے درسگاہیں
قائم کیں - جب یورپ میں عیسائی لوگ لوگوں پر یہ نظریہ ٹھونس رہے تھے کہ حسب تصریح بائیبل زمین چپٹی
ہے - خود جغرافیہ کی تعلیم گلوب (نقشہ کرہ ارض) سے دیا کرتے تھے - ع

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

اُس منظر کو یاد کرو جب عرب عیسائیوں سے شکست کھا کر سپین کو الوداع کہنے پر مجبور ہو گئے تو سب سے
زیادہ قلق کی بات ان کے لئے یہ تھی کہ وہ اس Observatories (رصدگاہ) کا کیا کریں جو انہوں
نے سالہا سال کی کاوش اور زرِ خطیر کے صرف سے طیار کی تھی - نیرنگی عالم کا حال دیکھئے کہ جہلا کے ہاتھوں اس
رصدگاہ کی یہ گت بنی کہ اس کو انہوں نے گھنٹے لٹکانے کی جگہ بنایا - فانا للہ وانا الیہ راجعون ط

عرب کے احسانات

عربوں نے الجبرا - ارتھمٹک - طب - جراحی - علم ہیئیت - فلسفہ اور دیگر شعبہ ہائے علوم میں بڑی بڑی

اعلیٰ تصانیف کیں اور ان علوم کو بڑی وسعت دی۔ انہوں نے طبیعات میں بڑے بڑے اہم انکشافات کئے اور بڑی بڑی ایجادیں کیں۔ جن کی تفصیل کے لئے دفتر درکار ہیں۔ وہ تجارت میں سب کے پیشرو تھے۔ نہ صرف تجارت بلکہ جغرافیائی معلومات۔ جہاز رانی۔ اور ٹیکنیکل سائینس میں بھی سب کے استاد تھے۔ زراعت میں بھی انہوں نے کمال کیا۔ چاول۔ گنا۔ کپاس کی کاشت انہوں نے ہی دنیا کو سکھائی۔ انہوں نے ہی جہاز رانی کی کپاس ایجاد کی اور بندوقوں توپوں کا استعمال مروج کیا۔ وہ ان علوم فنون میں یوروپ کے استاد مانے گئے۔

لیکن عروج و زوال ایک قدرتی چیز ہے۔ اور خدا کا یہ قانون دنیا میں دائر و سائر ہے۔ وہ ترقی جو عربوں نے چھٹی صدی سے دسویں صدی تک کی تنگ دل ملاؤں کی مہربانی سے اب زوال پذیر ہونے لگی۔ صلیبی جنگوں کی وجہ سے یوروپین اقوام کا مسلمانوں سے اختلاط واقع ہوا اور ان کے علوم وفنون کی شعاعیں یورپ میں بھی پہنچ گئیں۔ دسویں صدی کے وسط میں ایک بہت بڑے فاضل یہودی آرچ بشپ ریمانڈ لولڈو کی ہدایات کے ماتحت عربوں کی فلسفہ کی تصانیف کا ترجمہ لاطینی میں کیا گیا۔ اس کے بعد فریڈرک ثانی نے سائینس اور فلسفہ کی کتب جو ارسطو اور عربوں کی تصانیف تھیں۔ ترجمہ کرانے میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

۱۲۰۴ء میں رومیوں نے قسطنطنیہ کو فتح کیا۔ قسطنطنیہ عربی علوم و سائنس و فلسفہ کا گہوارہ تھا۔ اس کی فتح سے سائنس اور فلسفہ کا دروازہ۔ عالم عیسائیت پر کھل گیا

تیرہویں صدی میں ہسپانیہ کے مسلمانوں کی تصانیف فلسفہ وغیرہ پر ملا حضرات کا فتویٰ کفر آ دھمکا۔ ارسطو اور ابن رشید کا فلسفہ خلاف اسلام ظاہر کیا گیا۔ اور جو مرتبہ ان تصانیف کو حاصل تھا۔ وہ لوگوں کی آنکھوں سے گر گیا۔ اور ان کی جگہ اب یہودی اور عیسائی فلاسفروں نے لے لی۔

وتلک الایام نداولہا بین الناس۔

جملہ خط وکتابت بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پاکستان) ہونی چاہیے۔

راہ زندگی

(از قلم جناب مولانا ولیم بشیر بکر یڈ بی - اے کیناب)

(بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ)

رہنمائی

ہم زندگی کے راستہ پر گامزن ہیں - اور منزل مقصود پر پہنچنا چاہتے ہیں - اس غرض سے کہ اس رستہ کی خطرات پر ہم قابو پا سکیں اور بحفظ و امان اپنی منزل پر پہنچ سکیں ہمیں نہایت احتیاط سے تیاری کرنا ہے - اور ہمیں اس کے لئے ایک گائیڈ ایک رہنما کی ضرورت ہے اور وہ رہنما وہ عظیم الشان کتاب ہے - جس کا نام قرآن مجید ہے - ہماری رہنمائی کے لئے - اور روشنی حاصل کرنے کے لئے - یہی کتاب ہے اور یہی ایک کتاب ہے اسی کی شان میں ہے۔

ذالک الکتاب لاریب فیہ ھدیً للمتقین ۵

یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں - یہ اُن کی رہنمائی کرتی ہے جو متقی ہیں - یعنی جو بدی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں - الذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون ط جو ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر (اے محمدؐ) نازل کیا گیا ہے اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے - اور آخرۃ پر بھی یقین رکھتے ہیں - اُولٰئک علیٰ ھدیً من ربہم واُولٰئک ھم المفلحون ۵ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف سے سیدھے راستہ پر ہیں اور یہی فلاح یا کامیابی حاصل کرنے والے ہیں -

ان آیات پر نظر تعمق ڈالئے تو ان سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ جن کے دل میں نیک و بد میں تمیز کرنے کی خواہش ہے - اور وہ اُس رستہ پر گامزن ہونا چاہتے ہیں جو ہر قسم کی برائیوں اور خرابیوں سے مامون و محفوظ

ہے۔ ہاں اُن کے لئے اس میں پوری پوری رہنمائی کا سامان موجود ہے۔ وہ ذات جو ورائی الوریٰ ہے۔ اور جو غیب کے پردوں میں مستور ہے۔ اُس کو ایک حقیقت ظاہرہ باہرہ کرکے دکھانا اسی کتاب کے کمالات سے ہے۔ ورنہ ایک چھپی ہوئی چیز کی حقیقت کو کون معلوم کرسکتا ہے۔ اُسی ذات پاک کی جو غیب میں ہے ہم عبادت کرتے ہیں۔ وہ ذات نظر نہیں آتی لیکن ایک مسلمان یقین کلی کے ساتھ مانتا ہے۔ کہ وہ خدا کے حضور میں کھڑا ہے وہ اُس سے دعا مانگتا ہے اور وہ لوگ جو نماز اور دعا کے عادی ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ مصیبت کی گھڑیوں میں یہ دعا کیا اعجاز دکھاتی ہے۔ اور کس قدر طاقت اور قوت کا موجب ہوتی ہے۔ یہ تازے اور میٹھے پانی کا چشمہ ہے جو تپتے ہوئے ریگستان کو سیراب و شاداب کر دیتا ہے۔ یہی اضطراب زدہ دل کو آب تسکین ہاتی اور شیریں کام بناتی ہے۔ وہ ذات پاک بے انتہا کریم ہے۔ جو کچھ اس نے اپنی کریمی سے ہمیں عطا فرمایا ہے اُس میں سے ایک حصہ اُس کریم کی محبت میں ہمیں ضرور صرف کرنا چاہئے۔ ولیطعمون الطعام علی حبہٖ مسکیناً ویتیماً و اسیراً۔ ایک مومن کے لئے لازم ہے کہ وہ خدا کے اس پیغام پر کامل ایمان لائے جو اس نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ ہاں ایک مومن کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس پیغام پر بھی ایمان لائے جو ہمارے نبی صلعم کی بعثت سے پہلے بنی نوع انسان کے لئے انبیاء کرام پر نازل ہوتا رہا۔ لاریب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل مختلف زمانوں میں کئی ایک رسول اور نبی مبعوث ہوئے۔ اور ان کی وساطت سے بنی نوع انسان کو پیغامات ہدایت ملتے رہے۔ مومنین کا فرض ہے کہ ان پیغامات یا بالفاظ دیگر اس وحی کی بھی عزت کریں۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر نازل ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اُس دن پر ایمان کامل رکھیں جو اس زندگی کے بعد آنے والا ہے اور جو ابدی ہے۔

اس پیغام ہدایت اس قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں:۔

الم تعلم ان اللہ لہٗ ملک السمٰوات والارض ط وما لکم من دون اللہ من ولی و لا نصیرہ (سورۃ بقرآیت ۱۰۷)

کیا تو نہیں جانتا آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں اور نہ کوئی مددگار ہے۔

لاریب بقایا زندگی۔ ہر چیز کی ہستی اور تمام واقعات خدائے بزرگ و برتر کے مقتدر ہاتھوں میں ہے۔ اور اگر ہم خدا کی طرف رجوع نہیں کریں گے تو کس کی طرف کریں گے۔ اگر ہم اس کی رہنمائی اس کی ہدایت نہیں چاہیں گے۔ تو اور کس کی ہدایت اور رہنمائی چاہیں گے۔ اس ذات والا صفات سے الگ ہو کر ہمیں کس جگہ سے مدد مل سکتی ہے۔

لیس الہادی الا ھو۔ لیس المولیٰ الا ھو۔

پھر اور سنئے۔ ہمارا ہدایت نامہ ہمیں کیا ہدایت دیتا ہے:۔

واقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ان اللہ بما تعملون بصیرہ (سورۃ بقرآیت ۱۱۰)

اور نماز کو قایم کرو۔ اور زکوٰۃ دو اور جو کوئی بھلائی اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پاؤ گے اللہ اُسے دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

نماز پڑھتے رہو۔ خدا سے دعا کرتے رہو۔ اور اس سے تعلق جوڑو۔ دنیا کی زنجیروں اور اس کے علائق سے چھوٹنے کا یہی واحد علاج ہے۔ اسی سے بدی کی طاقت کا قلع قمع ہوگا۔ زکوٰۃ دو۔ نیکی کرنے میں عملی قدم اٹھاؤ۔ ایسے کئی لوگ ہیں جو تمہاری امداد کے محتاج ہیں۔ خدا نے تم کو ان سے زیادہ دیا ہے کوئی ایسا موقعہ ہاتھ سے جانے نہ دو۔ جو تمہارے بھائی کی امداد کا ہو۔ اور خدا کے بارہ میں خوب یاد رکھو کہ زکوٰۃ دینے سے وہ تمہیں ہرگز نقصان میں نہیں رکھے گا۔ جو کچھ تم نیکی کرو گے خدا اس کو ضائع نہیں کر سکا اگرچہ اس کا فوری معاوضہ تم دیکھ نہیں سکتے۔

اسی مضمون پر قرآن مجید کی دوسرے آیات پر بھی غور کیجئے۔

بلیٰ من اسلم وجھہٗ للہ وھو محسنٌ فلہٗ اجرہٗ عند ربہ ولا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون ٥ (سورۃ بقرآیت ۱۱۲)

ہاں جس نے اپنے آپ کو اللہ کا فرما برداربنایا اور وہ نیکی کرنے والا ہے۔ تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ اور ان کو کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ایک اور

آیت بھی سن لیجئے :۔

وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان اللہ واسع علیم (سورۃ بقرآیت ۱۱۵)

"اور مشرق اور مغرب اللہ کا ہی ہے۔ پس جدہر تم متوجہ ہوگے اُدھر ہی اللہ کی توجہ بھی ہوگی۔ اللہ فراخی والا جاننے والا ہے"۔

اس آیت شریفہ میں تدبر کرنے والوں کے لئے بہت کچھ ہے۔ خدا کے انتخاب میں کوئی تخصیص نہیں مشرق بھی اس کا ہے اور مغرب بھی اُس کا۔ نسل اور تہذیب مشرق و مغرب کی فوقیت کا لعدم کردی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی نحن ابنٰوا اللہ واحباؤہ کے مدعی اور اپنے آپ کو "خدا کی منتخب قوم" کا نعرہ لگانیوالوں کے دعاوی کو بھی ملیامیٹ کر دیا۔ اور سب قسم کے امتیازات کو ھباً منثوراً بنا دیا خدا ہی خالق ہے۔ وہی حی وقیوم ہے۔ وہی علیم ہے۔ مشرق و مغرب سب اس کے ہیں۔ اور اس نے کسی سے غیر منصفانہ سلوک روا نہیں رکھا۔ وہ سب کی یکساں خبرگیری کرتا اور سب کا مالک ورازق ہے۔ یہ ہے نفس مضمون اس آیت شریفہ کا۔

پھر قرآن مجید فرماتا ہے :۔

قولوآمنا باللہ وما اُنزل الینا وما انزل علیٰ ابراھیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احدٍ منھم ونحن لہ مسلمون o

"تم کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور اس پر جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر جو نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور ہم اُس کے فرماں بردار ہیں"۔

کس قدر پر حکمت یہ آیت ہے۔ اس کو دل و دماغ میں جگہ دینی چاہیئے۔ اور ہر وقت پیش نظر رکھنا

چاہیئے اور ببانگ دہل اکناف عالم میں اس کا اعلان کرنا چاہیئے۔ اگر ہم فروع سے الگ ہو کر اصول کو محکم پکڑ لیں تو اس آیت کے اندر تمام اقوام عالم یہود اور عرب نصاریٰ اور ہنود کے درمیان تعلقات محبت قایم کرنے کی ایک مستحکم بنیاد موجود ہے۔ رسم و رواج تہذیب و تمدن کے اختلافات کو خیرباد کہئے۔ غیر ضروری فضیلتوں کو مٹا دیجئے۔ اور ان سے بالاتر ہو جائیے۔ تنگ تعصبات کے خس و خاشاک سے دامن کو پاک کر دیجئے۔ اور بھائی بھائی بن کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہو جائیے۔ اگر پھر بھی بعض امور پر ہمارا اختلاف واقع ہو۔ (اور ضروری ہے کہ ہو) تو بجائے اختلاف پر زور دینے کے اتفاق پر زور دینا چاہیئے۔

اب آپ ایک اور آیت قرآن مجید کی پڑھیئے۔

قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا و ربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہٗ مخلصون

(سورۃ بقرہ آیت ۱۳۹)

کہدو کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو۔ اور وہ ہمارا رب اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لئے ہمارے عمل اور تمہارے لئے تمہارے عمل ہیں۔ اور ہم اسی کے لئے اخلاص رکھتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی یہ آیت بھی تلاوت فرمایئے۔

تلک اُمّۃٌ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون ۝

یہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی۔ اُن کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے متعلق باز پرس نہ ہوگی جو وہ کرتے تھے۔"

ان دو مندرجہ بالا آیات میں نہایت مجمل الفاظ میں ایک ایسی غیر فانی اساس قایم کی گئی ہے۔ جس پر ایسی زبردست رواداری کی تعمیر کھڑی کی جا سکتی ہے۔ جو ایک بھائی دوسرے بھائی سے برت سکتا ہے۔ اگرچہ بلحاظ اعتقادات اور آراء کے اور بلحاظ رسوم و رواج کے اُن میں بُعد عظیم ہی پایا جائے ھو ربنا و ربکم۔ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا [illegible]۔ یہ بات کہ ہم خدا کو پہچانتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں اور برعکس اس کے آپ نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت باطل نہیں ہو جاتی کہ وہ خدائے واحد ہم سب کا مالک اور آقا ہے۔ خواہ ہم مومن ہیں یا غیر مومن۔ عالم

ہیں یا جاہل - زیرک ہیں یا غیر زیرک - ہم سب کا وہ خدا ہے - وہ اُن کا بھی خدا ہے جو اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور ان کا بھی جو اس کے احکام سے روگردانی کرتے ہیں اور اُن کا بھی جو غفلت کی نیند سو رہے ہیں - اور اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے اور روحانیت کے لحاظ سے وہ کالمیت ہیں -

پھر ایک اور امر قابل غور ہے - اور وہ یہ ہے جو فرمایا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم - یہ کس قدر انصاف کی بات ہے اور کوئی معقول انسان اس پر اعتراض نہیں کرسکتا کہ ہر ایک شخص اپنے اعمال کا ذمہ وار ہے - اگر ہم نیک اعمال بجا لاتے ہیں تو ہم اس کا اجر پائیں گے اور اگر آپ بداعمال کرتے ہیں تو اس کی سزا آپ بھگتیں گے - علی ہذا اگر ہم بُرے اعمال کے مرتکب ہونگے ہم موردِ سزا ہونگے اور اگر آپ اعمال صالحہ بجا لائیں گے آپ ثواب کے مستحق ہونگے - اور جب صورتِ حالات یہ ہے تو کیا ہم ان لوگوں سے رواداری کا سلوک نہیں کر سکتے جو دنیا میں بلحاظ خیالات اور اعمال ہم سے اختلاف رکھتے ہیں - اس رواداری پر عمل پیرا ہونے سے جو خصومتیں اور عداوتیں مختلف اقوام اور افراد میں پائی جاتی ہیں وہ یک قلم مٹ جائیں گی - اور جن تکالیف اور مصائب سے ہمیں دوچار ہونا پڑتا ہے وہ بھی مفقود ہو جائینگی - رواداری کی روح سے باہمی مفاہمت کی زمین تیار ہوتی ہے - برعکس اس کے تعصب اور عداوت سے منافرت اور بُعد پیدا ہوتا ہے - اور اس سے تنفر کی آگ کو ایسی ہوا ملتی ہے - جو امن و امان کے خرمن کو بھسم کر دیتی ہے

اس "ہدایت نامہ" یا قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کسی حاشیہ کی محتاج نہیں - اور ہمارا فرض ہے - کہ ان پر غور کریں اور ان کی سربلندی کو دیکھیں اور خدائے بزرگ و برتر کی عنایات پیغامات پر نظر تعمق ڈالیں -

للّٰہ المشرق والمغرب - یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (سورۃ البقرۃ آیت ۱۴۲)

"مشرق اور مغرب اللہ کا ہی ہے وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدائیت کرتا ہے"

اس زندگی میں صبر عمل صالح کی تاکید ہے - یہ حقیقت بارہا تجربہ میں آچکا ہے - قرآن مجید میں اس کے متعلق یہ تاکیدی حکم سن لیجئے :-

یا ایھا الذین آمنو واستعینوا بالصبر والصلوۃ - ان اللہ مع الصابرین ۵

اے مومنو! صبر اور نماز سے خدا کی مدد مانگو۔ بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

صبر کی ضرورت پر تبصرہ فرماتے ہوئے اس آیت کے بعد فرمایا:۔

ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات ۵ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۵ اولئک علیہم صلوات من ربہم و رحمۃ و اولئک ہم المہتدون ۵ (سورۃ بقرہ آیت ۱۵۵-۱۵۷)

اور ضرور ہم کسی قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دو۔ جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے کہتے ہیں ہم اللہ کے لئے ہی ہیں اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا کی طرف سے صلوٰۃ اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں

ان دنوں میں جبکہ چھ سال کی تباہ کن جنگ ختم ہو چکی ہے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں مصیبت زدہ اقوام کے لئے امید کی جھلک ہے۔ اور یہ بطور رہنما کے کام دے سکتی ہے۔ جس سے حالات میں ایک معتد بہ استواری اور زندگی میں معقولیت پیدا ہو سکتی ہے اور وہ آیت یہ ہے:۔

کان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین (سورۃ بقرہ آیت ۲۱۳)

"تمام لوگ ایک ہی قوم ہیں۔ پس خدا نے اپنے انبیا مبعوث فرمائے جو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہیں"۔

اس طرح سے خدا کی نظر میں تمام بنی نوع انسان ایک ہی قوم کا حکم رکھتے ہیں۔ اگرچہ مختلف ازمنہ میں خداوند کریم کا رحم وکرم دنیا میں مختلف طریقوں سے مختلف قوموں پر ہوتا رہا ہے۔ لیکن وہ ذات پاک ایک ہی ہے اور اس میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا وہ وہی ہے جو پہلے تھا اور تمام مخلوق اس کا عیال ہیں۔ جس کی وہ خبرگیری کرتا ہے۔ صدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخلق عیال اللہ۔

قرآن مجید کی ہدایت کے بھی کئی پہلو ہیں۔ یہ ہدایت محض نجات اخروی سے ہی تعلق نہیں رکھتی بلکہ ہماری اس دنیوی زندگی کے روزمرہ کے کام وکاج میں بھی ہماری دستگیری فرماتی ہیں۔ فرمایا:۔

یسئلونک ماذا ینفقون ۵ قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامیٰ و

والمساکین وابن السبیل ، وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم (سورہ بقرہ آیت ۲۱۵)

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہو جو کچھ بھی اچھے مال سے خرچ کرو۔ وہ ماں باپ اور قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اور جو کچھ بھی نیکی کرو گے تو اللہ اسے جانتا ہے۔"

اس آیت کے ساتھ دوسری آیت ملا کر پڑھئے :-

یسئلونک ماذا ینفقون ، قل العفو ، کذالک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۹)

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہو جو کچھ حاجت سے بڑھ جائے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے کھول کر باتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم سوچو۔"

اس عالم سفلی میں صحیح مصرف ہماری دنیوی اقتصادیات کا ایک ضروری حصہ ہے۔ لیکن یہ خرچ اس میں سے ہو جو ہم صحیح اور جائز طریق پر کماتے ہیں قرآن مجید کی ہدایت پر غور فرمائیں کہ کس طرح ہمیں صحیح طریق پر خرچ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اولاً یہ کہ ہمیں اس جگہ کا انتخاب کرنا چاہیئے جہاں خرچ کرنا ہے۔ ثانیاً یہ کہ خرچ کرنے کا طریق کیا ہونا چاہیئے۔ جس جگہ پر خرچ کرنا ہے وہ سب سے پہلے اور سب سے مقدم ہمارے والدین ہیں۔ آجکل اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ والدین کی پروا نہیں کی جاتی اور بیچارے تنگی سے گذارہ کرتے ہیں حالانکہ ان کے بچے گلچھرے اڑاتے ہیں۔ مغرب کو قرآن مجید کی اس ہدایت پر کہ والدین پر خرچ کرنا سب سے زیادہ ضروری اور مقدم ہے۔ عمل پیرا ہونے کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ نہایت ہی صحیح مصرف ہے جسے یورپ کو بھولنا نہیں چاہیئے۔

والدین کے بعد ہم کو اعزہ و اقربا پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ اس قسم کا خرچ کسی رشوت کے داغ یا کسی ناجائز فائدہ اٹھانے کی غرض سے بالکل پاک وصاف ہونا ہے۔ پھر یتامیٰ کے لئے ہمارا مال وقف ہونا چاہیئے ان کو مال دینا اور ان کی فلاح و بہبود کا انتظام کرنا یہ فرائض میں سے ہے۔ لیکن اس توقع سے ان پر خرچ کہ ان سے کچھ وصول ہو یہ ناجائز ہے۔ بلکہ بدنظر یہ ہونا چاہیئے کہ ہم اس بیکس طبقہ کی کسی قدر تکلیف کو ہلکا کر دیں۔ جن میں　　خدا نے انہیں ڈالا ہے۔

علیٰ ہذا القیاس محتاجوں اور مساکین کا طبقہ ہے۔ یہ کوئی رشوت نہیں کہ انہیں دی جاتی ہے۔ بلکہ ان پر ابتغاءً لوجہ اللہ خرچ کرنا ہے۔ اور انسانی رحم کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی ہم جنسوں سے نیک سلوک کرے۔ حقداروں کو دینا تضیع مال نہیں ہے بلکہ اجر عظیم کا باعث ہے۔

پھر خدا کا حکم ہے کہ ابن سبیل پر خرچ کیا جائے جو کہ اپنے وطن سے دور اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے الگ تھلگ پڑے ہیں۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم ان کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور سفر کی حالت میں جو تکالیف پیش آجاتی ہیں۔ اُن کا ازالہ کریں۔ ایسا کرنے سے ہم اس امر کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ تمام خلقت خدا کا ایک کنبہ ہے اور وہ سب بھائی بھائی ہیں اور اُن کے لئے خدا کا حکم ہے کہ وہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کریں۔ تعلیمات اسلام کا ایک پہلو اعتقادی ہے اور دوسرا عملی۔ عملی پہلو کے سلسلہ میں ایک ضروری حکم سن لیجئے۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر۔ قل فیہما اثم کبیر ومنافع للناس واثمہما اکبر من نفعہما (سورۃ بقرہ آیت ۲۱۹)

اور تجھ سے شراب اور جُوے کے متعلق دریافت کرتے ہیں کہ دو ان دونوں میں بڑی برائی ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں اور ان کی بُرائی اُن کے فائدے سے بڑھکر ہے۔

کیا وہ ہر شخص جو دماغ میں عقل رکھتا ہے۔ پکار نہیں اٹھے گا۔ کہ اس زندگی کے راستہ کو بخیر و خوبی طے کرنے اور تمام بُرائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے شراب و جوا جیسی قبیح عادات سے بچنا درحقیقت لطف زندگی سے بہرہ ور ہونا اور امن و آرام کی دولت سے متمتع ہونا ہے۔ جب شراب انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ تو انسان کے تین دشمن اس کے دل و دماغ پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ ایک حماقت دوسرے تضیع مال اور تیسرے افعال قبیحہ و ذمیمہ۔ جب جوئے کی علت بد انسان پر مستولی ہوتی ہے۔ اس کی عقل اور اس کی قوت فیصلہ جواب دے جاتے ہیں۔ یا یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ ایک زہر ہے جو انسان کے قویٰ میں سرایت کر جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ ان دو دشمنوں یعنی شراب اور جوا کو اپنا کر لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان میں ان کو لذت محسوس ہو یا حظ حاصل کریں اور یہ بھی ممکن ہے کہ انکو غیر معمولی فائدہ بھی پہنچ جائے لیکن انجام کیا ہے یقیناً وہ خوشی جلد ہی رنج میں بدل جاتی ہے اور جو نقصان پہنچتا ہے۔ وہ فائدہ سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الالباب

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر شخصیت

(مقتبس از مضمون جناب جی۔ ایم مالک۔ ایم ایس سی)

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہمارے نبی اکرم اور ہادی معظم علیہ الف الف التحیۃ والسلام روحانیت کے انتہائی مقام پر فائز تھے وہ امتیازاتِ خصوصی جس کی وجہ سے حضور کے صحابہ حضور پر دل وجان سے قربان تھے۔ وہ حضور کا تعلق باللہ قرب ذات باری۔ اور اخلاق مطہرہ مقدسہ تھے۔ کہ جن کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں بعض شقی القلب حضور کے مقام عالی کو شناخت نہ کر سکے۔ کیونکہ ان کو وہ چشم بینا میسر نہ تھی جس سے وہ اس حسن بے مثال کو دیکھ سکتے۔ جو کچھ صدیق اکبر کی آنکھ نے دیکھا ابوجہب کی آنکھ نہ دیکھ سکی۔ یہ اس کی آنکھ کا قصور تھا۔ ورنہ ذات مقدسہ مطہرہ حضرت افضل الانبیا تو سراپا نور ہی نور تھی ؎

ہرچہ ہست از قامتِ ناساز و بے اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

روحانی آنکھ والے ہی روحانی ہستیوں کو پہچان سکتے ہیں۔ قلب صافی ہی روحانی شعاعیں جذب کر سکتا ہے۔ غیر مومن ناپاک دل انوار و تجلیات روحانیہ سماویہ کو کب جذب کر سکتا ہے۔ اگر ابوجہل جیسے لوگ فیوض و برکات حضرت ختمیت مآب کے مشاہدہ سے محروم رہے تو یہ ان کی قساوتِ قلبی اور جہالت پر مبنی تھا ذات والا صفات حضرت ختم المرسلین میں کچھ نقص نہ تھا ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

اہل دانش جانتے ہیں کہ آفتاب کی شعاعیں ہماری زندگیوں کو نشوونما دیتی ہیں۔ اسی سے درخت اور پودے اگتے۔ پھولتے اور پھلتے ہیں۔ اسی سے کلیاں چٹکتی پھول کھلتے اور کھیتیاں سرسبز ہوتی ہیں۔ اسی سے تہ زمین میں ہیرے اور لعل رنگ و روپ پکڑاتے ہیں۔ اسی سے ہی پرندوں کے چہچہے دلوں لبھاتے ہیں۔ اور اسی سے چرندے جنگلوں میں چرتے نظر آتے ہیں۔ غرضکہ اس دنیا کی ہست و بود اور اس جہان کی چہل پہل اسی کرۂ عظیم سے وابستہ ہے۔ اگر یہ سورج نہ ہوتا تو دنیا بھی نہ ہوتی دنیا کا قیام خدا کے قائم کردہ نظام کے ماتحت اسی سورج کا منت پذیر ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین

یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح اس نظام ظاہری کے لئے ایک آفتاب جہاں تاب کی ضرورت ہے۔ اسی طرح نظام باطنی کے لئے ایک آفتاب عالمتاب کی ضرورت ہے۔ یہ آفتاب باطنی یہ شمس روحانی آج سے ۱۴۰۰ سال قبل آسمان مکہ پر بصد آب و تاب طلوع ہوا۔ چنانچہ خدا نے خود حضور کو سراجاً منیرا کے الفاظ سے ممتاز فرمایا۔

حضور واقعی ایک عظیم الشان آفتاب روحانیت تھے کہ دنیا حضور کی شعاعوں سے منور ہوگئی۔ اور اندھیرے میں پیدا ہونیوالے جراثیم کفر فنا ہوگئے۔

یہ آفتاب ظاہری تمام اجرام فلکیہ میں سب سے زیادہ طاقتور اور اس کے تاثرات بلحاظ زمانہ اور وسعت اور مداومت کے سب سے زیادہ دیرپا اور وسیع ہیں۔ یہی کیفیت اس آفتاب روحانی میں آپ دیکھیں گے یہ آفتاب ایک قلیل عرصہ کے اندر اندر دنیا کے کونے کونے پر نور افگن ہوگیا۔ اور تمام دنیا اس کی ضیا سے نور علیٰ نور ہوگئی۔ جس طرح ظاہری آفتاب دنیا کی بقا دنیا کی زندگی کا موجب ہے اسی طرح اس آفتاب نے دنیا کو ازسرنو زندگی بخشی۔ صدق اللہ تعالے واعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتہا۔

حضور سرور کائنات افضل الانبیا ہیں

یہ امر بدیہی ہے کہ اپنی تعلیمات اپنے تاثرات اور اپنے اثمار و نتائج کے لحاظ کوئی مذہب اسلام کا ہمپایہ نہیں۔ اسلام ایک کامل ہدایت اور کامل شریعت کا مذہب ہے۔ اسلام کی کتاب قرآن حمید

خدا کا آخری پیغام اور کامل کتاب ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کامل نبی اور تمام انبیا سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ آپ سرتاج انبیاء فخر رسل سید ولد آدم ہیں۔ ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام۔ ہر نبوت را بروشد اختتام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شعبہ زندگی میں اپنا کامل ہونا ثابت کر دکھایا۔ آپ حضور کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں آپ کو حضور کا وجود ہر رنگ ہر پہلو ہر نہج میں بے نظیر و بے عدیل نظر آئے گا۔ اور حضور کے ہر کمال ہر خوبی پر بے اختیار آپ پکار اٹھیں گے۔ ؏

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

آپ ایک نہایت فرض شناس گڈریا بھی ہیں آپ ایک نہایت منتظم تاجر بھی ہیں۔ آپ ایک نہایت کامیاب جرنیل بھی ہیں۔ آپ ایک نہایت بیدار مغز حاکم بھی ہیں۔ آپ ایک نہائیت زیرک جج بھی ہیں۔ اور آپ ایک نہایت بلند پایہ روحانی انسان بھی ہیں۔ اور قرب خداوندی کے انتہائی نکتہ کمال پر فائز ہیں۔

جو اوصاف حمیدہ فرد آفرداً تمام انبیا میں پائے جاتے تھے وہ سب بیک وقت حضور کی ذات والاصفات میں مجتمع تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ وہ تمام اوصاف حسنہ۔ وہ تمام اخلاق فاضلہ اور وہ تمام مقامات عالیہ بدرجۂ اولیٰ حضور میں موجود تھے۔ ونعم ماقیل ؎

حُسنِ یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خُوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

علم کا یہ عالم کہ ما زاغ البصر وما غویٰ۔ قرب کی یہ کیفیت کہ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ تمام کمالات روحانیہ۔ تمام تجلیات الٰہیہ۔ تمام انوار سماویہ ذات پاک حضرت ختمیت مآب پر ختم ہو گئیں۔ ونعم ماقیل ؎

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

یہ ہم بہ بیچ ہے کہ اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی سوانح عمریاں چنداں وقعت نہیں رکھتیں۔ کیونکہ آپ ہی

اپنا بچ بننا مشکل ہے۔ دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی نظر آجاتا ہے اور اپنا شہتیر بھی نظر نہیں آتا۔ کسی تاریخی بیان کی صداقت اسی وقت پایۂ تحقیق کو پہنچتی ہے جبکہ متعدد شہادتیں اس کی مؤید ہوں۔ غور فرمائیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات وہ ہے کہ حضور کی سوانح حیات کی ترتیب و تدوین کرنے والوں کی تعداد چھ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ جن کو علم الرجال کہا جاتا ہے۔ ان تمام شواہد کی مجموعی شہادت کا خلاصہ ان دو لفظوں میں آجاتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ بہت بڑے برگزیدہ انسان تھے۔ اور روحانیت کے آخری نکتۂ کمال پر سرافراز تھے۔ کیا کسی شخص کی زندگی ایسی کڑی کسوٹی پر اس خوبصورتی اور اس عمدگی سے پوری اتر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر زندگی کا ایک گواہ نہیں دو گواہ نہیں ہزاروں اور لاکھوں ہیں دشمن بھی اور دوست بھی ؎

نہ من برآں گل عارض غزل سرائیم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

ادیانِ سابقہ کی تنسیخ

علم الحیات کی رو سے ایک زندہ جسم کے اجزا اور جوارح اقتضایات ماحول کے مطابق معرض وجود میں آتے ہیں۔ علم نباتات اس بیان کی مؤید ہے۔ وہ پودا جس کے اجزا کسی ایک آب و ہوا کی برداشت نہ رکھتے ہوں جلدی ناپید ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ یہی صورت مذہب کی ہے اگر یہ ضروریات و مقتضایات زمانہ کو پورا نہ کر سکے تو وہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ یہ شرف خصوصی صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس میں تمام زمانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا سامان من کل الوجوہ موجود ہے۔ اس لئے یہ ناسخ الادیان ہے۔ اور خود کبھی منسوخ نہیں ہوگا۔

غارِ حرا اور حضرت جبریل کا نزول

قرآن مجید کئی جگہ اجرام فلکیہ کا ذکر فرماتا ہے اور انسان کو ہدایت دیتا ہے کہ ان میں غور و فکر کرے۔ تاکہ خدائے بزرگ و برتر کی عظمت اور اس کے جلال کا اس کے دل پر نقش ہو۔ اس طریق سے مسلمان کا قلب

روحانی انوار الہیہ کو اپنے اندر جذب کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ روحانیت خدا اور بندے کے درمیان ایک وسیلہ ہے۔ مہد سے لحد تک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اس روحانیت سے معمور نظر آتی ہے۔ صحرائے عرب کے ایک بے آب وگیاہ خطہ زمین میں ایک چٹان کے دامن میں ایک غار ہے جس کو غار حرا کہتے ہیں یہ وہی نورانی مقام ہے جہاں ایک غریب گڈریا اپنے اعزہ و اقارب سے الگ تھلگ ہو کر حضرت احدیت مآب کے نہاں درنہاں اسرار وغوامض پر غور وتفکر کرنے کے لئے کئی کئی دن صرف کرتا ہے۔ اس کی زندگی کا مقصد تدریجاً حاصل ہوتا گیا۔ کیونکہ جس روحانی نور کا وہ مجسس تھا اس کی روح کے اندر اس کا حلول شروع ہو جاتا ہے۔ اس نورانی چٹان پر ایک رات ہر چیز بڑی سکون کی حالت میں نظر آتی ہے۔ آسمان پر ستارے معمول سے زیادہ چمک دمک سے جھلملا رہے ہیں۔ یکلخت ناموس اکبر حضرت جبریل امین بتمام شان نزول حضرت اقدس کے سامنے جلوہ گر ہو کر یوں گویا ہوتا ہے۔

اقرا باسم ربک الذی خلق ہ خلق الانسان من علق ہ اقرا و ربک الاکرم ہ الذی علم بالقلم ہ علم الانسان ما لا یعلم ہ۔

اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا انسان کو۔ ایک لوتھڑے سے پیدا کیا اور تیرا رب سب سے بڑھکر بزرگی والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ روح انسانی کے لئے ان الفاظ مقدسہ مطہرہ سے بڑھکر اور کیا غذا ہو سکتی تھی؟ اس وحی کے منزل یعنی باری تعالیٰ جل جلالہٗ وعمّ نوالہٗ نے روح حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تصرف کاملہ میں لے لیا ایک امی ان پڑھ انسان کو وہ علمی اسرار اور غوامض عنایت ہوئے کہ انبیائے سابق میں نظیر نہیں ملتی ؎

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر
زیں چہ باشد حُجّتِ روشن ترے

اسلام نام رکھنے میں امتیازی رنگ

دنیا کے دوسرے مذاہب اپنے اپنے بانیوں کے نام پر ہیں۔ مثلاً عیسائیت حضرت عیسیٰؑ کے نام

پر بدھ مت کہلاتا بدھ کے نام پر - اور علیٰ ہذا القیاس - لیکن یہ خصوصیت اسلام کو حاصل ہے کہ اس کا نام اس کے بانی کے نام پر نہیں رکھا گیا - یہ دنیا میں خدا کا آخری پیغام ہے - یہ پہلی تمام وحیوں پر فوقیت رکھتا ہے - اور زیادہ رکھنا چاہیئے کہ بادشاہ کا آخری پیغام اس کی رعیت کے نام ہمیشہ پہلے پیغاموں سے بلحاظ شوکت کلام کے زیادہ پرشکوہ ہوتا ہے - آخری پیغام کے اندر ایسی مافوق العادت قوت ہونی چاہیئے - کہ جس سے استحکام سلطنت کے لئے ایک پائیدار امن وسکون پیدا ہو جائے - اسلام کے معنی ہی امن و صلح کے ہیں - اور کیا یہ اسلام کی ایک بے نظیر خصوصیت نہیں ہے - اسی قسم کے خدائی پیغامات خدائے واحد کی طرف سے ۲۳ سال حضرت مہبطِ وحی خدا پر نازل ہوتے رہے جنہوں نے دنیا کو بہشت بریں بنا دیا خلق خدا میں امن و آشتی کی روح پھونک دی - واذکروا نعمت اللّٰہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخواناً ہ

معراج

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیٰتنا انہٗ ھو السمیع البصیر ہ

یعنی پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت دی تاکہ ہم اس کو کچھ اپنی نشانیاں دکھائیں بے شک خدا سننے والا دیکھنے والا ہے

معراج ایک بہت بڑا کمال تھا - جو ہمارے نبی اکرمؐ کو حاصل ہوا - خداوند تعالےٰ نے روحانیت کی نہاں در نہاں حقیقتوں کو ہمارے نبی پر آسمانوں پر منکشف فرما دیا - جہاں کسی شخص کا تصور بھی نہیں پہنچ سکتا تھا معراج نبوی کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ رب السمٰوٰت والارض اسلام کو وہ طاقتیں اور استعدادیں دینا ہے - جو الی یوم القیامۃ ختم نہ ہوں -

ایک عظیم الشان معجزہ

حقائق و اسرار الہیہ کو زمین و آسمان کی روشنی بیان کیا گیا ہے ۔ انسانی آنکھیں ان غوامض کی تہ کو پہنچنے سے قاصر ہیں ۔ معجزات جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معرض ظہور میں آئے ۔ وہ دنیا کے نئے زندگی اور طاقت کے موجب بنے ۔ اس جگہ ہم ایک عظیم الشان معجزہ کا ذکر کرتے ہیں ۔ جو حضرت نبی کریم سے ظہور میں آیا ۔" ایک نبی سوائے اپنے ملک کے سب جگہ عزت حاصل کرتا ہے " دنیا کی تاریخ اس قول کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے ۔ کیا حضرت موسیٰ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کو اپنی قوم کی طرف سے بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ۔

اہل مکہ حضرت نبی کریم صلعم کے جانی دشمن تھے ۔ انہوں نے حضور کو جب کہ آپ سو رہے تھے قتل کرنے کا ارادہ کیا ۔ چنانچہ قاتلین نے اس ناپاک عزم کے ساتھ حضور کے دولتکدہ کا محاصرہ کر لیا ۔ لیکن قدرت خدا قدا بندی ملاحظہ کیجئے کہ حضرت مرسل یزدانی صلی اللہ علیہ وسلم ذرا ہراساں نہیں ہوئے ۔ جبکہ چاروں طرف دشمن ہی دشمن کھڑے ہیں ۔ ان کے درمیان میں سے حضور یہ کلمات زبان مبارک سے فرماتے ہوئے ۔ و جعلنا من بین ایدیہم سدا و من خلفہم سدا فاغشینٰہم فہم لا یبصرون ۔ صاف نکل گئے ۔ دشمنوں کو معلوم بھی نہ ہو سکا ۔ کہ جس شخص کے جان لینے کی غرض سے وہ آئے ہوئے ہیں وہ ان کے درمیان میں سے گذر کر نکل گیا ہے ۔ دشمن صبح تک حضور کے گھر کا محاصرہ کئے رہے مگر بالآخر ان کو معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف نہیں رکھتے بلکہ باہر نکل گئے ہیں ۔ اُن کے ناپاک عزم پر خاک پڑ جانے سے ان کے غیظ و غضب کی کچھ انتہا نہ رہی ۔ انہوں نے آپ کا پتہ لگا کر آپ کا تعاقب کیا ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ کے ہمراہ جبل النور پہاڑی میں جا چھپے ۔ اور حضرت ابوبکرؓ دشمن کے تعاقب سے خوف زدہ ہو رہے تھے ۔ حضور نے کمال اطمینان سے فرمایا ۔ لا تحزن ان اللہ معنا ۔ یعنی ذرا نہ ڈرو ہم اکیلے نہیں ہیں ۔ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے ۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا ۔ کہ خدا دشمنی کے شر سے حضور کو اور حضور کے ساتھی کو محفوظ

مامون رکھے گا۔ ایک جھوٹے کے دل میں اس قدر یقین نہیں ہو سکتا۔ غرضیکہ اس واقعہ سے ایک عظیم الشان معجزہ ظہور میں آیا۔ حضور کا دشمنوں کے نرغے میں سے صحیح و سلامت نکل جانا اور دشمنوں کو پتہ تک نہ لگنا کہ جو شخص ان کے درمیان میں سے گذر رہا وہ محمد صلعم ہی ہے۔ جس کو وہ قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ جو صداقت حضرت رسول کریم صلعم کے ثبوت کیلئے یہی ایک کافی ہے۔

خدا کا کلام غیر متبدل ہے

عصر حاضر کے سائنسدان کہتے ہیں کہ اس سطح ارضی پر ہر لحظہ تغیر و تبدل عمل میں آتے رہتے ہیں۔ یہ دنیا بہت سی طبقات الارض کی تبدیلیوں کے بعد ہم تک پہنچی ہے۔ ان تبدیلیوں میں خدا کا فیصلہ یا تقدیر کام کرتا رہا ہے۔ اور اس کو اس پر پورا پورا تصرف اور اختیار حاصل ہے۔ مگر خدا کا کلام غیر متبدل ہے۔ بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے خدا کا کلام ہر زمانہ اور ہر ملک میں نازل ہوتا رہا۔ لیکن جس قوت اور جس اثر سے ساتھ یہ کلام ساتویں صدی میں جلوہ گر ہوا اس سے پہلے نہیں ہوا۔ مشیت نے یہ زمانہ خصوصیت سے منتخب کیا تھا۔ تاکہ تمام دنیا اس نور سے بہرہ اندوز ہو۔ یہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت نے عطا فرمایا تھا۔

اسلام میں مسجد کی عزت و عظمت

اسلام میں مسجد وہ مقام ہے۔ جہاں روحانیت کی شعاعیں نور افگن ہوتی ہیں۔ مدینہ پہنچنے پر سب سے پہلا کام جو ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہ تعمیر مسجد کا کام تھا۔ چنانچہ ایک قطعہ زمین جو دو یتیموں کی ملکیت تھا فی الفور خرید لیا گیا۔

ان دونوں یتیموں نے اصرار کیا کہ ہم مسجد کے لئے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قیمت نہیں لینا چاہتے مگر جناب رسالت مآب نے نہ مانا اور قیمت ادا کر دی گئی۔ اس اقدام سے حضور نے ثابت کر دیا۔ کہ کسی دوسرے کو اس کے حق سے محروم کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ آپ نے لالچ کی بہت مذمت فرمائی۔ جب آپ سے پوچھا گیا۔ کہ حضور پختہ مسجد کیوں نہیں بناتے۔ تو آپ

نے جواب دیا۔ یہ اس قسم کی عمارت ہے جس قسم کی عمارت حضرت موسیٰؑ نے بنوائی تھی۔ کچھ گھاس پھوس۔ کچھ درختوں کی شاخیں اور کچھ لکڑیاں۔ یہ مسجد اگرچہ بہت سادہ تھی مگر اسلام میں اس کی اس قدر عزت و منزلت ہے کہ جس کی نظیر شاذ ہی دنیا میں پائی جاتی ہو۔ اسی مسجد مبارک میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبات ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور گم گشتگان راہ ہدایت کو انوار روحانی سے متمتع فرماتے تھے۔ ان ہدایات اور ان علوم سے جو حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے متبعین کو ارزاں فرمائے۔ مسلمانوں نے دنیا کی قعر مذلت میں گری ہوئی قوموں کو روحانیت کے بلند مقام پر کھڑا کر دیا اور ان کو اخلاق فاضلہ کی بے نظیر تعلیم دی۔ اور ان کے اندر ایک نئی زندگی پھونک دی۔ اور وہ دنیا کے ہادی بن گئے۔

اسی مسجد کے اندر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شاہانِ وقت کے سفرا اور وفود سے ملاقات فرمایا کرتے تھے۔ اسی مسجد کے اندر مجالس منعقد کی جاتی تھیں۔ اور اشاعت و تبلیغ اسلام کے لئے بیرونی ممالک میں مہمات بھیجنے کی تجاویز عمل میں لائی جاتی تھیں۔ اس مسجد کے اندر بیرونی سلطنتوں کے ساتھ عہد و پیمان کئے جاتے تھے۔ غرضکہ یہ مسجد تمام مذہبی اور سیاسی امور کے تصفیہ کے لئے ایک مرکز کا کام دیتی تھی۔

مواخات

ہجرت نے مسلمانوں کے اندر ایک نئی اخوۃ کا سلسلہ قائم کر دیا۔ جو رحمی رشتوں سے بھی زیادہ مضبوط تھا چنانچہ ہر ایک مہاجر نے ایک نہ ایک انصار کو اپنے بھائی کے طور پر چن لیا۔ یہ تعلق اخوت اس قدر گہرا بندھا کہ وہ ایک دوسرے کے ورثہ کے مالک اور حقدار بن گئے۔ جب ایک "بھائی" فوت ہوجاتا تو دوسرا "بھائی" اس کے ورثہ کا مالک ہوتا۔

اس طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخات کا سلسلہ قائم کرکے بے نظیر اتحاد کی بنیاد ڈالی۔ یہ اخوت جو مہاجرین اور انصار میں قائم ہوئی ہمارے لئے شمع ہدایت ہے۔ اور آج پھر اس کے احیاء کی ضرورت ہے۔

اذان

تمام مذاہب میں نمازیں بلانے کے لئے مختلف قسم کے طریقے مروج ہیں۔کہیں گھنٹی بجائی جاتی ہے۔ اورکہیں ناقوس پھونکا جاتا ہے۔اس قسم کے آلات ہمارے اندر کوئی روحانی جذبہ پیدا نہیں کرسکتے۔جو بات انسان کی آواز میں ہے وہ ان موسیقی کے آلات میں نہیں ہوسکتی ۔نغمہ جو گلو انسانی سے نکلے وہ مزامیر سے زیادہ موثر ہوتا ہے۔اس لئے اذان بہترین طریق نمازیں بلانے کا ہے۔اذان کے کلمات خود ایک تبلیغ کا کام دیتے ہیں۔

ان میں خدا کی توحید کا بھی ذکر ہے اور اس کی بڑائی کا بھی پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر ہے۔پھر نماز کی اصل غرض بھی واضح کردی ہے۔غرضکہ یہ اسلام کا فلسفہ ہے اور پانچ وقت اس کی بلند آواز سے تبلیغ کی جاتی ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کا عفو و کرم

فتح مکہ کے موقعہ پر جب ابوسفیان نے جو مدتوں دشمن اسلام کا رہا حضرؐ کی خدمت میں آیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔تم اپنے گھر جلدی چلے جاؤ اور جو شخص تمہارے گھر میں پناہ لے گا۔اس کو امان دی جائیگی۔نیز اعلان کردو۔کہ جو کوئی اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا۔جس قدر لوگ اس کے اندر ہوں گے وہ محفوظ ہوں گے۔

ابوسفیان بعجلت تمام چلا گیا۔اور لوگوں میں حضرت نبی کریم صلعم کے رحم و کرم کا اعلان کیا۔جب حضور مکہ کے اندر داخل ہوگئے تو تمام دشمنوں سے مخاطب ہوکر فرمایا۔لا تثریب علیکم الیوم۔یعنی آج میں تم سب کو معاف کرتا ہوں۔اگر آپ چاہتے تو سارے شہر کو پامال کردیتے اور تمام دشمنوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتے مگر اللہ رے عفو و کرم آپ نے سب کو بیک قلم معاف کردیا۔

مدینہ سے محبت اور ایفائے عہد

جب آپ نے ہجرت کی تو انصار نے حضور سے وعدہ لیا تھا۔ کہ آپ وہاں ہی رہیں گے۔ مکہ کی فتح کے موقعہ پر بعض لوگوں کو خیال گذرا کہ اب آپ اپنے وطن مالوف میں قیام فرمائیں گے۔ اور واپس مدینہ تشریف نہیں لے جائیں گے۔ جب حضور صلعم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جو عہد کیا ہے وہ پورا کروں گا میں نے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں آخر دم تک مدینہ میں رہوں گا۔ آپ نے فرمایا خدا نہ کرے کہ میں تم سے کوئی بدعہدی کروں۔ میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہی ہوگا۔

حضور کا آخری خطبہ

آخری خطبہ جو حضور نے مکہ میں ارشاد فرمایا [illegible] اور مؤثر تھا اس خطبہ میں [illegible]

[illegible]

اپنے مالک سے ڈرتا ہے۔ جب کہ الفاظ [illegible] ظاہر ہے۔

صبح کے وقت حضور صلعم [illegible] کے لئے [illegible] اور [illegible] بعد حضور اونٹنی پر سوار ہوئے اور ایک جگہ ٹھہر کر باآواز بلند خدا کی اس آخری وحی کو پڑھا:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

(بقیہ صفحہ ۳۰۰) مجھے امید ہے کہ پھر بھی کسی دن آپ ہمارے ہاں قدم رنجہ فرمائیں گے۔ اور اپنی صاحبزادی کو بھی اپنے ہمراہ لائیں گے۔

مجھے یہ بھی امید ہے کہ آپ نے سفر کی تکان محسوس نہیں کی ہوگی۔

میں ہوں آپکی شکر گذار

....

ہیڈ مسٹرس

مراسلات

ریلیجس ایجوکیشن سوسائٹی

کویرزعل ٹریننگ کالج مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء

اینگل فیلڈ گرین

پیارے صاحب!

کالج کی ریلیجس ایجوکیشن سوسائٹی نے مجھے مجاز قرار دیا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھوں اور آپ سے دریافت کروں کہ آیا آپ ہمارے بعض ممبروں کو جن کی تعداد غالباً ۲۰ ہو سکتی ہے مسجد کے دیکھنے اور آپ سے اسلام کے متعلق گفتگو کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اگر اس غرض کے لئے آپ منگل کا دن مناسب سمجھیں تو بہت اچھا ہے ورنہ ہم ۱۷۔ مارچ کو حاضر خدمت ہو سکیں گے

آپ کا صادق

ایس۔ ڈنسر

کوپرزعل ٹریننگ کالج

اینگل فیلڈ گرین مورخہ ۴ مارچ فروری ۱۹۳۶ء

ایگم سرے

پیارے ڈاکٹر عبداللہ صاحب

مجھے امید ہے کہ ہمارے طالب علموں نے آپ کو خط لکھا ہوگا۔ اور مسجد کے دیکھنے سے جو انہیں مسرت حاصل ہوئی اور گفتگو سے جو فائدہ حاصل ہوا۔ اس کے متعلق انہوں نے شکریہ ادا کیا ہوگا

لیکن اس کے ساتھ ہی میں اپنا ذاتی شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے ہم سے نہایت فیاضی سے سلوک کیا میں نہیں جانتا کہ آپ نے کس جادو سے چائے کا اہتمام کیا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اسلام کے بھی معجزات ہیں اور عیسائیت کے بھی۔ ہم آپ کے مخلصانہ سلوک کے نہایت مداح ہیں اور آپ نے جو ہماری خاطر و مدارات کی۔ اس کو بہت قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور مجھے معلوم ہے کہ ہمارے لوگ آپ کی گفتگو میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

مجھے امید ہے کہ ہم پھر کسی دن ملیں گے۔

آپ کا مخلص

جی۔ ایچ۔ بی

سنیئر لیکچرار ریلجس ایجوکیشن

مکرر آنکہ

ہم اس لڑکے اور لڑکی کے بھی شکرگذار ہیں جنہوں نے اس دن ہماری خاطر و مدارت میں حصہ لیا۔

جی۔ ایچ۔ بی

شر فیلڈ آن لنڈن

این آر۔ باسنگ سٹوک

ہینٹس

مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۸ء

پیارے ڈاکٹر عبداللہ

گذشتہ کل۔ سہ پہر کے وقت جو آپ نے فائدہ بخش گفتگو فرمائی اس کیلئے ہم آپکے نہایت شکرگذار ہیں۔ جس طریق سے آپ نے اپنے حاضرین کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کئے رکھا۔ اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ اور مجھے علم ہے کہ وہ لوگ آپ کی گفتگو میں بہت دلچسپی لے رہے تھے۔ مختلف نظریوں کے سمجھنے کے مواقع بہت قابل قدر ہیں۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ آپ ہمارے شکریہ کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔ (باقی صفحہ ۳۲۱ پر)

SEPTEMBER, 1948. Regd. L. No. 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی ایک حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم کے ۱/۴ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے +

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۴	بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۸ء	نمبر ۹

[illegible] پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر سیکرٹری معزز معتمد برائے دفتر احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا:

شذرات

دوکنگ مشن کی تبلیغی سرگرمیاں بفضلہ تعالے باحسن طریق جاری ہیں۔ دوکنگ مشن کے موجودہ امام الحاج ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی بڑی تندہی سے فرائض امامت بجا لا رہے ہیں۔ آپ نے جمعہ کے خطبات اور دوسرے لیکچروں کے علاوہ ملاقاتوں کا سلسلہ بڑے وسیع پیمانہ پر جاری کر رکھا ہے۔ لنڈن اور نواح سے لوگ آپ سے ملاقات کرنے اور آپ کی وعظ ونصیحت سے مستفیض ہوتے ہیں۔ آپ نہایت حکیمانہ طریق اور معقول طور پر اسلام کی خوبیاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن ان کے سامنے پیش کرتے اور دین حنیف کی دعوت دیتے ہیں۔ ان ملاقاتوں کا اثر بہت اچھا ثابت ہو رہا ہے جو لوگ ایک دفعہ آپ سے ملاقات کرتے اور آپ کی موثر نصائح سن پاتے ہیں۔ ان کو دوبارہ آپ سے ملنے کی خواہش رہتی ہے اس کی کیفیت ان خطوط سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو رسالہ ہذا میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں۔

گذشتہ عید میلاد النبی کے موقعہ پر ایک وسیع پیمانہ پر جلسہ منعقد کیا گیا۔ مجمع بہت بڑا تھا۔ عاشقان رسول اللہ صلعم اپنے محبوب رسول صلعم کے حالات و واقعات زندگی اور حضور کے اخلاق فاضلہ سننے کے لئے جوق در جوق جلسہ میں شریک ہوئے۔ ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب امام ووکنگ مسجد نے قرآن شریف کی تلاوت سے جلسہ کا افتتاح کیا۔ مقررین میں سے مسٹر حبیب ابراہیم رحمت اللہ صاحب ہائی کمشنر لنڈن کا لیکچر بالخصوص مقبول عام وخاص ہوا۔ آپ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مطہرہ پر ایک بسیط تقریر فرمائی۔ جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ آپ کی یہ تقریر رسالہ "اسلامک ریویو" میں شائع ہو چکی ہے۔

حاضرین کی تواضع معمولی قسم کے اکل وشرب سے کی گئی اور یہ مقدس جلسہ بخیروخوبی ختم ہوا۔ اور

سننے والے اپنے دلوں پر نبی اکرم صلعم کی محبت اور عظمت کا ایک گہرا نقش لیکر گئے۔

اشاعت اسلام کے سلسلہ میں یہ خبر بھی بہت حوصلہ افزا اور دل خوش کن ہے کہ یو بک واقع جرمنی میں ایک فاضل جرمن جن کا اسلامی نام محمد امان ہوبام ہے۔ تبلیغ اسلام کا کام بہت دلسوزی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ ایک نو مسلم ہیں۔ دین حنیف کی خوبیوں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن خصوصی اور حضور کے اخلاق فاضلہ سے متاثر ہوکر آپ نے اپنی زندگی کا نصب العین اشاعت وتبلیغ اسلام قرار دیا ہے۔ آپ اس وقت لیکچروں کے ذریعے تبلیغ اسلام کر رہے ہیں۔ آپ کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں اشاعت اسلام کے لئے ایک بے پناہ تڑپ ہے۔ آپ میں اس کام کے لئے ایک جنوں ہے۔ حق بات یہی ہے۔ کہ جب تک اس قسم کا جنون نہ ہو۔ کوئی کام کامیابی کی شکل نہیں دیکھ سکتا۔ یہی جنون اصل فرزانگی ہے۔ جس سے اکثر لوگ بے خبر ہیں کیا خوب فرمایا ہے ایک عارف باللہ نے ؎

تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیآمد بسرم

اے جنوں گرد تو گردم کہ چہ احساں کردی

محمد امان اللہ صاحب کے دل و دماغ کے اندر بھی جنون کام کر رہا ہے۔ اور آپ دیوانہ وار تبلیغ دین متین میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالے ان کی مساعی کو بہتر ثمرات حسنہ کرے اور ان کے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے آپ نے بعض اسلامی کتب کا جرمن زبان میں ترجمہ بھی شروع کر دیا ہے۔ جو انشاء اللہ تعالے بہت مفید ثابت ہوگا اور کئی ایک سعید روحیں جو فطرتِ صحیحہ رکھتی ہیں آستانہ اسلام پر جھک جائینگی۔ انشا اللہ تعالے

سان فرانسسکو میں ہمارے محترم دوست مسٹر بشیر احمد صاحب منٹو ایم۔ اے بڑی کامیابی کے ساتھ تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ آپ سان فرانسسکو کے قرب وجوار میں دورے بھی کرتے ہیں۔ اور جہاں کہیں موقعہ ملتا ہے اسلام کی خوبیوں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر تقریر فرماتے ہیں۔ آپ اس علاقہ کے لئے لٹریچر بھی شائع کر رہے ہیں۔ جو وہاں مفت تقسیم ہوگا چنانچہ حال

ہی میں آپ نے رسالہ Islam, the Religion of Humanity چھپوایا ہے۔ جو بہ تعداد کثیر انگریزی دان پبلک میں تقسیم کیا جارہا ہے۔

منشو صاحب کی مساعی قابل قدر ہیں اور ہمیں امید ہے کہ ان کی ان بے لاگ اور مخلصانہ کوششوں سے عنقریب ایک اسلامی جماعت وہاں قائم ہو جائے گی اور سعید روحیں عیسائیت کی دلدل میں سے نکلکر شاہراہ اسلام پر گامزن ہو جائینگی۔

اللہم انصرمن نصردین محمد صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منہم۔

گاندھی جی کے قتل کے واقعہ نے ہندو ذہنیت کا جو پردہ چاک کیا ہے اس سے دنیا کا کوئی حصہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔ گاندھی جی ہندو قوم کے بہت بڑے محسن تھے۔ ہندو قوم کا ایسے محسن کو قتل کرنا ایک ایسا داغ ندامت ہے کہ ابد الآباد تک دُھل نہیں سکتا۔ دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک ایک غم وغصہ اور نفرت کی لہر ہندو قوم کے خلاف دوڑ گئی ہے۔ اور وہی ممالک اور بڑے مہذب ممالک جو کل تک ہندو قوم کی کلچر کے مداح تھے۔ آج اس واقعہ سے انگشت بدندان ہیں کہ یہ کیسی قوم ہے جو اپنے محسن کو بھی نہیں چھوڑتی۔ اسی جذبہ سے متاثر ہو کر ۱۰ مارچ کو برلن کے مسلمانوں نے برلن مسجد میں جمع ہو کر ایک جلسہ منعقد کیا۔ اور اس میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا کہ فی الحقیقت یہ ہندو قوم کی گری ہوئی ذہنیت کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنے محسن کو اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا۔ ایسی قوم سے دوسروں کو کیا توقع ہو سکتی ہے کجا اسلام کی وہ رواداری کہ اشد سے اشد دشمن سے بھی نیک سلوک روا رکھا جاتا رہا۔ یہود اور عیسائیوں جیسے مخالفین اسلام کو مسلمانوں کے برابر کے حقوق دیئے گئے اور ان کو پوری پوری مذہبی آزادی دی گئی۔ کجا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا وہ عظیم الشان عمل اور حضور کا وہ عفو کہ جب حضور فاتح کی حیثیت میں مکہ میں داخل ہوئے۔ تو حضور نے اپنے سب دشمنوں سے مخاطب ہو کر فرمایا

لا تثریب علیکم الیوم۔ آج تم سے کوئی باز پرس نہیں

یہ تھا پیغمبر اسلام کا سلوک اپنے دشمنوں سے اور یہ تھی تعلیم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی اپنے

متبعین کے لئے۔ کس قدر رواداری عالی حوصلگی اور بردباری کا نمونہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔ یہی رواداری کی روح دوسرے خلفا اور شاہان اسلام میں کام کرتی نظر آتی ہے۔ غیر مسلم رعایا مسلمان بادشاہوں کے ماتحت بڑے آرام سے زندگی بسر کرتی تھی۔ بلکہ اپنی حکومت کی بجائے مسلمانوں کی حکومت کو ترجیح دیتی تھی۔ کیونکہ مسلمان ان کے حقوق کے محافظ اور ان کی عزت و ناموس کے پاسدار تھے۔

لیکن کجا ہندو قوم کی ذہنیت کہ دشمنوں سے رواداری کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خود اپنے محسن کو تھوڑے سے اختلاف رائے پر قتل کرکے رکھ دیا۔ ؏

چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

یہ رسالہ منظوم ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مروجہ اصول و حکایات مسیحیت کو جناب مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ مسیحی دین کی ہر بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر عیسائی اپنے مذہب پر قائم نہیں رہ سکتے۔ ہر صفحہ پر نیا انکشاف ہے۔ اس میں ... عیسائیت کو مذہب بت پرستی ثابت کیا گیا ہے۔ اس میں نظم تو حضرت برق پشاوری کے قلم سے ہے اور اس کا مقدمہ نثر میں ہے۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور کا نتیجہ فکر ہے۔ قیمت ۱۲؍

ملنے کا پتہ

مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پاکستان)

راہِ زندگی

(مولانا ولیم بشیر بکرڈ کے قلم حقیقت رقم سے)

بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ

رہنمائی :- (نمبر۳)

قل ان تخفوا مافی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ ویعلم مافی السمٰوٰت ومافی الارض واللہ علیٰ کل شئی قدیر۔ (آل عمران آیت ۲۸)

"کہدو۔ اگر جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے چھپاؤ یا اُسے ظاہر کرو اللہ اُسے جانتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس کلام میں ذرا بھر شک نہیں۔ یہ حقیقت ہے۔ خدا سے بزرگ و برتر سے کوئی چیز پردۂ اخفا میں نہیں وہ سب جگہ حاضر و ناظر ہے۔ یقیناً ہر بات کا واقعی علم خواہ ہمارے دلوں میں وہ بات چھپی ہوئی ہو یا ظاہر ہو اللہ کو ہے۔ کوئی اس کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ کوئی بہانہ کوئی عذر کوئی حیلہ اس پر غالب نہیں آ سکتا۔

پس سچے دل سے اس کی ہی پرستش کرنی چاہئیے اور تمام فکر دل سے نکال دینے چاہئیں

اما الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت فیوفیھم اجورھم واللہ لا یحب الظالمین ٥۔ (آل عمران آیت ۵۶)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے سو ان کے اجر ان کو پورے دے گا۔ اور اللہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔"

وسارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض اعدت للمتقین

(آل عمران آیت ۱۳۲)

اور اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور متقیوں کے لئے طیار کی گئی ہے۔"

الذین ینفقون فی السرآء والضرآء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ و اللہ یحب المحسنین ٥ (آل عمران آیت ۱۳۳)

"جو لوگ آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

یہاں باری تعالےٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ خدا کی ذات غفور و رحیم ہے۔ اگرچہ کسی غلطی یا گناہ پر سزا دینا خدا کے اختیار میں ہے مگر اس نے اپنی ذات پر رحم اور مغفرت کو لازم قرار دیا ہے۔ خدا بڑا غفور الرحیم ہے۔ اس لئے خدا کی مغفرت کے لئے تامل نہ کرو۔ اس کی تلاش کے لئے جلدی کرو۔ اس سے مغفرت حاصل کرو۔ جب مغفرت کی مرہم ہمارے زخموں کو مندمل کر دے گی اور ہماری خطاکاریوں کو ڈھانپ لے گی تو ہماری روح ہلکی پھلکی ہو کر بہشت کے باغوں میں اپنا مستقر بنائے گی۔ اور وہ باغ بہشت کیا ہے؟ غور کرو! یہ آسمانوں اور زمین کی وسعت رکھتا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے انسان اس کے اندر داخل ہو سکتا ہے۔ اور خدا کی معرفت اور اُس کے قرب سے اس میں رہ سکتا ہے اور اس کی برکات سے متمتع ہو سکتا ہے۔ اور یہ برکات لامتناہی ہیں۔ اور چاروں طرف سے اس باغ بہشت میں خوشیاں ہی خوشیاں اور راحت ہی راحت ہے۔ اور ہزارہا نعماء ہیں جو گنی نہیں جا سکتیں۔ خدا کی معرفت کے چشمہ سے ایسی ایسی نعماء ظاہر ہوتی ہیں کہ جن کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ خدائے رحیم کے بندے جب اس دُنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں تو وہ اپنے اموال میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خوب دل کھولکر خرچ کرتے ہیں۔ وہ اپنے غصے کو دباتے اور لوگوں کو اُن کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ یقیناً ایسے لوگوں سے خدا محبت کرتا ہے۔

وما کان لنفسٍ ان تموت الا باذنِ اللّٰہ کتٰباً مؤجّلاً ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہٖ منہا ومن یرد ثواب الآخرۃ نؤتہٖ منہا وسنجزی المحسنین ہ (آل عمران آیت ۱۴۴)

اور کسی شخص کے لئے یہ نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے سوائے، مرجائے، موت کا وقت لکھا ہوا ہے اور جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہتا ہے ہم اس کو اس سے دیدیتے ہیں۔ اور جو کوئی آخرۃ کا بدلہ چاہتا ہے ہم اس کو اس میں سے دیدیتے ہیں اور شکر کرنے والوں کو ہم جلد بدلہ دیں گے۔"

واللّٰہ یحیٖ ویمیتُ ہ واللّٰہ بما تعملون بصیرٌ ہ

"اللہ ہی زندہ کرتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سے دیکھتا ہے۔"

لوگوں کو چاہیئے کہ وہ ہمت کریں اور نیکی کرنے میں استقامت اختیار کریں۔ اور بڑی مستعدی اور جرأت کے ساتھ اس فرض کو سرانجام دیں۔ کیونکہ:۔

ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم ج وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہٖ ط علی اللّٰہ فلیتوکل المومنون ہ (آل عمران ۱۵۹)

"اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے۔ تو اس کے بعد کون ہے۔ جو تمہاری مدد کرے اور اللہ پر ہی مومنوں کو توکل کرنا چاہیئے۔"

لاریب فیہ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ:۔

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل ہ (آل عمران ۱۷۲)

ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور بہترین کارساز ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللّٰہ لعلکم تفلحون ہ (آل عمران آیت ۱۹۹)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو صبر کرو۔ اور مقابلے میں بڑھ چڑھ کر صبر دکھاؤ اور محافظت کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔"

قرآن مجید کو بغور پڑھو۔ پھر ذرا اس کو رکھ دو پھر پڑھو۔ اور اپنے دل ہی دل میں بڑے غور وخوض سے

ان آیات پر نظر ڈالو یہ آپ کے دماغ پر ایک فوری پیغام پہنچائینگی اور آپ کے دل کے رگ و ریشہ پر ایک خاص طریق میں اثر انداز ہونگی۔

اسی طرح ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں :۔

ان تجتنبوا کبآئر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم و ندخلکم مدخلاً کریماً (النساء آیت ۳۱)

اگر تم بڑی بدیوں سے بچتے رہو جن سے تم کو روکا جاتا ہے تو ہم تمہاری برائیاں تم سے دور کردیں گے اور تم کو عزت کی جگہ میں داخل کریں گے"

یہاں ہمارے لئے ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ خداوند کریم کا جو رحیمانہ سلوک اپنے بندوں سے ہے اس پر خوش ہونا چاہیئے۔ غور کرو کہ خدا تعالےٰ ہماری طاقت سے بڑھکر ہم سے کوئی مطالبہ نہیں کرتا۔ خدا کے رستہ پر چلنے کے لئے ہمیں بڑی ہمت سے بڑی برائیوں سے اپنے آپ کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئیے پھر بتدریج ہم پر ہدایت اور طاقت نازل ہوگی۔ جن سے ہم چھوٹی برائیوں پر غالب آجائیں گے۔ حتیٰ کہ ہم آہستہ آہستہ خدا کے قرب میں آجائیں گے۔ یہ دنیوی جھمیلے ہم سے دور ہوتے جائیں گے۔ اور ہم مشکلات پر قابو پاتے جائیں گے اور جوں جوں زمانہ گذرے گا۔ ہمارا قدم ترقی کی طرف بڑھتا جائیگا۔

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ و ان تک حسنۃ یضٰعفھا و یؤت من لدنہ اجراً عظیماً (النساء آیت ۴۰)

اللہ ایک ذرہ کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔ اور اگر وہ نیکی ہو تو اس کو کئی گنا بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا اجر دیتا ہے"

ایسا دقیق انصاف خدا کی ذات کے لئے ہی شایاں ہے۔

اور ایسا انصاف جس میں کسی ظلم کا شائبہ بھی نہ ہو وہ وہی خدا دے سکتا ہے۔ جو علیٰ کل شئی محیط و بصیر اور حاظر و ناظر ہے۔

خدائی انصاف کے پہلو بہ پہلو خدا کا رحم ہے۔ رحم جو کسی عمل صالح کو دیکھکر اس کو نہایت سرسبز درخت بنا دیتا۔ اور اس کو بارآور کر دیتا ہے اور دس گنا بارآور کرتا ہے۔

اور بعض اوقات آپ خود ملاحظہ کریں گے کہ ایک نیک عمل کے بدلے میں آپ پہ ایک برکت نازل ہوگی۔ جو بالکل اتفاقی اور اتفاقیہ طور پر ہوگی اور جو لازماً خدا کے فضل سے ہی ہوگی۔ اور اس کا اصل منبع اور مبداء خدائے پاک کا رحم و کرم ہوگا۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

قل متاع الدنیا قلیل والآخرۃ خیر لمن اتقیٰ ولا تظلمون فتیلاo (سورۃ النسا آیت ۷۸)

کہدو دنیا کا سامان تھوڑا ہے۔ اور آخرۃ اس کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ کرے اور تم پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔"

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ وان تصبہم حسنۃ یقولوا ھذہ من عند اللہ وان تصبہم سیئۃ یقولوا ھذہ من عندک قل کل من عند اللہ۔ فمال ھؤلاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثاo

جہاں کہیں تم ہوگے موت تمہیں آئے گی۔ خواہ تم مضبوط قلعوں کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر ان کو بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو دکھ پہنچتا ہے کہتے ہیں کہ یہ تیری وجہ سے ہے۔ کہدے سب اللہ کی طرف سے ہے۔ پھر ان کو کیا ہوا ہے کہ بات سمجھنا نہیں چاہتے۔"

اس سورۃ میں اس سے آگے ہمیں ایک اور حکم ملتا ہے۔ جو ہر روز مرہ کا دستور العمل ہونا چاہیئے اور اگر اس پر مداومت کی جائے تو انسان انسان کے درمیان محبت اور اخوت کے جذبات بڑے مستحکم ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا۔

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا او ردوھا۔ ان اللہ کان علیٰ کل شیء حسیباo (سورۃ النسا آیت ۸۶)

" اور جب تم کو کسی دعا کے ساتھ دعا دی جائے۔ تو اس سے بہتر کے ساتھ دعا دو یا اسی کو لوٹا دو بے شک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔"

سبحان اللہ! کیا اعلیٰ ارشاد فرمایا ہے۔ اگر تم سے کوئی مہربانی سے بات کرے تو تم بھی اسی

سے مہربانی اور شفقت سے بات کرو۔ تم کو کوئی دعا دے تو تم بھی دعا دو۔ بلکہ اس بات کو پسند فرمایا کہ تم بڑھکر مہربانی کرو۔ اور زیادہ شفقت کا اظہار کرو کہ اس طرح سے تم دوسرے کے دل کو جیت لوگے اور اس کے اندر تمہاری محبت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ لہٰذا ہر یہ سلام دعا دینا معمولی باتیں نظر آتی ہیں۔ لیکن ان کے اندر جو بھلائی کی طاقت ہے وہ بہت بڑی ہے۔ اور خدا تعالےٰ تو ان سب باتوں کا حساب کتاب رکھتا ہے اور ہر بات کو خوب جانتا ہے۔

اسی سورۃ میں پھر ارشاد فرمایا:۔

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناحٌ ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا۔ ان الکافرین کانوا لکم عدواً مبیناً۔ (سورۃ النسا آیت ۱۰۱)

اور جب تم زمین میں سفر کرو۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر لو اگر تم کو ڈر ہو کہ جو کافر ہیں وہ تمہیں تکلیف پہنچائیں گے کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں"

پھر فرمایا:۔

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم فاذا اطمانتتم فاقیموا الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰباً موقوتاً۔ (النساء آیت ۱۰۳)

اور جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے بیٹھے اپنی کروٹوں پر اللہ کو یاد کرو۔ اور جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو اصل حالت پر قائم کرو۔ نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے"

ان مندرجہ بالا آیات سے ہم صاف طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ کہ نماز کا کیا حکم ہے۔ یعنی طویل و مریض نماز بھی حالت خطرہ میں پڑھنے کی اجازت نہیں۔

سفر کی ضروریات و صعوبات کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ نمازوں میں قصر کر دیا جائے یعنی نمازوں میں کمی کر دی جائے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کلیتہً نماز ترک کرنے کا حکم نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر میں تکلیف ہوتی ہے۔ خطرہ ہوتا ہے اور پریشانی ہوتی ہے۔ ایسی صورتوں میں خدا کی یاد اطمینان کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ باوجود اس کے کہ سفر

میں تکلیف ہے۔ خطرہ ہے اور جنگ در پیش ہے نماز کو وقت پر ادا کرتا ہے۔ اس کو کتاباً موقوتاً فرمایا یعنی اس کو مقررہ اوقات پر ادا کرنا چاہیے۔ پو پھٹنے پر۔ دن ڈھلنے پر اور غروب آفتاب پر خدا کی یاد سے ہمارے دلوں کے اندر ایک راحت ایک سکون آنا چاہیے۔ ایسا سکون جس کو کوئی چیز دور نہیں کرسکتی۔ دنیوی مخمصوں کے بادلوں میں سے یہ روشنی یہ ابدی روشنی پھوٹ پھوٹ کر نکل آنی چاہئے۔ اور راحت اور خوشی کی چمک دمک سے ضیا افگن ہونی چاہیے۔ جس کو کوئی چیز مدھم نہ کرنے پائے صاحب ذرا آیات ذیل پر نظر ڈالئے۔ جو ایک دوسرے سے شدید تعلق رکھتی ہیں :-

یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم اذ یبیتون مالا یرضٰی من القول وکان اللہ بما یعملون محیطاً (سورۃ النسا آیت ۱۰۸)

یہ لوگوں سے چھپنا چاہتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے۔ اور وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔ جس بات کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اللہ اُس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں"

ومن یعمل سوءً ا و یظلم نفسہٗ ثم یستغفر اللہ۔ یجد اللہ غفوراً رحیماً۔ ومن یکسب اثماً فانما یکسبہٗ علیٰ نفسہٖ ط وکان اللہ علیماً حکیماً۔ (سورۃ النسا آیت ۱۱۱ و ۱۱۰)

اور جو کوئی شخص بدی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے۔ پھر اللہ سے بخشش مانگے وہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پائے گا۔ جو شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ وہ اپنی جان پر ہی اس کا وبال لیتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے"

من یعمل سوءً یجز بہٖ ولا یجد لہٗ من دون اللہ ولیاً ولا نصیراً (سورۃ النسا آیت ۱۲۳)

اور جو کوئی بُرائی کرتا ہے اس کا بدلہ اس کو دیا جائے گا۔ اور اللہ کو چھوڑ کر نہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار پائے گا"

ومن یعمل من الصّٰلحٰت من ذکر او انثیٰ وھو مومنٌ فاولٰئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیراً۔ (سورۃ النسا آیت ۱۲۴)

اور جو کوئی نیک عمل کرے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور مومن ہو تو یہی جنت میں داخل ہوں گے اور

ان پر ذرہ بھر ظلم نہ کیا جائے گا۔

ومن احسن دیناً ممن اسلم وجهه لله وهو محسن واتبع ملة ابراهيم حنيفاً۔ واتخذ الله ابراهيم خليلاً۔ (سورۃ انسا آیت ۱۲۵)

اور دین میں اس سے اچھا کون ہے جس نے اپنی ساری توجہ کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا۔ اور وہ احسان کرنے والا ہے۔ اور راست رو ہو کر ابراہیم کے مذہب کی پیروی کرتا ہے۔ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا پیارا بنایا۔"

ولله ما في السموٰت وما في الارض وكان الله بكل شئ محيطاً (سورۃ انسا آیت ۱۲۵)

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اللہ کا ہی ہے اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔"

مندرجہ بالا آیات قرآنی بعض نہایت اہم مضامین پر مشتمل ہیں۔ اور جو صداقت ان میں مرکوز ہے۔ وہ تہذیب انسانی کو ترقی دینے میں بہت بڑی ممد و معاون ہو سکتی ہے کیونکہ جب ہم اُن کے مطالب پر آگاہ ہو جائیں گے۔ تو حق و حکمت کے جوہر ہم پر عیاں ہو جائیں گے۔

گناہ انسانوں کی آنکھ سے تو بچ سکتا ہے لیکن خدا کے علم سے باہر نہیں رہ سکتا۔ جبکہ خدا کے عذاب سے انسان چھوٹ نہیں سکتا۔ تو غلفت کی ملامت سے بچ جانے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ چونکہ تمام خفیہ کام خدا کے علم میں ہیں اور وہ علیم و بصیر اور چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا ہے۔ پس سزا کا دینا بھی کلیتہً اس کے ہاتھ میں ہے۔ تاہم خدا کے فضل و کرم سے بخشش کا ایک دروازہ کھلا ہے۔ جو دل سے توبہ کرتے ہیں۔ اور خلوص دل سے دعا کرتے ہیں اور اس ہستی کو پکارتے ہیں جو تمام کا مالک اور ابدی ازلی خدا ہے کہ وہ انہیں ان کے گناہ معاف کرے تو ایسے لوگوں پر خدا کی مغفرت کا آفتاب پوری آب و تاب سے چمکتا ہے۔ جس سے ان کے گذشتہ اعمال سیئہ کی تاریکی ہبا منثورا ہو جاتی ہے۔ یہ مت خیال کیجئے کہ جو گناہ ہم لوگوں کے خلاف کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت اُن لوگوں کو نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ جو ایک شخص گناہ کرتا ہے اس کا وبال وہی بھگتے گا۔ گناہ کرنے والے کو اپنے گناہ کا کفارہ دینا چاہئیے۔ نہ کہ اس کو کفارہ دینا چاہئیے جس کے خلاف گناہ کیا گیا ہے۔ اور یقیناً آپ کے اپنے اعمال صالحہ یا اعمال سیئہ مجتمع ہو کر آپ کی

زندگی یا قسمت کا نمونہ بناتے ہیں۔ خدا کی دانائی اُس کی تمام مخلوق پر حاوی ہے۔

بالآخر یہ پچھلی چار آیات قرانی سے آپ کے دل و دماغ پر کیا نقش پیدا ہوتا ہے۔ کیا یہ نقش نہیں پیدا ہوتا کہ خدا سب پر محیط ہے۔ خدا سَراسَر انصاف ہے۔ اور کسی سے کوئی بے انصافی نہیں کرتا۔ برائی کا بدلہ برائی ہے۔ اور خدا کے خلاف کوئی طاقت اس برائی کی سزا سے روک نہیں سکتی۔ خدا کے ہاتھ میں ہی سب طاقت ہے۔ وہی مالک یوم الدین یعنی جزا و سزا کا مالک ہے۔ وہی سمجھتا ہے کہ جزا و سزا کا کیا تناسب ہونا چاہیئے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ایمان اور اعمال صالحہ اجر کا موجب ہوتے ہیں اور کوئی طاقت اس اجر کو خدا کے خلاف مٹا نہیں سکتی۔ اور اس پر غالب نہیں آسکتی۔ وہ خدا جو اپنی ذات میں واحد اور جو سب سے اعلیٰ ارفع اور بڑا زبردست مقتدر ہے۔ درحقیقت خدا کے نزدیک ایک ہی مذہب ہے (خواہ اس کی شکلیں مختلف ہوں) اور وہ مذہب خدا کی رضا کے سامنے پوری طرح سے سر کا جھکا دینا ہے۔ اسی طرح جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے حضرت مسیح علیہ السلام نے اور حضرت نبی اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حضور میں سر جھکایا اور خدا کی رضا کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دیا۔

اور آخری آیت کس قدر شاندار ہے:۔

وللّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وکان اللّٰہ بکل شیٔ محیطا۔

اور جو کچھ آسمانوں میں ہے یا زمین میں ہے وہ اللہ کا ہی ہے۔ اور اللہ سب چیزوں پر محیط ہے۔

کوئی چیز دور ہو یا نزدیک بڑی ہو یا چھوٹی خدا کی ہی ہے اور اُس کے قبضہ قدرت میں ہے نہایت دور دراز ستاروں سے پرے اور ایک ذرہ کے ایک قلیل سے قلیل جزو سے زیادہ نزدیک مادہ۔ طاقت۔ روشنی کلیۃً سب اس خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ نہ تو دن کو نہ رات کو نہ زمانہ گذشتہ میں نہ زمانہ آئندہ میں نہ زمانہ حال میں جو نہایت سرعت سے گذر رہا ہے آپ خدا کو دھوکہ دے سکتے ہیں۔ تمام وقتوں میں تمام طریقوں میں ہر جگہ اور تمام حالات میں خدا آپ کی مدد کرے گا۔ آپ ہرگز متفکر نہ ہوں۔ قرآن کا مژدہ جانفزا سن کر آپ خوش ہوں۔ دنیا بھر کی خوشی آپ کو میسر آئیگی۔ فقط

پاکستان کی آیندہ زبان

(از قلم اے۔ آر۔ ایم انعام الحق صاحب بی۔ ایس۔ سی)

تمہید:۔

خدائے عظیم کے فضل و کرم سے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں سالہا سال کی جد و جہد کے بعد مسلمانان ہندوستان حصول پاکستان کے مقصد عظمیٰ میں کامیاب ہو گئے ہیں ع

بریں مژدہ گرجاں فشانم رواست

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاءُ واللہ ذوالفضل العظیم۔ اب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس دولتِ خداداد کو مستحکم کریں اور اس غرض کے لئے لازمی ہے کہ وہ ذاتی اغراض۔ تنگ نظریوں اور صوبائی امتیازات کو خیرباد کہدیں اور ایک وسیع نکتہ نگاہ کو کام میں لاتے ہوئے ضروریات پیش آمدہ کے لئے کمربستہ ہو جائیں یہ بہت اہم موقعہ ہے کہ ہم اسلام کی عالمگیر اخوۃ اس کی ثقافت اور تہذیب اس کی تعلیمات اور روایات کو جن کا احیا بوجہ غیروں کی حکومت کے اب تک معرض التوا میں رہا از سرِ نو زندہ کریں۔ پاکستان کے ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ اپنے مذہب کے اصل سرچشموں کو لے۔ اور واسطہ در واسطہ اس کو جو کچھ پہنچا ہے اس کو ترک کرے کیونکہ اس سے اسلام کے اصل محاسن گم ہو کر رہ گئے ہیں۔ بعض لوگوں نے تو محض جہالت سے ایسا کیا اور بعض نے دانستہ ظلم اور عداوت کی بنا پر اسلام کی اصل تصویر بگاڑ کر رکھدی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیں عربی زبان کو نہایت سرگرمی اور شوق سے سیکھنا چاہئیے۔ جو اصل سرچشمہ ہے اسلامی تہذیب اور ثقافت کا۔

اس امر کی وضاحت کے لئے میں ذیل میں چند ایک سوالات وجوابات درج کرتا ہوں جو ناظرین کے لئے زیادہ دلچسپی کا موجب ہوں گے۔ اور میں اپنے اہل ملک کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میری آرا پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

سوال ۱ کیا پاکستان کے مسلمان اپنا مذہب (اسلام) ترک کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ یہ قطعاً ناممکن ہے۔ کوئی مسلمان ایسا خیال نہیں کر سکتا۔ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ مکمل اور عملی مذہب ہے اگر موجودہ دنیا سمجھتی ہے کہ مذہب بنی نوع انسان کے لئے مفید ہے اور یہ کہ اُسے کوئی مذہب اختیار کرنا چاہیئے تو اسلام اور صرف اسلام ہی یہ ضرورت پوری کر سکتا ہے۔

سوال ۲ اسلام کے بڑے بڑے ماخذ کیا ہیں؟

جواب:۔ اسلام کے بڑے بڑے ماخذ قرآن مجید اور احادیث ہیں۔

سوال ۳ وہ کس زبان میں ہیں؟

جواب:۔ قرآن وحدیث اور بہت سا قیمتی لٹریچر در اصل عربی میں ہی ہے۔

سوال ۴ کیا اس صورت میں ایک مسلمان کو اس زبان کا سیکھنا ضروری ہے۔

جواب:۔ یہ صرف ضروری نہیں بلکہ لازمی ہے تاکہ اصل سرچشموں سے اسلام کی تعلیم حاصل کی جائے

سوال ۵ کیا تعلیمات اسلامی کسی دوسری زبان کے ذریعے نہیں سیکھی جا سکتیں۔

جواب:۔ یہ بالکل ناممکن تو نہیں۔ لیکن اس میں قباحت یہ ہے کہ اول تو یہ محض خلاصہ ہی ہوگا جس میں اسلام کی تعلیمات کے محاسن پورے طور سے نظر نہیں آئیں گے پھر ترجمہ در ترجمہ سے ممکن ہے کہ کوئی رد و بدل ہی واقع ہو جائے۔ جیسا کہ پہلی کتب کے معاملہ میں ہوتا رہا ہے۔ دوسرا ایک نہایت ضروری امر جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے بہت سے مذہبی فرائض کو عربی زبان میں ہی ادا کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً نماز جو ارکان اسلام میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم ہے۔ جس طرح ہم کو دنیوی کام کاج کے لئے ایک خاص علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح دینی امور کی سرانجام دہی کے لئے عربی زبان کی ضرورت ہے۔

سوال ۱۰ تو پھر کیا پاکستان کے مسلمان محض مذہبی مقاصد کے لئے ہی عربی زبان سیکھیں گے اور دوسری زبانیں دنیوی امور کے لئے ؟

جواب :- بے شک - اب تک یہ صورت رہی ہے کہ ہم اپنے حاکموں کی ضروریات کے مطابق تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں جس میں ہمیں عربی زبان کو نظرانداز کرنا پڑا جس سے ہماری قومی روایات کو نقصان پہنچا مگر اب تو حالات بدل چکے ہیں - اب ہم غلام ملک میں آباد نہیں ہیں - پاکستان دنیا کی طاقتوں میں پانچویں سب سے بڑی طاقت ہے - اور اسلامی ممالک میں سب سے بڑی سلطنت ہے - اب ہم با اختیار ہیں کہ اپنی ضروریات اور اپنے خیالات کے مطابق تمام امور کو ڈھالیں اور اپنی قوم و ملک کی قسمت کو بنائیں - اور اس کی ٹھیک طور پر تعمیر کریں - جب ہم دو پرندے ایک ہی پتھر سے مار سکتے ہیں تو پھر کس قدر حماقت ہوگی کہ ہم دو پتھر استعمال کریں - اس لئے عربی کا پورا پورا علم حاصل کر کے ہم مذہبی مقاصد بھی پورے کر سکتے ہیں اور اس کو دنیوی امور کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں - اس طرح سے عربی سے ہمیں دوہرا فائدہ حاصل ہوگا - دینی بھی دنیوی بھی جب ہم اسے مذہبی اغراض کے لئے عربی پڑھیں گے تو دنیوی امور خود بخود اس سے حل ہو جائیں گے - ہمارے آئندہ حکمران - ہمارے مقنن ہمارے فلاسفر - ہمارے سائنس دان - ہمارے حکیم اور انجینئر اپنے علوم عربی کے ذریعہ سیکھیں - انہیں مذہبی کتب سیکھنی نہیں پڑیگی لیکن جب وہ قرآن و حدیث کھولیں گے انہیں ان کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئیگی - انہیں ایک پارسا اور متقیانہ زندگی بسر کرنے کے لئے کسی مذہبی تعلیم کی ضرورت نہ ہوگی -

ممکن ہے کہ شروع شروع میں کچھ دقت پیش آئے - جیسا کہ تمام زبانوں کے سیکھنے میں عموماً پیش آتی ہیں - لیکن اپنی آئندہ نسلوں کی آسانی کے لئے ہمیں یہ زبان بطور مادری زبان کے سیکھنی چاہیئے - جیسا کہ مصر نے کیا حالانکہ قبول اسلام سے پیشتر ان کے ہاں دوسری زبانیں مادری زبانیں تھیں - اس طریق سے ہم اپنی قومی طاقت کو خاطر خواہ طور پر محفوظ کریں گے اور جو طاقت اسطرح سے حاصل ہوگی - وہ تعمیر قوم کے دوسرے کاموں میں کام آئیگی -

سوال ۷:- کیا ضروریات لازمہ کے لئے عربی زبان میں کافی وسعت ہے؟

جواب:- بے شک عربی زبان میں کافی وسعت ہے اور تمام ضروریات کے لئے کفایت کر سکتی ہے یہ دنیا کی نہایت قدیم اور نہایت وسیع زبانوں میں سے ایک ہے۔ اس کو ام الالسنہ کہا جاتا ہے۔ یعنی تمام زبانوں کی ماں۔ اسکی لغت بڑی وسیع اور اس کے ادبی کمالات بڑے بلند ہیں اور اس کی گرامر بمقابلہ دوسری زبانوں کے بڑی اعلیٰ ہے۔

سوال ۸:- اگر ہم سائینس پڑھنا چاہیں تو کیا عربی میں پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب:- اس کے لئے آپ کو مصر کی مثال اپنے سامنے رکھنی چاہیئے۔ اب وہاں صرف ایک ہی زبان ہے یعنی عربی۔ اسی عربی میں تمام علوم کی تعلیم وہاں دی جاتی ہے حتیٰ کہ سائینس بھی عربی میں ہی پڑھائی جاتی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ یہ عرب مسلمان ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے سائینس کی داغ بیل ڈالی۔ اور جو موجودہ سائینس آپ دیکھتے ہیں۔ اور جس پر دنیا کو آجکل اس قدر فخر ہے اس کے بانی عرب ہی تھے۔ موجودہ سائینس دانوں کی سہولت کے لئے بہت سے سائینٹفک عربی لٹریچر کا وقتاً فوقتاً دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا گیا۔ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو دوسری زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا جا سکتا ہے۔

سوال ۹:- عربی مروج کرنے کی کیا ترکیب ہوگی؟

جواب:- یہ بہت آسان ترکیب ہے۔ اور اس طرح سے کہ انگریزی کی بجائے تمام حکومت کے دفاتر اور تعلیم میں عربی کو رائج کر دینا چاہیئے۔ مستقبل قریب میں پاکستان کے باشندوں کو کم از کم اس قدر عربی تو جاننا چاہیئے۔ جس قدر وہ اس وقت انگریزی جانتے ہیں۔ اس کے لئے ہمارے نصاب اور گورنمنٹ کی پالیسی کو بدل دینا چاہیئے۔ عین اُسی طرح جس طرح کہ برطانیہ نے ہم کو انگریزی پڑھائی کیا۔ اور اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ چونکہ عربی ہماری مذہبی زبان ہے۔ اس کے رواج دینے کو لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے اور اس کو خوشی خوشی سیکھیں گے۔ حکومت کو چاہیئے کہ ملازمتیں عربی کی تعلیم کے مطابق تقسیم کرے۔ عربی نہ جاننے کی وجہ سے مسلمان قرآن اور حدیث سے بھی ناواقف رہتے ہیں

اور اس ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ اسلام کا صحیح راستہ ان کو معلوم نہیں ہوتا اور ہمارے بڑے بڑے حاکم اور آفیسرز بھی دین اسلام سے کماحقہ واقف نہیں ہوتے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے ملا بھی بہت حد تک اس باب میں ذمہ دار ہیں۔ جنہوں نے اس امر کی طرف توجہ نہیں دی اور اس پر زور نہیں دیا کہ عربی ہماری مذہبی زبان ہے۔ اور بلحاظ مذہبی اور قومی زبان ہونے کے اردو اور بنگالی پر اس کو فوقیت حاصل ہے۔ اہل برطانیہ جو عیسائی ہیں اُن سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ہماری زبان کی ترقی کے خواہشمند ہونگے بے سود ہے۔ انہوں نے تقریباً دو سو سال اس ملک میں حکومت کی انہوں نے اپنے دوران حکومت میں عربی کے لئے کچھ نہیں کیا اور نہ ان سے ایسی امید رکھنی چاہئیے تھی۔ کیونکہ وہ چاہتے ہی نہیں تھے کہ لوگ اسلامی تعلیمات سے بہرہ اندوز ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس اُن مسلمان فرمانرواؤں کو بھی ملزم گردا ننا بے سود ہے۔ جن کو خدا نے موقع دیا اور پھر بھی کچھ نہ کیا۔ کیونکہ اُن کے دل میں اسلام کے لئے کوئی درد نہ تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے افضال سے وہ محروم ہوگئے۔ زمانہ ماضی میں بہت سے نقائص اور خامیاں تھیں۔ لیکن اب تو ہم پھر ایک دفعہ اپنے گھر کے آپ مالک ہیں۔ اب ہمیں اپنے گھر کو خود ہی بنانا چاہئیے۔ اور اپنی منشا اور مطلب کے مطابق بنانا چاہئیے اور اس کے لئے ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اسوۂ حسنہ ہیں۔ پھر آپ کے صحابہ کرام یعنی حضرات خلفائے راشدین ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ اولئے فرائض کے باب میں ان کے نقش قدم پر چلنا ہمارے لئے باعث سعادت ہے۔

سوال ۵۔ کیا عربی پڑھنے میں اور بھی فوائد ہیں؟

جواب:- یقیناً اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ صوبائی جذبہ مفقود ہو جائیگا۔ جو پاکستان میں اس قدر زور و شور سے پایا جاتا ہے اور جو ہمارے ملک کے لئے اس قدر مہلک ہے پھر اس سے عالمگیر اخوۃ کا جذبہ ترقی پائے گا۔ نہ صرف ہمارے اندر ہی بلکہ دنیا کے کل مسلمانوں کے اندر علاوہ ازیں یہ مسلمانوں کا چھٹا بر اعظم بنانے کے مقصد میں ہماری بہت معاونت کا موجب ہوگا۔ مزید برآں چونکہ عربی ایک مشرقی زبان ہے اس لئے اس کے حاصل کرنے میں اس قدر تکلیف پیش

نہیں آئے گی جس قدر انگریزی کے حاصل کرنے میں آتی ہے۔ یا جیسا کہ غیر بنگالیوں کو بنگالی سیکھنے میں اور بنگالیوں کو اردو سیکھنے میں دقت پیش آسکتی ہے۔ پھر چاروں صوبوں کے لئے یہ ایک اجنبی بات ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ بات ایک بہت بڑا خدا کا فضل ہے۔ کسی کو دوسرے پر کوئی ناجائز فوقیت حاصل کرنے کا حق نہ ہوگا۔ ہر ایک شخص مساوی حیثیت کا ہوگا۔ جو ایک جمہوری سلطنت کے بنانے کے لئے بہت ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی صوبائی زبان اختیار کی گئی تو یہ کیفیت نہیں رہ گی کیونکہ اس صورت میں ایک طبقہ کو دوسرے طبقہ کے خلاف شکایات پیدا ہو جائینگی۔ اور پھر حسب قول سٹیٹسمین ایڈیشن ۱۹۳۱ء اس وقت کے ہندوستان میں تقریباً ایک فیصدی انگریزی دان تھے اور مسلمان اس سے بھی کم۔ یہ امر ایک دوسرا خدا کا فضل ہے کہ ہمارا تعلیمی فیلڈ عملی طور پر پاک وصاف رہا ہے اور اس کا ناجائز استعمال نہیں ہوا۔ پس زمین اب تک بغیر کاشت پڑی ہے اب ضرورت ہے کہ اس کو اچھی طرح سے کاشت کیا جائے اور اس میں بہترین بیج ڈالے جائیں تاکہ کھیتی اعلیٰ پیدا ہو۔

سوال ۱۱۔ اقلیتوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب:۔ اقلیتیں اگر چاہیں تو وہ اپنی زبان اور کلچر کو ترقی دیں۔ اور حکومت کا فرض ہے کہ ایسا کرنے میں ان کی مدد کرے۔ لیکن وہ حصول ملازمت کے لئے عربی سیکھ سکتے ہیں۔ آخر انہوں نے برطانوی راج میں انگریزی بھی سیکھی ہی تھی۔ درحقیقت بہت سے ملکوں میں عربی بولی جاتی ہے اور وہاں غیر مسلم لوگ بھی اپنے عقائد اور اپنی کلچر کو رکھتے ہوئے عربی سیکھتے ہیں اور عربی بولتے ہیں۔ تاہم اگر اقلیتیں پسند نہیں کرتیں تو انہیں اکثریت کے حقوق کو تلف نہیں کرنا چاہئیے۔

سوال ۱۲۔ بولی سیکھنے سے پہلے حکومت کا کاروبار چلانے کے لئے کونسی زبان ہونی چاہئیے؟

جواب:۔ انگریزی جاری رکھی جا سکتی ہے جب ہم میں کافی علم عربی کا پیدا ہو جائے گا تو پھر ہم عربی میں ہی سارا کاروبار شروع کر دینگے اور انگریزی ترک کر دی جائیگی۔ میں پاکستان کے ایک سرگرم اور ہمدرد شہری کی حیثیت میں یہ عرض کروں گا۔ کہ نہ تو بنگالی ہی سلطنت کی زبان ہونی چاہئیے نہ اردو کیونکہ پاکستان کے ایک حصہ کے اندر دوسرے حصہ کے خلاف بدظنیاں اور پھر تلخیاں پیدا ہوں

گی - علاوہ ازیں ایسا کرنے سے عربی کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں کوئی معقول نہیں ملیگا - اور ہم اس نعمت عظمیٰ سے دیر تک محروم رہیں گے - بس میرا مشورہ یہی ہے کہ عربی کو پاکستان کی زبان بنایا جائے اور اس کے لئے آج سے ہی جد وجہد شروع کر دینی چاہئیے -

---

مہلکات مملکت

منافقت[۱] - رشوت[۲] - اشتراکیت[۳] - فرقہ واری[۴]

(اقتباس از مضمون جناب ایس - ایم فوسل)

تاریخ انسانی کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ ایک قوم کی آزادی کے سلب ہو جانے کی دو وجوہ ہوسکتی ہیں :-

(۱) ایک تو یہ کہ کوئی بیرونی دشمن جو طاقت میں اس سے فائق ہو - حملہ کر کے اس کو ہزیمت دے - اور اس کو غلام بنالے - یا

(۲) خود مملکت کے اندر ایسے زہریلے اور مہلک جراثیم پیدا ہو جائیں جو اس کو تباہ و برباد کردیں -

قرائن موجود ہیں کہ آزاد ہند کے رگ و ریشہ میں ایسے جراثیم موجود ہیں جو اس کی جان کے لیوا ہیں اور جب تک کہ ان جراثیم سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی اندیشہ ہے کہ حاصل کردہ آزادی جلد چھن جائے خدا نہ کرے ایسا ہو - یہ محض بتقضائے ہمدردی عرض کیا گیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے اصلاحی تدبیر اختیار کی جائیں -

یہ مہلکات تعداد میں چار ہیں - منافقت - رشوت - اشتراکیت اور فرقہ داری -

۱ - منافقت

منافقت نہایت قابل نفریں برائی ہے - قرآن مجید کئی مقامات پر نفاق کی مذمت کرتا اور منافقین کے متعلق فرماتا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار - یعنی منافقین دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوں گے -

کارلائل اپنے مضمون "ہیرو اینڈ اے پرافٹ" میں رقمطراز ہے کہ ایک بڑا نمایاں پہلو حضرت محمد صلعم کا نفاق سے بیزاری اور نفرت تھا -

وہ جو لیڈر بننا چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں - بطور ایک لیڈر کے حضور کو جو کامیابی نصیب ہوئی وہ حضور کی ذہنی دیانت تھی - لیکن مقام افسوس ہے کہ ہندوستان کے اکثر لیڈر بعض مستثنات کو چھوڑ کر نفاق کی مرض میں مبتلا ہیں - اُن کے ظاہر اور باطن میں فرق ہے - جو وہ کہتے ہیں ان کے دل میں نہیں ہوتا - اور جس چیز کی وہ دوسروں کو تلقین کرتے ہیں خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے - ایسے لوگوں کا نفاق ہندوستان کی آزادی کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے - مہاتما گاندھی کی موت نے ثابت کر دیا ہے کہ ہماری پبلک زندگی میں کس قدر نفاق پایا جاتا ہے - اگر ہندوستان کی آزادی کو برقرار رکھنا ہے تو منافقت کا کلی قلع قمع کرنا چاہیئے -

۲ - رشوت

اس کے بعد رشوت ہے - غیر سرکاری لوگ یعنی جو لوگ سرکاری ملازم نہیں ہیں - ان کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ وہ پاک وصاف ہیں - . . . . لیکن جمہوریت کے آنے سے معاملہ بالکل برعکس نظر آتا ہے - سرکاری ملازم تو الا ماشا اللہ اس عیب سے بری ہیں - لیکن غیر ملازم طبقہ میں رشوت زوروں پر ہے - ایسے لوگ موجود ہیں جن کے بظاہر کوئی ذرائع آمد نہیں ہیں - لیکن اُن

کی سربفلک عمارات کھڑی ہیں۔ اور زر و مال سے بنک بھرے پڑے ہیں۔ گورنمنٹ نے رشوت کے خلاف جدوجہد شروع کی ہے۔ لیکن انہوں نے غلط سرے سے ابتدا کی ہے۔ گورنمنٹ کو محض اس بات پہ ہی قناعت نہیں کرلینی چاہئیے کہ لوگوں نے کس قدر دولت جمع کی ہے بلکہ اس امر کا پتہ لگانا چاہیے کہ یہ دولت کس طرح ان کے قبضہ میں آئی ہے۔ یہ الزام کہ گورنمنٹ سرمایہ داروں سے خائف ہے بے بنیاد نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو گورنمنٹ انسداد رشوت کے لئے بالکل کوئی اور طریقہ اختیار کرتی۔ بمقابلہ کسی اور طریق حکومت کے جمہوریت میں رشوت ستانی کا زیادہ موقع ہے۔ ہاں اگر لیڈروں اور عوام الناس کا اخلاقی معیار بہت بلند ہو تو یہ صورت پیدا نہیں ہوسکتی۔

ان ایام میں ہندوستان میں ایک مایوس کن منظر اخلاقی پستی ہے جو یوماً فیوماً ترقی پر ہے اور اس سے جو نقصان عظیم ملک کو پہنچ رہا ہے وہ یہ ہے کہ مکار اور دغا باز لوگ من مانی مرادیں پا رہے ہیں۔ ناکام وکیل اور دیوالیہ سوداگر سیاسیات میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ اور خوب کامیاب ہو رہے ہیں۔ بلیک مارکیٹ کے مرتکب طاقت والی پارٹی کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے رسوخ سے کام لے کر سرکاری ٹھیکے حاصل کرتے ہیں۔ خود بھی گلچھرے اڑاتے ہیں اور اپنی پارٹی کو بھی خوب کھلاتے پلاتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح سے بڑے اطمینان اور آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ انہیں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔ گورنمنٹ ان کے ان افعال سے بے خبر نہیں ہوتی اور عامۃ الناس بھی ان کی حرکات سے خوب واقف ہوتے ہیں گاندھی جی جنہیں چبا کر باتیں کرنے کی عادت نہ تھی کانگریس والوں کو ان کی بداخلاقیوں پر خوب زجر و توبیخ کیا کرتے تھے۔ لیکن افسوس گاندھی جی رحلت فرما گئے اور اب کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو قوم کو اعلیٰ اخلاق کی تاکید کرے۔ لیکن ؎

کہئے نہ بھولا اس کو ظفرؔ جو صبح کا بھولا سانجھ کو آئے

اگر گورنمنٹ بجائے فرسودہ طریقے اختیار کرنے کے ذرا مستعدی سے کام لے اور چار و ناچار ایسے لوگوں سے مطالبہ کرے کہ اس قدر ملک و املاک جو ان کے قبضہ میں ہے انہوں نے کس طریق سے حاصل کی ہے اور اس معاملہ میں پوری تحقیقات کر کے مجرمین کو قرار واقعی سزا دے تو رشوت ستانی

کا سلسلہ چند دنوں کے اندر اندر ختم ہو سکتا ہے۔ کیا ہم توقع رکھیں کہ گورنمنٹ ایسا اقدام کریگی؟

رشوت ستانی کا اصل باعث حرص و آز ہے۔ اس کا علاج کرنا چاہئیے۔ اور تھوڑے پر قناعت کرنا سیکھنا چاہئیے۔ رشوت ستانی اس اصول کا توڑنا ہے کہ ایک شخص کو اس سے زیادہ نہیں لینا چاہئیے .... جس قدر وہ انسانی سوسائٹی میں دیتا ہے۔ رشوت قومی توازن کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس لئے یہ سخت مہلک ہے اور اس کا سدباب نہایت ضروری ہے

۳۔ اشتراکیت

اشتراکیت کی بلا بھی ملک کے لئے سوہان روح ہے۔ اس کا تخیل غربا اور جُہلا کو ایسے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ اس کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ میں نے کئی ایک لیڈروں کی زبان سے یہ الفاظ سنے ہیں "ہم اشتراکیت کو تو پسند کرتے ہیں۔ لیکن اشتراکیوں کو پسند نہیں کرتے"۔ یہ لوگ اپنے قول کی بے ہودگی کو نہیں سمجھتے۔ جس صورت میں یہ لوگ اشتراکیت کو پسند کرتے ہیں وہ درحقیقت اشتراکی ہیں اور جب وہ اشتراکیوں سے نفرت کرتے ہیں تو گویا اپنے آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق یہ سمجھ لینا چاہئیے کہ ان کو کبھی کبھی دیوانگی کا دورہ ہوتا ہے۔ دورہ کی حالت میں وہ اشتراکیت کو پسند کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ دورہ ختم ہو جاتا ہے ان کو اس کی مضرتوں پر اطلاع ہو جاتی ہے۔ جو لوگ اشتراکیت کے شیدائی ہیں۔ انہوں نے اس کو کماحقہ سمجھا نہیں۔ اور جنہوں نے سمجھا ہے اس کو رد کر دیا ہے۔ فی الجملہ یوں کہنا چاہئیے۔ کہ جس کا دل ہے وہ اشتراکیت کا حامی ہے اور جس کا دماغ ہے وہ اس کا مخالف ہے۔ لیکن یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئیے کہ مقدم الذکر ایک مخلص انسان ہے۔ جس کے دل میں ہمدردی کا جذبہ ہے۔ وہ کوئی مکار شخص نہیں ہے۔ جس کا مقصد ہر دلعزیز بننا اور لوگوں سے تعریف کرانا ہے یا لوگوں کے جذبات بھڑکا کر عوام میں ہل چل پیدا کرنا ہے۔ مگر جس چیز کی ضرورت ہے وہ دل اور دماغ کا توازن ہے اشتراکیت کا مقصد پرائیویٹ ملکیّت کا قلع قمع کرنا ہے۔ لیکن ہندوستان میں جو مسئلہ درپیش ہے وہ غربت کا دُور کرنا ہے۔ اشتراکیت کا مقصد ہے کہ چند اُمرا غریب بن جائیں حالانکہ ہر ایک محب ملک

کا فرض ہے کہ غربا کو امیر بنایا جائے۔

۴۔ فرقہ داری

سب سے آخر میں جو بلا ملک کے لئے وبال جان بن رہی ہے۔ وہ قومی تعصب اور فرقہ داری ہے۔ جب سے گاندھی جی کا قتل واقع ہوا ہے۔ تمام اطراف سے آوازیں اٹھ رہی ہیں کہ فرقہ داری کا قلع قمع کیا جائے۔ اس جوش وخروش میں لوگوں نے غور وفکر سے کام لینا چھوڑ دیا ہے فرقہ داری تو ضرور رہے گی فرقہ داری کو مٹانے کے دوسرے الفاظ میں یہ معنی ہیں کہ قومیتوں کو مٹایا جائے۔ لیکن یہ وہ چیز نہیں ہے جس کو گورنمنٹ کرنا چاہتی ہے۔ اور جس کا چند ایک بے سمجھ لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔ فرقہ داری کے قلع قمع سے ... قومیتوں کا قلع قمع مراد نہیں ہے بلکہ فرقہ دارانہ نظاموں کو مٹانا ہے لیکن کیا یہ امر حصول مقصد کی طرف رہنمائی کرے گا، ہرگز نہیں۔ کیونکہ فرقہ دارانہ نظام انسانی قلوب کی حالت کا ظاہری نقشہ ہے۔ یہ ظاہری نقشہ تو مٹایا جا سکتا ہے۔ لیکن قلبی کیفیت کو کون بدل سکتا ہے؟ یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ فرقہ داری سے فرقہ داری پیدا ہوتی ہے جب عام طور پر سب کو یکساں انصاف نہیں دیا جائیگا تو احتجاج کی آوازیں بلند ہوں گی۔ کیونکہ جب ایک قوم زندگی کی تمام اعلیٰ چیزوں پر اجارہ اور قبضہ کرے گی اور دوسروں کو ان میں شریک نہیں کرے گی۔ تو اس سے سوسائٹی میں ایک ہیجان پیدا ہو جائے گا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جو طبقہ محروم اور تہی دست ہوگا۔ وہ صدائے احتجاج بلند کرے گا۔ فرقہ دارانہ جنگ کا قلع قمع اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ عدل قائم کیا جائے۔ اور سب سے مساویانہ سلوک برتا جائے۔ تاکہ زندگی کی تمام چیزوں سے سب لوگ متمتع ہو سکیں اور یہ محض ایک ہی طبقہ سے مخصوص نہ ہوں۔ جیسا کہ آج کل اس ملک میں عمل میں آ رہا ہے۔

فتنہ ہائے خوابیدہ کو مت جگاؤ

(ایک برطانوی مسلم کے قلم سے)

بعض لوگ انقلاب پسند واقع ہوئے ہیں۔ وہ خاموش بیٹھنا نہیں چاہتے۔ اور کسی نہ کسی خلفشار کے متمنی رہتے ہیں۔ وہ بزعم خود اصلاح کے دلدادہ بنتے ہیں مگر درحقیقت فتنہ ہائے خوابیدہ کو جگانا چاہتے ہیں جنگ وجدل برپا کر کے نقص امن کرنا اُن کا مقصد ہوتا ہے۔ بچپن کے زمانہ میں مجھے ایک پادری صاحب سے تعارف کا فخر حاصل تھا۔ وہ اکثر اس خواہش کا اظہار کیا کرتے تھے کہ اے کاش وہ زمانہ جس میں ... عیسائیوں پر ظلم وتعدی کی جاتی تھی پھر لوٹ آئے۔ تاکہ انہیں اپنے مذہب کی صداقت پر گواہی دینے کا موقعہ میسر آئے۔ مذہب کی وجہ سے اُن پر سختیاں کی جائیں۔ اور وہ ثواب حاصل کرسکیں۔ جیساکہ تاریخ کے شواہد سے ثابت ہوتا ہے ایسے شیخی باز آزمائش کے وقت سخت بزدل ثابت ہوتے اور ان کی ساری شیخی کرکری ہوجاتی ہے۔ منہ سے تو وہ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں مگر بالآخر ؎

اے طبلِ بلند بانگ در باطن ہیچ

کے مصداق ثابت ہوتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ بعض شوریدہ سر انقلابی اگر اپنی خواہش میں کامیاب بھی ہوجائیں اور جو وہ چاہتے ہیں ویسا ہی وقوع میں آجائے اور تمام سیاسی دنیا میں متبعین مسیحت پر ظلم وتعدی کا دروازہ کھول دیا جائے تو یہی محبانِ انقلاب سب سے پہلے حجروں میں جاکر دم لیں گے۔ وہ جنہیں عیسائیت کی "صداقتیں" کہا جاتا ہے ان کے انکار کی وجہ سے پھانسی، شکنجہ اور اسی قسم دوسری خطرناک سزاؤں کا اب امکان نہیں۔ لیکن ان صداقتوں سے ان کی مراد محض وہ اعتقادات ہیں جو تعصب پر مبنی ہیں مگر جنہیں وہ شریعت کے مطابق سمجھتے اور جن سے

انحراف اُن کے نزدیک ارتداد اور الحاد ہے۔

حال ہی میں گلے سڑے اعتقادات کی مردہ خاکستر میں سے لوگوں کی ایک تعداد معرض وجود میں آئی ہے جنہوں نے اس خواہش کا اظہار بڑے زور وشور سے شروع کیا ہے کہ پھر شریعتِ عزہ کا احیاء عمل میں لایا جائے اور الحاد و زندقہ کو صفحۂ ہستی سے مٹایا جائے۔ بالبداہت اُن کا مقصد یہ ہے کہ پھر Calvinism جیسے عقائد فاسدہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس کو اب Fundamentalism کے نام سے پکارا جاتا ہے اگرچہ اس میں اور Calvinism میں چنداں فرق نہیں بلکہ کچھ عرصہ سے اس نام کو بھی ترک کرکے Traditionalism کا نام زیادہ موزوں اور مناسب سمجھا جاتا ہے۔

لیکن یہ لوگ اگر اپنے ہادی جناب مسیحؑ کے الفاظ کی طرف دیکھیں اور بائبل کا مطالعہ کریں جن پر اُن کے اعتقادات کی بنا ہے تو انہیں فی الفور معلوم ہو جائے گا کہ اطاعت کی اساس "رضائے الٰہی" پر چلنا ہے۔ ملاحظہ ہو یوحنا باب ۷ آیت ۱۷۔ جناب مسیح ارشاد فرماتے ہیں:۔

"جو شخص خدا کی رضا پر چلتا ہے وہی اصل مذہب کا پیرو ہے (یا وہی شریعت کو سمجھتا اور جانتا ہے)"

لیکن یہ بات ان لوگوں کے معتقدات کے خلاف ہے۔ جناب مسیحؑ کی تعلیم تو یہ تھی (یوحنا باب ۸ آیت ۴۳)

تم میری کلام کو کیوں نہیں سمجھتے . . . . . کیونکہ تم میری بات سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے "

یہ لوگ یا تو بھول جاتے ہیں یا دانستہ نظرانداز کر دیتے ہیں کہ جناب مسیحؑ نے منجملہ اور دعاؤں کے یہ دعا بھی ان کو سکھائی تھی۔

"تیری رضا جیسی آسمانوں میں ہے زمین پر بھی آئے"

یہ لوگ پالؔ۔ پیٹر اور جانؔ کی تعلیمات کو نظرانداز کر دیتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ اس امر کو بھی نظرانداز کر دیتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد بھی "خدا کی رضا" پر رکھی گئی ہے۔ مگر اپنے مذہب کے علاوہ

دوسرے مذاہب میں کسی صداقت کو پہچاننے اور تسلیم کرنے کی توقع اُن سے بعید ہے۔ حالانکہ جناب مسیح نے خود ایک دفعہ سامریہ کی خواتین سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

"اے بی بیو! یقیناً جانو۔ وہ وقت آ رہا ہے جبکہ نہ تو پہاڑوں میں اور نہ ہی یروشلم میں لوگ باپ کی پرستش کرینگے" (یوحنا باب ۴ آیت ۲۱)

بعض لوگ دبی زبان سے مسیح کو مصلح مانتے ہیں۔ اس کی اصلاح حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی مانند محض اصلاح ہی نہ تھی مگر اس سے کچھ بڑھکر تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک انقلاب تھا۔ اور وہ خود ایک بت شکن تھا۔ اور مذہب میں اس نے ایک جدت پیدا کی۔ اور اس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ تھا کہ وہ تمام دنیا کی اقوام کو ملا کر ایک قوم بنا دے"

بشپ ملنر (Milner) اپنی تصنیف The End of Religious Contraversy, میں رومن کیتھولک نقطۂ نظر سے لکھتا ہے:۔

"خدا مختلف مذاہب کا چلانے والا نہیں ہو سکتا"

یہ تعلیم کہ کلیسہ کے علاوہ یا کلیسہ سے الگ رہ کر نجات نہیں۔ رومن کیتھولک والے صدیوں سے دنیا میں شائع کر رہے ہیں۔ پانچویں صدی میں سینٹ ایگسٹائن St augustine نے کہا تھا:۔

"جو شخص کیتھولک چرچ سے الگ رہتا ہے خواہ وہ کتنی بے لوث زندگی بسر کرے۔ محض اس جرم کی وجہ سے کہ وہ مسیح سے اتحاد نہیں رکھتا۔ وہ روحانی زندگی نہیں پائے گا بلکہ خدا کا غضب اس پر نازل ہوگا"

اور اس کے بعد کی صدی میں سینٹ فلجینٹیس St Fulgentius نے لکھا تھا:۔

"اس چرچ سے الگ رہ کر نہ تو عیسائیت کا نام اور نہ ہی بپتسمہ پا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی قربانی دی جا سکتی ہے۔ نہ گناہ سے معافی مل سکتی ہے۔ اور نہ دائمی زندگی

کی راحت میسر آسکتی ہے۔"

یہ تو رومن کیتھولک مذہب کے عقائد کا حال ہے اگرچہ اس ضمن میں مستند اصحاب کے اور بہت سے اقوال پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اسی قسم کے اقوال انگلستان کے پروٹسٹنٹ چرچ کے بڑے بڑے رہنماؤں کی طرف سے بھی سننے جاتے ہیں۔ مثلاً بشپ پیرسن (Pearson) اپنی تصنیف Exposition of the Creed میں لکھتے ہیں۔

"مسیح نے بہشت کے لئے دو راستے کبھی مقرر نہیں کئے۔ نہ اس نے ایک چرچ تو کچھ لوگوں کی نجات کے لئے بنایا اور دوسرا دوسرے لوگوں کی نجات کے لئے۔ جس طرح سوائے اُن کے جو نوح کی کشتی میں بیٹھ گئے باقی سب فنا ہو گئے۔ اسی طرح کوئی شخص خدا کے غضب سے بچ نہیں سکتا۔ سوائے اس کے جو پروٹسٹنٹ چرچ سے تعلق رکھتا ہے۔"

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عیسائی کلیساؤں میں بجائے "دخول" کے "خروج" کا بہت زور و شور ہے۔ لیکن یہ "خروج" محض ہر دو فریقوں کے پادری اصحاب تک ہی محدود نہیں بلکہ Non comfor mists گروہ کا بھی یہی طغرائے امتیاز ہے۔ چنانچہ سر ایڈمنڈ گوسے جو "پلی متھ برودرن" (Plymonth Brethren) کا رکن اور ان میں بطور واعظ کے ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا اپنی تصنیف Father & Son میں لکھتا ہے:۔

"کہ میرا باپ اس بات کا قائل نہ تھا کہ ایک یونی ٹیرین بھی نجات پا سکے گا۔ کیتھولک ممالک کے باشندوں کے لئے دائمی نجات کے لئے انہیں کوئی امید نہیں۔ آسٹریا کے متعلق ذکر کرتے ہوئے اس کا قول مجھے یاد ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ آسٹریا کے ہر ایک شخص کے متعلق مجھے شک ہے کہ وہ دائمی زندگی حاصل کر سکے ہاں اگر کوئی ایسا متنفس کہیں ہو جو نہایت پاک وصاف اور پرہیزگار ہو۔ اور جس نے بائبل بڑے خشوع وخضوع سے پڑھی ہو اس کے متعلق کچھ شک ہو سکتا ہے کہ شاید ابدی زندگی اس کو مل جائے۔ اُن کا خیال تھا کہ رومن کیتھولک مذہب کے بڑے بڑے ہادیوں کی نسبت چین کے ایک معمولی باشندے اور نیجی کے وحشی آدمی کو نجات

کا زیادہ موقعہ حاصل ہے۔ اور چرچ آف انگلینڈ کے پادریوں کے متعلق اس کا خیال تھا۔ کہ اگرچہ ان میں بہت سے مدعیان صدق وصفا نظر آتے ہیں لیکن اُن میں نجات یافتہ محض گنتی کے ہیں۔"

ہمارا تو یہ اصول ہے کہ متعصبانہ عادات اور دقیانوسی خیالات کی غلامی سے جو یاس پیدا ہوتی ہے۔ ہم اس سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ اور اس امر کی اشد ضرورت ہے نوجوانوں کے سرپرستوں کی طرح اور کئی ایک الدین کی مانند روزمرہ کی زندگی کے کاروبار میں "مناہیات" میں ہم زیادہ خوشی حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ اس قدر مفید نہیں ہوسکتیں جس قدر کہ وہ نصائح ہوسکتی ہیں۔ جن میں بجائے "نہی" کے "امر" پایا جاتا ہے۔" مجھے اپنے مالک۔ اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہیں لینا چاہئیے" یہ فقرہ اس قدر خوشی اور راحت نہیں لاسکتا جس قدر کہ یہ فقرہ " اپنے تمام حالات وعادات میں خدا کا خیال رکھو اور وہ تمہاری ہر رنگ میں ہدایت کریگا اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائیگا"

نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے میں اپنے اوقات مطالعہ مذاہب میں گذار رہا ہوں۔ اس کام کے لئے میں نے ان مذاہب کے اصل سرچشمہ سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے یا اُن مصنفین کی کتابوں سے حاصل کی ہیں جو قابل اعتبار ہیں اور جن کے تراجم پر پورا پورا اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ صداقت کے معلوم کرنے کے لئے یہی طریق صحیح تھا۔ کیونکہ بدقسمتی سے دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو خصم کے مقابلہ میں جھوٹ بولنے اور اپنے غلط اعتقادات کو سچ کرنے کے عادی ہیں اور اُن کا عقیدہ ہے کہ" خدا کے جلال کے لئے جھوٹ بول لینا معیوب نہیں بلکہ قابل تعریف کام ہے۔"

ان حالات میں مذہبی اعتقادات یا تاریخی واقعات جن میں کوئی غلط بیانی نہ کی گئی ہو یا جو تعصب پر مبنی نہ ہوں معلوم کرنا بہت مشکل امر ہے۔ اُن کی صحت بہت مشکوک ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی اغراض کے بندے ہوتے ہیں اور واقعات کو اپنے اصل رنگ میں بیان کرنے کی بجائے بہت مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ اور ان کا مقصد اپنی اپنی اغراض کا پروپگنڈا ہوتا ہے نہ کہ حقیقی واقعات کا قلمبند کرنا۔ مجھ سے کئی دفعہ دریافت کیا گیا ہے کہ اسلام بدھ مذہب۔ کانفیوشنزم اور دوسرے غیر عیسائی مذاہب کے مطالعہ کا بہترین طریق کیا ہے اور میں نے ہمیشہ یہ جواب دیا ہے کہ عیسائی مفسرین یا شارحین کی تصانیف ہرگز نہ پڑھئیے بلکہ مذاہب کی اصل کتب مطالعہ کیجئے۔ میں

نے ہر مذہبی نظام میں کچھ نہ کچھ قابل قدر باتیں پائی ہیں - جو نہ صرف تعریف کے قابل ہیں - بلکہ اقتدا کے قابل ہیں -
اور بعض باتیں جو بہت ہی اعلےٰ ہیں تمام مذاہب میں مشترک طور پر پائی جاتی ہیں جس سے اس صداقت کا پتہ
لگتا ہے کہ وہ ایک ہی ماخذ یا منبع سے نہیں تو کم از کم وہ نہایت ہی قریب کی ہیں اور ان میں جو بعض اختلافات
ہیں وہ زیادہ تر اس وجہ سے ہیں کہ ان میں سے بعض پر تو ایک جگہ بہت زور دیا گیا ہے - اور بعض پر کم جب
میں نے اسلام کا بغور مطالعہ کرنا چاہا تو میں نے ہیمفرے پریڈو Humphrey Prideau
یا سر ولیم میور کی کتب یا سیل کی تصانیف پر مصر نہ کیا بلکہ مسلمان مصنفین کی تحریرات کو لیا - جن کو میں نے
عیسائی مصنفین کے بیانات سے مقابلہ کرکے مطالعہ کیا -

یہ مضمون بغیر نام کے شائع ہو رہا ہے اس لئے اگر میں ایک ذاتی واقعہ بیان کردوں تو اُسے کسی خود
ستائی پر محمول نہیں کیا جائیگا - اس واقعہ سے یہ ثابت کرنا مقصد ہے کہ دنیا کے مختلف مذاہب کو کس طرح بغیر
کسی تعصب یا رو رعایت کے پیش کیا جا سکتا ہے -" مذاہب عالم" کے عنوان سے جو بارہ لیکچر میں نے لنڈن کے
ایک ہال میں دیئے اُن کے خاتمہ پر ایک صاحب آگے بڑھے اور فرط عقیدت سے انہوں نے میرا شکریہ ادا کیا اور
کہنے لگے کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ بہت معقول اور صحیح ہے اور آپ کے لیکچروں سے بہت اعلیٰ علم ظاہر ہوتا
ہے" لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کے لیکچروں سے اب تک یہ معلوم کرنے میں کامیاب
نہیں ہوسکا کہ آپ خود کس مذہب کے ماننے والے ہیں" میں نے اُس کی اس قدر دانی کا شکریہ ادا کیا اور میں
بہت خوش ہوا کہ جو کچھ میں نے پیش کیا ہے خدا کا شکر ہے وہ مقبول ہوا - اور سامعین پر اس کا اچھا عمدہ اثر
ہوا ہے - اور میرا بیان راستی اور صداقت پر مبنی ہے - اس میں کسی تعصب یا جنبہ داری کا شائبہ نہیں -

میں نے اسلام میں سب سے زیادہ صداقت اور سب سے زیادہ حسن پایا - یہ ایک حقیقت ہے جس سے
کسی کو انکار نہیں کرنا چاہیئے - کیونکہ جوں جوں میں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور اس پر عمل کیا اس کا حسن مجھ پر زیادہ
ہی زیادہ کھلتا گیا - اسلام اس قدر سادہ مذہب ہے کہ ہر متنفس خواہ مرد ہو یا عورت اس کو بآسانی سمجھ سکتا
ہے اور اس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے - خواہ وہ شخص یا وہ عورت اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہوں یا ادنیٰ سے -
اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں یا کم تعلیم یافتہ غریب ہوں یا امیر آقا ہوں یا غلام - اور پھر یہ کہ ہر ایک مرد یا عورت جو اسلام

پر عمل کرے گا - وہ دنیا کے لئے ہادی بن سکتا ہے اور قرآن مجید کی تعلیم کی اشاعت کر سکتا ہے - اس میں کوئی قید نہیں ہے -

اسلام رواداری اور ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ ہندوستان یا کسی دوسرے ملک کے غیر عیسائی لوگ برطانوی لوگوں یا عیسائیوں سے جہاں تک انسانیت کا سوال ہے - ادنیٰ درجہ کے لوگ ہیں ایک زمانہ تھا اور ہم میں سے اکثر لوگ جانتے ہیں کہ اسلام - ہندومت - پارسی مذہب اور دیگر مذاہب کو محض کفر و شرک کا آشیانہ سمجھا جاتا تھا اور مشنریوں کی تحریرات سے انکے صحیح حالات کا علم نہیں ہو سکتا تھا - لیکن آج یہ کیفیت ہے کہ خود یہی عیسائی مشنری جو کل تک ہر مذہب کے خلاف زہر اگلتے تھے اب تسلیم کرنے لگ گئے ہیں کہ دوسرے مذاہب میں بھی صداقتیں موجود ہیں - اور اُن کا اخفا مناسب نہیں بلکہ دنیا کے سامنے ان کو پیش کرنا چاہیئے -

تاہم ابھی اس سلسلہ میں بہت کام کرنا چاہیئے - کیونکہ ابھی سب کے سب مصنفین اس کمال کو نہیں پہنچے - " ریلیجنز " جو " مطالعۂ مذاہب کی سوسائٹی " کا آرگن ہے - اُس میں بعض بعض تحریرات خاص طور پر قابل غور ہیں اس کی گذشتہ اشاعت میں سے مندرجہ ذیل نوٹ ناظرین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے :-

" تمام قوموں کے رہنما ہمیشہ یہ کہتے رہتے ہیں کہ ملک میں مذہبی اعتقادات کا فقدان رونما ہو رہا ہے - اس بات سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ ان بیانات میں جو انداز اور توبیخ پر مبنی ہوتے ہیں - بہت کچھ صداقت پائی جاتی ہے - لیکن اس میں عام لوگوں کا قصور نہیں ہے - بلکہ جو قابل افسوس حالات پیدا ہو رہے ہیں - ان کی ذمہ داری پادری لوگوں یا مذہبی رہنماؤں پر بھی عائد ہوتی ہے "

لیکن میں کہتا ہوں کہ مذہبی کمزوری کا زیادہ تر باعث یہ ہے کہ صداقت کے متعلق کوئی ذاتی شہادت نہیں پائی جاتی - حال ہی میں ایک ہفتہ وار اخبار نے جو ایک وقیع پرچہ سمجھا جاتا ہے اس نے ایک دفعہ مجھے لکھا کہ موجودہ مذہبی سرگرمی کے فقدان کا کیا باعث ہے میں نے اسکو مندرجہ ذیل جواب لکھا -

" مذہبی سرگرمی کے فقدان کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہر فرقہ اور قوم کے کلیسہ جناب مسیح کی تعلیم

کا پروپیگنڈا نہیں کر رہے۔ بلکہ اپنے من مانے اعتقادات اور من گھڑت عقیدوں کی تلقین کرتے ہیں۔

یہ بیان کہنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ سب سے پہلے جو جواب مجھے موصول ہوا اس میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ موجودہ لامذہبی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہادیان طریقت صداقت کو اور برطانوی اسرائیلی تحریک کے دعاوی کو نہیں سمجھتے۔ اس سے دوسرے دن مجھے ایک دوسرے صاحب کی طرف سے خط ملا۔ جس میں درج تھا کہ اس ساری مصیبت کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے رومن چرچ کے دعاوی سے تغافل برتا ہے۔ اور اصل راستہ کو چھوڑ کر دوسرے رستوں پر پڑ گئے ہیں اور مثال کے طور پر اس نے برطانوی اسرائیلزم کو پیش کیا ہے کہ یہ ان گمراہ طریقوں میں سے ایک ہے۔

میں یہ امر بیان کرنے کی جراءت کرتا ہوں۔ کہ جس مرض نے ہر ملک اور قوم کی روح کو ماؤف کر دیا ہے وہ خدا کی صفات کا انکار ہے۔ وہ اس کے افعال سے استغنا ہے۔ لوگوں کو خدا پر ایمان میں استقامت حاصل نہیں۔ فی زمانہ اسلام ہر مرد اور عورت کے لئے کوئی سہل مذہب نہیں کہ آسے لقمہ تر سمجھ کر نگل لیا جائے۔ اسلام انسان کی خود مختاری اور مطلق العنانی پر کاری ضرب لگاتا ہے۔ اگر قرآن مجید کی تعلیم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔ تو یہ عین خدا کے حضور میں اپنی خواہشات کو ذبح کر دینا اور خدا کی رضا کو اپنے اوپر لازم کرنا ہے۔ محض زبان سے اقرار کافی نہیں یا کسی کاغذ پر اقرار نامہ لکھ کر کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کو لوح قلب پر لکھنا ہے۔ کیونکہ رضائے الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اس کا تعلق قلب سے ہے۔ کسی تحریر کے الفاظ اس کے لئے کفایت نہیں کر سکتے۔

مذہب محبّت

اسلام کا ایک نہائیت ممتاز اور روشن پہلو

مساوات

غیر مسلم اقوام میں نسلی اور لونی امتیازات

(از قلم محمد مرتضیٰ خاں صاحب بی۔اے)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ منجملہ بے شمار احسانات کے ایک بہت بڑا احسان آپ کا مساوات نسل انسانی کا قائم کرنا ہے۔ اور یہ حضور صلعم کی تعلیم کا ایک نہایت روشن اور ممتاز پہلو ہے۔ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ صحیح معنوں میں اسلام ہی کو ایک بین الاقوامی مذہب ہونے کا امتیاز خصوصی حاصل ہے۔ اسلام کی عالمگیر اخوت میں شرقی اور رغربی۔ ابیض و اسود۔ عربی و عجمی سب ایک ہی سطح پر کھڑے ہیں۔ اور باوجود ملکی نسلی اور لونی اختلافات کے بلحاظ بنی نوع انسان ہونے کے ان میں کچھ تفاوت اور امتیاز نہیں۔ وہ سب ایک ہی سلک میں منسلک اور ایک ہی تسبیح کے دانے ہیں۔ حضرت نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے نہایت واضح الفاظ میں فرمایا ایک عربی کو ایک عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور ایک عجمی کو عربی پر کچھ تفوق حاصل نہیں۔ گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فوقیت نہیں۔ ہاں اصل وجہ فضیلت تقویٰ ہے۔ اور قرآن مجید میں صریح ارشاد موجود ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم جس کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ ہم نے انسانوں کے اندر خاندان اور قبیلے بنائے ہیں۔ لیکن ان کا مقصد محض تعارف ہے یہ کچھ وجہ فضیلت نہیں ہو سکتے۔ اصل چیز جو فضیلت کا باعث ہو سکتی ہے۔ وہ تقویٰ یا نیکی ہے اور جو سب سے زیادہ معزز وہی

ہے جو سب سے زیادہ متقی یا نیکوکار ہے۔

بس وقت ایک حبشی یا ایک اچھوت اسلام کی آغوش میں آتا ہے اُسی وقت وہ اسلامی برادری کا فرد بن جاتا ہے اور نسلی لونی سب امتیازات یکسر مفقود ہو جاتے ہیں۔ ؎

تیری درگاہ میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

کیا دنیا کی کوئی قوم اسلام کی قائم کردہ مساواتِ نسل انسانی اور عالمگیر اخوۃ کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہندو قوم کو ہی لے لو۔ اس کے اندر ذات پات کی بندش قوم کے لئے سوہان روح کا باعث بنی ہوئی ہے۔ ادنیٰ ذات کے لوگوں سے اعلیٰ ذات کے لوگ بات تک کرنا گوارا نہیں کرتے۔ اور اس قدر حقارت اور نفرت کا سلوک کیا جاتا ہے کہ گویا وہ خدا کی مخلوق ہی نہیں۔ ادنیٰ ذات کے ہندو اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے مندروں میں نہیں جا سکتے۔ اُن کے کنوؤں سے پانی نہیں بھر سکتے۔ یہاں تک جن راستوں پر اعلیٰ ذات کے ہندو چلیں اُن پر ادنیٰ ذات کے ہندوؤں کو چلنا ممنوع ہے۔ شودر کے لئے لازمی ہے کہ وہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کی ذلیل سے ذلیل خدمت بجا لائے اور مدت العمر غلامی کی زنجیروں میں جکڑا رہے اس کے لئے ترقی کے تمام مواقع ممنوع ہیں۔ انسانی سوسائٹی میں اس کو کوئی وقعت حاصل نہیں۔ وہ مادر زاد غلام ہے اور غلام ہی رہے گا۔ یہ نسل انسانی کی کس قدر توہین ہے۔ کجا اسلام کا پیغام حریت و مساوات غلاموں کے لئے حکم ہے کہ جو خود پہنتے ہو ان کو پہناؤ جو خود کھاتے ہو ان کو کھلاؤ۔ ان کو آزاد کرو۔ ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرو۔ ان کے لئے ترقی کے تمام مواقع موجود ہیں۔ وہ انسانی سوسائٹی میں مساوات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور اپنی قابلیت اور اہلیت کے مطابق وہ منصب کے مستحق ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی غلاموں میں سے ترقی کر کے بعض بادشاہ بن گئے اور ہزاروں لاکھوں نفوس پر حکمرانی کرتے رہے۔

مغرب میں لونی تعصبات کا دورہ دورہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عیسائیت نے مختلف اقوام کو اپنے اندر جذب کیا۔ لیکن ان تمام کو ایک ہی سطح پر لانے اور ان میں تعلقات اخوۃ قائم کرنے میں ان کو یکسر ناکامی حاصل ہوئی ہے۔ ایک گورے رنگ کا عیسائی کالے رنگ کے عیسائی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے چنانچہ خود امریکہ کے اندر جو جمہوریت کا گھر سمجھا جاتا ہے وہاں بھی ایک حبشی ایک سفید آدمی کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے نہیں

ٹھہر سکتا۔ مغرب کا عیسائی مشرق کے عیسائی کے ساتھ ایک ہی گرجا میں خدا کی عبادت بجا نہیں لا سکتا۔ یہ لونی رنگ کے تعصبات ایک ہی مذہب کے پیروؤں کے اندر اتحاد اور محبت کی بجائے نفرت اور حقارت کے جذبات کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

ان لونی تعصبات کی بنا پر جو سختیاں عمل میں لائی جاتی ہیں ان کی کسی قدر کیفیت اُس روئداد سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو جنوبی افریقہ کی انڈیا لیگ نے حال ہی شائع کی ہے۔ منجملہ ان مظالم کے جو رنگ کی وجوہ پر کئے جا رہے ہیں ایک یہ ہے کہ جیل خانوں کے اندر ایک سفید چمڑی والے کو ۷ × ۱۰ فٹ جگہ دی گئی ہے جس میں وہ بآسانی رہ سکتا ہے۔ لیکن غریب ہندوستانی اسی قدر جگہ میں سات نفوس کی تعداد میں محبوس کئے جاتے ہیں۔ یہ اُن کے کالے ہونے کا قصور ہے۔ ایک آدمی کی جگہ سات آدمیوں کو محبوس کر دینا کس قدر تکلیف اور دکھ کا باعث ہے۔ شاید ان کے نزدیک یہ کالے رنگ والے انسان نہیں ہیں کہ اُن سے اس قدر سختی برتی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں سفید رنگ والوں کو بیٹھنے کے لئے سٹول دیئے گئے ہیں۔ ان کے لئے بسترے ہیں اور تکئے ہیں مگر ہندوستانیوں کے لئے یہ چیزیں ممنوع ہیں۔ پھر ان کے راشنوں میں بھی کافی فرق ہے۔ گورے رنگ والے کو اعلیٰ کھانے دیئے جاتے ہیں اور کافی مقدار میں مگر کالے لوگوں کو ادنیٰ کھانا دیا جاتا ہے اور بھی کافی سفید لوگوں کو جب وہ چاہتے پیتے ہیں۔ ہر روز آدھ گھنٹہ کی تفریح دی جاتی ہے۔ وہ سگریٹ نوش کرتے ہیں کتابیں پڑھتے اور آپس میں خوشدلی کرتے ہیں۔ مگر یہ سب مراعات کالے لوگوں کے لئے ناجائز ہیں۔ بلکہ ان کو ہر طرح سے ذلیل کیا جاتا ہے۔ ہر روز ان کو برہنہ کر کے ان کی تلاشی لی جاتی ہے۔ مقام افسوس ہے کہ اس تہذیب کے زمانہ میں محض رنگ کی بنا پر اس قدر تعصب کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

حیات بعد الموت

اَلصُّلۡحُ خَیۡرٌ

اسلام دنیا میں امن وصلح کا پیغام لایا۔ اسلام کے معنے ہی صلح اور امن ہیں۔ قرآن مجید نے صاف الفاظ میں فرمایا۔ الصلح خیر۔ صلح ہی بہتر ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا اصول صلح تھا۔ دنیا میں صلح اور امن قائم کرنے کے لئے حضور صلعم نے ایک عالمگیر اخوت کی بنیاد رکھی جو ایک حقیقی اساس ہے بین الاقوامی صلح اور امن کی۔ قرآن مجید نے فرمایا۔ المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں پس بھائی بھائی آپس میں صلح صفائی سے رہیں۔ پھر فرمایا۔

وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما (الحجرات ۹)

اور اگر مومنوں میں سے دو گروہ جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام صلح وامن کے لئے محض وعظ ونصیحت سے ہی کام نہیں لیا بلکہ ایسے ایسے قواعد وضوابط اس عظیم الشان مقصد کے لئے منضبط فرمائے کہ اگر دنیا کے لوگ ان پر کاربند ہو جائیں تو لازماً دنیا بہشت بریں کا نمونہ بن جائے۔ مختلف مذاہب کے پیروؤں میں صلح کس طرح قائم رہ سکتی اور وہ کس طرح ایک دوسرے کے ہمدرد اور بہی خواہ رہ سکتے ہیں۔ اس کے لئے آپ نے ایک نہایت اعلیٰ اصول بنایا جو قرآن میں اس طرح ہے :۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم

اور ان کو گالی نہ دو۔ جن کو یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ زیادتی کر کے بے علمی کے ساتھ اللہ کو گالی دیں۔

ایک ایسا شخص جو صلح وامن کا اس قدر حامی ہو۔ وہ اگر ایسے لوگوں کو جو دنیا میں فسادات پھیلاتے اور

نقص امن کرتے ہیں سزا دے تو بالکل بجا ہے۔ لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری انسان ہیں جنہوں نے تلوار اٹھائی۔ یعنی تلوار اٹھانے میں بھی حضور نے بڑے تامل سے کام لیا۔ اور حتی الامکان اس سے احتراز ہی کرتے رہے۔ اور حضور کی بڑی تمنا یہ تھی۔ کہ بغیر تلوار اٹھانے کے لوگ جنگ وجدل سے باز آجائیں اور صلح و امن قائم کریں۔ مگر جب آپ مجبور ہو گئے اور آپ نے دیکھا کہ اب حفاظت خود اختیاری کے لئے تلوار کا اٹھانا ناگزیر ہو گیا ہے اور کوئی چارہ کار نہیں اس وقت حضور نے بصد اکراہ تلوار ہاتھ میں لی۔ لیکن جنگ کی صورت میں بھی حضور صلعم نے ہدایت فرمائی کہ دشمن پر پہلے حملہ نہ کیا جائے۔ ہاں اگر دشمن حملہ کرے تو اس کے اندفاع کے لئے جوابی طور پر حملہ کیا جائے۔ اور جب کبھی فریق ثانی کی طرف سے صلح کی تحریک ہوئی۔ حضور نے قرآن مجید کے اس حکم کے مطابق فوراً صلح قبول کر لی ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی اللہ ۰ انہ ھو السمیع العلیم ۰ وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ۰ (سورۃ الانفال آیت ۶۱ و ۶۲)

اور اگر وہ صلح کے لئے مائل ہوں۔ تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔ اور اللہ پر توکل کرو بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کریں کہ تجھے وہ دھوکا دینگے۔ پس تجھے اللہ کافی ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے

واللہ یدعوا الی دار السلام (سورۃ یونس)

اللہ تمکو سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ صلح و امن کی طرف بلاتا ہے۔

ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امن وصلح کے اس قدر پابند تھے اور حضور کے دل میں قیام امن کے لئے اس قدر تڑپ تھی کہ آپ مخالفین سے برابر کی شرائط پر صلح کر لیتے۔ نہیں بعض حالات میں آپ نے ایسی شرائط پر بھی صلح کر لی جو بظاہر مزیل شان تھیں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ اسی قسم کی صلح تھی۔ اس صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ اگر مکہ والوں میں سے کوئی شخص حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا تو اُسے قریش کے حوالے کیا جائے گا۔ خواہ وہ مسلم ہی ہو۔ لیکن اگر قریش کے پاس کوئی مسلمان جائے گا۔ تو وہ اس کو

حضرت کے حوالے نہیں کریںگے۔ بظاہر یہ کس قدر بے انصافی کی شرط ہے مگر حضور نے اس کو تسلیم کیا۔ قرآن مجید اسی موقعہ کے متعلق فرماتا ہے:۔

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم واثابہم فتحاً قریباً۔ (سورۃ الفتح)

یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہوا۔ جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ سو اس نے جان لیا جو اُن کے دلوں میں تھا۔ پس ان پر تسکین نازل کی۔ اور انہیں بدلے میں ایک قریب فتح دی۔

اسی ضمن میں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں معاہدہ کا توڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ جب صلح ہوگئی اور شرائط صلح طے ہوگئیں تو اب ان پر پابند رہنا ہی اسلامی شان ہے اور ہمارے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی پابندی سے شرائط صلح پر کاربند رہتے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (سورۃ الاعراف آیت ۵۶)

اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کی اصلاح کے بعد۔

پھر فرمایا:۔

الفتنۃ اشد من القتل۔

فساد قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

پھر قرآن مجید فرماتا ہے:۔

ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا فہم لا یؤمنون ۝ الذین عاھدت منہم ثم ینقضون عہدھم فی کل مرۃ وھم لا یتقون ۝

اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ ہیں جو کافر ہوئے۔ وہ ایمان لاتے ہی نہیں۔ وہ جن سے تو عہد کرتا ہے پھر وہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں۔ اور وہ خلاف ورزی عہد سے نہیں ڈرتے۔

دیکھا آپ نے صلح کے عہد ناموں کو توڑنے پر باری تعالےٰ نے کس قدر غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ عہد توڑنے والوں کو حیوان قرار دیا ہے۔ اور حیوان سے بھی بدترین قسم کے۔

یہ ہے اسلام کی تعلیم صلح اور آشتی کے متعلق اور یہ ہے صلح کے عہد ناموں کے متعلق تاکید کیا دنیا میں کوئی ایسا مذہب ہے جس نے صلح کے لئے اس قدر تاکید کی ہو۔ ہرگز نہیں۔ یہ فضیلت اسلام کو ہی حاصل ہے۔ اور دنیا میں اگر کوئی صحیح معنوں میں صلح و امن کا شہزادہ کہلانے کا حقدار ہے تو وہ حضرت ختمی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے۔

فالحمد للہ علی ذالک۔

مسجد ووکنگ میں آجاتے ہیں۔ نماز و خطبۂ عیدین کے بعد تمام احباب کو مشن کی طرف سے ہندوستانی طرز کی دعوت دی جاتی ہے (۷) رسالتمآب حضرت نبی کریم صلعم کے یوم ولادت کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات پیش کئے جاتے ہیں (۸) دور دراز ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نومسلم زائرین آتے ہیں ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نومسلمین کی ایک جماعت لنڈن میں "برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائیٹی" کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

۷) مشن کے آرگن ۔ اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

۸) مشن کے تاثرات ۔ (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن افراد و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبقات تاجر۔ مغربی متشرقین و فوجی شہرت کے نومسلمین ہیں۔ یہ نومسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا بامعنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جدوجہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنانِ اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک روادارانہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط کا رات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کر لینے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہو سکتی ہے ۔ (۱) ہیئت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کر دیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۰ ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں۔ اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۴ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کرا کر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ ان تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کر کے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کاملہ سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ نکلوائینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھینٹ کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

یہ بہترین اسلامی خدمت ہے کہ آپ مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے ذیل کے ہر دو رسالوں کی خریداری [illegible] اپنے حلقہ احباب میں بھی ان کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ [illegible] اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی پانچ ہزار اور رسالہ اشاعت اسلام اردو کی دس ہزار اشاعت مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے ۳/۴ اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے۔ کل مسلم دنیا میں یہی دو رسالے ہیں جنکی آمد کا مصرف خالصاً دین اسلام کی اشاعت ووکنگ مشن کے یہی دو رسالے ہیں جنکی آمد مشن کو جاتی ہے۔ ان کے علاوہ مشن کا اور کوئی آرگن نہیں مسلم احباب نوٹ کریں۔

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

زیر تحریر
شاہجہان مسجد ووکنگ۔ انگلستان

رسالہ اشاعت اسلام اردو

ترجمہ
رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

اجرا کردہ

الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ مبلغ اسلام وبانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

(فروری سنہ ۱۹۱۳ء)

رسالہ اسلامک ریویو

سرزمین مغرب و امریکہ میں اسلام کا واحد مشعلبردار ماہوار انگریزی مجلہ ہے۔ اس کیلئے مشرقی ومغربی متبحرین اسلام۔ اخلاق۔ تمدن ومعاشرت۔ تصوف۔ مذہب اسلام حضرت نبی کریم صلعم کے سوانح حیات اور حالات حاضرہ جیسے دلچسپ و اہم عنوانات پر بالغ نظرانہ مضامین سپرد قلم کرتے ہیں حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی دل نواز تفسیر القرآن کے حصص بھی بالالتزام اس میں شائع ہوتے ہیں۔ رسالہ ہر ماہ ایک نہ ایک نومسلم کے فوٹو سے مزین ہوتا ہے۔ انگلستان میں یوم میلاد النبیؐ اور عیدین کے فوٹو اور انکی مفصل رودادیں بھی اس میں شائع ہوتی ہیں۔ اس میں ایسے دلکش و دلچسپ پیرایہ میں اسلام پیش کیا جاتا ہے کہ غیر مسلم یورپین و امریکن اسے پڑھ کر مسحور ہوجاتے ہیں مغرب میں یہ رسالہ ان دور دراز مقامات پر پہنچتا ہے۔ جہاں مبلغین اسلام کی رسائی مشکل ہے۔ ان مقامات پر ایک خاموش مبلغ کا کام کرتا رہتا ہے اس رسالہ کی مغرب و امریکہ میں مفت اشاعت بہت ہی نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔

یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں مغربی وامریکن ممالک میں تبلیغ اسلام کیلئے مفت تقسیم ہوچکا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں یورپین وامریکن اخوان وخواتین اسے پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہوچکے ہیں۔ ہزاروں لوگ اسلام کی طرف مائل ہورہے ہیں۔ اس رسالہ کی مفت نشرواشاعت سے اسلام کے متعلق جملہ غلط فہمیاں دور ہوچکی ہیں۔ اسلام کے متعلق رواداری کی فضا پیدا ہوچکی ہے۔ اس رسالہ کی خریداری بہترین کار ثواب ہے۔ نومسلمین کے اعلان اسلام بھی اس میں شائع ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ ۸ عہ/۔ طلبا و کتبخانہ جات کے لئے ۶ عہ/۔ یورپ وامریکہ میں مفت اشاعت کے لئے ۵ عہ/

رسالہ اشاعت اسلام

اس رسالہ میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے اردو ترجمہ کے علاوہ مشہور ومعروف اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں اس میں حالات حاضرہ پر مذہبی زاویہ نگاہ سے بحث وتمحیص کی جاتی ہے۔ انگریز نومسلمین کے گرانقدر مضامین کے تراجم شائع ہوتے ہیں۔ جن میں وہ اسلام کی اُس خوبصورت ودلکش تعلیم کا اعتراف کرتے ہیں جو انکی موجب کشش ہوئی۔ ان مضامین میں وہ نومسلمین اپنی قلبی کیفیات کا اظہار کرتے ہیں کہ کس طرح انہیں عیسائیت سے تنفر ہوا اور کس طرح اسلام ان کے دل کے اندر کھب گیا۔ یہ سلسلہ مکتوبات نہایت ہی دلچسپ ہوتا ہے۔ الغرض شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان کے تبلیغی ادارہ کے جملہ کوائف کی ماہواری رپورٹ بمعہ اس مشن کے ماہواری آمد وخرچ کے گوشوارہ کے اس میں شائع ہوتی ہے۔ سب سے دلچسپ ودلکش اس رسالہ کا مفید حصہ وہ ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی انگریزی تفسیر القرآن کا اردو ترجمہ شائع ہوتا ہے۔ اس تفسیر میں مغربی مذہبی نقطہ خیال کو سامنے رکھ کر انکے مطالبات کا جواب قرآن کریم سے دکھایا جاتا ہے۔ دوسری طرف اپنے مسلم بھائیوں کی بڑھتی ہوئی مصائب کا علاج بتایا جاتا ہے۔ ان دونوں امور کا حل قرآن کریم ہی ہے۔ قرآنی لٹریچر کی کثرت سے اشاعت سے سب سے اول تو خود مسلم اس سے آگاہ ہونگے اور ان پر عمل پیرا ہوکر مصائب سے مخلصی حاصل کرینگے۔ دوسرے غیر مسلم دنیا اس لٹریچر سے حقیقی نجات پاکر اسلام قبول کریگی۔ اردو رسالہ کو ہندوستان کی غیر مسلم لائبریریوں اور تعلیمیافتہ اچھوت اقوام میں مفت بھیجنے کا مسلم بھائی سامان کریں۔ قیمت سالانہ ۳ عہ/۔ ممالک غیر سے ۴ عہ/۔ طلبا ومفت تقسیم ولائبریریاں ۲ عہ/

ذیل کی کتب ان انگریزی کتب کے تراجم ہیں جن کی یورپ و امریکہ میں مفت اشاعت نے مذہبی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا ہے۔ اور جس اسلامی لٹریچر کو پڑھ کر ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن احباب نے اسلام قبول کرلیا ہے

تصنیفات الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

- توحید فی الاسلام
- ینابیع المسیحیت
- ضرورت الہام
- راز حیات یا انجیل عمل
- مکالمات طیبہ
- پیغام اسلام
- [illegible]
- روحانیات فی الاسلام — عمر/
- صلائے نصرت بہ اہل بیت — ۸ عہ/
- مسلک مروارید — ۱۲/
- مطالعہ اسلام — ۸ عہ/
- اسلام میں کوئی فرقہ نہیں — ۱۴/
- لمعات انوار محمدیہ — [illegible]
- مذہب محبت — ۱۲/
- ندرات عالم کا مذہب — ۱۲/
- اسوہ حسنہ معروف بہ بندہ کامل نبی — ۳/
- ام الالسنہ معروف بہ زندہ وکامل زبان — ۸ عہ/
- براہین نیرہ معروف بہ زندہ وکامل کتاب — ۱۲/
- مقصد مذہب — ۱۴/
- خطبات خریدہ مکمل سٹ ۶ عدد — ۶/
- ہستی باری تعالیٰ — ۷/
- مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت — ۸/
- اسلام اور علوم جدیدہ — ۷/
- جہد للبقاء — ۱۲/
- تمدن اسلام — ۱۲/
- نبوت کا ظہور اتم یا نبی کامل — ۳/
- موضوع القرآن — ۱۴/
- [illegible] — ۶/

منشی [illegible] سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ [illegible]

OCTOBER 1947. R. L. No. 908.

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبد المجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبد الغنی سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　**اللّٰہُ اَکْبَرُ**　　　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران)

ترجمہ۔ اور چاہیئے کہ تم میں ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور بُرے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ۔ وہی (ذات پاک) ہے جس نے اپنے رسول (محمدؐ) کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے۔ گو مشرکوں کو برا (ہی کیوں نہ) لگے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

شاہجہانی مسجد ووکنگ انگلستان　　　　مغرب میں تبلیغ اسلام کا واحد مرکز

ووکنگ مسلم مشن انگلستان

کے ذریعہ

یورپ۔ امریکہ و کل انگریزی دان مسیحی ممالک میں اس وقت اسلام کی اشاعت ہو رہی ہے

(۱) تشکیل مشن۔ ووکنگ مسلم مشن کا تمام تبلیغی کاروبار ایک باضابطہ رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے جس کا نام "ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ" ہے۔ اس ٹرسٹ میں (۱) ووکنگ مسلم مشن انگلستان (۲) رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) (۳) رسالہ اشاعت اسلام (اردو)۔ (۴) کتب خانہ بشیر مسلم لائبریری (۵) مسلم لٹریری فنڈ (۶) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ۔ شامل ہیں۔

(۲) اغراض و مقاصد۔ (۱) ووکنگ مسلم مشن اور اس کی متعلقہ تحریکات کو انگلستان و دیگر ممالک میں غیر فرقہ وارانہ اصول پر زندہ رکھنا۔ (۲) مغربی ممالک میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کرنا۔ (۳) انگریزی میں اسلامی کتب و رسائل کو کثرت سے مسیحی حلقوں پر مفت تقسیم کرنا۔ (۴) انگلستان و دیگر مسیحی ممالک میں تمام امور سرانجام دینا جن کی اسلام کی تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔

(۳) تبلیغی مسلک۔ (۱) مشن کی تبلیغ فقط لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تک محدود ہے۔ (۲) اس کو کسی فرقۂ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ (۳) یہ مشن ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ کے ماتحت ہے۔ جس کے ٹرسٹی مختلف فرقہائے اسلام سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۴) ووکنگ مشن کی نمازیں فرقہ بندی سے بالاتر ہیں۔ یہ مشن امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ (۵) مسجد ووکنگ کے امام مختلف فرقہائے اسلام کے رہ چکے ہیں۔ جن میں نومسلمین بھی شامل ہیں۔

(۴) مغربی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے ذرائع (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ ہزاروں کی تعداد میں یورپ۔ امریکہ و دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک میں غیر مسلم نومسلمین اخوان و خواتین کو ہر ماہ تبلیغ کے لئے مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۲) دنیا بھر کی مشہور و معروف غیر مسلم لائبریریوں کو رسالہ اسلامک ریویو ہر ماہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۳) انگریزی اسلامی ادبیات کی مفت اشاعت کی جاتی ہے (۴) مشن کے مبلغین ہفتہ میں دو بار لندن میں اور دو دفعہ مسجد ووکنگ میں اسلام پر لیکچر دیتے ہیں۔ لیکچر کے بعد سامعین کی جانب سے توضیح کی جاتی ہے (۵) جمعہ کی نماز لندن میں ادا کی جاتی ہے جس میں نومسلمین مبلغین و مسلم طلباء کثیر تعداد میں شامل ہوتے ہیں۔ (۶) عیدین کے سالانہ اجتماع میں ایک ہزار سے اوپر نفوس شامل ہوتے ہیں مبلغین و نومسلمین کے علاوہ غیر مسلمین زائرین بھی اسلامی اخوت کے اس دلفریب منظر کو دیکھنے آتے ہیں

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے کل اخراجات کی ذمہ واری ہو سکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۳ | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۷ء | نمبر ۱۰

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا)

شذرات

ووکنگ میں عید الفطر ۱۳۶۶ھ ہجری

عید الفطر کا مقدس اسلامی تہوار شاہجہان مسجد ووکنگ میں اس سال یکشنبہ کے دن مورخہ ۱۷ ر اگست کو منایا گیا۔ خدا کے فضل وکرم سے موسم نہایت خوشگوار تھا۔ تین سو سے زیادہ اصحاب نے اس اسلامی تہوار میں شرکت کی۔ مومنین کی جو جماعت اس متبرک دن جمع ہوئی وہ مشرق ومغرب کی مختلف اقوام پر مشتمل تھی۔ جن میں سے عراق ایران سعودی عرب اور فلسطین سے تشریف لائے ہوئے اصحاب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ نماز الحاج ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ پی۔ ایچ۔ ڈی قائم مقام امام ووکنگ نے پڑھائی۔ پُر معارف وحقائق خطبہ موسم کا خوشگوار رہنا۔ انتظامات کی خوبی۔ ان جملہ خصوصیتوں نے اس مقدس تہوار کو اس قدر نزہت افزا اور مسرت بخش بنا دیا تھا کہ جیسا کہ بعض احباب نے اس موقعہ پر فرمایا۔ اس دن کی خوشی کئی سال تک دلوں سے محو نہیں ہوگی۔

خطبہ عید الفطر

(از الحاج ڈاکٹر شیخ محمد عبد اللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی)

ھو اللہ الذی لا إلہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون ہ ھو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ۔ یسبح لہٗ ما فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم ہ (سورۃ ممتحنہ)

ترجمہ:۔ وہی اللہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ وہ بے انتہا رحم والا بار بار رحم کرنے والا ہے۔ وہی اللہ ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ بادشاہ پاک سلامتی والا۔ امن دینے

والا نگہبان غالب بڑائی والا بنانے والا سب بڑائیوں کا مالک۔ اللہ اس سے پاک ہے جو وہ شرک کرتے ہیں، وہی اللہ ہے، مادہ کا پیدا کرنیوالا روح کا پیدا کرنیوالا مختلف شکلیں بنانیوالا۔ اس کیلئے سب اچھے نام ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسکی تسبیح کرتا ہے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے

حضرات! آج ہم سب یہاں عید الفطر کا متبرک تہوار منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ عید الفطر ماہ رمضان المبارک کے ختم ہونے پر آتی ہے۔ وہ چیز جو ہم سب کو ایک دوسرے سے پیوستہ کئے ہوئے ہے وہ اسلام کی نعمت ہے اسلام وہی مذہب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا جنہیں ہم مسلمان اسی عزت و احترام سے دیکھتے ہیں جس طرح عیسائی اور یہودی۔ ہمارے نبی صلعم کا پیغام کوئی نیا پیغام نہ تھا۔ کیونکہ ہمارے نبی کریم بھی اسی صداقت کو لے کر آئے تھے جو پہلے انبیا لاتے رہے اور یہ صداقت ایک ہے۔ یہ عالمگیر ہے یہ ابدی ہے۔ ہمارے نبی صلعم کی بعثت سے پہلے بھی یہ صداقت آئی۔ لیکن لوگوں نے اس کو گم کر دیا تھا۔ آج وہ دن ہے جب کہ صیام کا مبارک مہینہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جو عبادت اور دعاؤں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ مہینہ غربا اور محتاجوں کی امداد کا مہینہ ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے۔ جس میں قرآن شریف جیسی عظیم الشان نعمت کا نزول شروع ہوا۔ آج ہم خدا کے حضور اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ جس نے ہمیں ہمارے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسلام کا اہم مقصد اور اس کا اصول بنیادی اطاعت لامر اللہ ہے۔ آج وہ دن ہے کہ وہ حلال چیزیں ہم پھر بخوشی استعمال کر سکتے ہیں جو اس ماہ میں ممنوع قرار دی گئی تھیں۔ اور یہ محض خدا کے حکم کے ماتحت تھا۔ اور اس کی رضا جوئی کے لئے تھا۔ اصل خوشی فرائض کے سرانجام دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اسلام افراد کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اجتماعی رنگ کا مذہب ہے اور اس اجتماعی رنگ میں سخت شدت پائی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ اس موقعہ کی اجتماعی خوشی کو منانے کے لئے ہم نے صرف اکٹھی نماز ہی نہیں پڑھی بلکہ عملی طور پر ہم میں سے ہر ایک نے بطور خیرات جس کو صدقہ عید الفطر کہتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ رقم بھی دی ہے تاکہ ہمارے وہ بھائی جو ذی استطاعت نہیں ہیں وہ بھی اس موقعہ پر خوشی میں شرکت کر سکیں۔ صدقہ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ہماری روحوں کو صاف کرتا ہے۔ یہ ہمارے مال میں افزونی بخشتا ہے اور ہمیں اور ہماری دولت کو اُس دنیوی غلاظت سے پاک و صاف کرتا ہے، جس سے فی زمانہ ہماری مادیت زدہ زندگیاں ملوث ہیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا سنگِ بنیاد یا اصول اساسی "اطاعت لامر اللہ"

ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہ الفاظ اپنی زبان سے فرما کر کہ "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی" اس حقیقت کو اپنے متبعین پر واضح کرنا چاہا ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ زمانہ قدیم سے تمام انبیا کی تعلیم کا یہی لب لباب رہا ہے۔ لیکن جائے افسوس ہے کہ انسانوں نے اس بنیادی اصول کو اپنے دلوں سے محو کر دیا ہے اور اس سے عجیب وغریب تغافل سے کام لیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان آج طرح طرح کے مصائب کے ہاون میں پیسے جا رہے ہیں۔ اور آلام ومصائب کے پہاڑ اُن پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ ایسے پہاڑ کہ اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہیں آئے تھے۔ ابھی پہلی جنگ عظیم کی تباہی اور بربادی کے زخم دلوں پر موجود ہی تھے کہ ایک بیس سال کے عرصے کے اندر اندر دوسری جنگ کی شکل میں دنیا کو ایک سخت جہنم سے واسطہ آن پڑا ہے اور ابھی اس جنگ کے اثراتِ مابعد مٹے نہیں کہ اب تیسری عظیم الشان جنگ کی تیاریاں سننے میں آ رہی ہیں۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سلسلہ کب تک اور کہاں تک چلے۔ اور تیسری جنگ کے بعد پھر چوتھی اور پانچویں جنگ بھی معرض ظہور میں آ جائے۔ اور ہر ایک آنے والی جنگ اپنی ہیبت اور بربادی کے لحاظ سے پہلی جنگ سے زیادہ مہیب اور برباد کن ہو۔ یہ زمانہ مستقبل ہی بتا سکتا ہے۔ پس مقام خوف ہے۔

مادی ترقی کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ بنی نوع انسان کے لئے راحت اور خوشی کا موجب ہوگی۔ لیکن برعکس اس کے تجربہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ راحت اور خوشی تو کہاں ناگفتنی مصائب کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور عام طور پر بربادی اور تباہی اپنے بھیانک منظر دکھا رہی ہے۔ پروفیسر ایم ایل ای Oliphant اولی فینٹ جو ایٹم بم کے معلوم کرنے میں سب سے پہلے شخص ہیں انہوں نے گذشتہ جولائی میں برمنگھم کے مقام پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس بات کا اب امکان ہے کہ اگر ایٹم کے ساتھ جنگ آزمائی کی جائے تو تمام دنیا میں تباہی کا دور دورہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا "سائنس بمقابلہ تحفظ کے ذرائع کے اُن ذرائع اور اُن طریقوں کی تکمیل کی طرف زیادہ سرعت سے جا رہی ہے جو دنیا کی تباہی کا موجب ہوں"۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا ایک سخت ابتری کی حالت میں ہے۔ اور جان ومال اور عزت کا تحفظ تمام روئے زمین سے اُٹھ گیا ہے۔ روئے زمین کے ہر ایک خطہ پر ذرا نظر دوڑا کر دیکھئے کیا کہیں امن نظر آتا ہے؟ چین۔ انڈونیشیا۔ برہما۔ ہندوستان۔ پاکستان فلسطین یوروپ کی حالت سب پر ظاہر اور باہر ہے۔ آج کسی جگہ امن وامان نام کو بھی نہیں۔ تمام خلقت نسلوں اور قومیتوں

میں بٹ چکی ہے جو ایک دوسرے کو نفرت و حقارت سے دیکھتی ہیں اور اپنے مفادِ دنیوی کے لئے اور حرص و ہوا کی آگ سے مشتعل ہو کر ایک دوسرے کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں اور کوئی ضابطہ اخلاق ان کے مدنظر نہیں ہے۔ دوستو! سچ بات تو یہ ہے کہ دنیا نے خدا کو چھوڑ دیا ہے۔ پس خدا نے دنیا سے امن و امان اٹھا لیا ہے مغرب کی مادی تہذیب نے روحانی طاقتوں کی قدر و قیمت سے انکار کر دیا ہے۔ اس تہذیب کے نزدیک روحانیت کچھ چیز ہی نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ مغربی دنیا جو دراصل اُن تمام مخرّب تحریکوں کا مرکز ہے جنہوں نے تمام عالم میں تہلکہ برپا کر رکھا ہے۔ از سرتاپا مادیت میں غرق ہے اور اس میں روحانی اور اخلاقی طاقتیں کالعدم ہو چکی ہیں۔ ان کا نام و نشان بھی وہاں نہیں پایا جاتا۔ مذہب کو انسان کا محض ایک پرائیویٹ مشغلہ بتایا جاتا ہے۔ اور لوگ سوسائٹی میں اس کا ذکر کرنے سے ہچکچاتے اور شرم محسوس کرتے ہیں۔ خدا کا نام محض ہونٹوں پر ہے اور سیاست دان بجائے اس کے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے سامنے سرِ نیاز خم کریں محض جنگ میں فتح کیلئے یا کسی مصیبت کے دور کرنے کیلئے خدا کا نام محض رسمی طور پر زبان پر لے آتے ہیں ورنہ کوئی عزت اور عظمت اور کوئی جذبہ خدا کیلئے ان کے دلوں کے اندر نہیں ہے۔ ان کے نزدیک خدا کی محض اس قدر ضرورت ہے کہ وہ انہیں دنیوی مفاد کے حصول یا سیاسی مقاصد میں کامیابی دے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ اطمینانِ قلب جو حقیقی دولت ہے نصیب ہو یا وہ خدا سے اس نعمت کیلئے دست بدعا ہوں۔

آئیے! ہم دیکھیں کہ آیا اسلام نے دنیا میں امن و امان قائم کرنے کے لئے کیا اہتمام کیا ہے۔ اسلام کا مقصد بطور ایک تصوری کے محض خدا کی ہستی کی تعلیم دینا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع اس کا مقصد ہے مذہب اسلام اس یقین کو دلوں کے اندر بٹھانا چاہتا ہے اور لوگوں کے اذہان میں یہ نقش بٹھانا چاہتا ہے کہ خدا انسان کی زندگی میں ایک زندہ طاقت ہے۔ اور یہ مقصدِ عظیم دعا اور نماز سے حاصل ہوتا ہے۔

محض یہ مان لینا کہ خدا ہے حقیقی ایمان نہیں کہلا سکتا۔ حقیقی ایمان یہ ہے کہ خدا کی ہستی کا کامل یقین انسان کے قلب کے اندر ہو۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ الا بذکر الله تطمئن القلوب ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد سے دلوں کے اندر اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ اسلام نے ایسے ایسے طریقے اور ایسے ایسے ذرائع تجویز کئے ہیں اور ایسے ایسے احکام جاری فرمائے ہیں جن سے خدا کا تصور کسی وقت بھی دل سے محو نہ ہو بلکہ ہر وقت تر و تازہ ہے

اور اس رحیم و کریم اور حی و قیوم خدا کی ہستی پر ایک زندہ اور حقیقی ایمان دلوں کو گرمانا ہے تمام مذاہب خدا پر ایمان کی تعلیم دیتے ہیں۔ لیکن ان تمام پاک تعلیمات کا نتیجہ عملی طور پر صفر کے برابر ہے۔ محض لفاظی اور زبانی جمع خرچ۔ بڑے بڑے وعظ اور خطبے۔ اور خطیبوں کے چست فقرے زبان و قلم سے نکلتے ہوئے تو بہت ہی دلفریب نظر آتے ہیں لیکن یہ ہمیں اصل مقصد کی طرف رہنمائی نہیں کرتے۔ اور جو امر در اصل مطلوب ہے وہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ بات تجربہ میں آچکی ہے کہ محض فلسفیانہ موشگافیاں اور اخلاقی نصائح اب بے کار محض ہیں۔ ان میں کوئی اثر نہیں رہا۔ لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ کوئی چیز ہے جس کی کمی ہے۔ کوئی چیز ہے جو در اصل گم ہو چکی ہے اور اس کو تلاش کرنا چاہئے۔ اسلامی تحقیق کے بموجب ان تمام مصائب کا سبب اُن ضوابط کا فقدان ہے جن سے انسان کے دل کے اندر خدا کا تصور خدا کا تخیل۔ خدا کی ہستی کا یقین دائمی طور پر زندہ اور قائم رہ سکتا ہے۔ بلکہ جن سے خدا کا تقرب حاصل ہوتا ہے اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان ضوابط کو اختیار کیا جائے جن سے یہ گوہر مقصود حاصل ہو سکے۔ ہر ایک وہ شخص جس نے ایک مسلمان کی عملی زندگی کو دیکھا ہو گا محسوس کیا ہو گا کہ اسلام کس طرح ایک مسلمان کے اندر ایک قلب سلیم پیدا کرنے کا اہتمام کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں اسلام میں کوئی سبت نہیں ہے۔ کوئی خاص دن عبادت کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں پایا جاتا ہے۔ ایک دن عبادت کے لئے جس میں کوئی دنیوی کام نہیں کرنا اور چھ دن کام کے جن میں کوئی وقت عبادت کیلئے نہیں ہے۔ یہ مسلمان کی زندگی کا طریق مقرر نہیں کیا گیا۔ عبادت مسلمان کی روزمرّہ کی زندگی میں داخل کی گئی ہے۔ صبح کے وقت نماز۔ جبکہ انسان طلوع آفتاب سے قبل اپنے بستر سے بیدار ہوتا ہے۔ پھر دوپہر کے بعد نماز سورج کے ڈھلنے پر۔ پھر عصر کے وقت نماز غروب آفتاب سے پہلے پھر مغرب کے وقت نماز جبکہ سورج غروب ہو جاتا ہے۔ پھر نماز عشا سونے سے پہلے۔ معلوم ہوا کہ نماز سب سے پہلا کام ہے جو انسان بستر سے اٹھ کر کرتا ہے اور یہی آخری کام ہے جو وہ بستر پر جاتے وقت کرتا ہے۔ سو کر اُٹھنے پر نماز اور سونے سے پہلے نماز اور پھر دن کے دوران میں تین نمازیں۔ اس طرح سے اسلام یہ چاہتا ہے کہ تمام مختلف حالتوں میں جن میں سے انسان کو گذرنا پڑتا ہے۔ اُس کی روح خدا کی روح سے پیوستہ رہے۔ ایسی حالت میں بھی جبکہ انسان سخت مصروفیت کی حالت میں ہو اس کو تمام دنیوی کاروبار سے الگ تھلگ ہو کر خدا کے حضور میں حاضر ہو جانا چاہئیے۔ اس اہتمام کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان ہر حالت میں خدا کی ہستی اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کو محسوس کرتا رہے۔ حتیٰ کہ جب وہ اپنے کام میں

مشغول ہے۔ اسوقت بھی اس کا دل خدا کے ساتھ ہو۔ دست با کار دل با یار۔

لیکن اسلام اس پر ہی قناعت نہیں کرتا۔ ایک طرف تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب نے اس ضابطہ نماز کو اسقدر کم کیا ہے کہ محض شنبہ یا یکشنبہ کے دنوں کو اس کیلئے مخصوص کر دیا ہے تو دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ علاوہ ان پانچ نمازوں کے جو فرض ہیں۔ ہمارے نبی کریم نے مسلمان کے ہر کام ہر فعل بلکہ ہر حرکت کیلئے دعا سکھائی ہے۔ ہر ایک وہ شخص جسے حضرت نبی کریم صلعم کی احادیث دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوگا اس کو معلوم ہوگا کہ ایک مسلمان کی زندگی من کل الوجوہ خدا کی عبادت میں صرف ہوتی ہے۔ اسلام ہماری دنیوی زندگی کو روحانیت کے رنگ میں رنگین کرنا چاہتا ہے۔ با ایں کیلئے کہ دنیا کو بھی دین ہی میں مدغم کر دیتا ہے۔ دنیا دنیا نہیں رہتی بلکہ اس قدر روحانیت کا رنگ اس میں بھرا جاتا ہے کہ وہ بھی دین ہو جاتی ہے۔ اس مضمون کو ذرا واضح کرنے کے لئے میں آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث سنانا چاہتا ہوں۔ جو روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایک مسلمان کو حکم ہے کہ وہ جب بستر سے بیدار ہو سب سے پہلے خدا کا نام لے چنانچہ ہمارے حضرت نبی کریم بیدار ہونے پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے "سبحان الذی احیینا بعد مما اتنا" پاک ہے وہ ذات جس نے ہمیں موت کے بعد پھر زندہ کیا۔ اسی طرح جب آپ قضائے حاجت کیلئے تشریف لیجاتے تھے آپ فرماتے "اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث" اے خدا جس طرح یہ گندگی جسم سے نکالی گئی ہے اسی طرح جو دوسری روحانی گندگیاں ہیں وہ بھی نکل جائیں"۔

پھر جب آپ ہاتھ منہ دھوتے ہیں یا غسل فرماتے ہیں تو آپ دعا فرماتے ہیں "اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطہرین" اے خدا مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو تیری طرف رجوع کرتے ہیں اور ان میں سے جو پاک ہیں"۔

پھر ایک مسلم کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد خدا کو یاد کرتا ہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہکر شروع کرتا ہے اور کھانے کے بعد یہ دعا مانگتا ہے۔ "الحمد للہ الذی اطعمنا واسقانا وجعلنا من المسلمین" اس خدا کی تعریف ہے جس نے ہمیں کھانا دیا اور پانی دیا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔ علیٰ ہذا القیاس جب ایک مسلمان کسی گاڑی پر سوار ہوتا ہے یا کسی جانور پر سواری کرتا ہے۔ اسوقت بھی اسکی زبان سے خدا کی تعریف کے کلمات اور خدا کی یاد کے الفاظ ...... نکلتے ہیں سبحان الذی سخرلنا ھذا پاک ہے وہ خدا جس نے ہمارے لئے اس سواری کو مسخر کر دیا۔ حضرت نبی کریم صلعم نے یہاں تک دعائیں سکھائی ہیں کہ جب انسان اپنی بیوی سے ہمبستر ہو اسوقت بھی اسکی زبان سے یہ کلمات نکلتے ہیں "اے خدا شیطان

کو ہم سے دور رکھ اور اُس شئے جو تو پھل دے شیطان کو دُور رکھ" غرضیکہ مسلمان کا ہر کام دین ہی میں ہے۔ خواہ ایک غیر مسلم کے نکتہ نگاہ سے وہ کتنا ہی دنیوی کام کیوں نہ ہو ہم بلا خوف تردید کر سکتے ہیں کہ اسلام میں مذہبی اور دنیوی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے مسلمان کا ہر ایک کام خدا کی رضا جوئی کیلئے ہے اور یہ رضا جوئی وہ چیز ہے جو مسلمان کے ہر کام کو روحانی بنا دیتی ہے۔

مضمون بالا سے ظاہر ہے کہ خدا کو ہمیشہ یاد رکھنے کا اہتمام اسلام نے کس انضباط سے کیا ہے اور اس ضروری امر کو کسقدر اہمیت دی ہے عیسائی مصنفین نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ مسٹر ڈبلیو ای ہاکنگ W.E. Hocking اپنی کتاب موسومہ بہ Living Religion & World Faith میں رقمطراز ہیں: "مسلمانوں کے نزدیک خدا ہمیشہ حاضر و ناظر ہے بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اکثر عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمان خدا کے حاضر و ناظر ہونے پر قوی تر ایمان رکھتے ہیں اسلام میں ہر ایک شخص خدا کی دائمی عزت و عظمت اور اسکے جلال پر ایمان رکھتا ہے جو ہم عیسائیوں کے اندر نہیں پایا جاتا مسلمانوں کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ کسطرح خدا کا خیال انسان کی ذاتی زندگی کا ایک حصہ ہے اور اسکی عظمت اُسکے دل کے اندر جاگزین ہے مسلمانوں کے نزدیک خدا اپنے جاہ و جلال میں اسکے نزدیک ہے وہ ہر وقت حاضر و ناظر ہے ایک مسلمان کبھی اس امر کو فراموش نہیں کرتا کہ اسے خدا سے واسطہ ہے اور اسی واسطے پڑیگا" خاتمہ پر میں اسلام کے ایک دوسرے کمال پر کچھ کہنا چاہتا ہوں اور وہ خدا کی توحید ہے اس توحید نے دنیا کے اندر ایک بے نظیر برادری کی بنیاد ڈالی ہے مسٹر ہاکنگ جنکا اوپر ذکر آیا ہے کہتے ہیں کہ "اسلام کی برادری یا اسلامی اخوۃ ایسی زبردست چیز ہے جس میں نسلی امتیازات کا کچھ دخل نہیں۔ عیسائیت بھی اسکا اقرار کرتی ہے مگر عیسائی لوگوں میں اسکی مثال شاذ ہی طور پر پائی جاتی ہے"

مجھے اس مضمون پر کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہمارا موجودہ اجتماع ہی ہماری عالمگیر برادری اور ہماری اخوت اسلامی کا ایک ناقابل تردید ثبوت ہے۔ یہاں اس مجمع میں آپ غریب اور امیر۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ سفید اور سیاہ آقا اور غلام میں کوئی امتیاز نہیں دیکھتے چھوٹے اور بڑے تمام اکٹھے بیٹھے ہیں اور ابھی ہم اکٹھے ہی ملکر کھانا کھائینگے۔ اسطرح سے اسلام نسل انسانی کے کم از کم پانچویں حصہ تک تو تمام قسم کے امتیازات اور تفرقات دور کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اور ہم مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ ہماری زندگی کا یہ مقصد ہے کہ ہم دنیا میں انسانی اخوۃ کی ایک عملی مثال قائم کریں۔ آج ہمیں ہمارے خدا کے حضور ایک اور شکریہ ادا کرنیکا موقعہ ہے اور وہ ایک اور بڑی اسلامی سلطنت بلکہ دنیا میں سب سے بڑی اسلامی سلطنت کا حصول ہے۔ جسکا نام پاکستان ہے۔ ہم خدا کے حضور شکر بجا لاتے ہیں کہ یہ سلطنت خدا نے ہمیں پُر امن طریق سے عنایت کی جس میں کسی قسم کے تشدد اور قتل و خون کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور اسلام کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے انسان تشدد کے طریقوں سے بچا رہے۔ آئیے ہم سب ملکر اس نئی سلطنت کی خوشحالی اور کامرانی کے لئے دعا کریں۔ خدا کرے کہ یہ سلطنت بڑھے پھولے اور پھلے۔ اور اسلام کے مقاصد کی مؤید ہو۔ خدا ہمیں توفیق دے کہ ہم اسلام کی احکام کے مطابق زندگی بسر کریں۔ قرآن ہمارا رہنما ہو۔ اور ہمارے نبی کریم صلعم کی حیاتِ طیبہ ہمارے اندر خلق خدا کی خدمت کا جذبہ پیدا کرے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

آستانۂ صداقت اسلام

از جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

سلسلہ کیلئے اشاعت اسلام ماہ ستمبر ۱۹۴۷ء ملاحظہ ہو

اسی طرح اگر "غضب" کو قابو میں نہ رکھا جائے تو فخر و مباہات بیجا، خود سری، گستاخی زعم بیجا، خود بینی، تکبر، تحقیر دیگراں، نمود علم، بُغض، حسد، بے رحمی، تذلیل دیگران، ستمگاری اور دیگر عیوب پیدا ہو سکتے ہیں۔ بے باکی یعنی تہوّر، جسے بعض لوگ غلطی سے شجاعت کا مترادف سمجھ لیتے ہیں، دراصل غیر منضبط قوت غضبی ہی کا دوسرا نام ہے۔ قوت غضب اور شہوت باہم ملکر فریب دہی، دغا بازی، چالاکی، بے ایمانی، دنائت بدزبانی، اور سرکشی پیدا کرتی ہیں۔ برعکس اس کے یہی اصلی جذبات یعنی غضب اور شہوت، اصلاح یافتہ حالت میں، جبکہ حقیقی حکمت اور عقل کی روشنی سے منور ہو جائیں۔ فیاضی، فراخدلی، دلیری، شجاعت عاقبت بینی، عِفّت، حیا، غیرت، حلم، انکساری، استقلال، استواری، تحمل، اطاعت، اعتماد علی النفس، احساس فرائض، محاسبۂ نفس، تعزز ذاتی، وضع اور افعال میں وقار، راستبازی، صداقت صبر، قناعت، ترحم، مہربانی، عفو، شگفتگی طبع اور دیگر اخلاق فاضلہ پیدا کر دیتے ہیں۔ قرآن شریف نے ہر خلق اور خصلت کا تذکرہ کیا ہے اور اُن کو اپنے اندر پیدا کرنے کے اصول اور طریقے بیان فرمائے ہیں شعور حیوانی سے لے کر، ضمیر انسانی تک اور ضمیر انسانی سے لیکر طاعت باللہ تک، جو روحانیت کی آخری منزل ہے، جبکہ قلب انسانی، موردِ انوار الہیہ اور مہبط ملائکہ ہو جاتا ہے، ہر منزل کے خط و خال اور خصایص مفصل طور پر بیان کئے ہیں۔ چنانچہ قطرۂ انسانی، بحر الوہیت سے[1] واصل

---

[1] "ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنو

ہو جاتا ہے۔

جب یہ حالت ہوتی ہے تو پھر خدا تعالٰے اپنے آپ کو اس بندہ کے واسطہ سے کائنات میں ظاہر کرتا ہے، اور اُس سے الٰہی اخلاق سرزد ہونے لگتے ہیں" اور وہ بندہ یہ یقین کر لیتا ہے کہ وہ صرف اطاعت خداوندی اور شفقت علیٰ خلق اللہ ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ پس وہ اس طرح اپنی مرضی کو الٰہی مرضی کے تابع کر دیتا ہے تو اس کے جملہ اعضائے جسمانی خاص دلچسپی، خلوص اور شادمانی کے ساتھ، نہ کہ سرد مہری اور بے گانگی کے ساتھ، خالص نیکی میں منہمک ہو جاتے ہیں گویا وہ آئینہ اطاعت میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہے غرض آگے چل کر اس کا ارادہ، خدا کا ارادہ ہو جاتا ہے، اور اس کو سوائے طاعت باری کے اور کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔ وہ نیکی کو محض نیکی ہی کی خاطر نہیں کرتا بلکہ اُس کی طبیعت ہی نیکی کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اور اُسے ان کاموں میں راحت ملتی ہے۔ اور انتہائی شادمانی نصیب ہوتی ہے۔ پس یہی وہ جنت ہے جس کا وعدہ مومنوں سے کیا گیا ہے۔ اور جنت اُخروی جو عقبیٰ میں ملیگی وہ موجودہ جنت ارضی کا ایک ظل یا عکس ہی تو ہے، یا یوں سمجھئے کہ وہ اُن روحانی برکات کی مجسم شکل ہے جو مومنوں کو دنیا ہی میں نصیب ہوتی ہیں۔"

اسلام تو ایسی آگ ہے۔ جس میں تمام ادنیٰ جذبات فنا ہو جاتے ہیں۔ اور جھوٹے دیوتاؤں کو جلا کر ہماری زندگی، املاک، اور عزت، سب کچھ، خدا کے حضور میں قربانی کے طور پر پیش کر دیتا ہے جب ہم اس چشمہ میں داخل ہوتے ہیں تو ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری باطنی روحانی قوتیں

وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوٰة الدنیا وفی الاخرة"

یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس عقیدہ پر استقامت اور استواری دکھاتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل ہوتے اور کہتے ہیں کہ نہ خوف کرو نہ رنجیدہ ہو۔ بلکہ خوشی کرو اور شادماں ہو کہ تم اُس برکت کے وارث ہوئے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم تمہارے محافظ ہیں اس زندگی میں بھی اور آئندہ بھی (سورۂ حٰم آیت ۳۰)

الہٰی قوتوں سے وابستہ ہوجاتی ہیں جس طرح زنجیر کی کڑیاں - اور ہمارے اندر سے ایسی آگ نکلتی ہے جیسے بجلی، اور ایک آگ اوپر سے آتی ہے اور ان دونوں آگوں میں، ہمارے تمام ادنی جذبات بھسم ہوجاتے اور جسمانی یا نفسانی خواہشات جل کر خاک سیاہ ہوجاتی ہیں - اور سوائے خدا کے اور تمام چیزوں کی محبت فنا ہوجاتی ہے -

گویا ہماری سابقہ زندگی پر ایک رنگ میں موت طاری ہوجاتی ہے اور اسی موت کا نام اسلام ہے - اسلام تمام خواہشات نفسانی پر موت طاری کر دیتا ہے - اور ہم کو از سر نو نئی زندگی عطا کرتا ہے - یہ ہے حقیقی "تولید ثانی" اور جو شخص اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے اس پر الہام ربانی کا نزول[1] ہونا لازمی ہے - اس مرتبہ کو "مرتبۂ لِقا" کہتے ہیں، کیونکہ اس حالت میں انسان اپنے رب کا چہرہ دیکھتا ہے - اور اس کا تعلق خدا سے اس درجہ شدید ہوتا ہے گویا وہ خدا کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو - اس کو سماوی تائید حاصل ہوتی ہے - اور اُس کی باطنی قوتیں جگمگا اٹھتی ہیں - اور اس کی آسمانی زندگی کی قوتِ نفاطیسی پوری طاقت کے ساتھ کام کرتی ہے - اس مرتبہ پر پہنچکر خدا بندے کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے، زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے - ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ حملہ آور ہوتا ہے، کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے، پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے - وہ مثیل موسیٰ، یوشع، الیاس داؤد، عیسیٰ، کرشن اور محمد (صلعم) ہو جاتا ہے - وہ محمدؐ جو آخر الانبیاء ہیں، اس مبارک سلسلہ کے خاتم ہیں، اور ان تمام صفات الہیہ کے مظہر کامل ہیں جو بذریعہ انسانیت امکانی طور پر عالم آشکارا ہو سکتے ہیں - آنحضرت صلعم کی طرف الفاظ ذیل میں اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید، انسانیت کے اس مرتبہ کمالیت کا ذکر کرتا ہے :-

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم

---

[1] والذین جاھدوا فینا لنہدینہم سبلنا - جو ہمارے حصول کے لئے کوشاں ہوتے ہیں - ہم یقیناً ان کو اپنا راستہ دکھا دیا کرتے ہیں - ۲۹/۶۹

جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے تحقیق وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھوں کے (سورۂ فتح آیت ۱۰)

"وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمیٰ" جو تو نے پھینکا، وہ تو نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکا"

دوسرے مقام پر روحانی پہلو سے محترم اشخاص کا ذکر کرتے ہوئے قرآن شریف فرماتا ہے۔

"نحن اقرب الیہ من حبل الورید" "وایدھم بروح القدس"

"ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں، اور خدا نے اپنی پاک روح سے ان کی مدد فرمائی۔

ان باتوں سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مسلمان مشبہین یا قائلین وحدت الوجود ہیں۔ ہم نہ تو مشبہین کی طرح خدا کو انسانی صفات سے متصف کرتے ہیں اور نہ آخر الذکر گروہ کی طرح ہر شے کو خدا تسلیم کرتے ہیں۔

"اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر شے خدا سے سرزد ہوئی ہے اور اُس میں کسی حد تک الٰہی صفات جلوہ گر ہوتی ہیں لیکن کوئی شے خدا نہیں ہے۔ مثلاً سورج، کائنات میں ہر شے کی علتِ اولیٰ ہے اور ہر شے میں اس نیرِ اعظم کے خواص ایک نہ ایک حد تک موجود ہیں، لیکن کوئی شے، سورج نہیں ہے جس طرح انسانی جسم میں آ کر مادہ اپنے انتہائے عروج کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح انسانی دماغ میں الٰہی حکمت کے اظہار کی استعداد موجود ہے۔ کیونکہ اول الذکر، الٰہی دماغ کے نمونہ پر بنایا گیا ہے۔ لیکن انسانی دماغ میں صفات الٰہیہ کا محض ظل پایا جاتا ہے۔ علاوہ بریں جو کچھ الٰہی صفات انسان پر منکشف ہوئی ہیں وہ ذات الٰہی کا مکمل نقشہ نہیں ہیں۔ بلکہ انسان کو صرف انہیں صفات کا علم دیا گیا ہے جو اس کے حیطہ عقل میں آسکتی ہیں۔ ورنہ قرآن مجید فرماتا ہے "لیس کمثلہٖ شیءٌ" نہیں اُس کے مانند کوئی اور اگر آنحضرت صلعم نے ہمیں اپنے آپ کو صفات الٰہیہ سے متصف کرنے کا حکم دیا ہے تو اسی حد تک جہاں تک ہمارے لئے ممکن ہے۔

اگرچہ بعض افعال کے لحاظ سے خدا ہم سے مشابہ ہے لیکن پھر بھی ذاتِ خداوندی اس درجہ ورائے کائنات ہے اور اس قدر بعید الفہم ہے کہ اس کی تشبیہ، استعارۃً بھی تخیل میں نہیں آسکتی کیونکہ نہ صرف کوئی شے اس کے مانند نہیں بلکہ کوئی شے اس کی شبیہ کی مشابہ بھی نہیں ہوسکتی۔ خدا نہ صرف تمام حدوبست سے بالاتر ہے بلکہ استعارہ اور تشبیہ کی پابندی یا حدود سے بھی وراءالوراء ہے" (ماخوذ از انگریزی ترجمۂ قرآن مجید مؤلفہ حضرت مولانا محمد علی صاحب)

دنیا کی موثر ترین کتاب

قرآن مجید، تجربے سے، دنیا کی سب سے زیادہ تسلی بخش کتاب ثابت ہوئی ہے، جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے ایک فاضل مضمون نگار نے اپنے مضمون بعنوان "قرآن" میں بجا طور پر لکھا ہے۔ بے شک قرآن مجید کے سامنے نہایت ہی مشکل مرحلہ درپیش تھا لیکن نزول کے چند سال بعد اس کتاب نے وہ حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا جس کی بناء پر دشمن بھی اس امر کے اعتراف پر مجبور ہے کہ یہ کتاب اپنے مقصد میں بدرجۂ اتم کامیاب ہوئی۔

حالاتِ زمانِ بعثتِ موسیٰ و عیسیٰ و محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین

قانونِ بقائے اصلح نہایت بجا طور سے، قرآن شریف پر صادق آسکتا ہے۔ عرب کے حالات، بعثت نبویؐ کے وقت، اُن حالات سے بالکل مختلف تھے جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی بعثت پر اُن کی بعثت کے ممالک میں پائے جاتے تھے۔ بعثت موسوی کی غرض یہ تھی کہ بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے رہائی عطا کریں اور ارضِ موعود میں لاکر دوبارہ آباد کریں۔ فرعونِ وقت اور اس کی مصری رعایا، جو ان لوگوں پر حکمران تھی، اگرچہ بت پرست تھی لیکن تہذیب و تمدن سے عاری نہ تھی۔ مصری لوگ علوم و فنون کے دلدادہ تھے، فلسفۂ افلاقیات بھی ان میں موجود تھا، اور ایک مخصوص جماعت کائنات کے رموز و نکات کے سمجھنے سمجھانے کے لئے وقف تھی۔ اسی لئے اگر موسیٰؑ اپنے عصاء کو سانپ بنا سکتے تھے تو ساحرانِ فرعون بھی ایسا کر سکتے تھے ہاں اتنی

بات ضرور تھی کہ اُن کے بنائے ہوئے سانپ ادنیٰ درجہ کے تھے۔ ہپناٹزم (تنویم) اور مسمریزم (تسخیر) کے اسرار بھی اُن لوگوں کو معلوم تھے۔ اسی طرح عیسیٰ کا زمانۂ بعثت بھی کسی طرح زمانۂ جہالت نہیں کہا جا سکتا۔ رومی تہذیب اور شائستگی، جو آج بھی دنیائے جدید میں کارفرما ہیں اس وقت اپنے پورے عروج پر تھی رومی لوگ، بلاشک علانیہ بت پرستی کرتے تھے لیکن اُن کے ہمعصر یہود تو موحد ہی تھے۔ اور انہی لوگوں کی اصلاح کے لئے حضرتِ عیسیٰ مبعوث ہوئے تھے۔ اور رومیوں نے اُن کے اصلاحی پروگرام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ خدا کا مذہب اور اس کی شریعت لوگوں کو معلوم تھی، یہ بات دوسری تھی کہ یہود اس پر کامل طور سے عامل نہ تھے۔ جناب مسیح کے زمانہ میں یہودی لوگ لکیر کے فقیر، رسوم کے پابند ریاکار اور خود پرست تھے۔ جناب مسیح نے نہ تو کسی کلیسا کی بنیاد ڈالی اور نہ کوئی نیا مذہب قائم کیا بلکہ وہ اس لئے آئے تھے کہ شریعت کی تکمیل راستبازی کے پیرایہ میں کریں۔ انہوں نے مروجہ مذہب یہودیت میں کسی طرح کی تفریق پیدا نہیں کی بلکہ وہ محض "ربی" عالم شریعت اور مصلح مذہب تھے۔ فی الجملہ جناب موسیٰ اور جناب عیسیٰ کے فرائض نبوت دشوارگزار اور حوصلہ فرسا نہ تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم یا قرآن مجید کو نہایت ہی ہمت شکن اور زہرہ گداز حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ قرآن مجید دنیا کی بدترین جاہل ترین اور ایک ایسی قوم کی اصلاح کے لئے نازل ہوا جو تہذیب و تمدن سے قطعاً عاری تھی، جہالت پر ناز کرتی تھی اور بت پرستی اور شرک میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی، اور اخلاقی زاویہ نگاہ سے بہائم سے بھی فروتر تھی۔

سورج چاند ستارے شجر حجر غرضکہ جمیع مظاہر کائنات کو اپنا معبود گردانتی تھی، ہر قبیلہ کا بت جداگانہ تھا۔ خانۂ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے جن میں سے بعض انسانوں کی شکل میں تھے بعض پرندوں کی بعض حیوانات کی اور تین بت یعنی لات۔ منات اور عزّیٰ اِن سب کے سردار تھے۔ نیکی کا وجود عنقا تھا، بدی کا دور دورہ تھا، حتیٰ کہ نیک و بد میں تمیز دشوار تھی لوگ بدی کو بدی نہیں بلکہ نیکی خیال کرتے تھے۔ شراب خوری اور قمار بازی اُن کا مشغلۂ زندگی تھا۔ قتل و غارت، اطفال کُشی اور قزاقی اُن کے لئے سرمایۂ افتخار تھی۔ جنسی تعلقات میں عدم امتیاز کے علاوہ زناکاری کا بازار

بھی گرم تھا۔ بیٹے اپنے باپوں کی وفات کے بعد اپنی ماؤں کو بھی، علاوہ دیگر املاک کے، اپنی ذاتی ملکیت تصور کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ تعلقات زناشوئی قائم کر لیتے تھے۔ شادی شدہ عورتوں کو غیر مردوں کے ساتھ ارتباط و اختلاط میں کوئی شرم محسوس نہ ہوتی تھی۔ بلکہ وہ اُن لوگوں کی کثرتِ تعداد پر، جن کے ساتھ وہ اپنے خاوندوں کی زندگی میں ناجائز تعلقات پیدا کرتی تھیں، فخر کیا کرتی تھیں، اور اس کثرت کو اپنے لئے باعث عزت سمجھتی تھیں۔ انسانی قربانی کا عام دستور رائج تھا بعض اوقات والدین خود اپنے بچوں کو کشاں کشاں مذبح تک لے جاتے تھے۔ لڑکیاں، قربانی کے لائق نہیں سمجھی جاتی تھیں اس لئے انہیں زندہ دفن کر دیتے تھے۔

یہ سچ ہے کہ دنیا میں کوئی زمانہ عیب یا برائی سے خالی نہیں گزرا لیکن باوجود ارتکاب جرائم کے جو ہر زمانہ میں ہوتا رہا ہے، مجرموں نے اپنے افعال کو ہمیشہ نفرت ہی کی نگاہ سے دیکھا اور بدی کو بدی ہی سمجھا ہے یہ کبھی نہیں ہوا کہ بدی کو نیکی سمجھ لیا گیا ہو۔ مگر قرآن کا نزول اُن لوگوں کو انسان بنانے کے لئے ہُوا جو نہ صرف بدترین اخلاقی عیوب میں گرفتار تھے بلکہ اُن عیوب کو خوبیاں خیال کرتے تھے۔ ان لوگوں کے علاوہ، دیگر اقوام عالم بھی، اخلاقی معیار سے بہت گری ہوئی تھیں کل دنیا بدی کی تاریکی میں ملفوف تھی لیکن عرب سرتاپا فسق و فجور میں غرق تھا۔ یورپ۔ افریقہ تو اُس زمانہ میں بہائم صفت انسانوں سے آباد تھے ہندوستان، چین، ایران اور دیگر متمدن ممالک بھی جہالت اور دناءت میں مبتلا تھے ایڈورڈ گبن لکھتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے مسیحی، نادانستہ یا دانستہ بہر کیف کسی رنگ میں بُت پرست ہو چکے تھے۔ وہ لوگ ظاہر اور باطن میں، اُن مجسموں سے اپنی مرادیں مانگتے تھے جو اُن کے گرجوں اور معابد کے لئے باعث تضحیک تھے۔ خدائے واحد کے ساتھ لکھوکہا، شہداء، اولیا، ملائکہ، اور مریم و ابن مریم، ان مسیحیوں کے معبود بنے ہوئے تھے کالی ریڈین زنادقہ نے جو عرب میں آباد تھے، مریم کو الوہی صفات سے متصف کر دیا تھا۔ اگرچہ ہر نبی کی بعثت، تاریکی اور جہالت ہی کے زمانہ میں ہوتی آئی ہے۔ لیکن بعثت نبوی کے زمانہ سے تاریک تر زمانہ، دنیا کی تاریخ میں نظر نہیں آتا۔ مگر جس طرح ظلمت کے بعد روشنی پیدا ہوتی ہے اور رات کی تاریکی کے بعد صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ جس طرح خشکی

اور گرمی کے بعد بارش آتی ہے - اُسی طرح نزول قرآن بھی اُسی وقت ہوا جبکہ دنیا اشد حاجت مند تھی
چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے :-

کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰتِ الی النور باذنِ ربھم الی صراط العزیز الحمید -

یہ کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیرے سے اُجالے کی طرف
اُن کے رب کے حکم سے، راہ پر اُس زبردست تعریف کئے گئے (خدا) کی سورۂ ابراہیم ع۱
ہر نبی کی سوانح حیات پر غور کرو - تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اُس کی بعثت کے وقت جو حالات اُس کی
قوم یا ملک میں رونما تھے وہ اسی امر کے مقتضی تھے کہ کسی نبی کی بعثت ہو - اگر یہ منطق قابل تسلیم ہے تو دلیل
بآسانی اور بہ شدّ و مد آنحضرت صلعم کی بعثت پر صادق آتی ہے -

میں نے ابھی حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے ازمنہ بعثت کا تذکرہ کیا ہے اگر اُن حالاتِ ازمنہ کا تقاضا یہ
تھا کہ کوئی نبی مبعوث ہو اور ایسا ہی ہوا بھی، تو جیسا کہ میں نے دکھایا ہے، کیا نبی کریم صلعم کی بعثت ایسے
ہی موقعہ پر نہیں ہوئی جبکہ دنیا کو آسمانی روشنی کی اشد ضرورت تھی ؟

اور اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کریم نے نہایت ہی قلیل عرصہ میں عربوں
کی قلب ماہیت کردی - نزولِ وحی قرآنی سے صرف پانچ سال بعد، حیرت انگیز نتائج پیدا ہونے شروع
ہوگئے تھے - اور اس بات کے لئے ہمارے پاس حضرت جعفر طیار کی سچی شہادت موجود ہے - یہ
بزرگ ان مہاجرین میں سے تھے جو قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر حبش کو ہجرت کر گئے تھے - یہ لوگ
بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے جو عیسائی تھا اور حضرت جعفر نے اس کے سوال پر مفصلہ
ذیل تقریر کی :-

اے بادشاہ! ہم ایک جاہل قوم تھے سراسر گمراہ، بُت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں
کرتے تھے، ہمسایوں کو ستاتے تھے طاقتور لوگ، کمزوروں پر ظلم کرتے تھے - مدت تک اسی حالت
میں رہے، تا آنکہ خدا نے ہماری ہی قوم میں سے ایک نبی مبعوث کیا - (باقی باقی)

عیسےٰ ابن مریم

پیدائش اور وفات

از قلم جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لاء

(سلسلہ کیلئے اشاعت اسلام ماہ ستمبر ۱۹۴۷ء ملاحظہ ہو)

مجھے واقعات متنازعہ کے سمجھانے کے طریقے اور بیانات کی سخت جانچ سے گریز کرنا چاہیئے تاکہ یسوع کے حالات لکھنے والوں کے کاغذات میں جو مختلف اور متضاد باتیں پائی جاتی ہیں۔ اُن کو ایک حکم قطعی سے ظاہر کردوں۔

انجیلوں میں متضاد باتیں بہت نمایاں طریقہ پر پائی جاتی ہیں۔ پیمرس نے ایسی دس خلاف بیانیاں شمار کرائی ہیں لیکن حقیقت میں اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے:-

(۱) مُہر اور نگرانی جو قبر پر تھی۔ اور سپاہیوں کو رشوت دینے کا ذکر صرف متی کی انجیل میں آیا ہے مرقس۔ لوقا اور یوحنا کی انجیلوں میں یہ باتیں غائب ہی نہیں ہیں بلکہ اُن عورتوں کی ناامیدگی کی وجہ

سے جو یسوع کی لاش میں مرہم لگانے آئیں تھیں یہ باتیں خارج کر دی گئی ہیں اور مرقس کی انجیل میں کم سے کم پتھر کے وزن کی دقت کو پہلے سے غور کر لیا گیا ہے۔

(۲) لوقا کی انجیل میں جمعہ کو سورج کے ڈوبنے سے پہلے خوشبوئیں تیار کر لیتی ہیں۔ یوحنا کی انجیل میں یوسف اور نکوڈیمس لاش کو معطر کر چکے تھے۔ حالانکہ متی۔ مرقس اور لوقا کے مطابق یوسف نے صرف لاش کو ایک عمدہ کپڑے میں لپیٹا تھا۔

(۳) جو لوگ قبر پر یسوع کے دوبارہ جی اٹھنے کی ... کو آئے وہ یہ تھے:۔ مرقس میں میری میگڈلینی اور کچھ اور عورتیں۔ متی میں صرف دونوں مریم۔ لوقا میں دونوں مریم اور دوسری عورتیں۔ یوحنا میں صرف میری میگڈلینی جس کے ساتھ تاہم پطرس اور پیارے شاگرد۔ لوقا میں صرف پطرس قبر پر گیا۔ یہ بیان جھوٹا ہے اور پال سے مطابقت کرنے کی غرض سے زبردستی ٹھونسا گیا ہے۔

(۴) عورتوں کا قبر پر آنے کا وقت:۔ مرقس میں جب سورج نکل آیا تھا۔ لوقا میں علی الصباح۔ یوحنا میں سویرے سورج نکلنے سے قبل (جب اندھیرا تھا) لیکن متی کے مطابق آدھے دن پہلے۔

(۵) مرقس۔ لوقا۔ یوحنا میں جو لوگ قبر پر آئے انہوں نے دیکھا کہ پتھر قبر سے پہلے سے ہٹا ہوا تھا متی میں فرشتہ نے اسکو عورتوں کے سامنے ہٹایا تھا۔

(۶) مرقس اور متی میں صرف ایک فرشتہ کا ذکر ہے اور لوقا میں دو کا جن کو دو آدمی شفاف کپڑے پہنے ہوئے بتلایا ہے۔

(۷) مرقس میں وہ ایک فرشتہ قبر کے اندر بیٹھا تھا۔ متی میں وہ فرشتہ قبر کے باہر پتھر پر بیٹھا تھا۔ لوقا میں دونوں فرشتے عورتیں کے پاس آتے ہیں۔ تاہم جب تک انہوں نے قبر نہیں چھوڑی ظہور نہ ہوا۔

(۸) قبر میں کیا دکھائی دیا۔ مرقس میں۔ وہ صرف ایک فرشتہ تھا۔ لوقا میں کم سے کم جب عورتیں اس میں داخل ہوئیں وہاں کچھ نہ تھا۔ یوحنا میں عزیز شاگرد نے سوتی کپڑے پڑے ہوئے دیکھے اور پطرس نے کپڑوں کو نہایت صفائی سے لپٹے ہوئے دیکھا اور رومال بھی۔

(۹) مختصر انجیلوں میں یہ لکھا ہے کہ فرشتوں نے یسوع کے دوبارہ جی اٹھنے کی خبر کی۔ انجیل یوحنا

میں فرشتوں نے مریم میگڈلینی سے پوچھا کہ تو کیوں روتی ہے۔

(۱۰) عورتوں کو جو ہدایتیں دی گئی ہیں اُن میں اختلاف تمام بیان میں سب سے زیادہ اہم ہے۔ مرقس اور متی کی انجیل میں عورتوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ شاگردوں کو اطلاع دیدیں کہ یسوع اُن کے آنے سے قبل گلیلی جا چکے تھے۔ لوقا میں ہے کہ اس قسم کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اور یوحنا کی انجیل میں ایسے کوئی الفاظ نہیں ہیں جن سے مرقس، و متی میں حکم کا جواب مل سکے۔

(۱۱) عورتوں نے جو پیغام شاگردوں کو پہونچایا ہے اس میں بھی کم اختلافات نہیں ہیں۔ لوقا میں عورتوں نے شاگردوں کو خبر دی۔ متی کی انجیل میں عورتوں نے صرف ایسا کرنے کا ارادہ کیا۔ یوحنا میں مریم میگڈلینی نے جو کچھ دیکھا تھا اُس کی رپورٹ کی۔ اور مرقس میں عورتوں نے ڈر کے مارے کسی سے کچھ نہیں کہا۔

(۱۲) عورتوں کی اطلاع دہی کے مختلف نتیجے نکلے۔ لوقا میں صرف شاگردوں میں بداعتقادی پیدا ہو گئی۔ یوحنا میں پطرس اور عزیز شاگرد قبر پر گئے اور متحیر واپس آئے۔

(۱۳) یوحنا میں لکھا ہے کہ یسوع مریم میگڈالینی کو نظر آئے اور اُس کو لاش کے چھونے کی اجازت نہیں دی۔ متی کے مطابق یسوع دونوں مریم کو نظر آئے جنہوں نے اُنکے پیر چومے۔

(۱۴) متی کی انجیل میں یسوع نے اس خبر کی تصدیق کی جو فرشتے حواریوں کو گلیلی جانے کے لئے دے چکے تھے۔

یوحنا میں ہے کہ مریم میگڈلینی سے صرف یہ کہا گیا کہ وہ اپنے بھائی بندوں کو خبر کردے کہ یسوع آسمان پر چڑھ رہے تھے۔

(۱۵) ایماس کے دو آدمیوں کو نظر آنا صرف لوقا کی انجیل میں ہے۔ حالانکہ وہ فوراً یروشلم کو واپس آ گئے تھے اور اس واقعہ کی خبر شاگردوں کو کردی تھی۔

(۱۶) اُسی دن پطرس کو شام سے پہلے نظر آنیکا حوالہ صرف لوقا میں ہے۔

(۱۷) کسی انجیل میں یسوع کا اپنے بھائی جیمس کو نظر آنیکا حال درج نہیں ہے یا پال کو حالانکہ پال دونوں کا ذکر کرتا ہے۔

(۱۸) لوقا میں یسوع شاگردوں کو نظر آئے اور اُن کے ساتھ شراب پی اور کھانا کھایا۔ یسوع نے اُن کو یروشلم میں یہودیوں کے تہوار Pentecost تک ٹھہرنے کا حکم دیا تھا۔ یوحنا میں اسی واقعہ کا بیان ہے لیکن ٹامس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(۱۹) لوقا میں اُن حالات کا اس سے زیادہ کوئی حوالہ نہیں ہے کہ دروازے بند کر دیئے گئے تھے جب یسوع داخل ہوئے جتنا کہ اُس اختیار کے دیئے جانیکا ذکر یوحنا نے کیا ہے۔ یوحنا کو برخلاف اس کے یسوع کے کسی چیز کے کھانیکی بھی کوئی خبر نہیں ہے۔

(۲۰) یوحنا صرف دوسری بار آٹھ دن کے بعد ٹامس کے ساتھ شاگردوں کے پاس آنے کا ذکر کرتا ہے۔

(۲۱) متی اور یوحنا میں یسوع کے گلیلی میں ظہور کا حال درج ہے حالانکہ مختلف اوقات میں۔ یہ یہاں بیان کیا جا سکتا ہے کہ غیر معتبر انجیلوں میں اس سے زیادہ اہم کچھ نہیں ہے جتنا کہ باقاعدہ انجیلوں میں سوائے اس کے کہ آٹھ دن کا وقفہ یسوع کے دوبارہ جی اٹھنے اور انکے پہلے ظہور میں ہوا۔

اس لئے یہ ظاہر ہے کہ انجیلیں آپس میں صرف دو واقعات میں ملتی ہیں۔ ایک تو خالی قبر اور دوسرے کسی کا سفید لباس میں موجود ہونا اور کسی اور چیز میں نہیں۔

اگر ہم انجیلوں کا یقین کریں تو شاگرد یسوع کے دوسرے جنم کے امیدوار تھے کیونکہ ہمیں بتلایا گیا ہے کہ پرانے عہد نامہ اور یسوع نے اس کی پیشین گوئی کی تھی۔ پرانے عہد نامہ میں ایک بھی بیان ایسا نہیں ملیگا جس سے یسوع کے دوبارہ جی اٹھنے سے متعلق پیشین گوئی کی گئی ہو۔ یہودیوں کا کبھی بھی اس بات پر عقیدہ نہ تھا۔ یہ سچ ہے کہ نئے عہد نامہ میں ایسے بیانات ہیں جو ایسی پیشین گوئیوں کو پرانے عہد نامہ سے منسوب کرتے ہیں اور پال بھی یسوع کے دوبارہ جنم کو انجیلوں کے متعلق بتاتا ہے لیکن یہ صرف دعوے ہی دعوے ہے بغیر کسی ثبوت کے۔

بہرحال یہ بات ہر شخص تسلیم کریگا کہ یسوع کے انتقال سے پہلے ہفتہ میں شاگردوں نے اپنے طریقوں سے ظاہر کیا کہ انہوں نے یسوع کے دوسرے جنم کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔ پہلی اور دوسری انجیل

میں بہت صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ شاگرد گتسمنی کے مقام پر علیحدہ ہو گئے

متی کی انجیل کے مطابق:-

تب تمام حواریوں نے حضرت عیسےٰ کو چھوڑ دیا اور بھاگ گئے۔

اور مرقس بیان کرتا ہے:-

اور وہ سب اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئے

لوقا نے ہوشیاری سے اس واقعہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔

لیکن سب سے پہلی روایت سے ظاہر ہوا کہ شاگرد یسوع کے دوسرے جنم کے وقت یروشلم میں نہ تھے اور گیلیلی واپس چلے گئے تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بدبخت شاگردوں نے ڈر اور مایوسی سے یسوع کے الفاظ دہرائے۔

"آج رات کو تم سب میری وجہ سے رنجیدہ ہو گئے کیونکہ یہ لکھا ہے کہ میں گڈریا کو ماروں گا۔ اور بھیڑیں تتر بتر ہو جائیں گی۔"

وہ بھاگ گئے اس لئے کہ اُن کا ایمان بہت کمزور تھا۔ بیوقوف تھے۔ تنگدل اور منافق۔ یسوع نے اُن کا صحیح نقشہ ان الفاظ میں کھینچا تھا اور حقارت سے اُن کے بارے میں کہا بھی تھا:-

تم مجھے تلاش نہ کرو کیونکہ تم نے معجزے دیکھے ہیں لیکن اس وجہ سے کہ تم نے روٹی کھائی اور تم کو تسلی ہو گئی تھی۔

یسوع اُن کو اچھی طرح سے جانتے تھے اس لئے انہوں نے خود اُن کو ہدایت کی۔ جو جوڈیا میں ہیں وہ پہاڑوں کو بھاگ جائیں۔

جب یسوع نے اپنے دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں کہا ہوگا۔ وہ سمجھے نہیں ہوں گے۔ ہم ایک جھلک بدنصیب بھگوڑوں کی دیکھتے ہیں جن کے دل غمگین ہیں اور وہ اس پر روتے ہیں کہ جس بادشاہت کی اُن کو اُمید تھی وہ خاک میں مل گئی۔ اُن کی مصیبت اور غیر حاصل شدہ امیدوں کے مقابلہ کا نقشہ ایماس کے دو جاتریوں کے الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔

لیکن ہم کو اُمید تھی کہ یسوع ہوتے تو بنی اسرائیل کو رہائی ملتی۔

ہم جانتے ہیں کہ جب کبھی یسوع نے انجیلوں میں اپنے دوبارہ جی اٹھنے کے بارے میں اپنی زندگی میں بیان کیا ہے تو اُن کے شاگرد یسوع کا مطلب نہیں سمجھے۔ پہلی بار جو اعلان کیا گیا اُس کا انہوں نے یقین نہیں کیا۔ ان واقعات سے جب تک کہ ہم نامعقول باتوں کو تسلیم نہ کریں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یسوع نے اس قسم کی کوئی پیشین گوئی نہیں کی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب مذہب والوں کو یہ دشوار معلوم ہوا کہ یسوع کو اپنی آیندہ قسمت کا علم نہ تھا تو کوئی اور بہتر طریقہ اس کے سوا سمجھ میں نہ آیا کہ اُس سے اس کا اعلان کرایا جائے کہ وہ جانتا تھا۔

بہرحال اُن کا تخیل دوبارہ جی اٹھنے کے بارے میں بالکل مختلف ہوتا۔ اُن کے خیال کے مطابق یسوع کا دوسرا جنم دنیا کے خاتمہ کے وقت اس طریقہ پر ہونے والا تھا کہ اُس کا جسم مادی حیثیت میں پھر ظہور میں آئے اور ایک نئی دنیاوی زندگی پیدا ہو۔ لازرس کا دوبارہ جنم اُن کے تصور کا آئینہ دار تھا

اگر شاگرد۔۔۔۔ جنہوں نے یسوع کو دوبارہ جی اُٹھتے ہوئے دیکھا تھا اپنے خیالات روز کے روز لکھتے رہتے اور اُن کے کاغذات ہم کو ملتے تو وہ بہت کچھ جو اندھیرے میں ہے صاف ظاہر ہو جاتا۔ سب سے پہلا ثبوت جو ملتا ہے جس کا راوی پال ہے واقعہ کے ۲۵ برس بعد لکھا گیا تھا اور وہ بہت ہی بے ٹھکانہ ہے۔ لیکن سب سے پہلا تصور تیزی سے بدل گیا اور ساتھ ہی ساتھ ایسی ہی تیزی سے تبدیلیاں اصلی حافظہ میں ہوتی رہیں۔ اُن کے شاگرد بہت جلد اپنی گواہیوں کے اُلٹ پھیر سے گھبرا کر جو عیسائیت کے پھیلنے کی وجہ سے ہوئی تھی اُن کو اپنی اصلی صورت میں پھر سنا سکے۔ یہ بار بار نہیں دہرایا جا سکتا کہ انجیل میں جو کچھ ہم پاتے ہیں یہ اُن لوگوں کا عقیدہ ہے جو خیال کرتے تھے کہ انہوں نے واقعات کی صحت قایم کر دی نہ کہ خود واقعات کو۔ اور اس غیر متنزلزل عقیدہ کو افسانوں میں جس کو بعد میں نئی صورت میں چھاپکر گڑبڑ کر دیا ہے ملانا نہیں چاہیئے۔ لوسی کہتا ہے۔

معتبر اور غیر معتبر انجیلوں کے بیانات اُن کی اصلی حالت کو ظاہر نہیں کرتے لیکن وہ طریقہ جس سے یسوع کے دوسرے جنم کے عقیدہ کا علم ہوا اور مستقل صورت اختیار کی۔ یسوع کی پیدائش کے نصف

صدی کے بعد دلائل سے ثابت کیا گیا۔

سب سے پہلا ذریعہ جس میں یسوع کے ظہور کا ذکر ہے وہ پال ہے۔ وہ بیان کرتا ہے :-

کیونکہ میں نے سب سے پہلے تم کو وہ دیا جو مجھے ملا تھا کہ یسوع نے کس طرح انجیلوں کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے جان دی اور وہ دفن کر دیئے گئے اور انجیلوں کے مطابق وہ تیسرے روز اٹھ کھڑے ہوئے اور کہ اُس کو سیفاس نے جو اُس وقت بارہ میں سے تھا دیکھا۔ اُس کے بعد پانچسو کی برادری نے اُس کو دیکھا جس میں سے زیادہ تر حاضر ہیں لیکن کچھ سو گئے ہیں۔ اُس کے بعد جیمس نے اُس کو دیکھا پھر عام حواریوں نے اور سب سے آخر میں اُس کو میں نے دیکھا۔ مثل اُس کے جو صحیح وقت پر پیدا ہوا ہو۔

پال کو کوئی ذاتی علم نہیں ہے اور جو کچھ اُس کو یروشلم میں جیمس اور پطرس سے ملا تھا وہی سب سے پہلے وہ دے رہا ہے۔ یسوع کے ظہور میں آنے کی فہرست ترتیب وار ہے جیسا کہ بعد کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ پال یسوع کے کسی ظہور کا ذکر مریم میگڈالینی یا اور کسی عورت سے نہیں کرتا اور نہ انانیاس کو ظہور ہونے کا ذکر کرتا ہے۔ اگر اُس کو اس کا علم ہوتا تو وہ اس ثبوت کو یسوع کے دوبارہ جنم کے واقعہ کی مدد میں پیش کرتا کیونکہ وہ اس بات پر تلا ہوا تھا۔ وہ اپنی رائے یہ کہکر صاف کر دیتا ہے۔

اگر یسوع دوبارہ جی کر نہ اٹھے تو ہماری تلقین بیکار ہے اور تمہارا مذہب بھی بے سود ہے۔ اس بات سے تو یہ ظاہر ہے کہ جیمس اور پطرس ان واقعات سے بے خبر ہونے چاہئیں۔ پھر پال یسوع کے متعلق کہتا ہے کہ وہ پطرس کو خود نظر آئے لیکن اس بارے میں اناجیل خاموش ہیں اُن میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور پھر بارہ حواریوں کو۔ یہودا اسکریطی نے اپنے کو مار ڈالا تھا اس لئے گیارہ رہ گئے تھے۔ جیسا کہ ہم کو معلوم ہے۔ کہ بارہویں حواری متھاس کو بقیہ گیارہ حواریوں نے پاسہ ڈالکر یسوع کے ظہور کے بعد انتخاب کیا تھا۔ پھر اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے کہ وہ ایماس کے دو آدمیوں کو نظر آئے۔ اس لئے یہ بالکل صاف ہے کہ پال نے پھر غلط بیانی کی۔ اُس نے مختلف ظہور کے موقعوں کی تفصیل بیان نہیں کی۔ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ اُس نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ اگر وہ اُن کو جانتا تھا۔ وہ یسوع کے بارہ میں کہتا ہے کہ لوگوں نے انہیں دیکھا اور اپنے بارے میں بھی یہی کہتا ہے۔ اُس کا یہ دعوے نہیں ہے کہ اُس نے یسوع کو خود دمشق کی سڑک پر جاتے دیکھ

یہ بات اب تقریباً سب تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ پال نے دیکھا وہ ایک خواب تھا۔ وہ خواب جس کو تمام تماشائیوں میں سے صرف پال نے دیکھا جب طبیعت یا صرف دماغی تھا۔ کیا ہم پھر یہ سمجھیں کہ مختلف ظہور جن کا ذکر اُس نے کیا تھا وہ بھی عالم خیال میں ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ پال ان ظہور کے وقت اور جگہ کو نہیں بتاتا ہے۔ اگر یسوع کے دوسرے جنم یا آسمان پر اُٹھ جانے کا اُن سے کوئی تعلق ہوتا تو وہ وقت اور جگہ کا ذکر کئے بغیر نہ رہتا۔

پال اس لئے ایک سچا رہبر نہیں ہے کیونکہ اُس کی بہترین اطلاعیں سنی سنائی باتوں تک محدود تھیں جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ جو کچھ اُسے ملا تھا۔

ہم جانتے ہیں کہ یسوع کے سوانح نگاروں میں سے کسی نے اُن کو دوسرا جنم لیتے نہ دیکھا۔ ہمارے پاس پطرس جیمس۔ یوحنا اور یہودہ کے خطوط ہیں جن کے بارے میں سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ انہوں نے یسوع کو اُس کے مُردوں میں سے اُٹھنے کے بعد دیکھا کسی ایک خط میں بھی یسوع کے دوبارہ جی اُٹھنے کا بیان نہیں ہے اتنا بھی ذکر نہیں ہے کہ یسوع کو اُن کے دوبارہ جی اُٹھنے کے بعد عام آدمیوں میں سے کسی نے یا ان خطوں کے لکھنے والوں نے خاص طور پر دیکھا۔ پطرس نے جو حوالہ اپنے پہلے خط میں دیا ہے اُس کو اس معاملہ سے کوئی مناسبت نہیں۔ اُس سے تو اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔ یسوع کے دوسرے جنم کے ذکر سے روح میں تازگی آتی ہے جس کا مقصد دوزخ میں روحوں کا پرچار ہے۔ کسی جگہ اُس نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اُس نے اُٹھے ہوئے خدا کو دیکھا۔ اور یہ بات قابل غور ہے کہ انجیلوں میں ایک شخص کی بھی مثال نہیں ملتی جس نے یہ کہا ہو کہ میں نے زندہ خدا کو دیکھا۔

اب میں اُن مختلف ظہور کی تشریح اور اُن کی اہمیت پر غور کروں گا جو انجیلوں میں نقل ہیں۔ میں نے نہایت صاف طور پر اُن اختلافات کو جو انجیلوں کے مختلف ترجموں میں پائے جاتے ہیں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہوگا اُن کے دہرانے سے گریز کرونگا۔

(باقی باقی)

زندگی کا راستہ

مال و متاع دنیا کے متعلق

جناب مولانا ولیم بشیر بکر ڈی بی اے کے قلم سے

مبحث بالا کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس دنیا کے ملک واملاک اور مال ومتاع کے متعلق ایک مناسب اور صحیح رائے قایم کریں تاکہ اس مبحث پر غور وخوض کر کے ہم اس بارہ میں کوئی خاص فیصلہ دینے کے قابل ہوسکیں آؤ آج کے بعد ہم اس دنیا کے مال ومتاع کے تفکرات سے آزاد ہوجائیں۔ اور وہ خواہشات جو ہمیں حصول مال کے لئے مضطرب رکھتی ہیں اُن سے نجات حاصل ہوجائے اور اس کے مال اور ما علیہ کے متعلق ہمارا زاویہ نگاہ اس قدر صاف اور صحیح ہو کہ دھوکے کا کوئی شائبہ باقی نہ رہے آئیے اس پر ذرا نظر تعمق ڈالیں۔

پہلی بات جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ اُن چیزوں کی ناپائیداری اور بے ثباتی ہے یہ مال و متاع دنیوی کسی حالت میں ہمارے ساتھ دائمی طور پر نہیں رہیں گے۔ اور تو اور خود اپنے جسموں کے ہم مالک نہیں۔ یہ یہاں ہی دھرے کے دھرے رہ جائینگے۔ ان پر ہمارا کوئی قبض ودخل نہیں۔ تو پھر خود سوچ لیجئے کہ ان املاک ان ظاہری مقبوضات کی کیا حالت ہے یہ سونا اور چاندی یہ باغات ومکانات یہ جائدادیں اور مال واسباب یہ ہمارے روپہلی سنہری دن اور یہ ہماری تعیش کی راتیں۔ یہ ہمارے ساتھ کب وفا کرینگی ؟ یہ کب تک ہمارے ساتھ نبھینگی۔ یہ تو محض عارضی چیزیں ہیں۔ اور ایک وقت

تک کیلئے ہیں اور وہ وقت آپ جانتے ہیں کس سرعت سے گذر جاتا ہے۔

مال دنیا کی بے ثباتی کا جب یہ عالم ہو تو اس بات کو ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ کمال سکون اور بڑے ٹھنڈے دل سے ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ یہ اپنے اجسام۔ اپنی پوشاک۔ اپنے مکانات اپنی زمینیں اپنے املاک اور بنکوں میں جمع شدہ دولت ہم یہاں ہی چھوڑ جائیں گے۔ اگر یہ امر ہم پوری طرح سے ذہن نشین کر لیں تو ہم ان چیزوں سے دل نہیں لگائیں گے۔ "بزرگوں نے کہا ہے اگر دولت بڑھ جائے تو اپنا دل اس میں نہ لگاؤ"۔ لیکن میں اس کے ساتھ یہ کہتا ہوں۔ کہ "اگر دولت گھٹ جائے تو اس کے لئے مت کڑھو"۔ بہر حال اگر پہلی صورت ہو یا دوسری نتیجہ ایک ہی ہے۔ ہمیں دنیوی مال و متاع سے دل نہیں لگانا چاہیئے اور نہ اس طرف اپنی تمام توجہ صرف کر دینی چاہیئے۔ اس کے متعلق ہمارے دلوں میں ایک سکون ہونا چاہیئے اور مالِ دنیا سے استغنا۔

دنیوی ملک و املاک سے ہماری آنکھیں خیرہ نہیں ہونی چاہیئں۔ اور اس عالم ناپائیدار کی چمک دمک اور اس کی آن بان کو نظر انداز کرتے ہوئے ہمارے دل میں ایک غیر متزلزل یقین ہونا چاہیئے کہ یہ چیزیں چاہنے کے قابل نہیں بلکہ اس قابل ہیں کہ ان سے استغنا برتا جائے۔ دولت کا ہونا یا نہ ہونا حقیقت انسانی کیلئے ایک خارجی چیز ہے اور قابل استغنا۔

ذرا قرآن مجید کا مطالعہ فرمائیے! اس میں مال دنیا اور اس امر کے متعلق کہ اس کو کن گناہوں سے دیکھنا چاہیئے۔ اکثر ذکر آتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر۔ (سورۂ کوثر) ان الانسان لربہ لکنود ..... وانہ لحب الخیر لشدید (سورۂ عادیات) پھر فرمایا یاایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اِلّا ان تکون تجارۃً عن تراضٍ منکم۔ پھر اسی صورت میں فرمایا ہے۔ ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علیٰ بعض (سورۂ نساء) للرجال نصیبٌ مما اکتسبوا وللنساءِ نصیب مما اکتسبن وسئلوا اللہ من فضلہ ان اللہ کان بکل شیئٍ علیما۔ پھر فرمایا۔ ومن یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغماً کثیراً وسعۃً (سورۃ النساء)

(ترجمہ) کثرتِ مال کی خواہش نے تمہیں غافل کر رکھا ہے . . . . . . بے شک انسان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے . . . . . . وہ (انسان) بے شک مال کی محبت میں بہت سخت ہے

اے مومنو! اپنے مالوں کو آپس میں باطل سے مت کھاؤ۔ سوائے اس کے کہ باہمی رضامندی سے تمہارے درمیان تجارت ہو۔ اور اس کا مت لالچ کرو جو اللہ تعالٰے نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے حصہ ہے جو وہ کمائیں۔ اور خدا سے فضل مانگتے رہو تحقیق اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے . . . . . .

اور جو کوئی خدا کے رستہ میں ہجرت کرتا ہے تو وہ زمین بہت سی جگہ پائے گا اور کشایش پائیگا"

اب جبکہ ہم نے مال دنیا کی بے ثباتی کو سمجھ لیا اور ہمیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ یہ چیزیں استغنا کے قابل ہیں (گو حقارت کے قابل نہیں) اب ہم اُن فوائد کثیرہ پر نظر ڈالیں گے جو بنی نوع انسان کو اس صداقت عظمیٰ کے ذہن نشین کر لینے کے بعد حاصل ہو سکتے ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ "حب المال راس کل خطیئۃ" یعنی مال کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔ بلکہ زیادہ صحیح یوں ہوگا۔ کہ مال کی محبت تمام قسم کی خطاؤں کی جڑ ہے۔ ذرا غور فرمائیے . . . . کہ یہ مال کی محبت ہے۔ یہ دولت کی محبت ہے جو تمام برائیوں کی جڑ ہے نہ کہ خود مال اور جب ہم نے استغنا کی چھری چلا دی تو گویا ہم نے تمام برائیوں کی جڑ پر کلہاڑا چلا دیا اور ایسا کرنے سے ہم تمام تفکرات اور غموم و ہموم سے آزاد ہو گئے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر دنیا مال کی محبت دل سے نکال دے تو تمام آلام و مصائب سے نجات حاصل کر لے اور پھر جس راستہ سے چاہے "سنہری زمانہ" میں داخل ہو جائے۔ یعنی اس کی زندگی اس کے لئے موجب راحت و آرام ہو جائے۔

ہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ جس تناسب سے ہمیں دولت دنیا کی خواہش سے کنارہ کش ہونا چاہیئے۔ اُسی تناسب سے ہمیں اس کو حقارت سے بھی نہیں دیکھنا چاہیئے۔ وہ اوسط کا راستہ کیا ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ "خیر الامور اوسالحہا" یہی کہ نہ مال دنیا کا لالچ کیا جائے اور نہ اس کو فضول طور پر ضائع کیا جائے۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین۔ (قرآن مجید)

اب ذرا دوسرے فوائد پر بھی نظر ڈالئے۔ جب دولت کی تمنا نہ ہوگی تو ہم اس کے استعمال کے متعلق صحیح اندازہ لگا سکیں گے۔ یعنی کہاں اس کا استعمال مفید ہوگا اور کہاں مضر۔ اور اس استعمال کے متعلق بھی ہم ٹھیک ٹھیک تناسب قائم کر سکیں گے یعنی کس کس جگہ اور کس کس مقدار میں اس کو خرچ کرنا ہے۔ اس باب میں جو ہمارا فیصلہ ہوگا اس میں ہمارے کسی ذاتی اور خیالی فائدہ کو دخل نہ ہوگا۔ دولت رکھتے ہوئے ہم دولت کے بُرے اور دہی استعمال سے مبّرا ہوں گے اور دولت نہ رکھتے ہوئے ہماری زندگیاں اس خواہش میں صرفِ غم و غصہ نہیں ہونگی کہ ہمیں کسی نہ کسی طرح دولت مل جائے۔

جب ہمارے قلوب میں مال دنیا کی محبت سرد پڑ جائے گی اور جب حصول دولت کی غالب خواہش سے اور زندگی کے تعیش سے جسے کچھ ثبات حاصل نہیں ہم نجات حاصل کرینگے۔ تو ہمارے اوقات۔ ہمارے تمام قوتیں اور ہمارے تمام عزائم بنی نوع انسان کو منفعت اور راحت پہنچانے کے لئے آزاد ہو جائیں گے۔ پھر اس کے جو خوشگوار نتائج برآمد ہونگے وہ بھی ظاہر ہے۔ ہمارے قلوب کے اندر ایک راحت محسوس ہوگی اور ایک ایسی استعداد تو یہ ہم میں پیدا ہو جائے گی جو شعوری یا غیر شعوری طور پر انسانی کے ہزاروں کام سرانجام دے دیگی۔ خدا کی طرف ہمارے خیالات میں ایک سکون اور سنجیدگی پیدا کر دے گی اور کئی ایک تخلیقی کام بھی منصۂ شہود پر آ جائیں گے۔ خواہ ان کا تعلق خدمت خلائق سے ہو یا علوم شریفہ اور فنون لطیفہ کی تدوین و ترویج میں مثلاً تخیل۔ نقاشی۔ موسیقی۔ شو۔ ڈرامہ یا دوسرے علوم ادبیہ نثریہ۔

میں کہتا ہوں کہ حرص کے جذبۂ قبیحہ کو دل سے نکال دیجئے پھر دیکھئے کہ کس طرح تمام نظام عالم کے آسمان پر ایک نہایت درخشاں اور منفعت رساں آفتاب کس آب و تاب سے جلوۂ امیزادر ضیاء افگن ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو دنیائے فانی کی دولت کی خواہش سے آزاد کیجئے پھر دیکھئے کس طرح قرآن مجید کی آیات کی صداقت ہم پر مبرہن ہو جاتی ہے اور بعد ذوق و شوق اور بعد تیقن و ایمان ہم ان کی اتباع میں لگ جائیں گے۔ مثلاً آیات ذیل لے لیجئے۔

وآت ذالقربیٰ حقہٗ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرًا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین ط وکان الشیطٰنُ لربہ کفورًا۔ واما تعرضن عنہم ابتغاء رحمۃٍ من ربک ترجوھا فقل لہم قولًا میسورًا۔ ولا تجعل یدک مغلولۃً الیٰ عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملومًا محسورًا۔ (بنی اسرائیل)

ترجمہ۔ اور قریبیوں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ اور بے جا خرچ کر کے مال کو نہ اڑا بے شک مال اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گذار ہے۔ اگر تو رب کی رحمت چاہتا ہوا جس کی تجھے امید ہے ان سے منہ پھیرے تو ان سے نرمی کی بات کہدے اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے حد سے زیادہ کھول دے ورنہ تو ملامت کیا ہوا درماندہ ہو کر بیٹھا رہے گا" پھر سورۃ بقرہ میں ہے:۔

وآتی المال علیٰ حبہٖ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب (سورۃ بقر)

ترجمہ۔ اور اس کی (یعنی خدا کی) محبت کے لئے قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں کو اور غلام آزاد کرنے میں مال دیتے ہیں۔

پھر ایک دوسری جگہ فرمایا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

" اور شیطان تم کو مفلسی کا وعدہ کرتا ہے اور بخل کا حکم دیتا ہے اور خدا تمہیں اپنے پاس سے مغفرت کا اور رزق کثیر کا وعدہ دیتا ہے اور وہ دینے والا اور جاننے والا ہے۔

پس مضمون بالا سے ظاہر ہے کہ انسان کی انفرادی زندگی کی راحت اور سوسائٹی کی بہبود کے لئے یہ ضروری ہے کہ بدی کی جڑھ کو کاٹ دیا جائے یعنی دولت دنیا کی خواہش کو دل سے نکال دیا جائے سونا اور چاندی کی محبت سے نفس کو پاک صاف رکھا جائے"

اور جب یہ خواہش نیست و نابود ہو جائیگی۔ تو آپ دیکھیں گے کہ تمام نبی نوع انسان سکھ کی نیند سوئے گی اور راحت اور اطمینان کی روح اس کے اندر کام کرے گی۔ اور یہ کس طرح ہوگا؟ جب تمنا

فنا ہو جاتی ہے تو حرص کا سرخ پردہ ہماری آنکھوں کے سامنے سے گر جاتا ہے اور ہماری قوت باصرہ بلا روک ٹوک چیزوں کو روپے کی قیمت سے نہیں بلکہ ان کی اصل اور حقیقی قیمت کو دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ جب مال دنیا کی تمنا سے ہمارا دل آزاد ہو تو ہمارا دماغ بھی اس مال دنیا کے استعمال کو سمجھ سکے گا۔ اور ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ نہ تو ہم خرچ کرنے میں بخل سے کام لیں اور نہ فضول خرچی سے اور ہم صحیح مصرف پر خرچ کریں گے جس میں نہ تو کسی دنیوی منفعت کا لالچ ہو گا نہ دنیوی اجر کا خیال۔ اس امر کے متعلق ہم بالکل مستغنی ہونگے کہ ہمارے پاس تھوڑا ہے یا بہت۔ ہم دوسروں کو ان کے حقوق سے محروم نہیں رکھیں گے چہ جائیکہ ہم سرقہ چوری غبن جھوٹ فریب سے کام لیں۔ قناعت کی بابرکت دولت سے ہم بہرہ ور ہونگے جو کچھ ہمارے پاس ہے یا جن چیزوں کی ہمیں ضرورت ہے ہم ان کا استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ آہنی بیڑیاں کٹ جائیں گی۔ اور ہم بڑی آزادی اور خوشی سے ایک دلکشا باغ کے اندر چلے جائیں گے۔ اگر کچھ پاس ہو گا تو بھی ہم خوش ہونگے اور اگر کچھ بھی پاس نہیں ہو گا۔ تو بھی ہم خوش ہوں گے۔ کیونکہ جب ہم پر ان چیزوں کی حقیقت واشگاف ہو گئی اور ہمیں یقین ہو گیا کہ یہ سب عارضی اور بے حقیقت چیزیں ہیں تو ان کی اہمیت کچھ نہ رہی۔ ہمارے آہنی کمروں کے اندر ہمارے محفوظ صندوقوں اور بنکوں میں جو روپیہ کے انبار ہیں اور جو ہمارے لئے باعث تشویش ہیں ہم اُن کے فکر سے فارغ البال ہو جائیں گے اگر ہمارے پاس روپیہ ہو گا تو اس کو صحیح مصرف پر خرچ کر سکیں گے اور اگر نہیں ہو گا تو ہمارے دل میں کوئی جلن یا تپش نہیں ہوگی اور جو ہمارے پاس نہیں اور حقیقت میں جس کی ہمیں ضرورت بھی نہیں اس کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں اضطراب نہیں ہو گا۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ جب ہم مادی اشیا کی محبت سے فارغ البال ہو گئے۔ تو ہمارے قلوب ہمارے اوقات اور ہماری تمام سرگرمیاں روحانی اور ذہنی دولت سے متمتع ہونے میں صرف ہونگی۔ مہرو محبت کی ریشمی طنابیں ہماری زندگیوں کو مضبوط بنا دیں گی۔ اور سلاسل اخوۃ کی کڑیوں کی بندش ہماری زندگیوں میں ایک وسعت ایک فراخی پیدا کر دے گی۔ اور ایک حقیقی راحت اور پائیدار امن حاصل ہو گا۔

قرآن مجید کی آیات مبارکہ اس موضوع پر بڑی خوبصورتی سے روشنی ڈالتی ہیں کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے عہد مبارک میں مال دنیا کی محبت کی برائی کو محسوس کر لیا گیا تھا۔ ذیل کی آیات پر غور فرمایئے:۔ایک جگہ فرمایا وہ جو اس دنیا کی محبت کرتے ہیں اور آخرت کی محبت پر اس کو مقدم کرتے ہیں۔اور خدا کے راستے سے دور چلے جاتے ہیں اور اس کو ٹیڑھا بنانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت گمراہی میں ہیں پھر سورۃ توبہ میں فرمایا:۔ والذین یکنزون الذھب و الفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۔ (سورۃ توبہ ایت ۳۴)

یعنی وہ جو سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور ان کو خدا کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر دیدو۔

پھر ایک بڑی قیمتی نصیحت ارشاد فرمائی:۔ اے مسلمانو! تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تمہیں خدا کے ذکر سے نہ روکے۔ اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ گھاٹے میں رہیگا۔

اور اس دنیا کی دولت کے صحیح استعمال کے متعلق فرمایا:۔

یسئلونک ما ذا ینفقون ۔ قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتمی والمساکین وابن السبیل ۔ وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم (سورۃ بقرہ آیت ۲۱۵

"یعنی تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں۔ کہدو جو کچھ بھی اچھے مال میں سے خرچ کرو وہ ماں باپ اور قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اور جو کچھ بھی تم نیکی کرو گے تو اللہ اُسے جانتا ہے"

خرچ کرتے ہوئے نہ حد سے زیادہ خرچ کرنا اور نہ بخل سے کام لینا اس پر بھی قرآن مجید نے روشنی ڈالی ہے چنانچہ ایک جگہ فرمایا۔ ویسئلونک ما ذا ینفقون ۔قل العفو ۔یعنی یہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں ان سے کہدیں کہ جو بچتا ہے

پھر آیت ذیل ملاحظہ فرمائیں:۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواماً (سورۃ فرقان آیت ۶۷)

اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں نہ بے جا خرچ کرتے ہیں نہ موقعہ پر تنگی کرتے ہیں - اور ان کا خرچ ان دو حالتوں کے درمیان اعتدال پر ہے۔"

دولت کے غلط استعمال کے متعلق بہت کچھ زجر و توبیخ فرمائی ہے چنانچہ فرمایا۔

وما اٰتیتم من ربًا لیربوا فی اموال الناس فلا یربو عند اللہ وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولٰئک ھم المضعفون - (سورۃ الروم ایت ۳۹)

اور جو تم سود پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں جا کر بڑھتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا - اور جو زکوٰۃ تم دیتے ہو اس کے ساتھ اللہ کی رضا چاہتے ہو - تو یہی بڑھا لینے والے ہیں - پھر سود کے حرام ہونے پر ارشاد الٰہی ملاحظہ فرمائیں:-

الذین یاکلون الربٰوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس ذالک بانہم قالوا انما البیع مثل الربٰو و احل اللہ البیع وحرم الربٰوا . . . . . یمحق اللہ الربٰو و یربی الصدقٰت . . . . . . یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰوا ان کنتم مومنین - فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ (سورۃ بقرہ رکوع ۳۸)

ان آیات میں سود کو حرام قرار دیکر بہت بڑا گناہ ظاہر کیا گیا ہے اور سود خواروں کی مذمت کی گئی ہے۔

لیکن اس کے خلاف ہمارے کانوں میں یہ آواز آتی ہے :-

"ہاں یہ ٹھیک ہے! یہ تعلیم بے نظیر ہے لیکن اس پر عمل کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے - اس زندگی کے مقبوضات اس دنیا کے روح رواں ہیں - خواہ یہ بات کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو - ہم ان کی طرف سے یعنی اموال دنیا کی طرف سے استغنا نہیں برت سکتے تھوڑا ہو یا بہت"

لیکن میں کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں - ہرگز نہیں - اگر تم میں استغنا کی خواہش پیدا ہو جائے تو تم نے اسکے حاصل کرنے میں آدھا رستہ طے کر لیا - پہلے یہ دل میں پیدا ہونی چاہیئے - اب سوال یہ ہے کہ اسکی ظاہری صورت کیا ہو سکتی ہے ؟ یہی کہ اپنی خواہشات کو کم کیجئے جس چیز سے تمکو سب سے زیادہ محبت ہے اسکا کچھ حصہ دیدیجئے - اور پھر دیکھئے آپ میں استغنا کے لئے استعداد پیدا ہو جائیگی - اور یوماً فیوماً ایک سچی اور پائیدار خوشی آپ کے دل کے اندر ترقی کرتی جائیگی -

اللہ تعالےٰ اس معاملہ میں آپ کی مدد کرے - آمین -

گاندہی جی ذرا آنکھیں تو کھولکر دیکھیں

اسلامی پردہ ترقی کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے

(از قلم جناب محمد یونس خاں صاحب)

گاندہی جی نے بختیار پور کے مسلمانوں کے ایک جلسہ کو مخاطب کرتے ہوئے بہت زور کے ساتھ یہ کہا تھا کہ پردہ کے رواج کو بالکل مٹا دینا چاہئے اس لئے کہ عورتیں پردہ کی وجہ سے بالکل اندہیرے میں پڑی ہوئی ہیں۔ ذیل کے مضمون میں جو دکن ٹائمس میں شائع ہوا ہے مسٹر ابوالحسنات نے اسلام کے خلاف اس الزام کی تردید کرتے ہوئے اسلامی پردہ کی صحیح طور پر توضیح کی ہے۔

پردہ جو حقیقت میں ایک عربی لفظ نہیں ہے۔ موجودہ دنیا میں کچھ ایسا بدنام ہو چکا ہے۔ کہ اس کی حمایت میں کوئی آواز نہیں اُٹھتی۔ عام طور پر پردہ کو ایک اسلامی آئین بتلاتے ہیں جو صنف نازک کی آزادی کی راہ میں ایک رکاوٹ خیال کیا جاتا ہے اور جو بہت سی مصیبتوں کا باعث ہے اور یہ ایک عام آدمی کی سمجھ سے باہر ہے۔

ہندوستان کے ہندو جو پردہ کے رواج کے سننے سے پہلے صدیوں سے ذات پات کے خوفناک حربہ کی بدولت عورتوں کے گروہوں کے گروہوں کو کچلتے چلے آئے ہیں یہ سنکر ضرور اداس ہونگے کہ اُن کو ان پردہ والوں سے جن کو وہ اپنی مستورات کیلئے خرابی کا باعث تصور کرتے ہیں سابقہ کرنا پڑیگا۔ یورپ والے تو خوف کے مارے تھرا جائیں گے اور اس لفظ کے سننے سے اُن پر ضعف اور بے ہوشی طاری

ہو جائیگی۔ وہ پردہ کو خوفناک۔ ظالمانہ۔ بے رحم اور اسی قسم کے مختلف ناموں سے پکارتے ہوئے مزید بحث کے دروازہ کو فوراً بند کر دینگے۔ لیکن ایک مورخ اسلام کے اُن احسانات سے جو اُس نے عورتوں پر کئے ہیں مُوثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسلام نے عورتوں کو جو درجہ عطا کیا ہے اُس کو دنیا کے مشہور مصنف بہت وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں اور اُن لوگوں کے لئے جو نظر نہیں رکھتے ہیں اُس کو دہرانا بالکل بیکار ہے۔ کلام مجید اپنی ایک منور آیت میں بیان کرتا ہے:۔ تمہارے باپ اور تمہاری مائیں تم کو نہیں معلوم کہ تمہارے لئے حقیقت میں کون رتبہ میں بڑا ہے۔ جہاں تک عزت کا سوال ہے مرد اور عورت کا درجہ برابر ہے۔ اسلام نے لڑکی کو اُس کے باپ کی جائداد میں حصہ دار ٹھیرایا ہے۔ اگر لڑکی کو لڑکے سے حصہ میں کم ملا تو اُس کمی کو پورا کرنیکے لئے اُس کے شوہر کی جائداد میں اُس کا حصہ قرار دیا۔ اسلام نے تعلیم کے لئے صرف ہدایت ہی نہیں کی بلکہ علم کا حاصل کرنا مرد اور عورت دونوں کے لئے لازمی قرار دیا۔ یہ روشن اصول ابھی تھوڑی مدت پہلے دوسری قوموں کو معلوم بھی نہ تھے۔ ہم کو حضرت عائشہ صدیقہ کا ادبی اور مذہبی بحثوں میں حصہ لینا یاد ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلم خواتین کو عالمانہ درجہ حاصل ہو چکا ہے۔

جہاں تک کہ عورت کے چلنے پھرنے کا تعلق ہے اسلام نے مسلمان عورت کو عضو معطل بنا کر نہیں بٹھایا۔ اسلام کا کبھی یہ مقصد نہیں رہا کہ عورتوں کو تازہ ہوا سے محروم کر کے گھر کی چار دیواری میں بند کر دیا جائے۔ یہ بات واقعی قابل افسوس ہے کہ ہم ہندوستان کے رہنے والے کچھ رسموں میں بہت بری طرح سے جکڑے ہوئے ہیں اور رسمیں بھی وہ جو بتدریج مستحکم ہو چکی ہیں۔ خدا جانے مسلمانوں نے ان رسموں کو جن کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے کیسے قبول کر لیا ہے۔ ایک قوم کے مسلمہ اداروں کے علاوہ جماعتیں بنتی ہیں اور بگڑ جاتی ہیں۔ اور یہ امر یقینی طور پر اس کا متقاضی ہے کہ جن حالات سے مجبور ہو کر ایسی بے بنیاد رسومات ہماری سوشل زندگی میں داخل ہو گئی ہیں اُن کا مطالعہ کیا جائے اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ ہمارے آبا و اجداد نے کیسے دہوکہ میں آکر ہندوؤں کے اصول پردہ "اسرج پشیا" (وہ عورت جس پر سورج کی کرن بھی نہ پڑی ہو) کی نقل کی۔

مسلم عورتیں لڑائی کے میدانوں میں

تاریخ اسلام میں مسلم خواتین کی مسجد میں نماز باجماعت کی بہت سی مثالیں موجود ہیں مثلاً عیدین کے مواقع پر۔ ایسے بھی موقعے آئے ہیں کہ جب مسلمان عورتیں لڑائیوں میں شریک رہی ہیں اور اپنے اعزا کے ساتھ سفر بھی کیا ہے اور کرتی ہیں۔ روزانہ کاموں کے لئے باہر جانیکا تو ذکر ہی کیا۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی جنگ جمل میں اپنی جماعت کی سرکردگی میں شرکت کی مثال سے بڑھکر اور کون روشن دلیل اوپر کے واقعات کی حمایت میں پیش کی جاسکتی ہے۔ ان تمام واقعات سے ظاہر ہے کہ مسلم خواتین کبھی بھی موٹے موٹے برقعے اوڑھکر مکان کی چار دیواری میں بند ہو کر نہیں بیٹھیں۔ نکتہ چین ہندوستان کے رواج پردہ اور اس کی برائیوں کو نمایاں کرتے ہوئے اسلام کی تشہیر کرتے ہیں لیکن مسلم خواتین اسلامی ممالک میں کبھی اس ذلیل حیثیت سے نہیں رہیں۔ اگر یہاں عورتیں پڑھی لکھی نہیں ہیں تو اس میں اسلام کیا قصور ہے۔ برخلاف اس کے اسلام کو ہندوستانی مسلمانوں سے یہ شکایت ہے۔ کہ انہوں نے عورتوں کی تعلیم کے متعلق پر زور احکام کی تعمیل سے فرد گذاشت کی اور کیا تعلیم نسواں کے علاوہ ہندوستانیوں کی عام جہالت ہندوستان کے اہم معاملوں میں سے نہیں ہے تعلیم سے بے توجہی کی کسی خاص مثال کے ہوتے ہوئے کیا ہندوستان میں غریبی اور مختلف اہم معاملات توجہ کے محتاج نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پردہ کو عورتوں کی جہالت کا سبب بتلانا سراسر انصاف کا خون ہے

ہمارے اس دعویٰ سے کہ اسلام نے عورتوں کو کافی آزادی دی ہے یہ مطلب نہیں نکالنا چاہئے کہ وہ مغربی ممالک کی طرح عورتوں کی آزادی کا حامی ہے بلکہ اسلام کو مردوں کی بوالہوسی کا یقین ہے اور اُس کے وجود پر زور بھی دیا ہے۔ اچھے اور برے جذبات میں جنگ برابر جاری ہے اور جس قدر نیکی پر برائی کے غلبہ کا اندیشہ رہتا ہے اُسی قدر نتائج سے آگاہ کیا ہے۔

اگرچہ عورتوں کو نماز باجماعت کی اجازت دی گئی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ مردوں سے آزادی سے ملنے کو منع کیا ہے۔ ایک نوجوان عورت کا اپنے نوجوان دوست کے ساتھ اکٹھے سیر کرنا بہت

زیادہ خطرناک ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کلکتہ میں چاروں طرف کھلے بازاروں میں اپنے ذاتی کام سے پھرتی پھرے۔

پردہ برائیوں کا ابتدا ہی سے قاطع ہے

بُرائی کی طرف کھچ جانا ہماری فطرت ہے اور غالباً اس کو تسلیم کیا جائے گا کہ جتنی آزادی سے مرد اور عورت آپس میں ملنے لگتے ہیں اُتنی ہی اُن کی اخلاقی حالت گرنے لگتی ہے۔ برائی سے بچنے کا سب سے سہل طریقہ یہ ہے کہ اُن حالات سے دور رہا جائے جن سے بُرائی پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو ہوشیار رہنے کی ہدایت کی ہے۔ "مسلمانوں سے کہدو کہ وہ نیچی نگاہ رکھیں اور اپنے جذبات کو قابو میں کریں۔ یقیناً جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اُس سے بخوبی واقف ہے اور مسلمان عورتوں سے کہدو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور جذبات کی نگرانی کریں"۔ یہ احکام سوسائٹی کی اُس حالت کو ظاہر کرتے ہیں جس میں عورتیں آزادی سے چلتی پھرتی ہیں۔ بہرحال یہ احکام ناچ و رنگ فرانس کے لوگوں کی برہنگی اور مرد اور عورتوں کے مخلع بالطبع ہونے کے طریقوں کی نہایت زور سے تردید کرتے ہیں۔

یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ مردوں نے مذہب کی پابندی چھوڑ دی ہے اور اس وجہ سے پردہ کے مخالفوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا ہے کہ جب مرد آزاد ہیں اور نڈر ہو کر بُرائیاں کرتے ہیں۔ تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ عورتوں کو آزادی سے محروم رکھا جائے

ہم کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آزادی ایک نسبتی فقرہ ہے۔ اگر ہم اس کو ضرورت سے زیادہ وسعت دیدیں گے تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔ جس طرح دولت اور عیش کی خواہش سے جی نہیں بھرتا ہے اسی طرح انسانی آزادی کے جذبہ کی کبھی سیری نہیں ہوتی۔ اعلےٰ دماغوں نے میاں اور بیوی کے تعلقات کے بہت سے طریقے پیدا کئے۔ لیکن کوئی تدبیر پورے طور پر کارگر نہ ہو سکی کیونکہ تسلی ایک دوسرا نسبتی لفظ ہے۔ انہوں نے سول شادی۔ آپس کی رضامندی کی شادی اور دوسری قسم کی شادیوں کی آزمائش کی اور بالآخر سب کو شادیاں بالکل منقطع کرنی پڑیں۔ اس تشبیہ کو پورا کرنے یا اُس آزادی

کی ہمسری کے خیال کو جو حیوانات کے دوسرے ارکان کو حاصل ہے ہم کو بظاہر حصول آزادی کی ضرورت ہے۔ ہنسی تو اس پر آتی ہے کہ مذہب نے جو قیود انسانی بھلائی کی حفاظت میں لگائیں ہیں اُن کے خلاف لوگ آواز بلند کرتے ہیں حالانکہ ٹھنڈے دل سے وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انسانی محبت اسی مرکزی اصول پر قائم ہے کہ وہ افراد کی آزادی کو عوام کی آزادی کی خاطر محدود رکھے۔

بچے کشی سے آزادی

صنف نازک کے خلاف بغیر بدگمانی کئے ہوئے ہم کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ مغرب کی عورتوں کو آزادی حاصل نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے زبردستی آزادی حاصل کی ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان کام کی تقسیم یہ گئی گذری بات ہے۔ مرد اپنا پسینہ بہاکر روپیہ کماکر اپنی آمدنی عورت کے حوالہ کرتا ہے۔ امور خانہ داری میں عورتیں مرد کو ایسی آسانی سے الگ کردیتی ہیں جیسے پرانے زمانہ کے بادشاہ اپنے مخالفوں کو کردیتے تھے مرد باورچی چولہا سلگاتا ہے۔ مالی احاطہ کی درستی کرتا ہے۔ آیہ بچہ پالتی ہے اور سوائے تھوڑی سی دلچسپی ان معاملات میں لینے کے عورت تو صرف سینما جانے کی تیاری یا پارٹیوں میں مصروف رہتی ہے۔ بے شک عورت زچگی کے دردوں کے لئے خدا یا قدرت کو کوستی ہیں لیکن وہ بہت جلدی ایسی تدابیر اختیار کرلیتی ہے کہ جن سے بچے پیدا ہی نہ ہوں۔ لیجئے کل کی بات ہے کہ اخباروں میں ہم نے ایک جورو کے غلام سوسائٹی کے حالات پڑھے۔ جنہوں نے نہایت سنجیدگی سے اقرار کیا کہ وہ اُس کھانے کو نہ کھائیں گے جس کو اُن کی بیویوں نے نہ پکایا ہو۔ اپنی بیویوں کے پوچھنے پر یہ نہ بتائیں گے کہ وہ کہاں تھے اور گھر کے معاملات سے آسانی سے برطرف نہونگے۔

عورتیں اس قدر الزام کے قابل نہیں ہیں اُن کو سینکڑوں طریقوں سے دھوکہ دیا گیا ہے اور وہ بھی نئی نئی صورتوں سے بدلہ لے رہی ہیں۔

نہایت بے رحمی سے عورتوں کو قربان کیا گیا ہے۔ اصل عزت صرف چند نام نہاد اصول آزادی ہی نہیں ہے کہ عورت آسانی سے چل پھر سکے۔ عورتوں کی عظمت کا پاک وسوسہ جس کے لئے مجاہدوں

نے اپنی جانیں قربان کیں اور قومیں برسرپیکار رہوئیں اُن کی مثال بدنصیبی سے کیلئے یا ازراہ تمسخر اُس زمانہ میں ملیگی جبکہ لوگ غاروں میں رہتے تھے۔ پاکدامنی کی جو عورت کے سر کے لئے نہایت قیمتی جوہر ہے اور جس کو مرد عورت کی سب سے بڑی خوبی سمجھتے ہیں۔ اُس کی ایک لغویات کے برابر بھی قدر نہیں۔ مردوں نے عورتوں کی کمزوریوں سے فائدہ اُٹھانے کے لئے اپنی عیارانہ تدبیروں کو چند بیکار دستوروں کی آڑ میں بعض رسم ورواج کو بڑا چڑھا چھپا رکھا ہے۔

ہم اپنی عورتوں کی طرف سے کیوں بدظن ہوں۔ ہمیں بالکل اُن کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہئیے میں تو مردوں اور شیطان سے جو ہمارے درمیان میں ہے بدظن ہوں۔ میں تو کہتا ہوں کہ مردوں کو اب تک عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اب تک میری مراد حضرت آدم وحوا کے دنیا میں وارد ہونے کے وقت سے مردوں کا یہ دستور رہا ہے کہ جب وہ عورتوں کے جذبات سے عملی طور پر نہیں کھیل سکتے ہیں تو خواب وخیال ہی میں شروع کر دیتے ہیں۔ وہ عورتوں کا مظاہرہ ناولوں کے ذریعہ۔ تھیٹروں اور سینماؤں میں کرتے ہیں۔ لیکن ہزاروں میں بھی ایک مرد ایسا نہ ہوگا جس نے محبت کی شادی کو اچھا کہا ہو۔

بقیہ استفسارات وجوابات ۳۷۰

استفسار:۔ کیا سیدوں اور غیر سیدوں میں بیاہ کرنا جائز ہے

جواب:۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اسلام میں نسبی امتیاز روا نہیں۔ اور نہ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں کوئی ذات پات کی تمیز ہے۔ بیاہ شادی کے معاملہ میں باہمی رضامندی درکار ہے۔ اور اگر ایک سید اور غیر سید میں باہمی رضامندی ہو جائے تو کوئی چیز انکو شادی سے روک نہیں سکتی۔

استفسار:۔ قرآن مجید میں ہے کہ ہر ایک نفس موت کا مزا چکھیگا مگر لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ ان دونوں باتوں میں کس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے۔

جواب:۔ یہ غلط خیال ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ اور کوئی روشن خیال آدمی نہیں مانتا کہ وہ اب تک بقید حیات موجود ہیں۔ موجودہ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ آپ سرینگر کشمیر میں مدفون ہیں

استفسارات وجوابات

استفسار:۔ مبلغین کو تنخواہیں کیوں دی جاتی ہیں۔ کیا آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی آجکل کی طرح مبلغین کو تنخواہیں ملتی تھیں؟

جواب:۔ اسلام ناقابل فہم باتوں کا نام نہیں ہے جو دلائل سے سمجھ میں نہ آسکے۔ عقل کے خلاف اس میں کوئی بات نہیں ہے۔ اب بتائیے کہ اگر ایک شخص اپنی زندگی تبلیغ اسلام کیلئے وقف کردے تو کیا مسلمانوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ ہر طریقے سے اس کی امداد کریں؟ اگر نہیں تو وہ اپنی زندگی کی ضروریات کو کہاں سے پورا کریگا۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں ہر مسلمان مبلغ تھا۔ ہر مسلمان اپنا فرض سمجھتا تھا کہ اپنی استعداد کے مطابق تبلیغ اسلام کرے سچے مسلمانوں سے ہر زمانے میں اس بات کی توقع کی جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا کہ آیا ہر مبلغ کو جو اسلام کا کام کرے معاوضہ دیا جائے یا نہیں لیکن قوم اس کی ضروریات کا ہمیشہ خیال رکھتی تھی۔ عام مبلغین کا تو کیا ذکر ہے، خود آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین اپنی ضروریات کیلئے بیت المال سے وظائف لیتے تھے۔ اسی طرح جب آنحضرت یا خلفائے راشدین مبلغین کا تقرر فرماتے تھے اور ان مبلغین کے پاس اپنی روزی کمانے کا وقت نہ ہوتا تھا تو وہ کس طرح گذارہ کر سکتے تھے سوائے اس کے کہ قوم ان کی ضروریات کی کفیل ہو۔ مبلغین جب منظم صورت میں ایک جماعت کی حیثیت سے یہ کام کریں تو انہیں مجاہدین کی جماعت تصور کرنا چاہئیے۔ انہیں اس بات کا حق ہے کہ قومی سرمائے سے ان کی امداد کی جائے وہ اپنی زندگیاں قوم کیلئے وقف کر دیتے ہیں۔ ایک طرح سے ان کی زندگیاں قوم کی ملکیت ہوجاتی ہیں اور قوم کا فرض ہے کہ ان کے اخراجات زندگی کی کفیل ہو۔ چنانچہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے

کہ مبلغین کو اس وقت تک تنخواہیں دی جائیں جب تک وہ خلوص دل کے ساتھ اسلام کی خدمت کریں چاہے وہ کسی حیثیت سے ہو۔

استفسار:۔ سید چونکہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم اور حضرت علیؓ آپ کے چچیرے بھائی کی اولاد ہیں کیا وہ دوسرے لوگوں سے جو سید نہیں ہیں افضل نہیں ہیں۔ اگر نہیں ہیں تو کیوں؟

جواب:۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ یعنی تم میں سے سب سے زیادہ وہ لوگ معزز ہیں جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ کئی لوگ جو سید نہیں ہیں وہ سیدوں سے تقویٰ و طہارت میں بدرجہا افضل ہوتے ہیں۔ اگر حضرت علیؓ کی اولاد سید ہیں تو ہمارے نبی کریم صلعم بھی سید نہیں تھے۔ کیونکہ آپ خلیفہ چہارم کی اولاد نہیں تھے۔ کیا وہ تمام بنی نوع انسان سے افضل نہ تھے؟ عربی زبان میں سید کے معنے ہیں سردار یا معزز انسان لیکن محض خون ہی تو انسان کو سردار یا معزز بنانے کے لئے کافی نہیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ ایک نبی کا بچہ بھی تو راہ راست سے بھٹک سکتا ہے۔ اس لئے اسلام نے جو فوقیت کا معیار قایم کیا ہے وہ نہایت صحیح ہے۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور برابر ہیں اور سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو خدا اور اس کے احکام پر چلتا ہے اور مخلوق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے

استفسار:۔ سید لوگ ان لوگوں کو جو سید نہیں ہیں عزت اور برتری کی علامت سمجھکر اپنے پاؤں چومنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟

جواب:۔ ہرگز نہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ کوئی سمجھدار سید ایسی فضول حرکت کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔

استفسار:۔ بعض تہواروں میں غیر سید مستورات کو سید مستورات کے ساتھ کھانا کھانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ کیا یہ اسلامی طریق ہے؟

جواب:۔ یہ اصول اسلام یعنی مساوات اسلام کے بالکل خلاف ہے اس قسم کی رسوم غالباً ہندو سے لی گئی ہیں۔ جواب وہ خود روشنی کے پھیلنے سے ترک کرتے جاتے ہیں۔ سمجھدار مسلمان خواہ وہ سید ہوں یا غیر سید اس قسم کی رسوم جاہلیت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (باقی صفحہ

(۹) ووکنگ مسلم مشن انگلستان کی ذیل کے طریقوں سے امداد ہوسکتی ہے

(۱) بحیثیت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کردیں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۲ ہے (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں مسلم بھائی اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس رسالہ کے ذریعہ ان کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقہ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا رہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہوجاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں قرآن کریم کی رو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کلمہ کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دیدیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سود صرف ہوسکتا ہے اگر آپ سود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بھیجنے کا بہترین مصرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) ووکنگ مسلم مشن کا سرمایہ محفوظ (ریزرو فنڈ)

ایک کامل نظام کے لئے از بس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو جو یہ مشن پچھلے اکتیس سال سے احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایہ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہوکر آئندہ کیلئے کسی چندہ کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کرسکینگے۔

(۱۱) ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق

یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔
(۱) بورڈ آف ٹرسٹیز (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ دارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تک محدود ہے۔

(۱۲) مشن کا مالی انتظام

(۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہوکر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکرٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ سالانہ پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کردی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کردیا جاتا ہے۔

(۱۳) ضروری ہدایات

(۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ۔ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England – The Imam, The Mosque Woking, Surrey, England

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ "اسلام" لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب ہندوستان) فرمائیں

NOVEMBER, 1948. Regd. L. No. 908

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ
خواجہ عبدالغنی سیکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

یہ بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمدنی بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے لئے، اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۴ | بابت ماہ نومبر ۱۹۴۸ء | نمبر ۱۱

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اشاعت اسلام برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

شذرات

آہ! قائداعظم

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃٌ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعونؔ۔

ہر آنکہ زاد بنا چار بائدش نوشید
زجام دھر مئے کل من علیہا فان

سال رواں کے ماہ ستمبر کا سب سے المناک اور روح فرسا سانحہ جس نے تمام اسلامی دنیا میں غم و الم کا تلاطم بپیدا کر دیا حضرت قائداعظم محمد علی جناح بانی مملکت پاکستان کی رحلت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ کونسی ہے آنکھ نہیں اشکبار جو
وہ کونسا ہے دل جو نہیں بے قرار آج

یہ المناک سانحہ ۱۲ ستمبر کو رات کے تقریباً ساڑھے دس بجے وقوع میں آیا۔ حضرت قائداعظم کچھ دنوں سے بیمار تھے اور اسی وجہ سے آپ جشن استقلال میں شرکت نہ فرما سکے۔ تبدیل آب و ہوا کے لئے آپ زیارت جو بلوچستان میں ایک معتدل مقام ہے۔ تشریف لے گئے۔ ۱۲۔ستمبر کے دن آپ بذریعہ ہوائی جہاز کراچی واپس تشریف لائے اور اسی رات حرکت قلب کے بند ہوجانے سے

رہ گرائے عالم بقا ہوئے ۔۔۔ ہ

کاش آں زماں سرادقِ گردوں نگوں شدے
جانِ جہانیاں ہم از تن بروں شدے

ایک ایسے وقت میں جب ملت اسلامیہ ایک نہایت نازک دور سے گذر رہی ہے ۔ اس عظیم الشان رہنما کا اٹھ جانا تمام عالم اسلام کے لئے بالعموم اور مملکت پاکستان کے لئے بالخصوص بڑا اندوہناک حادثہ ہے ۔ مگر مشیت ایزدی کے سامنے سر جھکائے بغیر چارہ نہیں اور ہم اللہ تعالےٰ کے حکم کے موافق اس صدمہ عظیم اس حادثہ الیمہ پر صبر کرتے ہیں اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہیں ۔

ہمارے قائد اعظم دنیا کی عظیم ترین ہستیوں میں سے تھے ۔ وہ ان گنتی کے افراد میں سے تھے ۔ جو اقوام کی تقدیروں کو بدل ڈالتے اور دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیتے ہیں ۔ آپ نہایت زیرک نہایت قابل نہایت معاملہ فہم ذہین مدبر اور بے نظیر سیاستدان تھے ۔ اور سب سے بڑی خوبی جو آپ میں تھی وہ آپ کا اخلاص تھا ۔ وہ خاص محبت تھی جو آپ کے دل میں مسلمان قوم کے لئے تھی ۔ آپ اگرچہ بوڑھے تھے مگر آپ کا دل جوان تھا ۔ بدن نحیف تھا مگر غضب کی قوت ارادی اس میں بھری تھی ۔ آپ کی آواز میں ایک ایسی شوکت تھی کہ دشمنوں کے دل لرز جاتے تھے ۔ ملت اسلامیہ پر جو آپ کے احسانات ہیں ۔ ان سے قوم کا عہدہ برآ ہونا مشکل ہے ۔ آپ نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا ۔ اس کو پورا کر کے چھوڑا ۔ باوجود سخت مخالفت کے جو انگریز قوم اور ہندو قوم بلکہ خود مسلمانوں کے ایک طبقے کی طرف سے کی گئی آپ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئے ۔ اور آپ نے خدا کی تائید و نصرت سے ایک بہت بڑی اسلامی سلطنت دنیا میں قائم کر دی ۔

آپ کے کارہائے نمایاں رہتی دنیا تک زندہ رہیں گے اور آپ کا نام تاریخ کے اوراق میں سنہری

حروف میں لکھا جائے گا۔ مسلمان قوم کو بجا طور پر فخر حاصل ہے کہ اس گئے گذرے زمانے میں بھی جناح جیسا انسان ان کے اندر پیدا ہوا۔ جس نے ہندوستان کے مسلمانوں کو قید غلامی سے رہا کیا اور انہیں ایک بہت بڑی سلطنت کا مالک بنا دیا۔

وہ خدا کا مرد مجاہد آج ہم میں نہیں مگر اس کا عمل ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ ہمیں کوشش کرنا چاہئیے۔ کہ اس کے نقش قدم پر چلیں اور خدا کے افضال کی امید رکھیں۔ دعا ہے کہ خداوند کریم ہماری قوم کو صبر عطا فرمائے اور ہم خدا کے فضلوں کے مالک اور جاذب بنیں۔ ع

این دعا از من

آغوش اسلام میں

(۱)

میں مسز لیو ڈ ا ولیمز سکنہ فشر سٹریٹ بریسیلی ہل سٹافس صمیم قلب سے بلا جبر و اکراہ برضا و رغبت خود اس امر کا اعلان کرتی ہوں کہ میں ایک اور صرف ایک معبود حقیقی اللہ کی عبادت کروں گی میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغمبر اور اس کا بندہ تسلیم کرتی ہوں۔ میں جملہ انبیا حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰ سب کی عزت کروں گی۔ اور میں اس امر کا اقرار کرتی ہوں۔ کہ میں خدا کی اعانت اور اس کے فضل سے ایک مسلم کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرونگی

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اللہ کا رسول ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(دستخط) ایل ولیمز　　مورخہ ۱۸ ر جون ۱۹۴۸ء

(۲)

میں مسٹر پرسیول لیزلی ولیمز سکنہ فشر سٹریٹ بریسیلی ہل سٹافس بلا اکراہ و جبر غیرے برضا و

رغبت خود نہایت حسن نیت اور دلی خلوص سے اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ میں صرف ایک اللہ کی پرستش کروں گا۔ میں ایمان لاتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور بندے ہیں۔ میں تمام انبیا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و سب کی یکساں عزت اور اکرام کرتا ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں ایک مسلمان کی زندگی بسر کرونگا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

دستخط پرسیول۔ پی۔ ولیمز۔　　مورخہ ۱۸ رجون ۱۹۴۸ء

مسٹر گاندہی کے قتل کا حادثہ فاجعہ

(الحاج ڈاکٹر شیخ محمد عبداللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی امام ووکنگ مشن کا وہ لیکچر جو انہوں نے ۱۷۔ مارچ کو "دی ورلڈ کانگریس آف فیتھس (مجلس مذاہب) منعقدہ لندن کے ایک جلسہ میں دیا۔)

۳۰ رجنوری ۱۹۴۸ء کا دن تاریخ عالم میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے کہ اس دن دنیا کی ایک بہت بڑی شخصیت یعنی مسٹر گاندہی کے قتل کا حادثہ فاجعہ وقوع میں آیا۔ جس پر نہ صرف ہندوستان ہی رنج والم میں مبتلا ہوگیا۔ بلکہ ساری دنیا میں ایک ایسے غم کی لہر دوڑ گئی۔ جس کی نظیر بہت کم تجربہ میں آتی ہے مسٹر گاندہی صلح و امن کا علمبردار تھا اور ہم مسلمان بھی صلح و امن کے علمبردار ہیں اور دنیا میں امن قائم کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس وجہ سے طبعی طور پر ہمیں مسٹر گاندہی کے مرنے پر صدمہ ہوا ہے۔

سیاسی اور مذہبی لوگوں نے مسٹر گاندہی کے متعلق بہت کچھ کہا ہے ہر شخص اس کو اپنے نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ مسٹر گاندہی کا پیغام ہر ایک شخص کے لئے تھا۔ میں مغرب میں اسلام کا نمائندہ ہوں۔

اور میرے نزدیک مسٹر گاندھی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے اس موجودہ زمانہ کی مادہ پرست اور جنگجو دنیا میں جسمانی اور مادی طاقتوں پر روحانی اور اخلاقی طاقتوں کی فوقیت کو ظاہر کیا۔ مسٹر گاندھی کو خدا کی ہستی پر بڑا محکم یقین تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا۔ "میں مذہب اور دعا کا قائل ہوں۔ اور خواہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں مجھے امید ہے کہ خدا مجھے طاقت دے گا کہ میں اس کا انکار نہ کروں بلکہ زبان سے یہی پکاروں کہ وہ ہے" خدا کی وحدانیت کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے ایک دفعہ فرمایا کہا "مسلمان یہی کہتے ہیں کہ خدا ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں" جو مسلمانوں کے کلمہ لا الہ الا اللہ کا ترجمہ ہے۔

اس عام خیال کی تردید کی غرض سے کہ مادی ترقی یعنی موجودہ تہذیب دنیا میں امن و امان قائم کرے گی انہوں نے فرمایا " مادیت اخلاق فاضلہ پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ جس کی موجودہ نسل انسانی کو از حد ضرورت ہے۔ یورپ کے لوگ موجودہ تہذیب سے دوچار ہونے سے پیشتر مشرق کے ساتھ کئی ایک امور میں اشتراک رکھتے تھے۔"

لیکن مہاتما گاندھی نے کبھی خدا ہونے یا خدائی طاقتوں کے مالک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ انہوں نے ایک دفعہ فرمایا۔ " مجھے فوق العادت طاقتوں کے مالک ہونے کا کوئی دعویٰ نہیں۔ اور میرا بھی گوشت پوست ہے جو میرے جیسے دوسرے کمزور لوگوں کا ہے اور جس طرح دوسرے غلطی کا ارتکاب کر سکتے ہیں میں بھی کر سکتا ہوں۔ مجھ سے بڑی بڑی غلطیاں ہوتی رہی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ میرے فیصلہ جات ہمیشہ صحیح ہوں" دنیا میں آج کل بہت سے ڈکیٹیٹر ہیں۔ سلطنتوں کے بڑے بڑے لیڈر ہیں جو اپنی غلطی کا کبھی اعتراف نہیں کرتے۔ لیکن مسٹر گاندھی ایسے شخص نہیں تھے۔ انہوں نے تنفر، غصہ اور غیر معقولیت کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دیدی۔ آخری لمحہ پر خدا کا نام ان کی زبان پر تھا۔ اور محبت اور عفو اُن کے دل میں تھی۔ جب خون بہ رہا تھا اور زندگی کے چند لمحات باقی تھے۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اپنے قاتل کو سلام کیا۔ جو اُن کے سامنے کھڑا تھا۔ اس سے بہتر شاندار موت کیا ہوگی؟

مسٹر گاندھی ایسی اعلیٰ اور بنیادی سچائیوں کی صرف تعلیم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ ان کا وصف جس

کی لوگ زیادہ تر تعریف کرتے تھے یہ تھا کہ وہ ان صداقتوں پر خود عامل تھے۔ اور جو ان کی تعلیمات تھیں وہ ان کے مطابق اپنی زندگی بسر کرتے تھے خواہ اس میں ان کو اپنی جان پر ہی کھیلنا پڑے۔ مسٹر گاندھی کا خدا پر اس قدر مضبوط یقین تھا۔ کہ جب پولیس والے ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ وہ ان تمام لوگوں کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔ جو عبادت کرنے کے لئے ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں تو آپ نے یہ کہکر ان کی تجویز کو مسترد کر دیا کہ میری زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے اور اگر مجھے مرنا ہے تو کوئی احتیاط مجھے بچا نہیں سکتی۔"

انہوں نے جو عبادت میں جانے والوں کے متعلق پابندی عائد کرنے کی ممانعت کی یا ان کی تلاشی سے روکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خدا پر بڑا بھروسہ تھا۔ ایک دوسری بات جو ہم سب کو یاد رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ دنیا کی مادی چیزوں کا مسٹر گاندھی پر کوئی اثر نہ تھا۔ ان کی کوئی املاک نہ تھی اور کہتے تھے کہ جس دن سے انہوں نے دنیا کی املاک سے نجات حاصل کی ہے۔ ان کے روح میں طاقت اور دل میں اطمینان پیدا ہو گیا ہے۔

مسٹر گاندھی کی قسم کے لوگ تاریخ عالم میں ایک بہت بڑا نقش چھوڑ جاتے ہیں۔ محض اس وجہ سے دنیوی ملک و املاک سے یہ لوگ الگ تھلگ ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک ان کی ذاتی زندگیوں کا سوال ہے۔ انہیں دنیا کی چیزوں سے کچھ مناسبت نہیں ہوتی۔ اگرچہ دوسرے لوگوں کی زندگی بنانے میں وہ کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ گاندھی اسی قسم کے لوگوں میں سے ایک تھا۔

مہاتما گاندھی اگرچہ مذہبی آدمی تھا۔ مگر وہ کوئی تنگ نظر مذہبی شخصیت نہ تھی۔ مثلاً وہ مانتے تھے کہ تمام مذہبی شخصیتوں اور مذہبی کتب نے نیکی کی تعلیم دی ہے۔ اور یہ وہ امر ہے جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ کیونکہ یہ محض مذہب اسلام ہی ہے جو تمام مذہبی شخصیتوں اور مذہبی کتب پر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہے۔ یہ امر کہ مسٹر گاندھی اپنی عبادت میں قرآن شریف سے بھی آیات پڑھوا تے تھے ظاہر کرتا ہے کہ ان کا نقطۂ نگاہ بڑا فراخ اور وسیع تھا۔ اور ان کی کوشش تھی کہ تمام بنی نوع انسان میں اتفاق اور اتحاد پیدا ہو۔

جب کانگریس کو حکومت ملی - تو آپ نے وزرا کو نصیحت کی - کہ وہ اس طرح حکومت کریں جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ نے حکومت کی تھی ۔

مسٹر گاندھی نے جو کلکتہ اور دہلی میں فرقہ وارانہ صلح اور خیرسگالی کی کوشش کی - وہ ہم سب کو معلوم ہے - اور ہر وہ شخص جو صلح و امن کا خواہشمند ہے - مسٹر گاندھی کی ان مساعی کا تہ دل سے شکر گذار ہوگا - مہاتماجی نے جو با امن طریقے اس صلح کے لئے اختیار کئے انہوں نے ثابت کر دکھایا کہ رجمنٹیں اور فوجیں وہ کام نہیں کرسکتیں جو ایک درد دل رکھنے والے انسان کی باامن مساعی کرسکتی ہیں - ہمیں چاہیئے کہ ہم زندگی کے زاویہ نگاہ کو ذرا فراخ کریں - اور ساری بنی نوع انسان کو ایک برادری تصور کریں - جس میں رنگ - روپ - ذات پات اونچ نیچ کی کوئی تمیز نہ پائی جائے ۔

نفرت وحقارت غرور وفخر خود غرضی اور نا اتفاقی دشمنی اور عداوت کی بجائے محبت - یگانگت اتفاق منکسرالمزاجی ہمارا شیوہ ہونا چاہیئے - دنیا پر اکثر دفعہ یہ امر ثابت ہوچکا ہے اور مسٹر گاندھی کی زندگی نے دوبارہ ثابت کر دکھایا ہے - کہ اس تہذیب کے جس کی بنیاد مادیت پر ہو اب گنتی کے دن رہ گئے ہیں اور اگر بنی نوع انسان کی خیریت درکار ہے تو یہ اخلاقی اور روحانی طاقتوں سے ہی حاصل ہوسکتی ہے - ولاغیر۔

مادی ترقی جس کے متعلق خیال تھا کہ یہ دنیا میں خوشی اور راحت پیدا کرے گی - اس باب میں ناکام ثابت ہوچکی ہے اور بجائے راحت اور خوشی کے یہ دنیا میں تباہی اور مصیبت لائی ہے۔

دنیا ایک سخت ابتری کی حالت میں ہے - اور زندگی اور مال کا تحفظ دنیا سے کلیتہً مفقود ہوچکا ہے - آپ ذرا چین - انڈونیشیا - انڈیا اور پاکستان اور فلسطین کے حالات حاضرہ پر نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ کیا کہیں امن کا نام ونشان ملتا ہے - کیا صفحہ ارض پر کوئی ایک مقام ایسا ہے - جہاں امن ہو جہاں اتفاق ومحبت پائی جائے یقیناً ایسی جگہ ایک بھی نہیں - نسل انسانی قوموں اور فرقوں میں تقسیم ہوچکی ہے - جو ایک دوسرے سے نفرت رکھتے ہیں - اور ذاتی منفعت اور اپنے عیش وآرام کے لئے ایک دوسرے کی تباہی میں کوشاں ہیں - اور اُن کے ہاں کوئی ضابطہ اخلاق

نہیں۔ ذاتی اغراض نے ان کو اندھا بنایا ہوا ہے اور ان اغراض کے حصول کے لئے وہ جائز و ناجائز سب قسم کے حیلے استعمال کرتے ہیں۔

موجودہ نسل انسانی نے خدا کو الوداع کہدیا ہے۔ اس لئے خدا نے دنیا سے امن و انسانیت کو اٹھا لیا ہے۔ ہماری مادی تہذیب نے روحانی طاقتوں کی قدروقیمت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ مغربی دنیا میں جو مادی تہذیب کا مرکز ہے کوئی ضابطہ اخلاق نہیں پایا جاتا۔ مذہب کو اور مذہب سے میری مراد حقیقی اور سچا مذہب ہے۔ انسان کا ایک پرائیویٹ فعل مانا جاتا ہے۔ اور لوگ سوسائٹی میں اس کا ذکر کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ خدا کا نام محض ہونٹوں پر ہے اور بڑے بڑے سیاست دان اور مدبران ملکی بجائے خدا کے آگے سر عجز جھکانے کے اور اس کی عبادت بجا لانے کے اس کا نام کسی قومی مصیبت کے وقت یا جنگ میں فتح کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اور بس۔ ان کے نزدیک خدا کی غرض اس قدر ضرورت ہے کہ وہ ان کی مادی ترقی میں مدد کرے اور ان کا سیاسی مقاصد میں معاون ہو۔ ان کو یہ غرض نہیں کہ خدا ان کو اطمینان قلب عطا کرے۔ اور ان کے دلوں میں سکون و راحت پیدا کرے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم تمام مخلوق کے ساتھ ایک برادری کی طرح سلوک کریں۔ اور اس کی بنا اخلاقی اور روحانی طاقتوں پر رکھیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم زندگی کے اس تصور کا بھی ذرا امتحان کر کے دیکھیں جس کو دنیا کی بڑی بڑی شخصیتوں مثلاً جناب کرشن۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور بالآخر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا۔

راہِ زندگی

(مولانا ولیم بشیر پکرڈ کے قلم حقیقت رقم سے)

۵۔ رہنمائی

یا ایھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ط ان اللہ لا یحب المعتدین (سورۃ المائدہ آیت ۸۷)

وکلوا مما رزقکم اللہ حلالًا طیبًا واتقوا اللہ الذی انتم بہٖ مومنون ۵ (سورۃ المائدہ آیت ۸۸)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ستھری چیزیں حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔"

اور اس سے جو اللہ نے تم کو دیا ہے۔ حلال اور ستھری چیزیں کھاؤ اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ یہ زندگی جو انسان کو خداوند جل و اعلیٰ نے دی ہے اس کو ایک بلائے بے درمان ایک روگ یا مصیبت سمجھنا اور اس کو ایسی چیز سمجھنا جو درخور اعتنا نہیں غلطی ہے۔ خداوند کریم نے دنیا کی نعمتیں انسان کے لئے بنائی ہیں اور ان سے بہرہ ور ہونا چاہیئے۔ خدا کی نعما مثلًا اچھے اچھے باغات۔ پھل۔ لذیذ کھانے یہ سب انسان کے لئے ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ نے اپنی صفت رحمانیت کے تقاضے سے پھیلائے ہیں۔ ان نعماء سے متمتع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حد اعتدال کو مدنظر رکھا جائے۔ اعتدال ان نعماء کے حسن کو اور ان کی اصل قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے۔ اعتنا یا عدم

سے گذر جانا یا زیادتی کسی امر میں ہو۔ وہ اس کے اصل حسن اور ذاتی قدر و قیمت کو کھو دیتا ہے۔ ہر ایک عمدہ چیز کے استعمال کے متعلق اپنے آپ کو اعتدال پر رکھو اور حد سے تجاوز مت کرو۔ اسراف یا اعتدا میں کچھ لطف نہیں۔ ہر ایک ممنوع شے سے پرہیز کرو۔

جو چیزیں خدا نے حرام ٹھہرائی ہیں ان کے نزدیک نہ پھٹکو۔ وہ حرام چیزیں کیا ہیں؟ لحم خنزیر اور ایسے تمام گوشت جن میں لحم خنزیر کی آمیزش ہے۔ یہ انسان کی اپنی صحت کے لئے ہے۔ کیونکہ سوئر کا گوشت انسانی صحت کے لئے سخت مضر ہے۔ پھر خمر یا شراب حرام ہے۔ کیونکہ اس میں بڑی خرابیاں ہیں یہ ام الخبائث ہے۔

فرمایا باری تعالےٰ نے یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (سورۃ المائدہ آیت ۹۰)

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون (سورۃ المائدہ آیت ۹۱)

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ شراب اور جوا اور بت اور پاسے ناپاک کام صرف شیطان کے عمل سے ہیں۔ سو اس سے بچو۔ تاکہ تم کامیاب ہو۔

شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے سے عداوت اور بغض ڈال دے۔ اور تم کو اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ سو کیا تم رک جاؤ گے؟"

قرآن مجید کے یہ الفاظ نہایت پرمعنی اور پُرحکمت ہیں اور نہایت قابل غور ہیں۔ تمام منشی اشیاء کو خدا نے یک قلم حرام قرار دیا ہے۔ ایسی تمام اشیاء جن سے انسان اپنے ہوش و حواس گم کر بیٹھے خدا نے ممنوع قرار دی ہیں۔ مگر یہ کیوں؟ محض اس لئے کہ انسان برائی سے بچ جائے اکثر لوگ جب خالی بالطبع ہو کر سوچیں گے انہیں معلوم ہو جائے کہ کس چیز میں برائی ہے۔ اور پھر وہ اس سے ہر ممکن طریق سے پرہیز کریں گے۔ منشی اشیاء حرام ہیں۔ کیونکہ اس سے قوت ممیزہ مر جاتی ہے اور اعمال صحیحہ کا صادر ہونا ناممکن ہو جاتا ہے اور وہ قوت جو اعمال صالحہ کی

محرک ہوتی ہے۔ وہ جواب دے جاتی ہے۔ اور جب یہ جواب دے جائے تو پھر آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ برائی اور بھلائی میں تمیز کرنے کی عقل نہیں رہتی۔ حالانکہ بصورت دیگر یعنی اگر قوت ممیزہ کام کرتی ہو تو انسان تمام حالتوں میں نیکی اور بدی میں امتیاز کرنے کی توفیق حاصل کر سکتا ہے۔ اور بدی سے بچ سکتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ منشی اشیاء کے استعمال سے انسان ہر عملِ سیئہ قبیحہ کا مرتکب ہو سکتا ہے لیکن بعد میں جب اس عمل سیئہ قبیحہ کا نتیجہ اس کو بھگتنا پڑتا ہے تو وہ کس قدر روح فرسا یاس اور حسرت انگیز ہوتا ہے تب انسان کہتا ہے۔

"اے کاش! اگر میں اپنے ہوش و حواس میں ہوتا تو میں یہ کام نہ کرتا اور مجھے اس دکھ سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ یہ شراب نامراد تھی جس نے مجھ سے اس فعل کا ارتکاب کرایا" مگر اس وقت دست تاسف ملنا کس کام کا!

یہ تو درست ہے کہ شراب نے انسان سے فعل سیئہ قبیحہ کرایا مگر کیا شراب پر کوئی سزا کوئی عقوبت وارد ہوگی۔ کیا شراب قابل سزا ہوگی؟ نہیں اس فعل بد کی سزا شراب نہیں بھگتے گی۔ بلکہ خود انسان جس نے شراب پیا وہ مورد عقوبت ہوگا۔ وہ اس کی سزا بھگتے گا۔ اس لئے میری نصیحت یہ ہے کہ اس ام الخبائث سے بچو۔ بچو اور بچو۔ ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دانند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را۔

قرآن مجید ایک شمع ہدایت ہے۔ اس نے بنی نوع انسان کو کیسی اعلیٰ تعلیم دی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ ایک سلیم الفطرت انسان خود سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز ہے جس میں برائی پائی جاتی ہے۔ یا وہ برائی کا موجب ہے اور انسان کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اس کے ارتکاب سے عقوبت اٹھانی پڑتی ہے تو کیا یہ انسب نہ ہوگا کہ ایسی چیز سے کلی اجتناب کیا جائے۔ انسان اپنے آپ کو کیوں مصیبت میں ڈالے۔ کیوں خطرات کے رستہ پر چلے

بدی انسان کی دشمن ہے - دشمن سے بچنا چاہئیے - اس کے پنجے میں نہیں پھنسنا چاہئیے -

بدی گو بظاہر بہت بھلی معلوم ہوتی ہو - اس میں لذت پائی جاتی ہو - مگر خدا کی پناہ اس کا نتیجہ نہایت حسرت افزا اندوہناک اور یاس انگیز ہے - العیاذ ثم العیاذ

جس طرح شراب انسانی جسم کی دھجیاں اڑا دیتی اور انسانی صحت کو تباہ و برباد کر دیتی ہے - اسی طرح جوا انسان کے دماغ کو مختل کر دیتا اور جذباتِ سفلیہ کو مشتعل کر دیتا ہے - جوا ایک آگ ہے اور بڑی خوفناک آگ ہے - جو جذبہ سفلیہ حرص سے بھڑکتی ہے -

کیا ہم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ جُوا - شرطیں باندھنا اور سٹہ اور اس قسم کی تمام چیزیں کس قدر روپے کی تباہی کا موجب ہوتی ہیں - اور روپیہ وہ چیز ہے - جس کے کئی ایک صحیح مصارف ہونے چاہئیں - اس کو اصلی اور حقیقی ضروریات پر صرف کرنا چاہئیے - روپیہ انسان کے قیام کا موجب ہے اس کو آپ اپنی جائز احتیاجات پر صرف کریں - کام کرنے والوں کا معاوضہ دیں - اس سے اپنی مایحتاج خریدیں - اس کو خدا کے رستہ میں خرچ کریں - غربا اور مساکین کی امداد کریں کسی حاجت مند کو دیں - جو قوت لایموت سے عاجز ہے - غرضکہ بیسوں طریقے اس کے صحیح طور پر صرف کرنے کے ہیں - معیوب طریقوں پر اس کو ضائع کرنا ہرگز مستحسن نہیں بلکہ سخت قابلِ نفرین و مذمت ہے - لاٹری سے کمایا ہوا روپیہ ناجائز اور قبیح ہے - یہ انسان اپنی کوشش سے نہیں کماتا - یہ ایک گندی چیز ہے -

ان ایام میں جبکہ انسان کی حرص و ہوا کی آگ ہر سینہ میں بھڑک رہی ہے لوگ مختلف قسم کے جوا میں مبتلا ہیں اور اس پر اپنی امیدیں لگائے بیٹھے رہتے ہیں - لوگ اس کو اپنی مالی مشکلات کا حل سمجھتے ہیں - اور اس قبیح اور مذموم طریق سے مال حاصل کر کے تعیش کا سامان بہم پہنچانا چاہتے ہیں - لیکن کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ایک شلنگ خرچ کر کے وہ قسمت کے بل بوتے پر ہزاروں کما لیں گے ؟ کیا ان لوگوں نے کبھی جائز طریق سے کمائے ہوئے مال کی لذت محسوس نہیں کی - اور جائز اور ناجائز مال میں ایک فرق بین محسوس نہیں کیا - کیا وہ اپنے دل و دماغ کو ایسے قبیح و باطل طریقوں کی غلامی سے رہائی نہیں دے سکتے ؟ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ انہی طریقوں سے ان کو نفع ہوگا - ؟

بہتر یہ ہے کہ جائز طریق سے کمائے ہوئے مال پر قناعت کی جائے۔ اس سے آپ کے دماغ میں اطمینان پیدا ہوگا۔ اور آپ اس تاب وتعب سے جو حرص کے قبیح جذبے سے پیدا ہوتی ہے نجات حاصل کریں گے۔ ایک عقلمند آدمی خود سمجھ سکتا ہے کہ جائز مال پر قناعت کرنا زیادہ اطمینان اور خوشی کا موجب ہے یا ایسے مال پر جو ناجائز طریق سے حاصل کیا گیا۔

باری تعالےٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:۔

قل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یآولی الالباب لعلکم تفلحون ٥ (سورۃ المائدہ آیت ۱۰۰)

"کہدو کہ ناپاک اور ستھرا برابر نہیں۔ گو تجھے ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالے۔ سوائے عقل والو! اللہ کا تقویٰ کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"

اس لئے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ تم یہ نہ دیکھو کہ تمہارے پاس کس قدر دولت ہے بلکہ اس بات کو دیکھو کہ یہ دولت کیسی ہے۔ مقدار پر نظر نہ ڈالو بلکہ اس کی اصل قدر اور خوبی پر نظر ڈالو

فرمایا ذات صمدیت نے:۔

یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الی اللہ مرجعکم جمیعًا فینبئکم بما کنتم تعملون ٥ (سورۃ المائدہ آیت ۱۰۵)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اپنی جانوں کی فکر کرو۔ جو گمراہ ہوا وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تم ہدایت پر ہو۔ تم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سو وہ تم کو اس کی خبر دیگا جو تم کرتے تھے:

اس میں ایک نقطہ ہے جو اکثر لوگوں کی نظر سے اوجھل رہتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ دوسرے ہمیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اپنی دوزخ یا بہشت ہم خود تیار کرتے ہیں یہ ہمارے اعمال سے بنتا ہے۔ بیرونی دنیا کا تشدد۔ لوگوں کا حسد اور کینہ اور ضرر ضروری نہیں کہ ہمیں نقصان پہنچائے۔ ہمیں جو تکالیف پہنچتی ہیں یا ہمیں راحت ملتی ہے وہ ہمارے اندر سے ہی پیدا ہوتی ہے لازمًا ہم اپنے

ہی اعمال کی سزا بھگتتے ہیں - دوسروں کے اعمال کی سزا نہیں بھگتتے - اے کاش ! اس نقطہ کو لوگ
سمجھتے - اگر ہم ناجائز طریق پر دوسروں کو ضرر پہنچائیں - تو اس کی عقوبت یا جوابدہی ہمارے سر پر ہوگی -
اور اگر کوئی دوسرا شخص ہمیں ناجائز طریق پر تکلیف پہنچاتا ہے - تو اس کی عقوبت اور جوابدہی اس پر ہے
وہی اس کی سزا بھگتے گا - اور خدا تو سراسر منصف اور عادل ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا - وما انا
بظلّام للعبید -

ذات باری کا ارشاد ہے :-

وما الحیٰوۃ الدنیا الا لعب ولہو وللدار الاٰخرۃ خیرٌ للذین یتقون ٥
افلا تعقلون ٥ (سورۃ الانعام آیت ۳۲)

اور دنیا کی زندگی صرف کھیل اور بے حقیقت مشغلہ ہے - اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے
بہتر ہے - جو تقویٰ کرتے ہیں - پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے ؟

آیت مذکورہ بالا میں الفاظ " افلا تعقلون " نہایت پُرمعنی ہیں -

حیات آخروی اور اس کی طیاری کے بالمقابل یہ دنیا کی زندگی فی الواقعہ لہو و لعب ہی ہے
اگر نتیجہ پر نظر ڈالی جائے تو دنیا کی زندگی کی کچھ حقیقت نہیں ہے - یہ کس قدر مختصر اور کس قدر غیر یقینی
ہے - اور کس قدر ناپائدار ہے -

لیکن اگر حیات اخروی کے سلسلہ اور اس کے تعلق سے اس پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ
دنیوی زندگی بہت قیمتی اور اہم چیز ہے - اور اس قابل نہیں کہ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا جائے - اس
کی کیا وجہ ہے :- اس کی وجہ اس فقرہ میں ہے - الدنیا مزرعۃ الآخرۃ - یہ دنیا آخرت کی
کھیتی ہے - جو فصل ہم اس دنیا میں بوئیں گے وہ آخرت میں کاٹیں گے - ٹھیک طریق پر کام کرو
اچھی طرح سے بو - نیکی کے رستہ پر مضبوطی سے گامزن ہو - اور پھر تمہیں کچھ غم نہیں - تمہاری مثال اس
کسان کی ہوگی - جو اپنی زمین کو اچھی طرح کاشت کرتا - اس کو اچھی طرح تیار کرتا - اس میں اچھا بیج ڈالتا
اور وقت پر بیج ڈالتا ہے - اور کھیتی کی کماحقہ دیکھ بھال کرتا ہے اور صبر سے ساتھ نتیجہ کا انتظار کرتا

ہے۔ اپنے کام میں سستی نہیں کرتا - وہ بالآخر ایک اچھی اور فائدہ مند فصل اٹھاتا ہے - اسی طرح جو لوگ اس زندگی میں اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں - ہر ایک قسم کی برائی سے بچتے ہیں اور سستی کو پاس نہیں پھٹکنے دیتے وہ آخرت میں سُکھ کی زندگی پائیں گے - اور انہیں کوئی حزن وغم نہیں آئے گا - ولا خوفٌ علیہم ولاھم یحزنون ؛

پس اس دنیوی زندگی میں دو راستے ہیں - اب انسان کا اختیار ہے کہ جس رستے کو وہ چاہے اختیار کرے - انّا ھدینٰہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً (الدھر) انسان کا فرض ہے کہ وہ ایسا راستہ اختیار نہ کرے جو بظاہر سہل اور آرام دہ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کو وہ راستہ اختیار کرنا چاہیئے جو سیدھا ہو - نیکی کا راستہ جو سخت ہے - یعنی صراط مستقیم - جو بالآخر راحت لائے گا اور امن اور خوشی کا خزانہ بخشے گا جس کو فنا نہیں - جو دائمی ہے - عارضی نہیں -

کیا خوب فرمایا باری تعالےٰ نے :-

وعندہٗ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ط ویعلم ما فی البر والبحر ط وما تسقط من ورقۃٍ الا یعلمھا ولا حبۃٍ فی ظلمٰت الارض ولا رطبٍ ولا یابسٍ الا فی کتٰبٍ مبینٍ ہ وھو الذی یتوفٰکم بالیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضیٰ اجلٌ مسمًّی ج ثم الیہ مرجعکم ثم ینبئکم بما کنتم تعملون (سورۃ الانعام آیت ۵۹ و ۶۰)

"اور اس کے پاس غیب کے خزانے ہیں - سوائے اس کے ان کو کوئی نہیں جانتا اور وہ جانتا ہے جو خشکی اور سمندر میں ہے - اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اُسے جانتا ہے اور کوئی دانا زمین کی تاریکیوں میں نہیں اور نہ تر اور نہ خشک مگر وہ ایک کھلی کتاب میں ہے - اور وہی ہے جو رات کو تمہاری روح قبض کرتا اور جانتا ہے جو کچھ تم دن کو کرتے ہو - پھر وہ تم کو اس میں اٹھاتا ہے تاکہ ایک مقررہ وقت پورا کیا جائے پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹ کر جانا ہے - پھر وہ تم کو جزا دے گا - جو تم عمل کرتے تھے" ؛

یہ وہ آیات حقیقت کی ایک پوری پوری تصویر پیش کرتی ہیں - خداوند تعالےٰ غیب کا پورا پورا

علم رکھتا ہے۔ ظاہر و باطن سب کچھ جانتا ہے۔ وہ چھپی ہوئی چیزوں کو بھی جانتا ہے۔ اور ظاہر چیزوں کو بھی۔ وہ اس کا بھی علم رکھتا ہے جو موجود ہے اور جو موجود نہیں ہے۔ وہ تمام چیزوں کا اسی طرح علم رکھتا ہے جس طرح اعمال کا۔ وہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے۔ وہ سب کچھ دن ہو یا رات دیکھتا ہے۔ جو کچھ زمانہ قدیم میں ہوا اس کو بھی وہ جانتا ہے۔ اور جو مستقبل میں ہونے والا ہے۔ اس کو بھی جانتا ہے۔

پھر ایک اور آیت پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ یہ ایک غیر فانی صداقت اور حقیقت کی روشنی بخشتی ہے۔ اور آپ کے دل کے اندر اطمینان اور روحانی خوشی کی لہر پیدا کرتی ہے۔ فرمایا:۔

قل ان ھدی اللہ ھو الھدیٰ ؕ وامرنا لنسلم لرب العالمین ۝ وان اقیموا الصلوۃ واتقوہ ؕ وھو الذی الیہ تحشرون ۝ وھو الذی خلق السمٰوٰت والارض بالحق ویوم یقول کن فیکون (سورۃ الانعام آیت ۷۱-۷۳)

"کہو اللہ کی ہدایت ہی کامل ہدایت ہے۔ اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے پروردگار کی فرمانبرداری کریں۔ اور نماز کو قائم کرو۔ اور اس کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور وہی ہے جس کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور جس دن کہے گا۔ کہ ہو تو وہ ہو جائے گا"

اس کے ساتھ ہی فرمایا:۔

قولہ الحق ولہ الملک۔

"یعنی اس کا فرمانا حق ہے۔ اور اسی کے لئے بادشاہت ہے"

اس میں انذار ہے کہ کوئی کام عجلت میں بغیر سوچے سمجھے نہ کیا جائے اور اس میں نصیحت ہے کہ انسان تحمل اور بردباری اور رواداری سے کام لے۔ اگر کوئی عمل خدا کو ناراض کرنے والا ہو۔ تو خدا کو اختیار ہے کہ وہ اس پر سزا دے یا معاف کر دے۔ یہ ہمارے لئے مناسب نہیں بلکہ سخت قابل نفرین ہے کہ ہم دوسروں کے اعتقادات کے بارہ میں تشدد سے کام

لیں یا اعتقادات کی بنا پر دوسروں سے سختی سے پیش آئیں۔

ذیل کی دو آیات پر غور کریں:۔

ولو شاء اللہ ما اشرکوا وما جعلنٰک علیھم حفیظاً وما انت علیھم بوکیل ۰ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم کذالک زینا لکل امۃ عملھم ثم الیٰ ربھم مرجعھم فینبئھم بما کانوا یعملون ۰ (سورۃ الانعام آیت ۱۰۸۔۱۰۷)

"اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے ۔ اور ہم نے تم کو ان پر نگہبان مقرر نہیں کیا ۔ اور نہ تو ان کا کارساز ہے ۔ اور ان کو گالی نہ دو جن کو یہ اللہ کے سوائے پکارتے ہیں ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ زیادتی کرکے بے علمی سے اللہ کو گالی دیں ۔ اسی طرح ہم نے ہر ایک گروہ کے لئے ان کا عمل اچھا کرکے دکھایا ہے پھر ان کے رب کی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے ۔ سو وہ انہیں خبر دے گا ۔ جو وہ کرتے تھے"۔

ہماری روزمرہ کی زندگی کی کشمکش میں قرآن مجید کو ہمیں پیشِ نظر رکھنا چاہیئے ۔ اس کو اپنا دستور العمل بنانا چاہیئے ۔ تاکہ فرصت کے لمحات میں وہ سکون جو مادیات سے نہیں بلکہ روحانیت سے پیدا ہوتا ہے ۔ جس کا تعلق ان ناپائیدار چیزوں سے نہیں بلکہ غیر فانی اور ابدی چیزوں سے ہے ۔ اور جن کی راحت دائمی اور مستقل ہے ۔ یہاں وہی سکون اور اطمینان قلب اپنی پوری شان سے ہمارے ہمکنار ہو ۔ پھر آپ دنیوی کشمکش میں لگ جائیں ۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ ۔ اور اس دنیوی جدوجہد میں خوب سرگرم ہوں ۔ اور اس سے راحت حاصل کریں عین جس طرح ایک تیراک جو خوب چاق و چوبند ہو دریا کی لہروں کو چیرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے ۔ وہ پانی کے تلاطم اور تھپیڑوں کو دھکیلتا ہوا تیرتا جاتا ہے ۔ اور اس میں اس کو لطف آتا ہے ان لمحات کے لئے ہدایت نامہ بڑا صاف اور مبین ہونا چاہیئے ۔ یعنی اس کو کامل طور پر رہنمائی کرنی چاہیئے اور کسی چیز کی اس میں کمی نہیں ہونی چاہیئے ۔ اس لئے میں بار بار کہہ چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ ان آیات قرآن مجید کو جو میں نے مضمون میں تحریر کی ہیں ۔ ان کو حرزِ جان بناؤ ۔ قرآن شریف کا چشمہ صافی وہ چشمہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا ۔ ان صفحات میں بعض روشن آیات بیان کی گئی ہیں ۔ یہ گویا وہ پھول ہیں ۔ جو چمنِ قرآن

سے چنے گئے ہیں۔ تیرے دل کے باغ میں یہ پھول کھلنے چاہئیں۔ تاکہ ان سے تیرے دل کو راحت اور آنکھوں کو طراوت نصیب ہو اور اطمینان قلب کی دولت سے تو متمتع ہو۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذالکم وصکم بہ لعلکم تعقلون ۝ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعھا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی وبعھد اللہ اوفوا ذالکم وصکم بہ لعلکم تذکرون ۝ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذالکم وصکم بہ لعلکم تتقون ۝ (سورۃ الانعام آیت ۱۵۲-۱۵۴)

"کہدو آؤ میں پڑھکر سناؤں جو تمہارے رب نے حرام کیا ہے۔ تم پر واجب ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ ہم تم کو رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی اور بے حیائی کی باتوں کی طرف مت جاؤ۔ جو ان میں سے ظاہر ہوں۔ اور جو چھپی ہوئی ہوں۔ اور اس جان کو جو اللہ تعالےٰ نے حرام ٹھہرایا قتل نہ کرو مگر حق پر۔ اس کا تم کو حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔ مگر اس طریق سے جو بہت اچھا ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ اور ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔ ہم کسی جی کو تکلیف نہیں کرتے مگر اس کی وسعت کے مطابق اور جب تم بات کہو تو عدل کرو۔ اگرچہ قریبی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ اس کا تم کو حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ اور یہ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ سو اس کی پیروی کرو۔ اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو۔ کہ وہ تم کو اس کے رستہ سے ہٹا دیں گے۔ اس کا تمکو حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم تقویٰ کرو۔

جب آپ مندرجہ بالا امور نواہی پر غور کریں۔ تو مندرجہ ذیل آیات کو بھی ملاحظہ کر لیں۔ جو خدا کے رحم و کرم اور اس کی عنایت پر دال ہیں:-

من جآء بالحسنة فلهٗ عشر امثالها ومن جآء بالسیئة فلا یجزٰی الا مثلها وهم لا یظلمون ۰ (سورۃ الانعام آیت ۱۶۱)

"جو کوئی نیکی کرتا ہے - تو اس کے لئے دس اس کی مثل ہیں اور جو کوئی بدی کرتا ہے - تو اس کی مثل ہی اس سزا دی جائے گی - اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا"

اس آیت میں اللہ کا رحم وکرم کو ظاہر کیا گیا ہے - ایک نیک عمل کا اجر اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا - لیکن برے عمل کی سزا اسی قدر ہوگی - یہ درحقیقت بدی اور نیکی کی ماہیت کا نتیجہ ہے - نیکی زندگی ہے اور بدی موت نیکی بڑے اجر کا موجب ہے - لیکن بدی کی بیخ بنیاد کٹ جاتی ہے - بے شک ہم نے بارہا سنا ہے کہ گناہ کا بدلہ موت ہے - اور نیکی کا اجر زندگی ہے -

بقیہ صفحہ ۴۲۳

شان وشوکت کو مٹانے کے درپے ہیں - کیا مسلمانوں کے لئے ضروری نہیں کہ متحد ہو کر ان کا مقابلہ کریں - آج جبکہ دشمنان اسلام نے اسلام کی جڑوں پر کلہاڑا رکھدیا ہے - جبکہ مسلمانوں کے متبرک مقامات حقیقی خطرہ میں ہیں - تو کیا پاکستانیوں - افغانوں - ایرانیوں اور انڈونیشیا اور افریقہ کے لوگوں اور ترکوں کو ایک جان ہو کر ان خطرات کے لئے ہاتھ پاؤں نہیں ہلانے چاہئیں - بلکہ ہر ایک غیور مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے اور جو کچھ اس سے ہو سکتا ہے وہ آج حمایت اسلام کے لئے کر کے دکھلائے - یہود فلسطین کو اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں - اور اس کے لئے وہ ہر قربانی کے لئے تیار ہیں - لیکن وہ بالآخر اس میں ناکام ہوں گے - اور فلسطین کی سرزمین نیک لوگوں کے ہاتھ میں ہی رہے گی - انشاء اللہ

ان الارض یرثها عبادی الصالحون ط فالحمد للہ علی ذالک - وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

فلسطین میں اسرائیلی ریاست کا قیام

آج سے سینکڑوں سال قبل قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اور احادیث میں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا۔ اور عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں تو اس سے بھی قبل کی پیشگوئی موجود ہے کہ یہ خانہ بدوش یہود پھر فلسطین کو اپنا وطن بنانے کے لئے سعی کرینگے۔ یہ دن جس کی بابت کہا گیا ہے۔ کہ اہل اسلام کے لئے بڑی مشکلات کا دن ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آن پہنچا ہے۔ یہودی یورپ کی دو بڑی زبردست طاقتوں کے بل بوتے پر فلسطین میں آباد کئے جا رہے ہیں۔ یہ دو طاقتیں روس اور امریکہ ہیں۔ یہ بڑی تعجب انگیز بات ہے کہ خود ان دونوں طاقتوں کے اندر تو بہت عناد پایا جاتا ہے۔ اور ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہیں۔ لیکن یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کے لئے دونوں متحد اور متفق ہو گئی ہیں۔ کشمیر کے معاملہ میں بھی یہ دونو طاقتیں آپس میں مل گئی تھیں اور انڈین یونین کی حمایت میں پاکستان کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ ایک شخص کے دل میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آخر یہ کیا وجہ ہے۔ کہ جہاں کہیں ان دونوں طاقتوں کو موقعہ ملتا ہے اسلام کے خلاف محاذ قائم کرنے کے لئے اپنا پورا زور لگا دیتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام کی ترقی کی صورت میں ان کے اپنے عزائم پنپ نہیں سکتے۔ روس اس امر کا متمنی ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اس کو عربی ممالک پر چیرہ دستی حاصل ہو اور اس لئے وہ یہود کو بیچ میں ٹھونسنا چاہتا ہے۔ اور امریکہ یہودیوں کی طرفداری اس غرض سے کر رہا ہے کہ وہ ان [illegible] ووٹ لے سکے۔ غرضکہ دونو طاقتیں ایک نہ ایک مقصد اپنے سامنے رکھتی ہیں۔ اور اس لئے وہ دونو اسلام کے خلاف یہودیوں کی حمایت پر کمربستہ ہیں ورنہ دراصل انہیں یہودیوں سے کوئی ہمدردی یا دلی لگاؤ نہیں ہے۔ اندریں حالات دنیائے اسلام کو دونو مخاصمین یعنی روس اور امریکہ سے بڑی دانائی کے ساتھ نپٹنا ہے۔ ان میں سے روس زیادہ خطرناک ہے تاہم مسلمان اس کی طرف امید اور محبت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں

یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ باوجود اس امر کے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہود سے بڑا اچھا سلوک
کرتے رہے اور باوجود ان کی تکلیف دہی اور ایذا رسانی کے آپ ان پر مہربانی ہی فرماتے رہے یہ لوگ حضور کی ساری
زندگی میں حضور کے جانی دشمن ہی رہے۔ جنگیں جو آنحضرت صلعم کو پیش آئیں ان کے اصل محرک یہودی تھے۔ جنہوں
نے فارس کے بادشاہ تک کو آنحضرت صلعم کی جان لینے پر آمادہ کیا۔ لیکن خداوند تعالے نے ان کی سازشوں کو ناکام
بنا دیا۔ یہ یہودی ہی تھے جنہوں نے عرب کے متفرق قبائل کو مجتمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کرائی تاکہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی
سے مٹا دیا جائے۔ جنگ احزاب جو اس قدر خطرناک تھی یہودیوں کی قیادت میں ہی وقوع میں آئی۔ لیکن خدائے
بزرگ و برتر نے ان کی مساعی کو خاک میں ملا دیا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

مکہ کے اصل باشندے بھی حضرت نبی کریم صلعم کے دشمن ہی تھے۔ لیکن انہوں نے آنحضرت صلعم کی جان لینے
کے لئے کبھی مکر و فریب سے کام نہیں لیا۔ جب مکہ میں آنحضرت صلعم کا قیام ناممکن ہو گیا۔ اور وہاں کے باشندوں نے
حضور پر بڑی بڑی سختیاں کیں تو حضور طائف تشریف لے گئے لیکن وہاں سے بھی حضور کو واپس آنا پڑا۔ تو اس وقت
انہی دشمنان مکہ میں سے ایک شخص بڑی جرأت سے آنحضرت صلعم کی امداد پر کمربستہ ہو گیا اور اس نے علی الاعلان اپنی
قوم سے کہہ دیا کہ محمد (صلعم) آج سے میری پناہ کے اندر ہیں۔ اور انہیں تمام حقوق شہریت حاصل ہیں۔ اپنے پانچ مسلح
لڑکوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا کہ محمد اس میں شک نہیں ہمارا دشمن ہے۔ لیکن جب وہ مکہ کے دروازوں
میں سے داخل ہو گا۔ تم اس کے ساتھ ہوں گے۔ اور ہم اس کی حفاظت کریں گے تاکہ اس کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ اور
کوئی اس پر حملہ نہ کرے گا۔ یہ تھا عرب کا شریف دشمن۔ لیکن یہود خدا کی پناہ! بڑے کینے دشمن تھے۔ اور بڑے
فریبی۔ ایک یہودی نے صلح کی تجاویز پر بات چیت کرنے کے لئے حضور صلعم کو اپنے گھر بلایا۔ لیکن جب آنحضرت
صلعم اس کے گھر کے قریب پہنچے تو اس شقی القلب نے حضور پر ایک بہت بڑا بھاری پتھر سے مارا۔
لیکن وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو۔ حضور کے ساتھ خدا کا وعدہ تھا کہ واللہ یعصمک من الناس۔
کوئی دشمن حضور کی جان لینے پر قادر نہ ہو۔ اور ایک یہودن نے تو حضور کی جان لینے کا ایک نہایت ہی عیارانہ
اور مکارانہ طریق استعمال کیا۔ اس نے حضور کی دعوت طعام کی۔ اور کھانے میں زہر ملا کر حضور کے آگے رکھ
دیا۔ خدا نے اس کو بھی ناکام کیا۔ اور آنحضرت کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔

خدا رکھے سلامت جن کو ان کو موت کیوں آئے

اسلام کا یہ خطرناک دشمن اب فلسطین میں ایک ریاست قائم کرنے کا متمنی ہے - اور مدینہ کے قرب میں اس ریاست کے قائم کرنے کا یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ فلسطین میں پاؤں جما کر کسی دن مدینہ پر بھی ہاتھ صاف کرے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے یہ سازش کی ہے - کہ عرب کو تمام جزیرہ نمائے عرب میں سے نکال دیا جائے - عرب اُن کے اس منصوبہ کو خوب سمجھتے ہیں - اور اس لئے اپنے اندرونی اختلافات کو چھوڑ کر وہ متفقہ طور پر یہود کے خلاف محاذ قائم کر رہے ہیں - لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ معاملہ صرف عرب سے ہی تعلق رکھتا ہے - اور کیا عرب کو اس معاملہ کے سلجھانے کی پوری پوری قوت اور طاقت حاصل ہے - صاف ظاہر ہے کہ یہ معاملہ صرف عرب سے ہی تعلق نہیں رکھتا - بلکہ ساری دنیائے اسلام سے اس کا تعلق ہے - یہ فلسطین کا ہی سوال نہیں ہے بلکہ مدینہ کا ہے - یہ یروشلم کا ہی معاملہ نہیں ہے بلکہ مکہ کا ہے یہ زید بکر عمر کا معاملہ ہی نہیں بلکہ رسول عربی صلعم کی عزت و حرمت کا معاملہ ہے - جبکہ دشمن باوجود اپنے اندرونی اختلافات بلکہ عداوتوں کے اسلام کے خلاف متحد ہو گئے ہیں تو کیا مسلمان ایسے نازک موقع پر متحد اور متفق نہیں ہو سکتے - اس میں شک نہیں کہ عرب روس اور امریکہ کی فوجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے - یہ تو ایسی زبردست طاقتیں ہیں کہ جرمنی جیسی طاقت ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی - مصر - شام اور میسوپوٹیمیہ اگر ایک سو ہوائی جہاز بھی جمع کر لیں تو بھی وہ روس کی ہوائی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے - یہود جس وقت چاہیں روس کی افواج کو اور امریکہ کے سونے کو کام میں لا سکتے ہیں - اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ ہم سوچیں اور سمجھیں کہ کیا ہمارا ایک ایک کر کے مرنا بہتر ہے یا متحد اور متفق ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنا - آج دنیا میں مسلمانوں کی اس قدر تعداد ہے کہ اگر وہ متحد ہو کر اسلام کی خاطر اپنی جانیں لڑا دیں تو کوئی انہیں گزند پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا -

یوروپین طاقتیں پہلے اسلام پر فرداً فرداً حملہ آور ہوتی رہیں لیکن اب جیسا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا وہ اسلام کے خلاف متحد ہو کر حملہ آور ہو رہی ہیں - اور جو کہا گیا ہے کہ الکفر ملۃٌ واحدۃٌ بالکل اس کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے - یہودی - عیسائی اور خدا کی ہستی سے منکر لوگ اسلام کی (باقی صفحہ ۴۴ پر)

فلسفۂ خواب

(از قلم مولانا آفتاب الدین احمد صاحب بی - اے)

دل و دماغ کی معروفِ عمل طاقتوں کے ساتھ مغربی عیسائیت کی یہ بدقسمتی ہے کہ کسی چیز کے متعلق رائے قائم کرتے ہوئے وہ انتہا پسندی کا شکار ہوجاتی ہے۔ ایک "انسان خدا" کو مانتے ہوئے ایک طبقہ کثیر کے ساتھ یہ ماجرا گذرا کہ اس نے اپنے اخلاق و اعمال کی اساس خدا کی ہستی کے قطعی انکار پر رکھی۔ تجرد کے اصول کو مانتے ہوئے ساری دنیا کو ایک حیرت انگیز جنسی تعیش میں غرق کردیا۔ کبھی وہ زمانہ تھا کہ سرمایہ داری کی مدح میں قصیدہ خوانی کی جاتی تھی یا اب یہ صورت ہے کہ اس نے ایک عالمگیر تحریک جاری کررکھی ہے۔ جس کا مقصد بظاہر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انسان کی سوشیل فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ ذاتی سرمایہ داری کو ختم کردیا جائے۔ یہ تو محض مشتے نمونہ از خروارے ہے ورنہ انسانی علم اور تجربہ کا کونسا شعبہ ہے جس میں مغرب نے اپنی انتہا پسندی کا ثبوت نہیں دیا۔ لیکن کبھی کبھی یہ لوگ ہوش میں بھی آجاتے ہیں۔ اور ان میں فطرت کا معقولیت کا پہلو کبھی غالب آجاتا ہے۔ اس کی مثال اس خبر سے ملتی ہے۔ جو ابھی ابھی شائع ہوئی ہے۔ جو اس امر پر روشنی ڈالتی ہے کہ عالم خواب کے متعلق مغربی نقطہ نگاہ کیا ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ مغرب کے ایک بہت بڑے ماہر نفسیات نے اس امر کا اظہار کیا تھا۔ کہ خوابیں من کل الوجوہ انسان کے تحت الشعور دماغ کے تخیلات کا نتیجہ ہیں۔ یہ نظریہ مغربی تصورات کے مادی رجحانات کے بالکل حسب حال ہے۔ لیکن سب سے تازہ اطلاع جو ہمیں گلوب نیوز ایجنسی کی وساطت سے موصول ہوئی ہے وہ اس انسانی تجربہ کے دلچسپ پہلو یعنی خواب کے متعلق خبر دیتی ہے کہ اب مغربی نظریہ میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔

اس اطلاع کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

لندن ۲۰-اپریل- برسٹل یونیورسٹی کے طلباء کا ایک گروہ مدت سے خوابوں کی صحت و عدم صحت کے متعلق جانچ پڑتال کر رہا ہے- انہوں نے اپریل میں ویمبلے کے مقام پر فٹ بال ایسوسی ایشن کا نتیجہ بھی پہلے دیکھ لیا- ایک لڑکی نے کہا کہ اس نے دیکھا کہ کھیل آخیر کو پہنچی مگر کسی ٹیم نے سکور نہ کیا- پھر اس نے کہا کہ بیرونی بائیں جانب کے کھلاڑی بلیک پول کے، سٹینلے میتھوز نے سارے مانچسٹر یونائیٹڈ ڈیفنس کو شکست دیکر بہت بھاری گول دیدیا- میں اپنی خواب میں سٹینلے کو مبارک باد دے رہی تھی- اور اس سے کہہ رہی تھی کہ آخرکار اس نے کپ جیت لیا۔

خوابوں کی جانچ پڑتال اس نظریہ پر کی جارہی ہے کہ آدھی خوابیں آئندہ کے متعلق ہوتی ہیں اور آدھی گذشتہ کے متعلق۔

الغرض ہمارے مغرب کے دوست باوجود اس کے جو ڈاکٹر فرائڈ نے اس مضمون پر لکھا اب کم ازکم اس قدر ماننے لگ گئے ہیں کہ ہماری خوابوں کا ایک حصہ مستقبل کے حالات کا انکشاف کرتا ہے- قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والا شخص فی الفور حضرت یوسفؑ کے خواب کے متعلق خیال کرے گا- کس طرح انہوں نے ابتدائے جوانی میں یہ خواب دیکھا کہ سات ستارے اور سورج اور چاند ان کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں اور اس کی تعبیر یہ تھی کہ کسی آئندہ زمانہ میں وہ اپنے والدین اور بھائیوں میں عزت پائیں گے- اور وہ ان کی خاطر و مدارات کریں گے- پھر اس کے بعد جب آپ مصر میں قید میں تھے- آپ نے دو قیدی ساتھیوں کی خوابوں کی تعبیر دی- جن میں سے ایک کو تو صلیب پر موت آنے والی تھی- اور دوسرے کو بادشاہ معافی دینے والا تھا- اور اس پر عنایات کرنے والا تھا- اور پھر آپ نے شاہ مصر کی ایک بڑی دقیق خواب کی تعبیر ایسی عجیب و غریب کی- کہ اس کی وجہ سے آپ سلطنت کے وزیراعظم کے عظیم المرتبت عہدہ پر فائز کئے گئے لیکن قرآن مجید میں محض حضرت یوسف علیہ السلام کی رؤیا ہی درج نہیں ہیں- جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لے گئے- تو وہاں بھی قریش مکہ نے آپ کا اور آپ کے متبعین کا پیچھا نہ چھوڑا اور متواتر حملے شروع کر دیئے- ایسے وقت میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا دیکھا

کہ آپ خانہ کعبہ کا حج کر رہے ہیں - یہ رویا اہل اسلام میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے - اور یہ ایک بڑا واقعہ ہے - جو اس سے اگلے سال لفظ بلفظ پورا ہوگیا - اس ضمن میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ خوابوں میں کچھ اور دکھایا جاتا ہے مگر حقیقت کچھ اور ہوتی ہے - اور ان کی تعبیر عموماً وہ لوگ ہی بیان کر سکتے ہیں - جو روحانی طور پر بہت ترقی یافتہ ہیں - رویائے صادقہ یا سچی خوابیں جو آیندہ واقعات کی قبل از وقت خبر دیتی ہیں اسلام میں کوئی اتفاقیہ چیزیں نہیں ہیں - اسلام کے معتقدات کے مطابق سچی خوابیں اس عظیم القدر روحانی نعمت کا نمونہ ہیں جسے وحی کہتے ہیں -

بخاری کی ایک روایت کے مطابق نبوت عطا کئے جانے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے رویائے صادقہ کی نعمت عطا فرمائی تھی - پس ایسی خوابیں جن میں مستقبل کی اخبار ہوں - اسلام کے اصولی معتقدات میں سے ہیں - لیکن اسلام نے کسی بات کو ادھورا نہیں چھوڑا - نہ کسی چیز کے ایک ہی پہلو کو لیا ہے - بلکہ اس نے یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ بہت سی خوابیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمارے اپنے خیالات کا ہی عکس ہوتی ہیں اسلام کی اصطلاح میں ان کو حدیث النفس کہتے ہیں - یہی حدیث النفس خوابیں ہیں - جن کے متعلق ڈاکٹر فرائڈ نے اس قدر خامہ فرسائی کی ہے اور ان کو تحت الشعور کے لمبے چوڑے لفظوں سے تعبیر کیا ہے - مسلمانوں کے لئے اس میں کوئی امر قابل غور و توجہ نہیں - ان کا ہرگز یہ اعتقاد نہیں کہ تمام خوابیں مستقبل کی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں جو کچھ وہ مانتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہماری بعض خوابیں معنی خیز ہوتی ہیں اور ایسی خوابیں ایک عالمگیر حیثیت رکھتی ہیں اگر ان کو اس رنگ میں نہ مانا جائے گا - تو اس کا جو نتیجہ ہے وہ ظاہر ہے - لوگوں کی ایک اکثریت زندگی کے بعد یا عالم عقبیٰ کی منکر ہو جائیگی - اور نہ صرف یہی بلکہ وہ عظیم الشان تحریک جس سے انسان کی سوشیل اور اخلاقی نجات وابستہ ہے جس کو خدا کی طرف سے وحی شدہ مذہب کہتے ہیں - اس سے بھی وہ انکار کر جائیں گے یہ امر موجب طمانیت ہے کہ مغرب کا مذہبی نقطۂ نگاہ اس بارہ میں ...... اس سنہری اصول کی طرف رجحان ظاہر کر رہا ہے جو اسلام کا عین مقصد اور اس کی تعلیم ہے -

اسلام امن۔ صلح اور رواداری کا علمبردار ہے

اسلام جو دین فطرت ہے بنی نوع انسان کے لئے امن۔ صلح اور رواداری کا پیغام لے کر آیا۔ اپنوں سے بھی صلح اور غیروں سے بھی صلح اس کا مقصد ہے اگر اس نے جنگوں کی اجازت دی تو وہ بھی دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے اور کمزوروں کو اشرار کی شرارتوں اور ظالموں کے ظلم سے بچانے کے لئے دی۔ ورنہ اسلام صلح کا علمبردار ہے اور بنی نوع انسان کے جان و مال کا تحفظ اس کا اصول ہے۔ اسلام کا خدا خود "السلام" ہے۔ جس کے معنے ہیں "صلح"۔ جیسا کہ اس کی صفات میں قرآن مجید میں آتا ہے۔

هو الله الذی لا اله الا هو۔ الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبر۔ وہ خدا بنی نوع انسان کو "دار السلام" یعنی امن کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اسلام کا پیغمبر رحمۃ للعالمین ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی شان میں ہے۔

وما ارسلنک الا رحمۃً للعالمین

اور اسلام کی کتاب یعنی قرآن مجید صلح اور امن کے رستہ کی طرف بلاتی ہے۔ اور مسلمان وہ ہے جو ساری دنیا سے صلح کرے۔ زبان سے کسی کو برا کہنا بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔

لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم۔ کسی فعل سے دوسرے کو تکلیف

پہنچانا بھی اسلام کی سپرٹ کے خلاف ہے۔ جنگوں میں بھی زیادتی کا حکم نہیں بلکہ صاف طور پر ارشاد فرمایا۔ ولا تعتدوا۔ اور جب ایک مسلمان کمانڈر ایک مہم پر روانہ ہوا تو حضرت نبی کریم صلعم نے اس کو ہدایت کی کہ "دشمن کے مقابلہ میں کسی مکر اور فریب سے ہرگز کام نہ لینا اور نہ کسی بچے کو قتل کرنا"

حضور نے منع فرمایا کہ کسی شخص کو زندہ جلایا جائے۔ اور کیا پر حکمت کلمہ ارشاد فرمایا کہ "سچا بہادر وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جنگ کرے۔ آپ کے سب سے پہلے جانشین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے آقا اپنے متبوع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی فوج کے ایک سپہ سالار کو یوں ارشاد فرمایا۔

اپنے آدمیوں کو کسی طرح تنگ نہ کرنا اور نہ ان پر کوئی سختی کرنا۔ بلکہ تمام معاملات میں ان سے مشورہ کرنا اور اس بات کا پورا پورا اہتمام رکھنا کہ جو کام تم کرو وہ عدل و انصاف پر مبنی ہو۔ کیونکہ جو شخص ان کے خلاف کرے گا۔ وہ کامیاب نہیں ہوگا جب تم دشمن کے مقابلہ میں نکلو تو مردوں کی طرح نکلو۔ اور اپنی پیٹھ نہ پھیرو اور اگر تمہیں خدا فتح دے تو دیکھو بچوں بوڑھوں اور عورتوں کے قتل سے پرہیز کرنا"

اسلام کی یہ حقیقت ہے۔ کہ مذہب کے معاملہ میں اس نے جبر کو قطعاً بند کر دیا۔ قرآن مجید میں بڑے صاف الفاظ میں حکم وارد ہے۔ لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی جبر نہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ ایک عیسائی نے اسلام قبول کیا وہ حضرت نبی کریم صلعم کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ "میرے دو لڑکے ہیں جو اب تک عیسائی ہیں کیا میں ان کو دین اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کروں۔" حضرت سرور کائنات صلعم نے زبان فیض ترجمان سے یہ آیت لا اکراہ فی الدین تلاوت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ دین میں جبر روا نہیں۔ ان لڑکوں پر اسلام قبول کرنے کے لئے کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک غلام عیسائی تھا۔ آنجناب اس کو بہت سمجھاتے رہے اور دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے وہ نہ مانا بالآخر آپ نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

جب اسلامی سلطنت قائم ہوئی اور عیسائی قبائل جو عرب میں رہتے تھے وہ اسلام کی حکومت کے ماتحت آ گئے تو حضرت نبی کریم صلعم نے نجران کے عیسائیوں کو ایک چارٹر عطا فرمایا۔ جس میں آپ نے انکے

گرجاؤں۔ ان کی مذہبی عبادات اور خانقاہوں کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ اور ان کو حقوق آزادی مرحمت فرما گئے۔ علیٰ ہذا القیاس جب آنحضرت صلعم نے معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا آپ نے اس کو نصیحت کی کہ خبردار کسی یہودی کو اس کا مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس کو فتح کیا تو یروشلم کے عیسائی باشندوں کو پوری پوری آزادی کا چارٹر مرحمت فرمایا۔ عباسی خاندان کے خلیفہ معتصم کے زمانہ میں ایک موذن اور امام کو اس بنا پر علی رؤس الاشہاد کوڑے لگائے گئے کہ انہوں نے سغد میں ایک گرجا کو گرا کر اس کی جگہ مسجد تعمیر کرائی تھی۔

فلسفۂ صلوٰۃ
نماز کی ایک نفسیاتی تشریح

(از۔ ایم۔ اے۔ حامد)

تمہید

اسلام زندہ جاوید اور ابدی مذہب ہے۔ اپنے ارتقائی دور میں دنیا کے ہر زمانہ کے ہر مرحلہ کے ساتھ مطابقت حاصل کرنے کا اس میں کمال پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے کئی بطون ہیں۔ جس کی اس قدر مختلف طریقوں پر تشریح کی جا سکتی ہے کہ ہر شخص کی عقل اور فہم کو اپیل کرتا ہے۔ خواہ اس کے علم کا درجہ کچھ ہی ہو۔ اس لئے یہ سمجھ لینا کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے۔ بس وہی ایک ممکن تشریح ہے غلط ہوگا۔ اگر کوئی اور شخص ایک دوسرے نقطہ نگاہ سے کوئی اور تشریح کرے تو وہ بھی ایسی ہی صحیح اور درست ہوگی جیسی کہ میری۔ ہم لوگ جن کے فہم و فراست میں بہت تفاوت اور اختلاف ہے اسلام اور بالخصوص موجودہ موضوع یعنی

صلوٰۃ کی تحقیق و تدقیق مادی اور نفسیاتی پہلو سے کرنا چاہتے ہیں۔ سردست عقبیٰ کے ثواب کا ذکر چھوڑ کر ہم نماز کی برکات اور اس کے ان فوائد کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہمیں اس زندگی میں حاصل ہوتے ہیں۔ ہم نماز کے اس پہلو کو بھی سردست چھوڑتے ہیں جو انسان کو فرض شناسی اور پابندی وقت سکھاتا ہے۔ جن پر بڑے بڑے علماء بڑے بسط سے لکھ چکے ہیں۔

انسان کا تجزیہ نفس

انسان عام طور پر اور طبعاً خود غرض واقع ہوا ہے۔ وہ اپنے آرام کو مقدم رکھتا ہے لیکن جب اس کے اندر عقل کے جوہر چمکنے لگتے ہیں یعنی جب وہ مہذب اور بااخلاق بن جاتا ہے۔ تو وہ دوسروں کو بھی محبت کے ذریعے اپنی طرف کھینچتا اور متمدن زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ ایک سوسائٹی کا اتحاد اور استحکام اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ وہ ایک لیڈر یا رہنما کی تحت میں نہ ہو۔ سوسائٹی کے لئے کسی تعمیری کام کرنے کے واسطے اگر ہر شخص اپنی مرضی کے مطابق ہی کام کرے اور ہر معاملہ میں اپنے ہی فیصلہ کو ناطق سمجھے تو یقیناً سوسائٹی میں ایک ابتری پھیل جائے گی۔ جب ایک لیڈر ایک حکم دے اور کوئی شخص اس کی پرواہ نہ کرے تو ہم اس کو کس طرح منوا سکتے ہیں بے شک ایک طریق طاقت سے منوانے کا بھی ہے لیکن یہ طریق ایسے شخص کے اندر اطاعت شعاری کی روح پیدا کرنے کے لئے کوئی آسان اور پُر امن طریق نہ ہوگا۔ جب کوئی شخص کسی لیڈر کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ لیڈر سے زیادہ سمجھتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر اس کا دل یہ کہتا ہے کہ انا خیرٌ منہ یعنی میں اس سے بہتر اور بڑھکر ہوں۔ یہ انانیت کا جذبہ ہماری تمام سوشیل برائیوں کی جڑھ ہے اور جس قدر زیادہ ہم اپنی انفرادی انانیت کو دبائینگے اسی قدر سوسائٹی میں زیادہ خوشحالی اور اقبال مندی کی لہر پیدا ہوگی۔

نماز سے انانیت فنا ہو جاتی ہے

آیئے! ذرا دیکھیں کہ اس سوشیل عقدہ کو ہم نماز کے ذریعہ کس طرح حل کر سکتے ہیں۔ نمازی اپنی نماز ان الفاظ سے شروع کرتا ہے۔ اللہ اکبر یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ کلمہ اس کے دل کے اندر یہ تخیل پیدا کرتا ہے

کہ میں بہت چھوٹا ہوں۔ میں بہت حقیر ہوں"۔ نمازی کے لئے حکم ہے کہ نماز میں اس حقیقت کو نہ بھولے کہ خدا حاضر و ناظر ہے۔ خدا سمیع و بصیر ہے۔ وہ علیٰ کل شئی قدیر ہے۔ وہ سب دکھوں سکھوں کا مالک ہے۔ اس طرح سے نمازی کے دل پر خدا کی عظمت و جلال کا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔ سورۃ فاتحہ کا ہر ایک لفظ جو خلوص دل سے زبان سے نکالا جائے تب انسان کے تزکیہ اور تصفیہ کا موجب ہوتا ہے۔ اور خدا سے قریب کرتا ہے۔ ہم نماز میں خدا کو رحمٰن اور رحیم کے پر حکمت اور پر معنی الفاظ سے مخاطب کرتے ہیں اور ہر برائی سے اس کی حفاظت مانگتے اور اس کی برکات طلب کرتے ہیں۔ ہماری متکبرانہ اور نخوت و رعونت سے سیدھی گردن اس کے حضور جھک جاتی ہے اور ہمارا انانیت سے لبریز سر غرور اس کے سامنے خاک پر گر جاتا ہے۔ کیا پھر بھی ہمارے دل میں کوئی جذبہ انانیت کوئی تکبر کوئی غرور کوئی برائی باقی رہ سکتی ہے۔

صلوٰۃ باجماعت

مہذب اقوام کی فوجی پریڈ یقیناً مسلمانوں کی نماز باجماعت سے بہت متشابہ ہے۔ اس امر کی تشریح کی ضرورت نہیں کہ فوجی پریڈ کے ضروری اسباق نماز سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہم دونوں قسم کے عمل یعنی فوجی پریڈ اور نماز کے فوائد پر ایک ناقدانہ نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔ جب فوج کا ایک جرنیل اپنی فوج کو Quick march یا Charge کا حکم دیتا ہے۔ تو سپاہی عموماً اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ بات نظر انداز نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ ہر تعمیل حکم کے نیچے جو جذبہ کام کرتا ہے۔ وہ ضروری طور پر جرنیل کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ اس کے نیچے وہ یقین اور ایمان ہے جو سپاہ کے دل میں خود بخود تعمیل حکم کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ سپاہیوں کے دل میں یہ یقین محکم ہونا چاہیئے کہ ان کے کمانڈر کے حکم کی اطاعت اس کے لئے فائدہ مند ہے اس کے ملک کے لئے اور اس کی قوم کے لئے فائدہ مند ہے اور جن سے ہم برسر جنگ ہیں وہ ہمارے دشمن ہیں اگر یہ جذبہ دل میں نہ ہو اور اطاعت شعاری کی روح نہ ہو۔ تو اکثر دیکھا گیا ہے کہ سپاہ بغاوت کرجاتی ہے اور دشمن کے ساتھ مل جاتی ہے بغاوت یا بے چینی کو روکنے کے لئے حکام بڑے بڑے سخت طریقے عمل میں لاتے ہیں اور بعض صورتوں میں کورٹ مارشل کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس

ہے کہ مہذب دنیا اس امر کے متعلق بالکل خواب خرگوش میں پڑی ہے کہ وہ کیا طریق ہے کہ جس سے انسان کو اس کے قلب پر پورا پورا اختیار حاصل ہو اور اس کو وہ نفس روحانی حاصل ہو۔ جسے نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔ اور اس کے حصول کے کیا وسائل اور کیا ذرائع ہیں۔

آئیے۔ ذرا دیکھیں کہ نماز کس قسم کی پریڈ ہے۔ مبادا کہ انسان کا دل بغاوت کر جائے اور اس میں یہ خیالات جاگزیں ہو جائیں کہ "میں بڑا ہوں میں بہتر سمجھتا ہوں۔ اس کا علاج اسلام نے تجویز کر دیا ہے

"تم کہو کہ اللہ بڑا ہے۔ تم ملکتر ہو تم حقیر ہو۔ تم لاشے ہو۔ تمہارا سر اس قدر اونچا نہیں جس قدر تم خیال کرتے ہو تم دیکھتے ہو کہ تمہارا سر نیچے جھکا ہے اور زمین کے ساتھ چھو رہا ہے۔ تم اپنے لیڈر اپنے امام کی کیوں اطاعت نہیں کرو گے، جو تم مان رہے ہو وہ خدا کا حکم ہے۔ امام کا نہیں ہے۔ وہ لفظ جو امام بول رہا ہے۔ وہ اللہ کے ہیں امام کے نہیں ہیں۔ پھر تم کیوں حکم نہیں مانو گے؛ اللہ سب سے بڑا ہے اور تم چھوٹے ہو۔ تم بہت حقیر ہو۔ تم بہت بے حقیقت ہو"

اس طرح سے اس اعلیٰ روح سے تربیت پا کر انسان کے قلب میں اطاعت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ بلا تامل اور بلا عذر اپنے لیڈر کا حکم مانے گا۔ بالخصوص جب کہ خود کمانڈر اللہ کے احکام کے مطابق حکم کرے۔

اس طرح سے ہم دیکھتے ہیں۔ کہ برخلاف ملٹری پریڈ کے نماز باجماعت میں جسم کا ہر عضو دل کا ترجمان ہے گویا دل اور جسم میں ایک اتحاد پیدا ہو جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سوشیل اخلاق میں پختگی اور سوسائٹی میں اتحاد و اتفاق اور یک جہتی کی روح پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ ہے برکت عظمیٰ نماز کی۔

ایک مثال

دو پڑوسی آپس میں جھگڑتے ہیں اور یہ جھگڑا اس قدر شدت اختیار کرتا ہے کہ ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے کے روادار نہیں۔ اسلام تمام لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ کہ گاؤں کے تمام باشندوں کے لئے یہ بہت نیکی کا کام ہے کہ وہ سب نماز باجماعت ادا کریں۔ ہاں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر ایک صف بنائیں اور ایک دوسرے کے درمیان کوئی زیادہ جگہ بھی نہ چھوڑیں۔ اگر جگہ چھوڑو گے تو شیطان بیچ میں

آجائے گا۔ تم دونوں خیال کرتے ہو کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے سے بڑا ہے۔ ایک کا سر دوسرے کے سر سے زیادہ اونچا ہے۔ لیکن اب کیا ہے؟ اس وقت تو کسی کا سر اونچا نہیں۔ اس وقت تو سب سر خدا کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ وہ اس کے حضور خاک پر پڑے ہیں۔ اور پھر تم دیکھتے ہو کہ نماز کے بعد ایک دوسرے کے گلے لگنا بھی بڑی نیکی ہے۔ لو اب تم ایک دوسرے کے گلے لگ جاؤ۔ خوب! یہ کیا عجیب بات ہے۔ تم کس کے گلے لگ رہے ہو۔ کیا تم اس کو اپنا دشمن سمجھتے تھے؟ اب تو وہ تمہارے گلے لگ رہا ہے۔ پھر دشمنی کیسی؟ بس بھائی بھائی بن گئے۔ دشمنی سب اڑ گئی۔

دیکھا آپ نے یہ فائدہ ہے نماز با جماعت کا۔ یہ بابرکت اجتماع پڑوسیوں پڑوسیوں کے درمیان رشتہ اخوت و محبت مستحکم کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

نماز کا دوگونہ فائدہ

اگر ہم نماز کا دقیق نظر سے تجزیہ کریں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ نماز اس صورت میں کہ اپنے اور غیروں کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے خدا کے قرب کا ذریعہ بنایا جائے بنی نوع انسان کے لئے انفرادی اور اجتماعی طور پر امن خوشی اور برکت کا موجب ہو سکتی ہے۔ بعض لوگ یہاں تک کہ نام نہاد تعلیم یافتہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نماز صرف اپنی تسلی اور اپنی ہی ترقی کا ذریعہ ہے۔ لیکن اسلامی نماز کا یہ تصور صحیح نہیں۔ "نماز صرف اپنی ہی تسلی کا ذریعہ ہے" یہ ہندوؤں کا عام خیال ہے۔ اور اس کے بُرے نتائج ان کی سوسائٹی میں علانیہ ظاہر ہیں۔ ان کے ہاں ہر شخص کو اجازت ہے کہ وہ اپنے خیال اور قیاس کے بموجب نماز پڑھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف مذہبی لیڈر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور مختلف طریقِ عبادت کے اپنے پاس سے گھڑ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ جن میں مورتی پوجا بھی ہے۔ اور سیر کئی اقسام کی عناصر پرستی بھی ہے۔ جس کا نتیجہ بہت سی سوشیل پیچیدگیاں ہیں۔ بعض ان میں سے اس قدر اپنے آپ میں مگن ہوتے ہیں کہ اس خیال سے کہ کہیں ان کی عبادت میں کوئی خلل واقع نہ ہو وہ پہاڑوں کی غاروں میں چلے جاتے ہیں۔ اور جنگل میں رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور وہاں تپسیا کرتے ہیں۔ یہ طریق اس قدر مضر ہے کہ اس سے ہم

سوشیل نظام میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور سوسائٹی کا تانا بانا بکھر کر رہ جاتا ہے۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں اور علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی نماز ہی تمام دنیا کی عبادات کے طریقوں سے افضل اور اعلیٰ ہے اور کوئی طریق عبادت اس بے نظیر عبادت کا لگا نہیں کھا سکتا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

نماز کا اثر غیر مسلم حلقوں میں

بعض غیر مسلم لیڈروں نے بڑی کاوش کے بعد پرارتھنا سبھائیں یا نماز کی مجالس قائم کی ہیں۔ وہ اب ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں اور اپنے لیڈر کے فرمان کے مطابق اجتماعی طور پر عبادت کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان کو یہ کس طرح خیال پیدا ہوا کہ اجتماعی طور پر نماز کا ادا کرنا یا عبادت کرنا اُن کے سوشل بہبود کے لئے ضروری ہے کیا یہ انصاف کی بات نہیں کہ یہ سبق انہوں نے اسلام سے حاصل کیا ہے اور وہ اسلامی طریق عبادت کی نقل اتارتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسانی عقل کے اقتضا کی انتہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی نماز خدائی اشارہ ہے۔ جو مقتدر رب العالمین ہے اور سرچشمہ ہے تمام عقول کا جو انسان کو دی گئی ہیں۔ یہ غیر مسلم خواہ وہ اسلام کو قبول کریں یا نہ کریں خدا ان کو بتدریج ایک ذہنی ترقی کی طرف رہنمائی کر رہا ہے۔ اور جبکہ تعصب کے گرد و غبار کا پردہ ان کی آنکھوں سے ہٹ جائے گا۔ تو انہیں نظر آ جائے گا کہ اسلام ہی ذہنی ترقی کی آخری منزل ہے۔ بعض غیر مسلم جو اپنے آپ کو بہت ترقی یافتہ بنتے ہیں۔ مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ مذہب اور سیاست کو آپس میں، غم کر دیتے ہیں۔ لیکن ہم ان پرارتھنا سبھاؤں کے عمبرداروں سے پوچھتے ہیں۔ کہ اے صاحبو! کیا تم اپنی عبادت کی مجالس میں سیاسیات کا ذکر نہیں کرتے۔ پس ہم اپنے سب غیر مسلم بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ پیارے دوستو! سنو اور پھر سنو!! اور اپنی ضمیر کے کانوں سے سنو! کہ یہ بے نظیر ضابطہ۔ یہ بے نظیر تعلیم جس کی تم نقل کر رہے ہو کس کی ہے، یقیناً یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ تمہارے دلوں کی ٹیلیفون میں گھنٹی موجود ہے۔ یہ گھنٹی زور و شور سے بج رہی ہے۔ ریسیور کو پکڑو اور سنو! یہ کیا ہے؟ یہ اسلام کی آواز ہے۔

نماز پڑھنے والے کے قلب کا نفسیاتی تجزیہ

اب ہم اپنے بھائیوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو دن میں پانچ دفعہ نماز پڑھتے ہیں اور اپنے قلب کا جبکہ وہ نماز پڑھتے ہیں تجزیہ شروع کرتے ہیں۔ جو کچھ میں عرض کروں اس پر آپ آشفتہ خاطر نہ ہوں۔ کیونکہ میں اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیتا۔ ہمیں ذرا اپنے قلب کا مطالعہ کرنا چاہئیے۔ اور غور سے دیکھنا چاہئیے کہ جب ہم معروف نماز ہیں تو ہمارا دل کیا کر رہا ہے۔ نمازی اپنے منہ سے کہتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ لیکن دل میں کیا ہے۔ اوہو! کیا مصیبت ہے۔ لڑکا تین دن سے بخار میں مبتلا ہے۔ ڈاکٹر بلانا چاہئیے۔ زبان پر تو یہ لفظ ہیں الرحمٰن الرحیم مگر دل میں کیا خیالات چکر لگا رہے ہیں۔ اس بدذات افسر نے مجھے بہت تکلیف دی ہے۔ بکایک ایک خیال دل میں آتا ہے اوہو! میں تو نماز پڑھ رہا ہوں۔ مجھے نماز میں خدا کو یاد کرنا چاہئیے۔ وہ حاضر و ناظر اور علیم و بصیر ہے۔ یہ خیال آیا اور پھر دل کسی اور طرف چل دیا۔ منہ ایک خود رو مشین کی طرح ایاک نعبد و ایاک نستعین کے الفاظ پڑھ جاتا ہے۔ لیکن دل میں اور ہی خیالات میں پھر ذرا توجہ ہوئی۔ اور کچھ عرصہ تک دل اور زبان نے ایک دوسرے کی رفاقت کی۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو پھر حالت متغیر ہوگئی۔ یک لخت ایک واقعہ کی طرف توجہ چلی جاتی ہے۔ بلّی ایک پالتو کبوتر کو پکڑ لیتی ہے۔ لڑکے چیخ رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں اور بلّی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ یہ شور بدنصیب نمازی کے کانوں تک پہنچتا ہے۔ سورۃ فاتحہ پڑھ کر اب دوسری سورت شروع ہوتی ہے اور منہ کی مشین خود بخود چلتی رہتی ہے۔ قل ھو اللہ احدٌ لیکن مصلّی صاحب بلی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ اب غور کرو کہ نماز کون پڑھ رہا ہے۔ اور یہ بلّی کے پیچھے کون بھاگ رہا ہے۔

اب ہم ذرا بیٹھ جائیں اور معاملہ کی تشخیص کے لئے ذرا اطمینان سے سوچیں۔ ایسی باتیں کیوں واقع ہوتی ہیں۔ ہمارا دل ہمارا حکم کیوں نہیں مانتا؟ ہم اس قدر سنتے ہیں اور اس قدر پڑھتے ہیں۔ اور لیکچر دیتے۔ اور وعظ سنتے رہتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ جب ہم زبان سے خدا کا کلام پڑھتے ہیں تو ہمارا

دل ادھر ادھر کیوں بھٹکتا ہے۔ اس کا جواب مختصر لفظوں میں یہ ہے۔

"جب تک ہم اس دنیا میں رہتے ہیں یہ ہمارے دل کا خاصہ ہے۔ ہمارا دل ایک وحشی نہ سدھائے ہوئے گھوڑے سے مشابہت رکھتا ہے۔ پہلے پہل یہ گھوڑا لگام یا تنگ یا دہانہ کو برداشت نہیں کرے گا۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے برداشت بھی کر لے تو اس کو توڑ ڈالے گا۔ اور جھاڑیوں اور کانٹوں میں سے پھاندتا ہوا بھاگ نکلے گا۔ لیکن اے عزیزو! اس نہ سدھے ہوئے گھوڑے کو سدھانا چاہئیے۔ اور اس کے منہ میں دہانہ دینا چاہئیے۔ اس کو چابک مارنی چاہئیے۔ ورنہ کوئی سکھ یا خوشی حاصل نہیں ہوگی۔ لیکن ہم اس ساری تکلیف کو کیوں برداشت کریں۔ کیا یہ ایک انسان کی آزادی فکر کا چھیننا نہیں۔ کیا یہ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا نہیں۔ انسان کے دل میں اس قسم کے شبہات اٹھتے رہتے ہیں۔

ان کا مختصر جواب یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں غم اور خوشی کیوں محسوس کرتے ہیں۔ غم کا اصل باعث کیا ہے فرض کیجئے کہ کسی شخص کا بہت بڑا مال ضائع ہو جاتا ہے یا اس کا کوئی عزیز داغ مفارقت دے جاتا ہے۔ طبعاً اس کو غم ہوگا۔ وہ روئے گا پیٹے گا۔ اور شاید اپنی ساری زندگی کو مصیبت زدہ بنا لے گا۔ خوشی کی تعریف کیا ہے؟ اگر ہم غور سے سوچیں گے ہم اس نتیجہ پہنچیں گے کہ ہماری زندگی کے واقعات وحالات کچھ ہی ہوں اگر ہم غم کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیں گے تو ہم خوش رہیں گے بالفاظ دیگر خوشی کی ہم اس طرح تعریف کر سکتے ہیں۔

"غم نہ محسوس کرنے کی دائمی حالت"

اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ غم کچھ چیز نہیں سوائے اس کے کہ خوشی نہ محسوس کرنے کی ایک دماغی حالت ہے۔ لہذا غم اور خوشی کچھ نہیں سوائے اس کے کہ یہ ایک تبدیل شدہ کیفیت ہے۔ ہمارے دل کی جو کسی بیرونی واقعہ سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً جو کچھ میں کماتا ہوں۔ وہ میں خیال کرتا ہوں کہ میرے لئے ناکافی ہے اور میں بڑی تکلیف سے زندگی بسر کرتا ہوں لیکن ایک آدمی جو مجھ سے کم کماتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ وہ بہت خوش ہے۔ میں کیوں غم محسوس کرتا ہوں اور کیوں ناخوش ہوں۔ کیونکہ میں ہمیشہ یہ خیال کرتا ہوں کہ اس شہر کا زمیندار یا تاجر بہت خوشحال ہے اور وہ اپنے محلات اور موٹر کاروں اور خدام کی وجہ سے بڑی عیش کی زندگی بسر کر رہا ہے اس طرح سے جب میں اپنی حالت کا اس سے مقابلہ کرتا ہوں۔ تو میں اپنے دل میں بہت غم محسوس کرتا

ہوں۔ کہ اے کاش میرے پاس بھی یہ چیزیں ہوتیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس قسم کے خیالات سے انسان کیونکر رہائی پاسکتا ہے۔ (باقی باقی)

منجانب چیف امام پولینڈ۔ ایچ۔ کیو۔ پی آر سی اجرٹن گارڈنز لنڈن۔

۳۰ رمئی ۱۹۴۵ء

بخدمت جناب امام صاحب مسجد ووکنگ۔

پیارے امام صاحب! پولش مسلم سوسائٹی کے لئے جو ازراہ عنایت آپ نے کتب ارسال فرمائی ہیں۔ میں ان کی بذریعہ خط ہذا رسید بھیجتا ہوں۔ اور اپنی ایسوسی ایشن کی طرف سے آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہمارے اپنے ملک میں مذہبی زندگی بوجہ جملہ آوروں کے بہت شکستہ حالت میں ہے۔ لیکن ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وطن میں واپس لے جائے گا۔ اور پھر ہم آزادی کی زندگی بسر کریں گے۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ اور ہمیں امید ہے کہ ہم اپنے اسلامی بھائیوں کی مدد سے پھر اپنی مذہبی زندگی کو قایم کریں گے۔

اسلام کی طاقت اور ہمارا یہ ایمان کہ ہم ایک بہت بڑی اسلامی برادری کے افراد ہیں۔ ہمیں شاندار مستقبل کا یقین دلاتا ہے۔ آپ سے تعلق پیدا کرنے سے ہمیں بہت راحت محسوس ہوئی ہے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہمیں مذہبی زندگی اختیار کرنے کے متعلق بہت قیمتی نصائح دینگے۔ فقط

آپ کا مخلص

....

امام ووکنگ مسجد کے مندرجہ ذیل مکتوبات امید ہے کہ ہمارے ناظرین کے لئے موجب دلچسپی ہوں گے۔ ان کے مضامین سے خود ان کی اہمیت ظاہر ہے۔

ووکنگ ۳ جون ۱۹۴۸ء

بخدمت جناب صالح محمد کیلی نوریا۔ بیناۓ پک بہروڈ کلکتہ ۱۔

برادرم اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط مورخہ ۶ اپریل ۱۹۴۸ء شرف صدور لایا۔ نیز کتاب پاتھ آف ہسٹری جلد دوم۔ سٹوریز آف مڈل ایجز مصنفہ نینی نیمپیر موصول ہوئیں۔ ہم نے ناشران کتب کے ساتھ بات چیت کی ہے اور ہم آپ کو بڑی خوشی سے اطلاع دیتے ہیں کہ اب یہ کتب چھپینگی اور نہ شائع ہونگی۔ آپ کی اطلاع کے لئے ہم آپ کو اپنی ایک چٹھی کی نقل اور ناشران کتب کی طرف سے اس کے جواب کی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھیج رہے ہیں۔

میں ہمیشہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

آپ کا بھائی

الیس۔ ایم عبداللہ امام (ووکنگ مسجد)

مکرر آنکہ جو کتاب آپ نے مجھے بھیجی ہے کیا میں وہ واپس کردوں؟

ووکنگ مسجد ۱۸ مئی ۱۹۴۸ء بنام میسرز کولنز کلیر ٹائپ پریس

۱۴۴۔ کیتھڈرل سٹریٹ گلاسگو۔

پیارے صاحبان!

ہماری توجہ ایک کتاب " دی پاتھ آف ہسٹری جلد دوم۔ سٹوریز آف مڈل ایجز مصنفہ نینی نیمپیر کی طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ ہمیں تعجب ہے کہ اب تک یہ کتاب آپ کے سٹاک میں ہے یا آپ ابھی تک اس کی فروخت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اندریں صورت کہ آپ اس کتاب کو دوبارہ چھپوانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیائے اسلام حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ امی وابی کی کسی

تصویر کی اشاعت پر سخت اظہار نفرین کرتی ہے اور اس کو سخت حقارت اور نفرت سے دیکھتی ہے۔
چنانچہ کتاب مشار الیہ کے صفحہ ۳۵ اور ۳۹ پر یہ تصویر موجود ہے۔ ہم آپ پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلعم کا کوئی فوٹو یا آپ کی کوئی تصویر دنیائے اسلام میں نہیں پائی جاتی اور اس لئے یہ تمام تصاویر وغیرہ جو آپ کی بنائی گئی ہیں۔ یہ سب مصنوعی اور جعلی ہیں اور لوگوں کے تخیلات باطلہ کا نتیجہ ہیں۔

ایک اور امر بھی آپ کی توجہ کے قابل ہے۔ اور وہ یہ کہ آپ کی اس کتاب کے اندر اسلامی تواریخ کے بعض واقعات کو غلط پیش کیا گیا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم ایک سخت نازک دور میں سے گذر رہے ہیں جس میں ہر ایک قوم اس امر میں ساعی ہے۔ کہ ایک دوسرے مذہب کے متعلق حقارت اور نفرت کے جذبات پھیلائے جائیں۔ ہمارا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ ہم ایک دوسرے کو قریب لائیں نہ کہ ان میں۔۔ حقارت اور نفرت کے جذبات کی اشاعت کریں۔ اور اس غرض کے لئے ہمیں تاریخ کو اس کے اصل رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ موجودہ نسل انسانی کے اندر جو ایک دوسرے کے ساتھ دست وگریباں ہو رہی ہے۔ محبت اور یگانگت کے جذبات پیدا ہوں۔ اور ان میں اتفاق اور اتحاد کی روح پیدا ہو۔

ہم آپ کو کتاب "محمد علی پریزنٹس محمد" (Muhammad Ali Presents Muhammad) کی ایک جلد بھیج رہے ہیں۔ یہ کتاب آپ کو کئی ایک امور کے متعلق رہنمائی کرے گی۔ اور جو کتاب آپ نے شائع کی ہے۔ اس کی بہت سی غلطیاں اس سے رفع ہو جائیں گی۔

اس امید پر کہ آپ اس عریضہ کا جواب بہت جلد عنایت کریں گے۔ ہم آپ کا پیشگی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آپ کا مخلص

ایس۔ ایم عبداللہ امام ووکنگ مسجد

منجانب کالنز کلیر ٹائپ پریس لیمیٹڈ ۴۴ کیتھیڈرل سٹریٹ گلاسگو - ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ

۲۷ - مئی ۱۹۴۶ء

بخدمت ایس - ایم عبد اللہ صاحب امام مسجد ووکنگ -

پیارے صاحب! میں آپ کی چٹھی مورخہ ۱۸ ماہ حال کا شکریہ ادا کرتا ہوں نیز آپ نے جو از راہ عنایت کتاب ارسال کی ہے - اس کے لئے بھی شکریہ ادا کرتا ہوں - امید ہے کہ یہ کتاب ہماری دلچسپی کا موجب ہوگی - تھوڑا عرصہ ہوا میں نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا تھا - اب اس کتاب کی روشنی میں پڑھکر میں بہت خوش ہوں گا -

آپ کو کتاب پاتھ آف ہسٹری یا پیغمبر اسلام کی تصویر کے متعلق کچھ تشویش کرنے کی ضرورت نہیں اس کتاب کی اشاعت عرصہ سے بند ہو چکی ہے اور اب یہ کبھی شائع نہیں کی جائے گی - اسکی پلیٹیں بھی ضائع کر دی گئی ہیں اور اب آپ کو اس کے متعلق کوئی فکر نہیں کرنا چاہئیے - مجھے آپ سے اس امر میں اتفاق ہے - کہ اگر ہم کسی کے جذبات کو ٹھیس لگائیں بالخصوص مذہبی جذبات پر تو ہمیں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنی چاہئیے - اور میں آپ کا شکر گذار رہوں کہ آپ نے ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے - اب جبکہ مجھے علم ہو گیا ہے - میں آئندہ اس امر کی پوری پوری احتیاط رکھوں گا کہ ہمارے محکمہ سے کوئی ایسی کتاب شائع نہ ہو - جو دنیائے اسلام میں مقبول نہ ہو سکتی ہو -

آپ کا صادق

ڈبلیو ایم کولنز سنز اینڈ کمپنی لیمیٹڈ

ایڈیٹر و ایجوکیشنل مینجر

جملہ خط و کتابت بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پاکستان) اور تمام ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری ٹرسٹ مذکور ہونی چاہئیے -

(سیکرٹری)

اور سپے حلقہ احباب میں بھی ان کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی پانچ ہزار اور رسالہ اشاعت اسلام اردو کی دس ہزار اشاعت مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے ۳/۴ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔ کل مسلم دنیا میں یہی دو رسالے ہیں جنکی آمد کا مصرف خالصاً دین اسلام کی اشاعت ہے۔ ووکنگ مشن کے یہی دو رسالے ہیں جنکی آمد مشن کو جاتی ہے۔ ان کے علاوہ مشن کا اور کوئی آرگن نہیں مسلم احباب نوٹ کرلیں۔

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ
شاہجہان مسجد ووکنگ۔ انگلستان

رسالہ اشاعت اسلام اردو

ترجمہ
رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

اجرا کردہ
الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام وبانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

(فروری ۱۹۱۳ء)

رسالہ اسلامک ریویو

سرزمین مغرب و امریکہ میں اسلام کا واحد مشعلبردار ماہوار انگریزی مجلہ ہے۔ اس کیلئے مشرقی ومغربی متبحرین اسلام۔ اخلاق۔ تمدن ومعاشرت۔ تصوف۔ مذہب اسلام حضرت نبی کریم صلعم کے سوانح حیات اور حالات حاضرہ جیسے دلچسپ واہم عنوانات پر بالغ نظرانہ مضامین سپرد قلم کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی دل نواز تفسیر القرآن کے حصص بھی بالالتزام اس میں شائع ہوتے ہیں۔ رسالہ ہر ماہ ایک ایک نومسلم کے فوٹو سے مزین ہوتا ہے۔ انگلستان میں یوم میلاد النبیؐ اور عیدین کے فوٹو اور انکی مفصل روئیداد بھی اس میں شائع ہوتی ہیں۔ اس میں ایسے دلکش ودلچسپ پیرایہ میں اسلام پیش کیا جاتا ہے کہ غیر مسلم یورپین و امریکن اسے پڑھ کر مسحور ہو جاتے ہیں مغرب میں یہ رسالہ ان دور دراز مقامات پر پہنچتا ہے۔ جہاں مبلغین اسلام کی رسائی مشکل ہے۔ ان مقامات پر ایک خاموش مبلغ کا کام کرتا رہتا ہے۔ اس رسالہ کی مغرب و امریکہ میں مفت اشاعت بہت ہی نتیجہ خیز ثابت ہوئی ہے۔

یہ رسالہ لاکھوں کی تعداد میں مغربی وامریکن ممالک میں تبلیغ اسلام کیلئے مفت تقسیم ہو چکا ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں یورپین وامریکن اخوان وخواتین اسے پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں۔ ہزاروں لوگ اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اس رسالہ کی مفت نشرواشاعت سے اسلام کے متعلق جملہ غلط فہمیاں دور ہو چکی ہیں۔ اسلام کے متعلق روادارانہ فضا پیدا ہو چکی ہے۔ اس رسالہ کی خریداری بہترین کار ثواب ہے۔ نومسلمین کے اعلان اسلام بھی اس میں شائع ہوتے ہیں۔ سالانہ چندہ عہ۔ طلبا۔ وکتبخانہ جات کے لئے ۸ر۔ یورپ وامریکہ میں مفت اشاعت کے لئے صہ ر+

رسالہ اشاعت اسلام

اس رسالہ میں رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کے اردو ترجمہ کے علاوہ مشہور ومعروف اہل قلم حضرات کے مضامین بھی ہوتے ہیں اس میں حالات حاضرہ پر مذہبی زاویہ نگاہ۔ بحث وتمحیص کی جاتی ہے۔ انگریز نومسلمین کے گرانقدر مضامین کے تراجم شائع ہوتے ہیں۔ جن میں وہ اسلام کی اُس خوبصورت و دلکش تعلیم کا اعتراف کرتے ہیں جو انکی موجب کشش ہوتی۔ ان مضامین میں وہ نومسلمین اپنی قلبی کیفیات کا اظہار کرتے ہیں کہ کس طرح انہیں عیسائیت سے تنفر ہوا اور کس طرح اسلام ان کے دل کے اندر رچ گیا۔ یہ سلسلہ مکتوبات نہایت ہی دلچسپ ہوتا ہے۔ الغرض شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان کے تبلیغی ادارہ کے جملہ کوائف کی ماہواری رپورٹ بمعہ اس مشن کے ماہواری آمد وخرچ کے گوشوارہ کے اس میں شائع ہوتی ہے۔ سب سے دلچسپ ودلکش اس رسالہ کا مفید حصہ وہ ہے جس میں حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی انگریزی تفسیر القرآن کا اردو ترجمہ شائع ہوتا ہے۔ اس تفسیر میں مغربی مذہبی نقطہ خیال کو سامنے رکھ کر انکے مطالبات کا جواب قرآن کریم سے دکھایا جاتا ہے۔ دوسری طرف اپنے مسلم بھائیوں کی بڑھتی ہوئی مصائب کا علاج بتایا جاتا ہے۔ ان دونوں امور کا علاج قرآن کریم ہی ہے۔ قرآنی لٹریچر کی کثرت سے اشاعت سے سب سے اول تو خود مسلم اس سے آگاہ ہونگے۔ اور ان پر عمل پیرا ہوکر مصائب سے مخلصی حاصل کرینگے۔ دوسرے غیر مسلم دنیا اس لٹریچر سے حقیقی نجات پاکر اسلام قبول کریگی۔ اردو رسالہ کو ہندوستان کی غیر مسلم لائبریریوں اور تعلیمیافتہ اچھوت اقوام میں مفت بھیجنے کا مسلم بھائی سامان کریں۔ قیمت سالانہ ۳ ہے۔ ممالک غیر سے صہ۔ طلبا ومفت تقسیم در لائبریریاں عہ +

ذیل کی کتب اُن انگریزی کتب کے تراجم ہیں جن کی یورپ و امریکہ میں مفت اشاعت نے مذہبی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اور جس اسلامی لٹریچر کو پڑھ کر ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن احباب نے اسلام قبول کر لیا۔

تصنیفات الحاج حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم ومغفور بانی مسلم مشن ووکنگ انگلستان

توحید فی الاسلام	عمہ	روحانیات فی الاسلام	۱۲ر	ذرات عالم کا مذہب	۸ر	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۲ر
ینابیع المسیحیت	۲عہ	صلائے نصرت بہ اہل ہمت	۳ر	اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ وکامل نبی	۷ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر
ضرورت الہام	۱۲ر	سلک مروارید	عہ	ام الالسنہ معروف بہ زندہ وکامل زبان	۱۲ر	جہد للبقاء	۴ر
رازحیات یا انجیل عمل	۵عہ	مطالعہ اسلام	۱۲ر	براہین نیرہ معروف بہ زندہ وکامل کتاب	۱۲ر	تمدن اسلام	عہ
مکالمات ملیہ	۱۳ر	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۴ر	مقصد مذہب	۳ر	نبوت کا ظہور اتم یا نبی کامل	عمہ
پیام اسلام	۸ر	لمعات انوار محمدیہ	۶ر	خطبات غربیہ مکمل سٹ ۶ عدد	۱۲ر	موضوع القرآن	۴ر
حیات بعد الموت	۱۲ر	مذہب محبت	۷ر	ہستی باری تعالیٰ	۶ر	تصاویر نومسلمانان لندن مجلد تین درجن	عہ

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری و تمام خط وکتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب انڈیا)

DECEMBER, 1948. Regd. L. No. 908

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔ اے	عبدالمجید ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)	امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ

خواجہ عبدالغنی سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

نمبر ۱۲	بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۸ء	جلد ۳۴

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر و پبلشر چھپ کر برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا) ......

شذرات

برطانیہ عظمیٰ میں مسلم سوسائٹی

مسلم سکول کے متعلق ضروری اطلاعات

مندرجہ ذیل گشتی چٹھی تمام مسلمانوں کے گھروں میں بھیجی گئی تاکہ ان کے بچے مسلم سکول میں تعلیم حاصل کر کے اسلامی اخلاق اور اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہوں ۔

---

۱۸ - ایگلسٹن سکوئر
وکٹوریا - ایس - ڈبلیو - آئی - ۸ ستمبر ۱۹۴۸ء

برادران وخواہران اسلام : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جیسا کہ قبل ازیں آپ کو معلوم ہے - عرصہ ایک سال سے ایک مسلم سکول مندرجہ بالا مقام پر کھولا گیا تھا جو کسی قدر بڑی عمر کے لوگوں کے لئے تھا - اس کے ساتھ مسلمان بچوں کے لئے ایک مکتب بھی جاری ہے - جس کے لئے ہم جناب ڈاکٹر شیخ عبد اللہ صاحب کے مشکور ہیں - کہ آپ اس مکتب کے بچوں کو اپنا قیمتی وقت دے رہے ہیں - جزاہ اللہ احسن الجزاء میں تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ وہ اس سکول اور مکتب سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں - بالخصوص ایسے حالات

کے اندر جبکہ مسلمانان عالم پر ہر چہار طرف سے مصائب کے بادل چھا رہے ہیں مسلمانوں کا اسلامی تعلیم اور اسلامی اخلاق سے بہرہ ور ہونا فرائض اولین میں سے ہے۔

واضح رہے کہ قرآن مجید۔ حدیث اور اسلام کی عملی صورت کی تعلیم کے لئے سنیچر کے دن کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔ اس دن کا پروگرام مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۱۔ برس کی عمر سے زیادہ بچوں کے لئے	۱۵۔ ۳ سے ۴ بجے شام تک
۱۱۔ برس کی عمر سے کم بچوں کے لئے	۴ بجے سے ۴½ بجے تک
چائے اور نماز	۴½ سے ۵ بجے تک
بڑی عمر والوں کے لئے	۵ بجے سے ۶½ بجے تک
عربی زبان دانی	۶½ سے ۷ بجے تک

اس تعلیم کے لئے کوئی فیس وغیرہ چارج نہیں کی جاتی۔ خالصاً للہ یہ کام کیا جا رہا ہے۔ تاکہ ہر شخص اس سے مستفیض ہو سکے۔

نماز جمعہ ہر جمعہ کے دن سوا ایک بجے ہوتی ہے۔

براہ مہربانی! آپ اپنے احباب کو مطلع کریں۔ کہ وہ اپنے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو نماز جمعہ میں شرکت کے لئے ہمراہ لائیں۔ غرضکہ خود بھی شریک ہوں۔ اور دوسروں کو بھی شرکت کی دعوت دیں۔ اس سلسلہ میں اگر کسی صاحب نے کچھ تجاویز پیش کرنی ہوں یا کچھ امور دریافت کرنے ہوں۔ تو وہ بخوشی ایسا کر سکتے ہیں۔ والسلام

آپ کا اسلامی بھائی

ایس۔ ایم اقبال۔ آنریری سیکرٹری

❁

ووکنگ میں دستکاری کی نمائش — بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کی مساعی جمیلہ

از شاہجہاں مسجد ووکنگ

مکرمہ و معظمہ ہمشیرہ صاحبہ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

غالباً یہ امر پہلے آپ کے علم میں آچکا ہے کہ عید الاضحیٰ کے مبارک موقعہ پر جو ۱۰ اکتوبر جمعرات کے دن ہوگا۔ ایک نمائش کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس نمائش میں اشیا کی فروخت عمل میں لائی جائیگی۔

مختلف قسم کی دستکاری۔ کشیدہ کاری۔ ہاتھ سے بنی ہوئی چیزیں اور سوئی سے سلی ہوئی اشیا اور دیگر قسم کی اشیاء اس نمائش میں رکھی جائیں گی۔ اور ان چیزوں کی فروخت سے جو قیمت وصول ہوگی۔ وہ وخیرات میں جائے گی۔

اگر آپ بھی از راہ عنائیت اس نمائش میں حصہ لیں اور کوئی نہ کوئی چیز بنا کر فروخت کے لئے بھیجیں تو آپ کو ثواب عظیم ہوگا۔ اور میں بھی آپ کا شکریہ ادا کرونگی۔ اور آپ کی اس نوازش اور کوشش کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

میں آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ براہ کرم اپنی طیار کردہ اشیاء ۸۔ اکتوبر سے پہلے پہلے بھیجدیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ اپنا پورا پورا ایڈریس بھی تحریر فرمائیں اور ہر ایک چیز کی قیمت لاگت سے بھی مطلع فرمائیں۔ یہ اشیا یا تو آپ ووکنگ مشن میں ارسال فرمائیں یا ۱۸۔ ایکلسٹن سکوئر وکٹوریہ ایس۔ ڈبلیو۔ آئی کے پتہ پر بھجوانے کا اہتمام فرمائیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

آپ کی اسلامی بہن

مسز عبداللہ

مہاجرین فلسطین کیلئے چندہ

پریذیڈنٹ مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ لنڈن - ڈائرکٹر اسلامک کلچر سنٹر لنڈن امام مسجد لندن ٹیپنی لندن - امام شاہ جہاں مسجد ووکنگ سرے - پریذیڈنٹ مسلم لیگ لنڈن آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہیں کہ آپ

مہاجرین فلسطین کے لئے چندہ

جمع کرنے والی مجلس کے اجلاس میں شرکت فرماکر مشکور فرمائیں - یہ جلسہ کیکسٹن ہال وکٹوریہ سٹریٹ لنڈن ایس - ڈبلیو - آئی میں مورخہ ۸ راکتوبر بروز جمعہ ۶ بجے شام منعقد ہوگا - والسلام

---

۱۸ - اکلسٹن سکوئر

لنڈن - ایس ڈبلیو - آئی

مختصر پروگرام یہ ہے کہ بعض احباب اس موضوع پر تقریریں بھی کریں گے - اور مختصر سی ضیافت بھی دی جائے گی - فقط

کانفرنس مذاہب عالم

یہ حقیقت اب الم نشرح ہوچکی ہے - کہ یو - این - او (ادارۂ اقوام متحدہ) بھی اپنے پیشرو ادارہ " لیگ آف نیشنز" کی مانند بوجوہ اتم بے سود وبے کار ثابت ہو رہا ہے جنگ کا بھوت پھر اپنی گھنونی اور ہیبناک آنکھوں سے بنی نوع انسان کو گھور رہا ہے - اقوام عالم کے بہترین دماغ اس سعی میں ہیں کہ کسی طرح مخلوق خدا جنگ کی مصائب سے محفوظ و مامون رہے تاہم جنگ ایک اٹل چیز نظر آتی ہے - لیگ آف نیشنز کے معرض وجود میں آنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ آئندہ جنگ کا دروازہ بند ہوجائے اور دنیا میں امن و آشتی کا

دور دورہ ہو۔ لیکن ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

یہ لیگ آف نیشنز تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہباءً منثورا ہوگئی اور "جنگ عظیم" کے بعد "عالمگیر جنگ" نے جو تباہی اور بربادی دنیا میں برپا کی وہ محتاج بیان نہیں۔ انسانی تدابیر صلح و آشتی کی خاک میں مل گئیں۔ پھر یو۔ این۔ او معرض وجود میں آئی تاکہ دوبارہ یہ تباہی اور بربادی دیکھنے میں نہ آئے۔ لیکن ہزار حیف کہ جو حشر لیگ آف نیشنز کا ہوا وہی حشر یو۔ این۔ او کا نظر آرہا ہے۔ اور تیسری جنگ کے خطرات سے انسانی روح کانپ رہی ہے یو۔ این۔ او یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ اور اس کی بے بسی کا یہ عالم ہے۔ کہ ٹس سے مس نہیں ہوتی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر کا زبردست ہاتھ دنیا کو ایک اور مہیب جنگ میں دھکیل رہا ہے۔

لیکن اسی حالت میں جبکہ جنگ کے تاریک بادل بین الاقوامی افق پر منڈلا رہے ہیں امید کی ایک کرن بھی دکھائی دیتی ہے۔ بڑے غور و فکر کے بعد دنیا کے مفکرین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس برائی کی جڑیں اس قدر گہری ہیں کہ ان کو اکھاڑنے کے لیے دنیوی تدابیر کارگر نہیں ہوسکتیں اور اس کا علاج مذہبی اقدار کی روشنی میں ٹٹولنا چاہیئے۔ لوگوں میں یہ بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ کہ آتش جنگ جو سینوں میں سلگ رہی ہے۔ اس کو مذہب کا پانی ہی بجھا سکتا ہے۔ لوگوں کے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یو۔ این۔ او اگلے ماہ نیویارک میں مذاہب عالم کی کانفرنس منعقد کرنے کا تہیہ کر رہی ہے۔ اس کی تہ کے نیچے یہ یقین کارفرما ہے کہ دنیا جو قرنہا سے مادیت کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس کی توجہ خدا اور مذہب کی طرف منعطف کی جائے اور ان اقدار پر جو درحقیقت دیرپا اور مستقل ہیں اور جس کو دنیا مدت سے بھول چکی ہے اب زندگی کا قصر تعمیر کیا جائے۔ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی بس اب لے دے کے ایک یہی تدبیر باقی رہ گئی ہے ؎

چیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب ہے

جب تک خلق خدا اس آستان پر نہیں جھکے گی۔ اس کی مصائب کا مداوا نہیں ہوگا۔ ورنہ ایک جنگ کے بعد دوسری جنگ اور دوسری کے بعد تیسری جنگ اور اسی طرح جنگوں کا ایک لامتناہی سلسلہ اس قدر طوالت پکڑے گا۔ کہ تمام خلق خدا لقمۂ اجل بن جائے گی اور اس کے ساتھ ہی وہ تہذیب جس کی بنا سراسر مادیت پرستی پر ہے اور جس کی وجہ سے یہ سب مصائب آئے اور آرہے ہیں۔ وہ بھی پرکاہ کی طرح

آ جائے گی۔

اسلام اس کانفرنس کا بڑے تپاک سے خیر مقدم کرتا ہے۔ اور اس خیال کو جو اس کے نیچے ہے بڑی قدر سے دیکھتا ہے۔ اسلام تمام مذاہب کا ہے۔ درحقیقت اسلام کسی نئے مذہب کا نام نہیں یہی مذہب سب زمانوں میں رہا ہے یہ تمام منجانب اللہ مذاہب کا خلاصہ ہے۔ اور اس لحاظ سے تمام بنی نوع انسان کا مشترکہ ورثہ ہے۔ بنابریں اسلام اس تجویز کا صرف خیر مقدم ہی نہیں کرتا بلکہ اسے یقین ہے۔ کہ اس کانفرنس کے اغراض و مقاصد میں یہ مذہب چار چاند لگا سکتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے موجودہ تباہ کن تہذیب کا قبل از وقت ہی ہو بہو نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی اوراق گردانی کرے۔ اور یاجوج اور ماجوج اقوام کا جو نقشہ قرآن مجید نے کھینچا ہے۔ اس کو بنظر غور پڑھے تو اُسے معلوم ہوگا۔ کہ کس طرح قرآن مجید کا لفظ لفظ.. موجودہ حالات پر منطبق ہوتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی قرآن مجید اس بات پر بڑا زور دیتا ہے کہ ان اندوہناک حالات سے اگر نجات مل سکتی ہے۔ تو وہ اسلام ہی میں ہی ہے اور ان صداقتوں پر ایمان لانے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے ہی انسان اس زمانہ کی بلاؤں اور مصیبتوں سے رہائی حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے اس نازک دور میں جبکہ بنی نوع انسان اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مار رہے ہیں۔

قرآن مجید کی مشعل ہی ان کی رہنمائی کا موجب ہوسکتی ہے۔ اور یو۔ این۔ او نے جو مذاہب عالم کی کانفرنس کی تجویز کی ہے یہ ایک موقع ہے کہ اسلام نہایت واضح طور سے خدا کے مقرر کردہ مشن کو سرانجام دے۔

اس وقت دنیا کو کئی ایک ادق مسائل کا سامنا ہے نسلی منافرت۔ اقتصادی غیر مساویانہ سلوک۔ خیالات کا تصادم۔ جنسی تعلقات۔ انتخابی خرابیاں۔ خود غرضی۔ حرص و ہوس اور لالچ غرضکہ بہت سی باتیں ہیں۔ جن سے بنی نوع انسان کو مقابلہ آن پڑا ہے۔ پھر اس پر

مرے کو مارے شاہ مدار

جنگ کا ہوّا۔ ایک مستقل اور پیہم غم کی تلوار ہر وقت سر پر کھینچی رہتی ہے۔ قرآن مجید جو خدا کا زندہ اور چمکتا ہوا کلام

ہے ۔محض وہی ایک معقول اور قابل عمل در آمد حل ان تمام آفات کا ہے ۔ یوں کہنا چاہیئے کہ گویا یہ مذاہب عالم کی کانفرنس ایک خدائی عطا کردہ نعمت ہے جس کے ذریعے اسلام تاریخ کے اس نازک ترین دور میں اپنے محاسن کو بوجوہ احسن پیش کر کے دنیا کو پیش آمدہ مصائب سے بچا سکتا ہے ۔

باوجود اس امر کے کہ یہ زمانہ روشنی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے جس میں تعلیم اور عالمگیر تعلقات کی فراوانی ہے تاہم اسلام کے متعلق بڑی بے خبری پائی جاتی ہے ۔ علیٰ ہذالقیاس زندگی کی اسلامی اقدار سے اور اس کے اخلاقی نظام حیات کے اندر جو بڑے بڑے مواقع موجود ہیں اس سے لوگ عام طور پر ناواقف اور ناشناس ہیں ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم

خود مسلمانوں کے ہاں ایسی تعداد بکثرت پائی جاتی ہے ۔ کہ جو تعلیم اسلامی کے محاسن سے بالکل کورے اور نابلد ہیں ۔ خدا نے ارادہ کر رکھا ہے ۔کہ یہ روشنی اطراف و اکناف عالم میں ضرور پھیلے گی ۔ اور دنیا کے کونہ کونہ کو منور کریگی ۔ واللّٰہ متم نورہ ولوکرہ الکافرون ۔

خدا نے یہ بھی بڑے پرزور الفاظ میں فرما دیا ہے کہ جب مصائب کا دور دورہ ہوگا اور ہر ایک دنیوی نظام ان مصائب کے رفع کرنے سے اپنی بے چارگی ظاہر کرے گا ۔ اسلام سب نظاموں پر غالب آجائے گا اور یہی نوع انسان کو مصائب کی ہاؤن سے بچائے گا ۔ وہ وقت آ گیا ہے ۔ مفکرین کے حلقہ میں اب مذہب کے لئے تڑپ پائی جاتی ہے ۔ اور اسلام کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ وہ دنیا کی پیاس کو بجھا سکتا ہے ۔

ہمیں رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ پاکستان قائم ہو جانے کے بعد بھی خود مسلمانوں کے اندر زندگی کی قرآنی اقدار کے لئے خاص تڑپ نہیں پائی جاتی ۔ اگرچہ ترویج قانون شریعت و نفوذ احکام قرآن کے لئے بہت کچھ چیخ وپکار ہو رہی ہے ۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو تعلیم قرآنی کی گہرائیوں میں اترنے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں اور ان گہرائیوں پر اپنے جملہ امور کی اساس رکھتے ہیں ہم میں سے کتنے ہیں جو خدا کو صدق دل سے تلاش کرنے کیلئے بے چین ہیں ۔ اور اس سے صحیح تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اگر یہ بات نہیں تو مذہب ایک تشر ہے ۔ مغز نہیں ۔ مگر دنیا مغز کیلئے بے چین ہے ۔

اگر دنیا بچ سکتی ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ایک زندہ خدا کی تلاش اور اس

کا پالینا ہے - یہ وہ مذہب ہے جسے آنے والی کانفرنس میں دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہیے

یہ ایک قابل غور بات ہے کہ یہ مذہبی کانفرنس پاکستان کی اسلامی سلطنت کے قیام کے قریب ہی انعقاد میں آئی ہے - اور پاکستان ہی دنیا میں ایک ایسی سلطنت ہے - جو مذہب کی بنیادوں پر کھڑی کی گئی ہے اس کے قیام سے بھی اسلام منظر عام پر آجاتا ہے - اور اب جو نیویارک میں یہ مذہبی کانفرنس کی تجویز کی جا رہی ہے - یہ اسلام کے منظر عام پر آنے کی ایک دوسری صورت ہے -

اگر اس موقعہ پر اسلام کو اس کے جملہ محاسن کے ساتھ پیش کیا گیا - اور جو خاص خاص خوبیاں اس کے اندر پائی جاتی ہیں - ان کو الم نشرح کیا گیا تو بیک جنبش قلم اسلام نہ صرف دنیوی طاقتوں کی نظروں کے سامنے آجائے گا - بلکہ ایک ایسے شاہراہ کی طرف دنیا کی رہنمائی کرے گا کہ جس پر چلکر وہ خوشحال ہی خوشحال ہوجائے گی - اور ایسے انقلاب کے لئے کسی کشت وخون کی بھی ضرورت نہ ہوگی - اور پھر ایک زمانہ آجائے گا - جس میں بنی نوع انسان کے دلوں کے اندر ایک دوسرے کے لئے محبت واتحاد کے جذبات موجزن ہو جائینگے اور ہر انسان اور ہر قوم دوسرے کے لئے راحت وآرام کا باعث بن جائے گی - اور یہی وہ در مقصود ہے جس کے لئے مخلوق خدا تڑپ رہی ہے - اور قرآن مجید کی تصریحات کی رو سے یہ در مقصود محض اسلام ہی میں مل سکتا ہے - اور بس ‌+

مذہب محبّت

اس میں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو زمین پر صلح وامن وآشتی ومحبت وپیار ویک جہتی - کامیابی کے ساتھ قائم کرسکتا ہے - قیمت فی جلد ۴ر

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور - (پاکستان)

عیدالاضحیٰ

(از قلم میران الرحمٰن صاحب ایم-اے)

اس سال عیدالاضحیٰ کی مبارک اور سعید تقریب ۱۴- اکتوبر کو منائی جائے گی یہ تقریب تمام دنیا کے اسلام میں منائی جاتی ہے ہندوستان میں عموماً اس کو بقرہ عید یا عید قربان کہتے ہیں - اور ٹرکی میں اس کو عید بیرام کے نام سے موسوم کرتے ہیں -

یہ ایک بہت بڑا اسلامی تہوار ہے جس کے اندر بہت بڑا فلسفہ ہے - یہ اس عظیم الشان انسان کی یادگار ہے جس نے خدا سے اشارہ پاکر اپنے بیٹے کی قربانی کا تہیہ کر لیا - اس عظیم الشان انسان کا نام نامی اور اسم گرامی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہے - آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں - نبی کی خواب بھی وحی ہی ہوتی ہے - حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اپنی خواب بیان کی - اور ان سے کہا کہ اے میرے بیٹے اب تیری کیا رائے ہے ؟ بیٹے نے نہایت کشادہ دل سے جواب دیا کہ اے میرے باپ جو خدا کا حکم ہے اس کو پورا کیجئے - میں انشاء اللہ صبر کرونگا لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے لگے اور چھری ان کی گردن پر رکھی تو خدا نے وحی بھیجی کہ بس آپ کا امتحان ہوچکا - آپ اپنے امتحان میں پورے اترے اور اس قربانی کی یادگار میں قیامت تک کے لئے جانوروں کی قربانی ہوتی رہے گی - نفدینٰہ بذبح عظیم

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ بزرگ نبی ہیں جنہیں یہودی عیسائی اور مسلمان سب اپنا ایک نہایت محترم نبی مانتے ہیں - اور تینوں قومیں ان کو غائیت درجہ عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہیں - علیہ الصلوٰۃ والسلام

دنیائے اسلام میں جو عیدالاضحیٰ کے دن قربانی کی جاتی ہے۔ یہ اسی قربانی کی یادگار میں منائی جاتی ہے اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس میں ایک مسلمان کے لئے ایک درس ہے ایک نصیحت ہے کہ وہ خدا کے حضور میں اپنا مال و جان سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنے بیٹے کا قربان کرنا ایک بہت بڑا امتحان ایک بہت بڑا ابتلا تھا۔ لیکن وہ صادق اور مخلص انسان اس ابتلا میں سے کس عالی حوصلگی کس بہادری سے عہدہ برآ ہوا۔ اسی طرح خدا مسلمان قوم سے چاہتا ہے۔ کہ وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح خدا کے لئے اگر ان سے جان مانگی جائے۔ تو دریغ نہ کرے۔ یہ جانوروں کی قربانی تو ایک ظل ہے اصل قربانی تو اپنے نفس کی ہے۔ جانور کی قربانی کے اندر یہ سبق ہے کہ ہمیں بھی اپنے آقا اپنے خالق کے احکام کے سامنے گردن جھکا دینی چاہئے۔ اور اپنے نفس پر ایک موت وارد کرکے تمام خواہشات ردّیہ سفلیہ کا قلع قمع کر دینا چاہئیے۔ اور فنا فی اللہ کا بن جانا چاہئیے۔

اہل اسلام ملت ابراہیمی پر ہیں اور مذہب اسلام ملتہ ابراہیمی کی ایک مکمل اور کامل صورت ہے جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی سے ثابت ہوتا ہے۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

پھر ایک جگہ فرمایا:۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ یعنی اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین ہے۔ یہ قرآن کریم کے بہت بڑے اعلانات ہیں اور ان کے اندر بہت بڑی حقیقت مرکوز ہے۔ اور اس حقیقت کا انکشاف حضرت خاتم الانبیاء پر ہوا جو ہم مسلمانوں کے نزدیک سب سے آخری نبی ہیں۔ جسے باری تعالےٰ نے مخلوق کے لئے مبعوث فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یہ موقعہ نہیں کہ ان آیات مبارکہ کی تفسیر کی جائے اور موجودہ مضمون اس قدر تفاصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا سمندر کو کوزہ میں بند کرنا ایک محال امر ہے۔

اب ہم عیدالاضحیٰ کی اہمیت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ عیدالاضحیٰ کا کیا مقصد ہے؟ کیا اس کا یہ مقصد ہے کہ محض گائے اور بھیڑ بکری کو ذبح کر دیا جائے اور ان کا گوشت کھا کر اپنی اور اپنے دوستوں کی شکم سیری کی جائے۔ ہرگز نہیں۔ عیدالاضحیٰ کا مقصد اس سے بہت بلند ہے عیدالاضحیٰ کا یوں کہئے کہ قربانی

کا مقصد جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے یہ ہے کہ انسان اپنا سب کچھ خدا کے رستہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہے تاکہ اس کو تقویٰ کی دولت نصیب ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا ہے۔

لن ینال اللّٰہ لحومہا ولا دماؤھا ولاکن ینالہُ التقویٰ منکم

ان جانوروں کا جن کی قربانی کی جاتی ہے۔ گوشت یا لہو خدا کو نہیں پہنچتا بلکہ یہ تمہارا تقویٰ ہے۔ جو اس کو پہنچتا ہے۔

یہ ہے اصل مقصد قربانی کا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے بیٹے کی قربانی کا تہیہ کیا اور بیٹے نے بھی بخوشی اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ اس کی یادگار منانے کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان ہر وہ انسان جو خدا سے تعلق جوڑنا چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے کہ خدا اس سے خوش ہو وہ بھی اپنی جان خدا کے رستہ میں قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ پھر ان الفاظ پر غور فرمائیں جو قربانی کے ذبح کرنے کے وقت پڑھے جاتے ہیں۔

انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض وما انا من المشرکین۔ ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین ھو رب العالمین۔ لاشریک لہٗ

یعنی میں اپنا منہ خدا کی طرف پھیرتا ہوں جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ اور میں مشرک نہیں ہوں۔ یقیناً میری نماز میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہیں۔ وہ تمام جہانوں کا مالک ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ یہ ہے جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں ایک مسلمان ہوں۔

لفظ "مسلم" یا "اسلام کا متبع" کے معنے ہیں۔ وہ شخص جو خدا کے لئے وقف ہو۔ یہ بڑا پُرمعنی لفظ ہے۔ اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام درحقیقت کیا چیز ہے۔ خود مسلمان اور عامتہ الناس ابھی اس حقیقت سے واقف نہیں کہ اسلام کا مفہوم کس قدر بلند ہے اور وہ کن عظیم الشان حقیقتوں کا حامل ہے۔ اسلام کیا ہے۔ خدا کے لئے ہاں وہ خدا جو سب جہانوں کا رب ہے اس کے لئے قربانی محض جانوروں کی قربانی نہیں۔ یہ قربانی تو بہت سستی ہے اور کچھ چیز نہیں۔ نفس کی قربانی یا جب موقعہ آئے اس چیز کی قربانی جو انسان کو دنیا میں سب سے عزیز ہو۔ ہاں کسی دکھاوے یا ریا سے نہیں بلکہ صمیم قلب اور

حسن نیت اور دلی عقیدت اور محبت سے جس میں کسی رسم ورواج یا دنیاداری کا پہلو نہ پایا جائے۔ ریا یا دکھاوا یا منافقت کا اسلام سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ اسلام خلوص حسن نیت اور للّٰہیت چاہتا ہے۔ اسلام کے مفہوم میں ہے:۔

(۱) خدا کی اطاعت

(۲) بندگانِ خدا سے صلح امن اور آشتی

اس طرح سے اسلام خود مقصد بھی ہے اور حصول مقصد کا ذریعہ بھی۔ یعنی خدا کی اطاعت سے امن وصلح کا حاصل کرنا۔ اس کا مقصد ہے۔ خدا سے بھی صلح اور خدا کے بندوں سے بھی صلح۔ اسلام فساد کا دشمن ہے۔ فتنہ وفساد سے سخت بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی خدا کے لئے قربانی اس کا لب لباب ہے۔ یہ گویا قربانیوں کی تصویر ہے۔ یہی امر ہے جو قرآن شریف میں بڑے زوردار الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔

"بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔ پس تم اپنے رب کی نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ تحقیق تمہارا دشمن ہی ناکام ونامراد اور مقطوع النسل ہے۔"

اس سورت کے مخاطب تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ مگر آپ کے متبعین اور سچے شیدائیوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور وہ بھی اس میں شریک ہیں۔

سورۃ بالا میں جو لفظ ابتر آیا ہے۔ اس کے معنے ہیں مقطوع النسل۔ خدا فرماتا ہے کہ اے محمد صلعم تیرے دشمن ہی ابتر ہیں کفار حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے متعلق کہا کرتے تھے کہ محمد (صلعم) کا کوئی بیٹا تو ہے نہیں اس کا نام چند روز کے بعد مٹ جائے گا۔ لیکن خدا کہتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا یعنی آپ کا نام رہتی دنیا تک زندہ رہے گا۔ اور کبھی نہیں مٹے گا۔ سو ایسا ہی مشاہدہ میں آرہا ہے۔ اور روز بروز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان دنیا پر ظاہر ہو رہی ہے۔ اور دنیا آپ کے سامنے جھک رہی ہے۔ آپ کا اگر کوئی جسمانی بیٹا نہیں تھا تو کچھ مضائقہ نہیں۔ آپ کی ساری

امت آپ کے بیٹوں کا حکم رکھتی ہے۔ اور امت کے دلوں میں اس قدر محبت اور احترام اپنے نبی کیلئے ہے جو کسی بیٹے کے دل میں بھی اپنے باپ کیلئے نہیں ہوسکتا سچ فرمایا اللہ تعالےٰ نے

ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنی محمد (صلعم) مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن آپ اللہ کے رسول ..... ہیں۔ ایسے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس آپ کا نام کبھی نہیں مٹ سکتا۔ اور دشمنوں کا جو خیال ہے وہ محض غلط اور بےہودہ ہے۔ محمد (صلعم) تا قیامت زندہ ہے۔ اس کا نام زندہ ہے۔ اس کی تعلیم زندہ ہے۔ اس کا کام زندہ ہے۔ اس کی امت کا ایک ایک فرد اس کے نام پر قربان ہے۔ مرحوم ڈاکٹر اقبال نے ایک جگہ کیا خوب فرمایا ہے کہ کیا کوہ اور کیا دشت میں سب جگہ حضرت محمد رسول اللہ کا نام بلند ہوگیا۔ ایسا بلند کہ انسان کے وہم میں بھی نہیں آسکتا۔ پھر ہر ایک مسلم کے دل میں اپنے نبی کے نام کی وہ عزت اور عظمت ہے جس کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ اور ہر مسلمان حضور کی محبت اور حضور سے عقیدت کو اپنا ایمان سمجھتا ہے ونعم ما قیل ؎

ایمان جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے
وہ تیری محبت تیری عزت کی ولا ہے

ہمارے نبی کریم رحمتہ للعالمین ہیں۔ سب دنیا پر آپ کے احسانات کا بارگراں ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض مسلمان ایسے بھی ہیں جو برائے نام مسلمان ہیں اور ان کی زندگیاں بے نور اور ایمانی روشنی سے معرا ہیں۔ ایسے مسلمان اسلام کے لئے باعث ننگ ہیں۔ ہاں ایسے مسلم بھی ہیں اور وہی درحقیقت سچے مسلمان ہیں جن کی زندگیوں کا مقصد خدا کی راہ میں قربانی اور جن کے سینوں میں توحید کا نور چمکتا ہے ایسے ہی مسلمان نبی کے سچے متبع ہیں۔ اور ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے نام کو دنیا میں بلند کریں اور محبت اور اخلاق سے خلقت کو نبی اکرم کے نام سے شناسا کر کے ان کو بلند مقام پہنچائیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو خدا ہمیں وہ عزت اور عظمت دے گا کہ جس سے ایک دنیا حیران ہو جائے گی۔ جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے ایک جگہ فرمایا ہے۔ ؎ عقل تیری ڈھال ہونی چاہیئے۔ اور خدا کی

محبت تیری تلوار۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ساری دنیا تیری ہے اور سوائے خدا کے سب کچھ تیرے آگے سربسجود ہے۔ اگر تو ایک سچا مسلمان ہے۔ اور تیری تکبیر کی آواز خلوص سے تیرے دل سے نکلتی ہے تو تیری کوشش ہی تیری تقدیر بن جائے گی۔ تو اپنے نبی کے لئے اپنے دل میں محبت اور عقیدت اور اخلاص پیدا کر تو ساری دنیا تیری مطیع ہو جائے گی۔ نہ صرف یہ مادی دنیا بلکہ لوح وقلم بھی تیرے ہو جائینگے"

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ خدا کی محبت کو حاصل کریں اور وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی اطاعت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سے لوح وقلم ان کے قبضہ میں آجائیں گے۔ بس یہی میری نصیحت ہے جو میں قربانی کے موقعہ پر اپنے مسلمان بھائیوں کو دینا چاہتا ہوں۔

عیدالاضحیٰ اور حج

(جناب عبدالرحمٰن صاحب کے قلم سے)

عیدالاضحیٰ محض ایک مذہبی تہوار ہی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک معاشرتی تقریب ہے۔ یہ ایسی تقریب ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو ایک ہی سلسلہ میں مربوط کرتی اور ان کے مشترک مقصود کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ یہ ان کے دلوں میں قربانی اور خدا سے وفاداری کی روح پیدا کرتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ باپ اس حکم کی تعمیل کے لئے فوراً کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے بیٹے سے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں ہو بیٹے نے سعادت مند اور خدا رسیدہ بیٹے نے کیا عمدہ جواب دیا کہ اے باپ جو خدا کا حکم ہے وہ ضرور کر دیجئے۔ میں انشاءاللہ صبر سے کام لوں گا۔ اسماعیل علیہ السلام کو خدا کی رضا پہ

نسبت اپنی جان کے زیادہ عزیز تھی۔ اس لئے اس نے اس حکم کی تعمیل میں ذرا توقف نہ کیا۔ لیکن خدا نے بجائے اسمٰعیل کے جانور کی قربانی کا حکم دیا۔ اور جو حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا۔ وہ تو ایک ابتلا تھا وہ ایک امتحان اور آزمائش تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس فعل سے حضرت احدیت مآب بے انتہا خوش ہوئے۔ اور بجائے اسماعیلؑ کے ایک مینڈھا کی قربانی منظور فرمائی۔

عید الاضحیٰ اسی عظیم الشان قربانی کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ جس طرح عید الفطر کے دن ہر ایک مسلم کے لئے قبل از نماز فطرہ دینا فرض ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد قربانی کا کرنا ضروری ہے یا دو دن کے بعد لیکن یہ قربانی ان کے لئے ہی ہے جو اس کی توفیق رکھتے ہیں۔ قربانی کے گوشت کا ایک تہائی غربا اور مساکین میں تقسیم ہونا چاہئیے۔ ایک تہائی رشتہ داروں اور دوستوں میں جانا چاہئیے۔ اور باقی کا خود قربانی کرنے والا استعمال کر سکتا ہے۔

عید الاضحیٰ سے پہلے حج کا دن آتا ہے۔ خدا نے ہر مسلمان پر جو اس کی توفیق رکھتا ہے۔ حج کا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ضروری ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں یعنی جن دنوں میں وہ حج پر ہو۔ اس کے پاس کھانے پینے کے لئے کافی خرچ ہونا چاہئیے۔ مکّہ معظمہ وہ مقدس مقام ہے۔ جہاں حج کے موقع پر تمام دنیا کے اطراف سے مسلمان جوق در جوق وہاں جمع ہوتے اور فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہے کہ مسلمان ہزاروں میلوں سے سفر کی صعوبتیں اٹھا کر خانہ کعبہ میں جمع ہوتے اور زندگی کا اصل مقصد یعنی رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ مکہ معظمہ کے قریب پہنچکر حاجی کس جوش و خروش سے پکارتے ہیں:-

اللھم لبیک۔ لا شریک لک لبیک۔

مکہ معظمہ کے متبرک شہر میں وہ عظیم الشان اور مطہر و مقدس مقام ہے جسے کعبہ کہا جاتا ہے ہر ایک حاجی بڑی عقیدت اور محبت سے اس کے ارد گرد سات دفعہ طواف کرتا ہے۔ اور دعائیں پڑھتا ہے۔ یہ خانہ کعبہ کی پرستش نہیں ہے۔ پرستش تو خدا کی ہے۔ فلیعبد وا رب ھذا البیت۔ طواف کے بعد حاجی حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے جو خانہ کعبہ کے ایک کونہ میں لگا ہوا ہے۔ اور عید اور دوسرے فرائض حج کا.

سلسلہ سات دن رہتا ہے۔ ساتویں دن کی شام کو حاجی لوگ جبل عرفات کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ جس کو عام طور پر جبل الرحمیٰ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ تاریخی مقام ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسمٰعیل کو قربانی کرنے کے لئے لے گئے تھے اور یہی وہ مقام ہے جہاں آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تاریخی خطبہ دیا اور بآواز بلند فرمایا تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور تم سب ایک برادری ہو۔ نواں دن اور رات جبل عرفات پر کاٹے جاتے ہیں۔ نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور بعض دوسرے فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔ دسویں صبح کو حاجی لوگ عید الاضحیٰ منانے کے لئے مکہ میں جمع ہوتے ہیں بھیڑ بکری کا ذبح کرتے ہیں یا اونٹ جیسی جیسی کسی کی مقدرت ہے اس کے مطابق قربانی کرتے ہیں۔

عید الاضحیٰ ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد دلاتی ہے۔ حج کا دن مساوات اور اخوت کا درس دیتا ہے۔ اور اس میں کیا کلام ہے کہ تمام روئے زمین کے مسلمان قربانی اور اخوت کا مجسمہ ہیں۔

فالحمد للہ علیٰ ذالک

فلسفۂ صلوٰۃ

نماز کی ایک نفسیاتی تشریح

از ایم - اے حامد

گذشتہ سے پیوستہ

ایک ایسے شخص کی مثال لیجئے۔ جس کو ابھی ڈربی لاٹری کے ذریعے سے بہت بڑی رقم ملی ہے - لازماً اس کو اس کامیابی پر بہت خوشی ہوگی - اب اس کے دل و دماغ پر مختلف قسم کے خیالات مستولی ہونگے - کبھی وہ خیال کرے گا - کہ بہت بڑی بلڈنگ بنوائے یا کار خریدے یا کوئی اور چیز خریدے - اس کی تمام خواہشات پوری ہو جاتی ہے - اس کے محل کے ساتھ ایک غریب آدمی کی حقیر سی جھونپڑی ہے - وہ اس منظر کو بڑا گھنونا سمجھتا ہے یہ اس کے محل کی شان و شوکت کو زائل کر دیتی ہے - اور اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ یہ ذلیل جھونپڑی یہاں سے ہٹا دینی چاہیئے - اور اس غریب آدمی سے مخاطب ہو کر وہ کہتا ہے - "تم ذلیل انسان! یہاں سے چلے جاؤ - اور کسی اور جگہ جا کر آباد ہو جاؤ" پھر کبھی اس کے دل میں خیال آتا ہے - "فلاں شخص نے مجھے برا بھلا کہا ہے - میں اس کا سر اڑا دینا چاہتا ہوں یا اس پر مقدمہ دائر کرنا چاہتا ہوں" پھر کبھی یوں کسی غریب سے مخاطب ہوتا ہے "تم ذلیل رکشا والے! سڑک کے آر پار کھڑے ہو میری کار کو روک رہے ہو - ہٹ جاؤ" غرضیکہ اس طرح سے وہ دولت مند شخص غرور و تکبر سے لوگوں سے پیش آتا ہے - لیکن اس کی تہ کے نیچے کیا بات ہے - وہ اس قدر کیوں متکبر اور مغرور ہے - اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کے پاس بہت سی دولت ہے اس کے دماغ کا توازن ٹھیک نہیں رہا - وہ غریبوں کے دلوں پر چرکے لگاتا ہے - ان کو دلوں کو مجروح کرتا ہے -

لیکن اس سرمایہ داری کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ غریب اور بے کس لوگ اس سرمایہ دار کے خلاف ہی نہیں بلکہ تمام سرمایہ داروں کے خلاف سازش کرکے ان کی تخریب وتذلیل کے درپے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ قتل وخون۔ اور جنگ وجدل میں ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ محض دولت کا جمع کرنا ہی خوشی کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ کبھی ہوتا ہے تو محض عارضی طور پر۔ اور وہ بھی محض چند افراد کے لئے لیکن یہ امر بھی ایسا ہی بدیہی ہے جیسا کہ سورج۔ کہ بالآخر ایسی سوسائٹی خدا کی لعنت کے نیچے آ جاتی ہے یورپ دنیا میں سب سے زیادہ دولت مند براعظم ہے مگر کیا وجہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ناخوش براعظم بھی اسی کو کہا جاتا ہے۔ اس کا جواب ذرا غور سے دیں۔ ہمارا جواب اس کے متعلق یہ ہے کہ جب تک کہ ہم امیری یا غریبی کی حالت میں اپنے آپ کو حدود کے اندر نہیں رکھتے۔ جب تک کہ ہم اپنے آپ پر قابو نہیں رکھتے یا بالفاظ دیگر ہم نفس کے سرکش گھوڑے کو لگام نہیں دیتے تو نہ ہی انفرادی خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی اجتماعی۔

اگر کبھی ہمیں اپنی ضمیر کے ذریعے روشنی کی کرن پہنچ بھی جائے اور ہم ارادہ بھی کریں کہ ہم ہر دکھ سکھ میں مستقل مزاج رہیں گے۔ تو بھی ہم بسا اوقات محسوس کرتے ہیں تو ہمارے قلب پر ناگوار خیالات کا ہجوم حملہ کرتا ہے اور ہماری ضمیر کو تہ وبالا کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان خیالات سے ہم اپنے قلب کو کیونکر پاک وصاف رکھ سکتے ہیں آئیے اس کا علاج ہم نماز میں تلاش کریں اور دیکھیں کہ آیا نماز میں کچھ ایسے سامان ہیں جن سے ہمارا قلب اس قسم کے خیالات سے پاک وصاف رہ سکے۔ اور ہم ان پر ایسا قابو پالیں کہ پھر یہ ہم تک نہ پھٹک سکیں۔

جب ہم نماز کی صف پر کھڑے ہوتے ہیں تو سب سے پہلے یہ الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں۔ انی وجہت وجہی للذی فطر السموٰات والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ الفاظ ہم کس کو مخاطب کرکے کہتے ہیں

ظاہر ہے کہ ہم خدا کو مخاطب کرکے یہ الفاظ نہیں کہتے۔ کیونکہ فقرہ کی ترکیب سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر کون مخاطب ہے؟ یقیناً یہ لفظ ہم اپنے آپ کو مخاطب کرکے کہتے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے اندرون قلب سے یہ لفظ کہتے ہیں۔ یہ زمانہ حال کے ماہران نفسیات کی اصطلاح میں یہ الفاظ Auto-suggestion

ہیں اور ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ سوائے ذات الہی کے ہم اپنے دل کو تمام دوسرے خیالات سے محفوظ و مامون رکھیں۔

اب وہ پہلی مثال گھوڑے کی پھر لیجئے۔ ہم اس الہڑ گھوڑے پر پھر سوار ہوتے ہیں اس کی لگام کو زور سے کھینچتے ہیں۔ اس کی پشت پر چابک مارتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ دیکھو دیکھو! خدا کے اس سیدھے رستے پر قدم مارو۔ وما انا من المشرکین۔ یعنی دیکھو ادھر ادھر مت بھٹکو۔ جھاڑیوں اور کانٹوں میں مت الجھو۔ لگام مت توڑو۔ اگر اس ہدایت کے بعد بھی گھوڑا یاں ہمارے نفس کا گھوڑا ادھر ادھر بھٹکتا ہے۔ تو ہم اس کی لگام پر ایک جھٹکا لگاتے ہیں اور چابک مارتے ہیں۔ اور کہتے ہیں سیدھا چل سیدھا چل یعنی اسلام کے رستے پر چل اے نفس! صراط مستقیم پر گامزن ہو"

اس طرح سے نمازی حالت نماز میں ایک باقاعدہ جدوجہد میں سے گذرتا ہے۔ جسے دوسرے لفظوں میں نفس امارہ کے خلاف نفس لوامہ کا جہاد کہنا چاہیئے۔

یہ جہاد جب پوری سرگرمی اور مستعدی سے کیا جائے ہمارے قلب میں طاقت بخشتا ہے اور ہمارے دل میں سے تمام ناگوار خیالات نکال دیتا ہے اور ہم ہر حالت عسر و یسر میں خوش رہتے ہیں۔

نماز میں مختلف حرکات کی حقیقت اور فلسفہ

ہمارے دماغ یا ہماری قوت متخیلہ کا خاصہ ہے کہ جسم کی ایک ہی حالت میں ہم اپنے خیالات کو ایک ہی مرکز پر اور اپنی توجہ کو ایک ہی جانب دیر تک قائم نہیں رکھ سکتے۔ ہمارے قارئین کرام نے جب انہیں کسی اہم امر کے متعلق سوچنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ خود ایسا محسوس کیا ہوگا۔ اس کا کیا باعث ہے کہ جب کسی اہم امر کے متعلق ہم سوچتے ہیں تو اپنا سر کھجلانے لگ جاتے ہیں۔ اپنی مونچھوں کو بل دینے لگ جاتے ہیں یا قلم یا پنسل کو ہاتھ میں نچاتے ہیں۔ کبھی ادھر نظر دوڑاتے ہیں اور کبھی ادھر۔

اب ایک مثال لیجئے۔ ایک طالب علم بہت دیر تک سر کھجلانے اور بالوں کو کھینچنے کے بعد ایک سوال نکالنے میں کامیاب نہیں ہوتا۔ وہ اپنے ابا کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ابا! یہ سوال میں حل نہیں کر سکتا۔

اس کا جواب صحیح نہیں آتا - باپ کہتا ہے کہ میں تمہیں اس کی ترکیب بتاتا ہوں - تھوڑی دیر کے لئے یہ سوال چھوڑ دو - اور بازار جاکر یہ چیزیں لے آؤ - لڑکا اپنی میز چھوڑ دیتا ہے اور بازار کا رخ کرتا ہے - بازار جاکر کبھی اس دکان پر اور کبھی اس دکان پر چیزیں خریدتا ہے - پھر گھر واپس آجاتا ہے اور خریدی ہوئی چیزیں اپنی والدہ کے سپرد کر دیتا ہے - اور پھر اپنی میز کی طرف رخ کرتا ہے - باپ کہتا ہے کہ برخوردار اب وہ سوال نکالو - اب یہ بالکل صحیح نکل آتا ہے یا کم از کم لڑکے کی توجہ سوال کی طرف زیادہ مجتمع ہوجاتی ہے - اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں - لیکن یہ کیوں ہوا؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ پہلے وہ ایک ہی حالت میں سوال نکالنے کی کوشش کر رہا تھا - لیکن پھر اس کا جسم ایک حالت چھوڑ کر دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے اس کی توجہ ایک طرف سے دوسری طرف جاتی ہے - اور اس سے اس کے تخیل کا ایک نیا میدان کھل جاتا ہے - یہی کیفیت نماز کی ہے - اگر حالت قیام میں جبکہ ہم سورۃ فاتحہ کے بعد تلاوت آیات قرآنی کرتے ہیں اور ہم اپنے قلب پر پورا پورا قابو رکھتے اور نفس کی لگام کو خوب مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں - پھر ہم اس کو ذرا ڈھیلا چھوڑ دیتے ہیں اور قیام کے بعد بعض چھوٹی چھوٹی دوسری حالتیں بدلتے ہیں اور ان کی طرف ہماری توجہ ہٹ جاتی ہے - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری قوت متخیلہ پر جو ایک بوجھ پڑا ہوا تھا وہ ہلکا ہوجاتا ہے رکوع و سجود کے بعد ہم پھر سورۃ فاتحہ اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دیتے ہیں اور اب ہم ایک نئی طاقت ایک نئے ولولہ سے جہاد نفس شروع کرتے ہیں -

سرکس کا ایک کھلاڑی اپنی طاقت کا ایک کرتب دکھا کر اپنے پٹھوں کو تھپکی دیتا ہے - اور پھر دوسرا کرتب شروع کر دیتا ہے - کیا اسلامی نماز ایک ایسی ہی چیز نہیں ہے؟ ہم اپنے جسم کو مضبوط اور اپنی صحت کو بحال رکھنے کے لئے جسمانی ورزش کرتے ہیں - اور کئی قسم کی کھیلیں کھیلتے ہیں -

روحانی قویٰ کو مضبوط کرنے اور اپنے قلب کو تندرست رکھنے اور انفرادی اور سوشیل بہبود کے قابل بنانے کے لئے اسلام نے نماز سکھائی ہے - یوں سمجھئے کہ یہ ایک قسم کی روحانی اور قلبی ورزش ہے یعنی ایسی ورزش جس سے ہماری روحانی حالت میں ترقی ہوتی ہے اور ہمارا قلب خدا کے انوار و برکات کا مہبط بن جاتا ہے - اور اس میں عجیب و غریب استعدادیں پیدا ہوتی ہیں - ہمارے ڈاکٹر اور حفظان

صحت کے ماہر ہماری جسمانی صحت کے لئے بہت سی قسم کی ورزشیں تجویز کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے نفس کا تجزیہ کریں اور ہم انفرادی اور اجتماعی فلاح کے لئے کوئی نفسیاتی ورزش معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اسلام کی نماز نہایت موثر اور نہایت صحیح چیز ہے۔

نتیجہ

اب جبکہ ہم نے انسان کے اس نفسیاتی کمال کے متعلق جس کو اسلام کی نماز کہتے ہیں بہت کچھ بیان کر دیا ہے۔ ہم اپنے مادہ پرستوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور اس غرض سے کہ انہیں کچھ شک وشبہ باقی نہ رہے ہم واقعات وحالات صحیحہ ان کے پیش کرتے ہیں۔ ہم میں ذیل میں نفع نقصان کا ایک نقشہ دیتے ہیں۔ جسے لوگ عموماً نظر انداز کر دیتے ہیں۔

ہم دو انتہائی صورتیں بیان کرتے ہیں:۔

صورت اول:۔ فرض کیجئے کہ بیٹا یا بیوی فوت ہوگئی ہے۔ دل غم سے بھرا ہوا ہے۔ ہم نماز شروع کر دیتے ہیں ہمارے نفس کا گھوڑا خدا کے رستہ میں خوب سرپٹ دوڑتا ہے ہمارا دل کلام الہی کے نغموں سے گونج اٹھتا ہے۔ پہلے پہل غم دل میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ہمارے اندر کا سدھایا ہوا گھوڑا اس کو پیچھے دھکیل دیتا ہے۔ کم از کم جو دس پندرہ منٹ نماز ادا کرنے میں صرف ہوتے ہیں ان میں ہم اپنے غم کو اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیں گے۔ اور اگر ہم غم پر دس پندرہ منٹ کے لئے غالب ہونے میں کامیاب ہوجائیں تو ہم دوسرے اوقات میں بھی ایسا کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں ہم اپنے دنیوی فرائض کو دفتر میں۔ یا دکان میں یا کسی فیکٹری میں بخوبی ادا کرسکیں گے۔ کیا اس سے ہماری محنت کا پھل ہمیں زیادہ نہیں ملے گا؟ ضرور ملے گا۔ اور اس سے جو مالی فائدہ پہنچے گا روپے ہوں یا آنے یا پائیاں ہم ان کو اپنے بنک کے حساب میں جمع کرکے اپنی مالی حالت بہتر بنا سکتے ہیں +

صورت دوم:۔ فرض کیجئے کہ ہمیں ایک رقم خطیر مل جاتی ہے ایسے حالات میں عموماً ,, سونے چاندی

کی محبت ہمارے دل میں آگ لگاتی ہے۔ جس کو اگر روکا نہ جائے تو تمام سوسائٹی کو جلنے والوں اور آگ لگانے والے بتوں کی شکل میں تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ان امور کے متعلق ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں نماز میں تربیت یافتہ قلب دولت کے نشہ سے کبھی مخمور نہیں ہوتا۔ نماز میں ہمارے خیالات دنیا و مافیہا سے کٹ کر خدا کی طرف ہوتے ہیں۔ پھر کیا کبھی نماز کی حالت میں ہمارا دل مخمور ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں کیا نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں مخمور ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ نماز باجماعت سے کس طرح مدنی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ دولت کی حالت میں نمازی پر کچھ بُرا اثر نہیں پڑتا۔ وہ اس حالت میں محتاجوں کی مدد کرتا ہے اور تمام سوشل بہبود کا خیال رکھتا ہے۔ وہ اپنا مال خدا کے رستہ میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دولت ایک جگہ ہی جمع نہیں ہوتی۔ بالفاظ دیگر یہ جمہوریت ہے۔ ریاست اور سوسائٹی کی خوشحالی ہے۔ اگر اتفاقیہ طور پر یہ نمازی کسی آئندہ زمانہ میں مفلسی کا شکار ہو جاتا ہے تو جو خیرات اور نیک عمل یہ گذشتہ زمانہ میں کر چکا ہے وہ اب اس کے لئے محبت اور ہمدردی کا سرمایہ بہم پہنچائیگی۔ اور پبلک اس کی امداد کے لئے تیار ہوگی۔ جو دوسرے لفظوں میں خدا کی رحمت اور فضل کی نشانی ہے۔ اور جو نماز کا نتیجہ ہے۔ دیکھا آپ نے دولت کی حالت میں بھی ہم ایک جمہوریت قائم کر سکتے ہیں اور مفلسی کی حالت میں بھی دونوں صورتوں میں اتفاق و اتحاد۔ محبت امن و صلح۔ منفعت خوشی اور راحت اور خدا کی برکات سے ہم متمتع ہو سکتے ہیں۔

اب آخر میں خلاصۂ عرض یہ ہے کہ:۔

سوال:۔ اس اتحاد۔ اس امن۔ اس منفعت اور خوشی کا اصل باعث کیا ہے؟

جواب:۔ نماز

سوال:۔ نماز کس کو مخاطب کر کے پڑھی جاتی ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالےٰ کو۔

سوال:۔ پھر یہ اتحاد۔ یہ امن۔ یہ منفعت اور خوشی کون دیتا ہے؟

جواب:۔ خدائے بزرگ و برتر دیتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

ماسکو کی ایک مسجد

موجودہ روس میں مسلمان

(از کینائل بیسٹن)

علیل نصرت الدین جو ماسکو مسجد کے قائمقام امام ہیں - مقتدیوں کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ نماز پڑھاتے ہیں - یہ ایک وسیع اور فراخ مسجد ہے - اس میں خوبصورت ستونوں کی دو قطاریں ہیں اور اس میں تقریباً تین ہزار آدمیوں کی گنجائش ہے - عیدین کے موقعہ پر جبکہ مجمع سات آٹھ ہزار کے درمیان ہوتا ہے - نمازیں وسیع احاطہ میں ادا کی جاتی ہے ایک جمعہ میں اس مسجد کو دیکھنے کا اتفاق ہوا - میں نے دیکھا کہ یہاں اکثریت تاتاری لوگوں کی ہے - اور کچھ کچھ ان میں ازبک قازق اور ترکی بھی ہیں جو تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں وسط ایشیا سے آئے ہیں - علاوہ ازیں ترکی - مصر - افغانستان اور دوسرے ایشیائی ممالک کے سفرا بھی شامل تھے امام صاحب موصوف کا جذبۂ خدمت اسلام اور ان کا تبحر علمی لوگوں کے لئے کشش کا موجب ہے - اس خاندان کے لوگ نسل بعد نسل امام چلے آتے ہیں - حافظ الدین نصرت الدین جو موجودہ امام کے دادا تھے دنیائے اسلام میں بہت مشہور و معروف تھے - ان کی تعلیم کا زمانہ - بخارا - ہندوستان - مکہ معظمہ اور مصر اور استنبول میں ہوئی تھی - مصر میں مشہور و معروف امام شیخ محمد عبدہ جو قرآن شریف کا مفسر ہونے کی وجہ سے شہرت دوام کے مالک ہیں اس کے استاد تھے علیل نصرت الدین نے فرائض امامت کے ادا کرنے کی تعلیم کا زمانہ مدرسہ اور بخارا کے دارالفنون میں حاصل کی

تھی - جو کہ ایک مذہبی ادارہ ہے -

پہلی عالمگیر جنگ میں اس نے ایک فوجی ملّا کے فرائض ادا کئے تھے - تین دفعہ زخمی بھی ہوئے اور گولی کا نشانہ بنے - ماسکو کی مسجد میں جب سے یہ قائم ہوئی ہے (یعنی ۱۹۱۹ء سے) یہ پانچویں امام ہیں - اور اس دن سے اب تک ایک بھی جمعہ ایسا نہیں گذرا کہ جب کہ نماز ادا نہ کی گئی ہو - اکتوبر ۱۹۴۱ء میں جبکہ جرمن قریبی اضلاع میں بم باری کر رہے تھے یہاں نماز جمعہ ادا کی جا رہی تھی - نمازی بچاؤ کے لئے قریب کی جائے پناہ میں جانے والے تھے جبکہ امام نے خطبہ شروع کر دیا - اس وجہ سے وہ ٹھہر گئے - اور انہوں نے اول سے آخر تک نماز ادا کی -

مجھے اس دن بعض مسلمانوں سے جو وہاں جمع تھے گفتگو کا موقع ملا - انہوں نے بتایا کہ نماز میں بڑے خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے - اور دعائیں جو مانگی جاتی ہیں - تمام نمازی بالکل امام کی دعاؤں کو دہراتے ہیں - اس مجمع کے افراد کے عزیز اور رشتہ دار جنگ میں شریک ہیں اور امام کے لڑکے لفٹنٹ شوکت اور انور ہالی لودی ہٹلر کے خلاف نبرد آزمائی میں مصروف رہے ہیں -

امام جلیل نصرت الدین کو اس کے مقتدی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - وہ تمام مذہبی اداروں کے لیڈروں سے جو سوویٹ یونین میں رہتے ہیں ربط ضبط رکھتے ہیں - اس کے نہایت گہرے دوست مفتی عبدالرحمن اسلو ہیں یہ صاحب بھی مشہور و معروف شیخ محمد عبدہ کے شاگردوں میں سے ہیں - اور ضیاء الدین احسان باب ھانادوجی ان کے دوستوں میں سے ہیں - جو وسط ایشیا کی جماعت علماء کے سردار کے بیٹے ہیں -

امام نصرت الدین سوویٹ یونین کی تمام مذہبی جماعتوں کی کانفرنسوں میں شرکت کرتے ہیں - وہ اوفہ تاشقند - باکو - قمرین میں جاتے ہیں جب وہ واپس آتے ہیں تو اپنے مقتدیوں کو ماسکو میں ان تمام ریزولیوشنوں سے آگاہ کرتے ہیں جو ان کانفرنسوں میں پاس ہوتے ہیں -

مسلم خواتین

(از قلم محترمہ جناب صفیہ الہمدانی)

ظہور اسلام سے پہلے عرب نے کچھ حقوق عورتوں کو دے رکھے تھے۔ اور ان کے فرائض محض گھر تک ہی محدود نہ تھے۔ یہ سچ ہے کہ اسلام سے پہلے جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی تھی تو گھر میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ جاتی تھی۔ اس کے متعلق تصویر کا ایک روشن پہلو بھی پیش کیا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس اضطراب کی وجہ یہ نہ تھی کہ عرب لڑکی کو ناپسند کرتے تھے۔ بلکہ یہ بہ سبب غائت درجہ کی محبت کے تھا۔ ان کو یہ خوف لاحق ہوتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ اگر میدان جنگ میں کام آ جائیں تو ان کے بعد ان کی لڑکیوں کی بے حرمتی کی جائے۔ ان میں سے بعض تو اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ لڑکیوں کو زندہ ہی دفن کر دیتے تھے۔ یہ بہت ظالمانہ رسم تھی۔ لیکن اس کے ساتھ اس امر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عربوں میں ایسے خاندان بھی پائے جاتے تھے جو اپنی لڑکیوں کو قیمتی موتیوں کی طرح تصور کرتے تھے۔ اور ان کی عزت و عصمت کا پورا پورا اہتمام کرتے تھے۔

لیکن جب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو آپ نے عورت کے مرتبہ اور منصب کو بہت بلند کر دیا۔ قرآن مجید نے نہایت واضح الفاظ میں عورت کے حقوق اور درجہ کو گھر میں بھی اور سوسائٹی میں بھی ایک اعلیٰ پیمانہ پر قائم کر دیا۔ اسلام نے اس حقیقت نفس الامری کو واشگاف کیا جو موجودہ سائنس نے اب معلوم کیا ہے۔ کہ عورتیں خواہ جسمانی طور پر مردوں سے کمزور ہوں۔ لیکن ذہنی اور اخلاقی طور پر وہ کم نہیں ہیں قرآن مجید کے الفاظ کس قدر پر معنی ہیں۔ الرجال قوامون علی النساء مرد عورتوں کے کفیل ہیں۔ کیونکہ خدا نے مردوں کو زیادہ مضبوط قوٰی دیے ہیں اور اس لئے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں

یہ درست ہے کہ عورتیں ہر رنگ میں مردوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتیں۔ اسلام نے عورت کو برابر کے موقع دیئے ہیں۔ کیونکہ عورتوں کو اپنی زندگی میں کسی کام یا ملازمت سے روکا نہیں۔ للرجال نصیبٌ مما اکتسبوا وللنساءِ نصیبٌ مما اکتسبن ۔

تعلیم دونوں کیلئے لازمی قرار دی گئی ہے

تعلیم محض مردوں کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ دونوں کے لئے لازمی قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلعم نے فرمایا۔ طلب العلم فریضۃٌ علیٰ کل مسلمٍ ومسلمۃ لیکن جائے خیف ہے کہ ہمارے بعض مسلمان بھائی عورتوں کی تعلیم کے مخالف ہیں۔ وہ اس امر کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ قرآن مجید اور نبی اکرم صلعم نے عورت کو بھی حصول علم کا ایسا ہی حکم دیا ہے جیسا کہ مرد کو۔ بعض مسلمان بھائی جو کسی قدر زیادہ فیاض واقع ہوتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کے لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت نہیں۔ محض ابتدائی تعلیم چار پانچ جماعت تک کافی ہے لیکن ہمارے یہ بھائی بھی غلطی خوردہ ہیں۔ اور میں اپنی تعلیم یافتہ بہنوں کی خدمت میں عرض کروں گی کہ انہیں اس قسم کے خیالات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا چاہیئے۔ اور تعلیم کے حقوق جو خدا اور اس کے رسول نے ہمیں دیئے ہیں وہ ہمیں ضرور لینے چاہئیں۔ اگر ہماری لڑکیاں اعلیٰ تعلیم سے عاری رہیں گی تو وہ کبھی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑی ہونے کے قابل نہیں ہونگی عورتوں کو تعلیم سے عاری رکھنا خود قوم سے دشمنی کرنا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دیں اور دنیا کی مہذب اور ترقی یافتہ قوموں میں اپنی جگہ لیں

ابتدائے اسلام کی خواتین

اسلام نے ایک اور احسان بھی طبقہ نسوان پر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت کو ورثہ کا حق بھی دیا ہے اس طریق سے عورت اقتصادی آزادی کی بھی مالک قرار پاتی ہے۔ عورتوں کو ہر شعبہ زندگی میں حصہ لینے کے لئے ترغیب دی گئی ہے۔ سوائے ایسے امور کے جس میں جسمانی طاقت کی ضرورت ہو۔ اور جس میں تکلیف مالا یطاق پائی جاتی ہو۔ عورتوں کو سیاسیات میں بھی حصہ لینے سے روکا نہیں گیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان عورتوں نے اپنے اپنے زمانوں میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں میں حصہ لیا ہے - خود ہمارے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ کی کئی ایک امور میں مدد کی ضرورت پڑی - یہ خاتونِ محترمہ حضرت نبی اکرم صلعم کی بہترین مشیر تھیں - اور ان کی اخلاقی اور مالی امدادی سے حضرت کو بہت فائدہ پہنچا - اور ابتدائی ایام میں حضور کو آپ سے بہت مدد ملی - ہمارے حضرت نبی کریم صلعم عموماً حضرت خدیجہؓ کا ذکر فرمایا کرتے - اور ان کو بڑی محبت سے یاد فرماتے اور ان کی امداد کا ذکر کرتے علاوہ ازیں حضرت عائشہؓ کے متعلق بھی سب کو معلوم ہے کہ انہوں نے سیاسیات میں کافی حصہ لیا - پھر ہمارے نبی اکرم صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا کو دیکھئے - کہ میدان جنگ میں اپنے والد ماجد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھوتی تھیں - اور دوسری خواتین کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عین دوران جنگ سپاہیوں کے لئے کھانا لاتیں اور پانی پلاتی تھیں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں - اور لڑنے والوں کے لئے تیر مہیا کرتیں - غرضکہ سب کام کرتیں - تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں نے بڑے بڑے بہادروں کے کام کئے ہیں - رضیہ بیگم سارے ہندوستان کی ملکہ حکومت کا سب کام خود سرانجام دیتیں - اور بڑی بہادری اور دانائی سے فرائض حکومت ادا کرتیں - ملکۂ عرب عروہ کو ہی لے لیجئے - اس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ محض وزرا کی کونسل کی صدارت ہی نہیں کرتی تھیں اور امورِ سلطنت میں ان کو محض قیمتی مشورے ہی نہیں دیتی تھیں بلکہ ممالک غیر سے بڑے بڑے اہم معاملات میں خط و کتابت کرتی - اور نہایت اہم امور کو سلجھاتی - اور ہر معاملہ میں اپنی خداداد قابلیت اور دانائی کا ثبوت دیتی تھیں

غیر اسلامی پردہ کا رواج

اگر ابتدائی زمانہ کی مسلم خواتین گھروں کی چار دیواری کے اندر ہی محبوس رکھی جاتیں تو ان سے ایسے ایسے کارہائے نمایاں کبھی وقوع میں نہ آ سکتے - آجکل جو ہندوستان میں پردہ کا رواج مسلمان عورتوں میں پایا جاتا ہے یہ دراصل اسلامی پردہ نہیں ہے - اس قسم کا پردہ قرون اولیٰ میں نہیں

پلایا جاتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ہماری بہنیں اور ہمارے بھائی بھی اس قسم کے پردہ کے نقائص سے واقف ہوتے جاتے ہیں۔ اور جو صحیح پردہ ہے۔ اور جس پردہ کی تاکید اسلام نے کی ہے اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے کوشاں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں اُن بہنوں پر افسوس ہے جو مغربی تمدن اور مغربی تہذیب کا شکار ہو کر اسلامی پردہ کو بھی خیرباد کہہ بیٹھی ہیں۔ اور وہ حجاب اور حیا جس کی اسلام نے اس قدر تاکید کی ہے اس سے وہ بالکل معرا پائی جاتی ہیں۔ ان بہنوں کو اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئیے۔ اور اسلامی پردہ کا پابند ہونا چاہئیے۔

مسلمان خواتین میں بیداری کے آثار

یہ مقام مسرت ہے کہ مسلمان خواتین اگرچہ کئی ایک لحاظ سے دوسروں سے بہت پسماندہ ہیں۔ تاہم ان کو اپنے حقوق اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔

جس طرح پنجاب کی مسلمان خواتین نے آزادی کی تحریک میں حصہ لیا۔ وہ صد تحسین اور فخر کے لائق ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں میں بیداری کے آثار پائے جاتے ہیں۔ اور انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہو چکا ہے۔

جب تک ہماری عورتیں مردوں کے پہلو بہ پہلو کام نہ کرینگی۔ ہمیں اپنی حاصل کردہ آزادی اور استحکام کا قائم رکھنا مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے اور اس کے لئے ہمیں سعی بلیغ کرنی چاہئیے۔ یہ ہماری بے انتہا خوش قسمتی ہے کہ ہمیں خدا نے مسٹر جناح جیسا بیدار مغز لیڈر دیا ہے اس نے کمال کر دکھایا ہے۔ ہم سب پراگندہ حالت میں تھے۔ اس نے ہمیں ایک قوم بنا دیا۔ اس نے ہمارے قلوب کے اندر امید پیدا کر دی۔ اور ایک مقصد عظیم ہمارے سامنے رکھدیا یہ سب کچھ ایسی حالت میں کیا کہ ہمارے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا پھر اس کے لئے کچھ زیادہ مدت نہیں لگی۔ بلکہ سات سال کے قلیل عرصہ کے اندر اندر ہمیں بام ترقی پر پہنچا دیا۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اعلیٰ تعلیم سے مزین ہوں۔ ہم اپنی تنظیم کریں۔ اور اپنی قومی زندگی کے لئے پوری پوری جد و جہد کریں۔ ہمیں مردوں کے متعلق جو ہمارے فرائض ہیں انہیں بھول نہیں جانا چاہئیے۔ ہر مرد کے پیچھے عورت کی طاقت کا ہاتھ ہونا چاہئیے

عورت کو مرد کا ایک اعلیٰ رفیق بننا چاہیئے - اور اس کے رستہ کو روشن بنا دینا چاہیئے تاکہ وہ آسانی سے چل سکے - عورت کو اس جدوجہد کے لئے تیار ہونا چاہیئے - جو ہمارے سامنے ہے - اور اس غرض کے لئے ہمارا موٹو - ایمان - اتحاد - ضبط ہروقت ہمارے پیش نظر رہنا چاہیئے ۔

اسلام اور اس کا بانی ایک غیر مسلم کی نظر میں[1]

(پروفیسر اے - جی آربری کیمبرج یونیورسٹی کے انگریزی مضمون کا ترجمہ)

جب مشرق کی جانب آسمان پر روشنی کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور جبکہ ساری بستی پر خاموشی کا عالم طاری ہوتا ہے مؤذن کی اذان کانوں میں پڑتی ہے - اس آواز میں ایک پیغام ہے جو مخلوق الہٰی کو کم و بیش چودہ سو سال سے دیا جا رہا ہے اور قیامت تک یہ پیغام اسی طرح دیا جائے گا - وہ پیغام کیا ہے؟ اللہ اکبر اللہ اکبر - متعدد بار مؤذن ان کلمات کو دہراتا ہے - اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے - اشھد ان لا الہ الا اللہ - میں شہادت دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں - اشھد ان محمد رسول اللہ - میں گواہی دیتا ہوں - کہ محمد (صلعم) اللہ کا رسول ہے - حی علی الصلوٰۃ - نماز کی طرف آؤ - حی علی الفلاح نجات کی طرف آؤ - الصلوٰۃ خیر من النوم - نماز بہتر ہے نیند سے -

جب ایک مسلمان کے کانوں میں یہ آواز پہنچتی ہے - وہ اپنے بستر سے اٹھ بیٹھتا ہے - وضو کرتا ہے اور پھر مکہ کی طرف رخ کرکے اللہ اکبر کہکر نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے - اس طرح دن کے آغاز میں ہی خدا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے گویا سب سے پہلا خیال خدا کا ہوتا ہے وہ خدا جو واحدہٗ لاشریک ہے

[1] یہ وہ تقریر ہے جو بی بی سی کے ذریعے نشر کی گئی -

وہ خدا جو حی و قیوم ہے۔ جو علیٰ کل شئی قدیر اور رحمٰن اور رحیم ہے۔

اسلام نے تاریخ کی پوری روشنی میں جنم لیا

اسلام جو نجات کا واحد ذریعہ ہے۔ اور اس ربع مسکوں کا ۱/۶ حصہ اس کا معتقد اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے تاریخ کی پوری روشنی میں جنم لیا۔ اس مذہب کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا کہ احادیث و تواریخ سے ثابت ہے ۵۷۱ء میں ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے پیدائش سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اور جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ کے دادا عبد المطلب آپ کے سرپرست بنے مگر وہ بھی دو سال کے بعد عالم جاودانی کو سدھارے۔ اس پر آپ کے چچا نے آپ کو اپنی تفویض میں لے لیا۔

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کے وقت سارا ملک عرب مختلف قبیلوں میں بٹا ہوا تھا اور ان میں مستقل طور پر جنگ و جدل کا بازار گرم رہتا تھا۔ با ایں عرب کا تعلق یورپ اور ایشیا کے مہذب ممالک سے تھا اور ان ممالک سے تجارت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ تجارتی قافلے ایک دوسرے کے ممالک میں جاتے تھے۔

حضرت محمد (صلعم) بھی کئی سال تجارت کا کام کرتے رہے آپ کا محبوب ترین مشغلہ پہاڑ کی غار میں جا کر عالم تنہائی میں غور و فکر کرنا تھا۔ جب آپ کا سن چالیس برس کا ہوا اور آپ اس غار میں غور و فکر میں مشغول تھے کہ غیبی آواز نے آپ کو مخاطب کرکے کہا۔ اِقرأ۔ یعنی پڑھ۔ آپ نے جواب دیا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا اس پر اس آواز نے کہا۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق یعنی اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھ جس نے پیدا کیا۔ یہ سب سے پہلی وحی بیان کی جاتی ہے اس دن سے آپ اپنے منصب پر مامور ہو گئے اور اصلاح عالم کا کام آپ کے سپرد ہوا اس دن سے اس تحریک کی بنیاد پڑی۔ جس سے ایک عظیم الشان انقلاب دنیا میں رونما ہوا۔ خدا کی وحی آپ پر باوقات مختلفہ اترتی رہی۔

جو آپ پر نازل ہوتا تھا۔ اس کو آپ یاد رکھتے۔ اس طرح سے سارا قرآن شریف تھوڑا تھوڑا کرکے

اترتا رہا۔ یہ قرآن کیا تھا؟ یہ وہ پیغام تھا اور یہ وہ تعلیم تھی جو خدا نے اپنے نبی کو مخلوق خدا کی ہدایت کے لئے نازل کی تھی۔ یہ پیغام یہ تعلیم بالکل سادہ تھی۔ آپ سے پہلے بھی نبی آتے رہے اور خدا نے ان کو یہی تعلیم دیکر بھیجا تھا۔ کہ خدا ایک ہے۔ بتوں کی عبادت حرام ہے۔ مشرکانہ رسوم حرام ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ گناہوں سے بچے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرے۔ اور آئندہ پاک وصاف رہنے کی کوشش کرے۔ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام وغیرہ بھی یہی تعلیم لے کر آتے رہے لیکن لوگ اس تعلیم کو بھلا دیتے یا اس میں ردوبدل کر لیتے اور غلط رستوں پر پڑ جاتے۔ مگر خدا بڑا رحیم وکریم ہے اس نے محمد (صلعم) کو بھیجا۔ کہ خلقت کو پھر خدا کا رستہ دکھائیں ان کو پھر ایک خدا کی عبادت کا حکم دیں اور گناہوں سے بچنے کی تلقین کریں۔ حضرت محمد (صلعم) نے پہلے انبیاء کی تصدیق کی اور ان کی وحی کی بھی تصدیق کی۔

حضرت محمد (صلعم) کی مخالفت اور آپکی کامیابی

جب حضرت محمد (صلعم) نے اپنی رسالت کا اعلان کیا۔ تو آپ کے پیغام پر بڑے غم وغصہ کا اظہار کیا گیا اور معدودے چند کے سوا سب نے مخالفت شروع کر دی لیکن آہستہ آہستہ ماننے والوں کی تعداد بڑھتی گئی مگر اس کے ساتھ ہی مخالفت کا طوفان بھی بڑھتا گیا۔ اور بالآخر آپ کو مکہ چھوڑنا پڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی یہ واقعہ ۶۲۲ء کا ہے آپ کو یہ یقین تھا کہ مدینہ کے لوگ آپ کے پیغام کو سن لیں گے۔ اور ان کی تصدیق کریں گے۔ اور ایسا ہی ثابت ہوا۔ چنانچہ مدینہ میں آپ کو بہت کامیابی ہوئی اور جب دس سال کے بعد آپ کا انتقال ہوا سارا ملک عرب اسلام قبول کر چکا تھا۔ اور ایک صدی کے اندر اندر بحر اوقیانوس سے لیکر بحر ہند تک مساجد کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدا گونجنے لگی۔

اسلامی عقیدہ بہت مختصر اور سادہ ہے یہ دو جملوں پر مشتمل ہے۔ لا الہ الا اللہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ معبود نہیں محمد رسول اللہ محمد (صلعم) اللہ کا رسول ہے۔ ایک مسلمان کے چار فرائض ہیں: پہلا فرض نماز ہے۔ یہ اوقات معینہ پر دن میں پانچ دفعہ ادا کرنی پڑتی ہے۔ اس کے الفاظ بھی متعین اور مقرر ہیں۔ دوسرا فرض روزہ ہے۔ یہ سال میں ایک مہینہ کے ہوتے ہیں۔ جسے رمضان کا مہینہ کہتے ہیں۔ پو پھٹنے کے وقت سے

ہے کہ غروب آفتاب تک روزہ رکھا جاتا ہے۔ اس عرصہ میں کچھ نہیں کھایا پیا جاتا ہے۔ تیسرا فرض حج ہے جو زندگی میں کم از کم ایک دفعہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ حاجی کیلئے مکہ اور مدینہ جانا ہوتا ہے[1]۔

چوتھا فرض زکوٰۃ ہے جس کا مقصد غریب اور محتاج مسلمانوں کی مالی امداد ہے   اسلام قوانین۔ عقائد اور عبادات کا مذہب ہے۔ اسلام کا مذہبی ضابطہ قرآن مجید کے عام احکام پر مبنی ہے اس کے ماسوا احادیث ہیں یا محمد (رسول اللہ صلعم) کی سنت۔ آپ کا عمل یا تعلیم۔ یہ قوانین ایک مسلمان کی ذاتی اور قومی زندگی کے لئے ضابطہ کا کام دیتے ہیں۔ اور معاملات ورثہ۔ شادی۔ اور پرائیویٹ اور پبلک فرائض اور ملک و مال کا حصول اور امن سے منفعت کے طریق کے متعلق رہنمائی کرتے ہیں۔ مسلمان کے لئے شراب اور سوئر کا گوشت حرام ہے۔ اس کو چار بیویاں بیک وقت کرنے کی اجازت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس اجازت کی اصل وجہ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کے وقت میں چونکہ غیر مسلموں کے ساتھ اکثر جنگ و جدل رہتا تھا۔ بہت سی عورتیں بیوہ ہو جاتی تھیں۔ اس لئے ان کے لئے انتظام کرنا ضروری تھا۔ اس حالت میں ایسی مستورات کے تحفظ کا اہتمام کر دینا قابل تعریف کام ہے۔ اگرچہ اس سے انسان کے گھر میں ایسا امن قائم نہیں رہ سکتا جس طرح ایک بیوی کی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے۔

ایک مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جس میں انسان کو اپنے اعمال کی جزا و سزا بھگتنی پڑیگی۔ اس کا سب سے زیادہ مقصد دیدار الہی ہے۔ محض زبان سے ایمان کا اقرار کر لینا نجات کے لئے کافی نہیں۔ ایمان اندرون قلب میں ہونا چاہیئے۔ اور اس کا ثبوت عمل میں ظاہر ہونا چاہیئے مگر محمد (رسول اللہ صلعم) نے فرمایا ہے۔ کہ جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا۔ وہ نار جہنم سے بچ جائیگا اس میں شک نہیں کہ بہشت اور دوزخ کا تخیل بہت سے لوگوں کی اصلاح کا موجب ہوا ہے۔ دوزخ کا ڈر اور بہشت کی توقع سے لوگوں میں برے اعمال سے بچنے اور نیک عمل بجا لانے کی تحریک پیدا ہوئی۔ مگر اسلام میں اولیاء اللہ اور صوفی لوگ اس سے بلند مقام پر تھے۔ وہ بہشت و دوزخ کے تخیل سے ارفع

---

[1] یاد رکھنا چاہیئے کہ زیارت مدینہ حج کا حصہ نہیں ہے یہ پروفیسر صاحب کو غلطی لگی ہے۔ (مترجم)

ہو کر دیدار الٰہی اور لقاء اللہ کے جویا تھے۔

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے

اگرچہ اسلام ایک تبلیغی مذہب تھا اور اب تک ہے اور اس کا پیغام عالمگیر ہے۔ لیکن جہاں کہیں اسلام کا غلبہ ہوا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو ان کی مذہبی آزادی پورے طور سے دی گئی۔ اور ان میں بہت سے لوگوں نے قوم کی سیاسی اور علمی زندگی میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بتوں کی پرستش یا خدا کے انکار کو مسلمان نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محمد (صلعم) نے فرمایا ہے کہ علم کی تحصیل ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔ (طلب العلم فریضۃٌ علی کل مسلمٍ و مسلمۃ) اور یہ کہ علم خواہ چین میں ملے اس کو حاصل کرنا چاہیئے۔ (اطلبوا العلم و لو کان بالصین) فی الجملہ اسلام دنیا میں ایک بہت بڑی تعلیمی طاقت رہا ہے۔ ابتدائے زمانہ سے ہی مساجد کے ساتھ مدارس ملحق رکھے گئے۔ اور جامعہ ازہر جو قاہرہ میں ہے دنیا میں سب سے پرانی یونیورسٹی بیان کی جاتی ہے۔ حال ہی میں اس کی ہزار سالہ جوبلی منائی گئی ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات جو مذہبی فرائض میں سے ہیں۔ ان سے شفاخانے قائم کئے گئے۔ جہاں غربا کو دوائی اور خوراک بھی مفت دی جاتی تھی۔ اور علم طب میں مسلمانوں نے ریسرچ ورک کیا۔ اور اس میں بہت کاوش کی۔ ابن سینا کی کتابیں جو ازمنہ وسطیٰ میں ترجمہ کی گئیں موجودہ علوم فنون کی ترقی سے پہلے یوروپ میں طبی تعلیم کی اساس تھیں۔

اسلام کے بانی خود یتیم ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کے مذہب میں یتامیٰ کی پرورش اور ان کی نگہداشت کے متعلق بالخصوص تاکید پائی جاتی ہے۔

مسلمانوں کی کتب میں اسلامی اخوت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ انما المومنون اخوۃ۔ مساجد میں نماز کے وقت اور حج کے وقت چھوٹے بڑے امیر غریب سب کو ایک دوسرے کے برابر ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ہم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(حضرت) محمد (صلعم) اور آپ کے صحابہ ... غریب لوگ تھے اور نبی صلعم کا اپنی ذات کے متعلق یہ

قول تھا کہ الفقر فخری یعنی میرا فقر میرا فخر ہے۔

بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام جس کے لغوی معنی کلیتہً اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا ہے۔ قضا و قدر پر راضی رہنے کی تلقین کرتا ہے اور ایک مسلمان جب خدا کے حضور میں ہاتھ باندھ کر اللہ اکبر کہتا ہے اپنا سب کچھ خدا کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس قسم کا خیال مسلمانوں کے اندر پایا جاتا ہے اور زوال کے زمانہ میں یہ خیال بہت غالب رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ وقوع میں آیا ہے کہ دنیا کے اسلام جو یورپ کے تاریک ایام میں یونانی علوم کی مشعل بردار تھی بعد میں اس کے اندر روحانی غفلت اور بے حسی آگئی جس سے اب حال ہی میں یہ بیدار ہوئی ہے۔ توہم پرستی اور من گھڑت باتیں ان لوگوں کے عقاید کے جز بن گئے جن کی سیاسی طاقت کے زوال کے ساتھ بصیرت کی طاقت بھی زائل ہو چکی تھی۔ حالانکہ یہ دونوں یعنی سیاسی طاقت اور روحانی قوت وہ ممتاز صفات تھیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کے بزرگ دنیا جہاں کے پیشوا بن گئے تھے۔ اور اس زمانہ کا ذکر ہے جب کہ ان کا خدا پر بھی پورا پورا ایمان تھا۔ اور اپنی قوت بازو پر بھروسہ کر کے وہ اپنی قسمت آپ بناتے تھے۔

خدا کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا یا اپنے آپکو خدا کے حوالے کر دینے کا مطلب تو یہ تھا کہ انسان کو اپنی زندگی اس طریق پر استوار کرنی چاہئیے جو خدا کے منشا کے مطابق ہو اگر تمام لوگ اس طریق سے زندگی بسر کرنا سیکھ لیں۔ تو تمام دنیا میں امن اور صلح قائم ہو جائے۔

میں خود مسلمان نہیں ہوں۔ لیکن میں نے اسلام کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ بغیر کسی تعصب یا لگاؤ کے کیا ہے۔ اس مذہب میں باہمی اختلاف پائے جاتے ہیں[1]۔ لیکن با ایں ہمہ یہ مذہب مختلف قوموں کو متحد کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ حالانکہ ان کے رنگ و روپ اور زبانوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر اس مذہب کے ماننے والے اپنے مذہب کے اعلیٰ اصول کے پابند نہیں تو وہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ دنیا میں ہر ایک قوم کی یہی حالت ہے۔ اور ایک وہی ایسے نہیں کہ اُن کے اعمال ان کی تعلیم کے معیار پر پورے نہ اترتے ہوں بلکہ دوسری قوموں کی بھی یہی کیفیت ہے۔

---

[1] اختلافات کا جہاں تک سوال ہے تمام مسلمان اصول میں متفق ہیں۔ محض فروعی امور میں اختلاف پایا جاتا ہے جو چنداں قابل اعتراض نہیں ہے۔ (مترجم)

تفصیل آمدی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

بابت سال ۴۸-۱۹۴۷ ازیکم نومبر ۱۹۴۷ء لغایت ۳۱-اکتوبر ۱۹۴۸ء

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	مد	پائی	آنے	روپے
		آمد مشن				
۱-۱۱-۴۷	۷۶۷	جناب میاں فخرالدین صاحب لاہور	چندہ مشن	..	..	۱۰۰
۳-۱۱-۴۷	۷۶۸	" راجہ صاحب بہادر نانپارہ لکھنؤ	" "	..	..	۱۰۰
۳-۱۱-۴۷	۷۶۹	چندہ عملہ لاہور	" "	..	..	۸
۴-۱۱-۴۷	۷۷۰	" سر عبدالحلیم صاحب غزنوی کلکتہ	زکوٰۃ	..	..	۱۰
۵-۱۱-۴۷	۷۸۲	" کیپٹن فیرکلف کراچی	چندہ مشن	..	..	۲۵
۶-۱۱-۴۷	۷۸۵	" ایس سعدی کیمپ ٹاؤن	" "	..	۴	۱۳
۸-۱۱-۴۷	۷۹۶	احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور	نصف تنخواہ امام مسجد ووکنگ بابت ماہ ستمبر-اکتوبر	..	۸	۳۹۷
۸-۱۱-۴۷	۷۹۷	ٹرسٹیز جناب قاسم علی جیراج بھائی مرحوم بمبئی	چندہ مشن	..	..	۲۰۰
۱۱-۱۱-۴۷	۸۱۲	جناب تصدق احمد صاحب کلکتہ	زکوٰۃ	..	..	۲۰
۱۷-۱۱-۴۷	۸۱۳	" ایم-اے-سنی صاحب نائیجیریا	"	..	۱۲	۶
۲۵-۱۱-۴۷	۸۲۹	" این اکبر خانصاحب رنگون	چندہ مشن	..	..	۵
۲-۱۲-۴۷	۸۴۷	" جے-اے لال جی صاحب بمبئی	" "	..	..	۲۰
۲-۱۲-۴۷	۸۴۹۰	چندہ عملہ لاہور	" "	..	۴	۱
۱۷-۱۲-۴۷	۸۸۴	" محمد اسلم خانصاحب مردان	" "	..	..	۳۰
۱۹-۱۲-۴۷	۸۸۶	" ڈی-ایم عبدالغنی صاحب اروامام	زکوٰۃ	..	..	۵
۲۰-۱۲-۴۷	۸۹۳	" عبدالمجید صاحب منسلریا	چندہ مشن	..	۶	۶۶

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	مد	پائی	آنے	روپے
۲۳-۱۲-۴۷	۹۷۶	جناب خواجہ نذیر احمد صاحب لاہور	چندہ مشن	۰۰	۰۰	۷۵۰
۱-۱-۴۸	۹۷۷	چندہ عملہ لاہور	″ ″	۰۰	۱۲	۰۰
۹-۱-۴۸	۱۰۲۵	″ عبد الغفور ٹرسٹ کولمبو	″ ″	۰۰	۰۰	۱۰۰
۹-۱-۴۸	۱۰۲۶	″ لفٹننٹ کرنل ایم۔ اے جعفری صاحب کراچی	″ ″	۰۰	-	۳۰
۱۵-۱-۴۸	۱۰۴۸	دی پراپاگیشن آف اسلام فنڈ افریقہ	″ ″	۰۰	۱۲	۹۲
۱۹-۱-۴۸	۱۰۵۵	″ ٹوٹو محمد ڈار صاحب ملایا	″ ″	۰۰	۰۰	۱۵
۳۰-۱-۴۸	۱۲۳۰	″ اے عبد الرحیم صاحب ٹنجہ	″ ″	۰۰	۰۰	۲۰
۳۰-۱-۴۸	۱۲۳۱	″ چودہری عبد الحق صاحب قبولہ (منٹگمری)	″ ″	۰۰	۰۰	۵
۳۱-۱-۴۸	۱۲۵۳	″ این اکبر خانصاحب برما	″ ″	۰۰	۰	۱۰
۵-۲-۴۸	۱۲۹۱	چندہ عملہ لاہور	″ ″	۰۰	۴	۱
۵-۲-۴۸	۱۲۹۱	″ خواجہ خلیل احمد صاحب لاہور	″ ″	۰۰	۰۰	۵
۵-۲-۴۸	۱۲۹۲	″ عبد الصمد صاحب نیویارک	″ ″	۰۰	-	۳۹
۵-۲-۴۸	۱۲۹۳	برما آئل کمپنی کراچی	″ ″	۰	-	۲۵
۹-۲-۴۸	۱۳۰۹	″ نظامت جنگ بہادر حیدر آباد دکن	″ ″	-		۵۰
۱۰-۲-۴۸	۱۳۲۳	″ داود ماریکار صاحب لنکا	″ ″	۰۰	۰۰	۲۰
۱۳-۲-۴۸	۱۳۳۲	ششماہی منافع الائیڈ بنک لاہور	منافع	۰۰	۰۰	۴۰۰
۲۳-۲-۴۸	۱۳۴۷	″ ڈاکٹر ایم۔ اے نعمانی صاحب بنارس	چندہ مشن	-	۰۰۰	۳۰
۲۳-۲-۴۸	۱۳۴۸	″ سید نصرت علی صاحب کیمپ عدن	″ ″	۰۰	۰۰	۱۰
۲۳-۲-۴۸	۱۳۴۸	″ میڈیکل آفیسر صاحب برما	″ ″	۰۰	۸	۸۵
۲۴-۲-۴۸	۱۳۸۶	ٹرسٹیز جناب قاسم علی جیراج بھائی صاحب مرحوم بمبئی	″ ″	-	۰۰	۲۰۰

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	مد	پائی	آنے	روپے
۲۶-۲-۴۸	۱۳۸۷	جناب منیر احمد صاحب لاسر گنج	چندہ مشن	۰۰	۰۰	۱۵
۲۶-۲-۴۸	۱۳۸۸	" چودھری عبد الحق صاحب تبولہ (منٹگمری)	" "	۰۰	۰۰	۱۰
۲۶-۲-۴۸	۱۳۸۹	" خانبہادر عبد السلام صاحب سیونی	" "	۰۰	۰۰	۱۰
۱-۳-۴۸	۱۴۱۵	چندہ عملہ	" "	۰۰	۴	۸
۲-۳-۴۸	۱۴۱۸	" مولانا آفتاب الدین احمد صاحب لاہور	" "	۰۰	۰۰	۱
۲-۳-۴۸	۱۴۱۹	" آر کریم صاحب گورداسپور	" "	۰۰	۰۰	۱۸
۲-۳-۴۸	۱۴۲۳	" خانبہادر محمد عبد السلام صاحب سیونی	" "	۰۰	۰۰	۱۰
۸-۳-۴۸	۱۴۸۲	ٹرسٹیز جناب قاسم علی چیراغ بھائی صاحب مرحوم بمبئی	" "	۰۰	۰۰	۱۰۰
۹-۳-۴۸	۱۴۹۰	جناب سلطان صاحب بہادر آف کیڈا ملایا	" "	۰۰	۰۰	۱۴۰
۱۲-۳-۴۸	۱۵۱۱	" محمد دیا آل عکی بے قاہرہ	" "	۰۰	۱۳	۲۶۵
۱۵-۳-۴۸	۱۵۲۴	" وقار الحسن صاحب شیر کوٹ (بجنور)	" "	۰۰	۰۰	۱۲۰
۱۷-۳-۴۸	۱۵۹۶	" ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب ووکنگ (انگلستان)	" "	۰۰	۱۲	۲
۱۷-۳-۴۸	۱۵۹۸	" سید سعد اللہ صاحب شیلانگ	" "	۰۰	۰۰	۲۵
۱۸-۳-۴۸	۱۶۰۴	" ربیع الکریم صاحب راج شاہی (بنگال)	" "	۰۰	۰۰	۳۲
۲۳-۳-۴۸	۱۶۲۷	" کے۔ ای ڈوسا صاحب بمبئی	" "	۰۰	۰۰	۲۰۰
۲۳-۳-۴۸	۱۶۲۷	" غلام علی ایچ راجی صاحب "	" "	۰۰	۰۰	۲۰۰
۲۳-۳-۴۸	۱۶۲۷	" ہاشم جیرجی صاحب "	" "	۰۰	۰۰	۵۰
۲۴-۳-۴۸	۱۶۳۶	" الیس احمد صاحب برما	" "	۰۰	۰۰	۵۰
۲۹-۳-۴۸	۱۶۷۱	" خواجہ عبد الرشید صاحب لاہور	" "	۰۰	۰۰	۱۰۰۴
۲۹-۳-۴۸	۱۶۷۲	" مونگ مونگ صاحب پیننگ (ملایا)	" "	۰۰	۰۰	۲۵

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	مد	پائی	آنے	روپے
۳۰-۳-۴۸	۱۶۸۲	جناب حاجی سر عبداللہ ہارون صاحب کراچی	چندہ مشن	۰۰	۰۰	۲۰
۱۰-۴-۴۸	۱۶۹۱	چندہ عملہ لاہور	" "	۰۰	۴	۱
۷-۴-۴۸	۱۷۱۳	ٹرسٹیز جناب قاسم علی جیراج بھائی صاحب مرحوم بمبئی	" "	۰۰	۰۰	۱۰۰
۲۰-۴-۴۸	۱۷۴۱	جناب عبدالباسط صاحب حیدرآباد دکن	" "	۰۰	۰۰	۱۰۰
۲۲-۴-۴۸	۱۷۵۵	" ایم معین خانصاحب بی ٹی کاراٹیا (بنگال)	" "	۰۰	۰۰	۱۰۰
۲۴-۴-۴۸	۱۷۶۹	" راجہ صاحب بہادر آف نانپورہ لکھنؤ	" "	۰۰	۰۰	۱۰۰
۲۹-۴-۴۸	۱۷۷۰	" من فو جاری صاحب ٹیننگ	" "	۰۰	۰۰	۱۰۶
۳۰-۴-۴۸	۱۷۸۵	" چودہری عبدالحق صاحب تبولہ (منٹگمری)	" "	۰۰	۰۰	۵
۱۰-۵-۴۸	۹	" پرنسپل صاحب مدرسۃ اللہ ڈہاکہ	" "	۰۰	۰۰	۵
"	۱۰	" محمد اشرف علی صاحب باگرگنج	" "	۰۰	۰۰	۲
"	۱۱	" سید محمد اسحاق صاحب میمن سنگھ	" "	۰۰	۰۰	۲۵
"	۱۲	" سیکرٹری صاحب مسلم لائبریری کولمبو	" "	۰۰	۰۰	۱۰۰
"	۱۳	" ٹرسٹیز جناب قاسم علی جیراج بھائیصاحب مرحوم بمبئی	" "	۰۰	۰۰	۱۰۰
۱۷-۵-۴۸	۵۳	جناب سید سلطان علی شاہ صاحب لاہور چھاؤنی	" "	۰۰	۰۰	۲۵
۲۷-۵-۴۸	۸۴	" خانبہادر حاجی محمد علی خانصاحب پشاور	" "	۰۰	۰۰	۵۰
"	۸۵	" " غلام صمدانی خانصاحب "	" "	۰۰	۰۰	۶۰
۲-۶-۴۸	۱۰۰	" چودہری عبدالحق صاحب تبولہ (منٹگمری)	" "	۰۰	۰۰	۲۵
۳-۶-۴۸	۱۰۶	" خواجہ نذیر احمد صاحب لاہور	اسلامک ریویو سکیم	۰۰	۰۰	۱۰۰۰۰
"	۱۰۷	" خانصاحب حاجی عبداللہ خانصاحب پیرپائی	چندہ مشن	۰۰	۰۰	۵۰
۱۱-۶-۴۸	۱۵۱	" ایم۔ اے حسن صاحب کراچی	" "	۰۰	۰۰	۱۲

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	مد	پائی	آنے	روپے
۱۷-۶-۴۸	۱۷۳	جناب عطاء الرحمٰن صاحب علی گڑھ	چندہ مشن	..	..	۲۵
"	۱۷۴	" خواجہ صلاح الدین محمود صاحب کراچی	چندہ مشن و اسلامک ریویو سکیم	..	..	۷۵
"	۱۷۵	ٹرسٹیز جناب قاسم علی جیراج بھائی صاحب مرحوم بمبئی	چندہ مشن	..	..	۱۰۰
۱۸-۶-۴۸	۱۸۹	جناب قاضی عبد الرحمٰن صاحب لائلپور	" "	..		۱۵
"	۱۹۱	" سید سلطان علی شاہ صاحب لاہور چھاؤنی	" "	..	..	۲۵
۳۰-۶-۴۸	۲۱۲	احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور	برائے تنخواہ امام مسجد ووکنگ	..	..	۵۰۰۰
۸-۷-۴۸	۳۰۱	" کرنل ایم۔ اے جعفری صاحب کراچی	چندہ مشن	..	..	۲۰
"	۳۰۲	" سید احمد علی صاحب لاہور	" "	..	۸	۴۲
۱۲-۷-۴۸	۳۱۱	ٹرسٹیز جناب قاسم علی جیراج بھائی صاحب مرحوم بمبئی	" "	..	..	۲۰۰
۱۴-۷-۴۸	۳۴۴	جناب گل محمد صاحب آسٹریلیا	اسلامک ریویو سکیم	..	۱۲	۱۰۵۶
۲۶-۷-۴۸	۴۰۲	" ایچ لال خانصاحب کیپ ٹاؤن	چندہ مشن	..	۱۰	۶
۲۷-۷-۴۸	۴۱۶	" چودہری عبد الحق صاحب قبولہ (منٹگمری)	چندہ مشن و زکوٰۃ	..	..	۱۰
۲۸-۷-۴۸	۴۲۵	" قاضی رشید علی صاحب عباسی لکھنؤ	زکوٰۃ	..	..	۲۰
۳-۸-۴۸	۴۶۲	" محب اللہ صاحب سیونی	چندہ مشن	..	..	۱۰
۴-۸-۴۸	۴۶۵	" اے۔ ایچ باکزا کراچی	" "	..	..	۵
۱۰-۸-۴۸	۴۷۰	" سید سراج الحق صاحب پاسچگاؤں	زکوٰۃ			۳۰
۱۱-۸-۴۸	۴۹۴	" این۔ ڈی عبد اللہ صاحب مدراس	"			۱۰
"	۴۹۵	" محمد بخش صاحب حسن گنج	"			۱۳۵
۱۹-۸-۴۸	۵۱۸	" محمد عظیم اللہ خانصاحب بیزوادہ	"			۱۵
"	۵۱۹	" سر عبد الحلیم غزنوی صاحب کلکتہ	"			۱۰

تاریخ	کوپن	اسمائے گرامی معطی صاحبان	مد	پائی	آنے	روپے
۲۴-۸-۴۸	۵۵۶	ٹرسٹینر جناب قاسم علی جیراج بھائی صاحب بمبئی	چندہ مشن	--	--	۱۰۰
۲۷-۸-۴۸	۵۷۱	جناب ایم باچوُنی صاحب بسین	" "	--	--	۵۰
۱-۹-۴۸	۵۸۳	" ایم-اسے عزیز مرزا صاحب راجشاہی	" "	--	۸	۱
۹-۹-۴۸	۶۰۷	" چودہری عبدالحق صاحب قبولہ (منٹگمری)	" "	--	--	۵
۱۵-۹-۴۸	۶۱۳	ٹرسٹینر جناب قاسم علی جیراج بھائی صاحب مرحوم بمبئی	" "	"	--	۱۰۰
۳۰-۹-۴۸	۶۹۷	جناب چوہدری عبدالحق صاحب قبولہ (منٹگمری)	" "	--	--	۵
۱۱-۱۰-۴۸	۷۲۶	ٹرسٹینر جناب قاسم علی جیراج بھائی صاحب مرحوم بمبئی	" "	--	--	۱۰۰
۲۳-۱۰-۴۸	۷۸۳	جناب الیس-این ہدا صاحب نیورا	زکوٰۃ	--	۸	۵۶
"	۷۸۴	" نواب زادہ محمد صادق صاحب بمبئی	"	--	--	۱۰۰
		فروخت رسالہ اسلامک ریویو		--	۱۰	۷۶۵۴
		" " اشاعت اسلام		--	۱۳	۸۳۵
		" کتب		۳	۹	۵۰۱۳
		میزان		۳	۶	۴۰۰۰۲

تفصیل اخراجات دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لمو

بابت سال ۴۸-۱۹۴۷ - از یکم نومبر ۱۹۴۷ء لغایت ۳۱-اکتوبر ۱۹۴۸ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۱-۱۱-۴۷	۵۷	تنخواہ عملہ دفتر لاہور ماہ اکتوبر ۱۹۴۷ء	..	۲	۶۶۸
۵-۱۱-۴۷	۵۸	کرایہ گودام بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۷ء	..	..	۲۰
۱۰-۱۱-۴۸	۶۱ الف	امپرسٹ بل	۹	۱۱	۲۷۵
"	۶۱ ب	امپرسٹ بل	--	۱۳	۲۷۷
"	۶۳	امپرسٹ بل	..	۱۵	۱۷۷
۷-۱-۴۸	۶۴	تنخواہ عملہ دفتر لاہور ماہ نومبر ۱۹۴۷ء	..	۲	۶۶۸
"	۶۵	" " " " دسمبر ۱۹۴۷ء	..	۲	۶۶۸
"	۶۶	کرایہ گودام بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۴۷ء	..	--	۴۰
"	۶۷-۶۸-۶۹	امپرسٹ بل	۳	۳	۵۵۶
"	۷۰	تنخواہ ٹائپسٹ و کلرک اشاعت اسلام	..	--	۹۰
"	۷۱	امپرسٹ بل	..	۱۴	۷۷
"	۷۲	کاغذ برائے اسلامک ریویو	..	۳	۸۳۹
"	۷۴	تنخواہ مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلینڈ) بابت ماہ جون ۱۹۴۸ء	..	۱۳	۴۶۳
"	۷۵	زادِ سفر مولوی عبدالمجید صاحب لاہور تا حیدرآباد دکن	..	..	۵۰۰
۳-۲-۴۸	۷۶	امپرسٹ بل	۹	۵	۲۷۴
"	۷۷	طباعت اسلامک ریویو بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۷ء	..	--	۱۹۶

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۳-۲-۴۸	۷۸	اجرت جلدبندی کتاب گلمپسز	..	۸	۱۴۲
"	۷۹	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ جنوری ۱۹۴۸ء	۶	۱۵	۶۹۱
"	۸۰	طباعت اشاعت اسلام بابت ماہ اگست و ستمبر	..	..	۵۰
"	"	" فہرست کتب	..	..	۱۵۳
"	"	امپرسٹ بل	۶	۸	۷۹
۲-۳-۴۸	۸۱	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ فروری ۱۹۴۸ء	..	۹	۷۶۰
"	۸۲	امپرسٹ بل	..	۹	۲۸۸
"	۸۳	خرید کتب برائے ووکنگ	..	۴	۶۴۵
"	۸۴	طباعت اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری-فروری-مارچ	..	..	۵۷۹
"	۸۵	اجرت کتابت اشاعت اسلام نومبر تا جنوری	۶	۴	۸۷
"	۸۵a	جلدبندی اسلامک ریویو دسمبر ۴۷ء تا جنوری ۴۸ء	..	۸	۲۷
"	۸۵b	کرایہ گودام بابت ماہ جنوری تا فروری ۴۸ء	..	..	۴۰
"	۸۵c	اسلامک ریویو پروف ریڈنگ	..	..	۴۰
"	۸۶	اجرت طباعت کتب وغیرہ	..	۸	۵۱۳
"	۸۷	اجرت طباعت اشاعت اسلام بابت ماہ اکتوبر-نومبر-دسمبر-جنوری	..	..	۱۰۰
۲۲-۳-۴۸	۸۹	تنخواہ مولانا عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان بابت ماہ جنوری-فروری	..	۸	۹۲۷
"	۹۰	امپرسٹ بل برائے انگلستان	..	۱۳	۳
"	۹۱	امپرسٹ بل	۶	۴	۲۴۶
۲۶-۳-۴۸	۹۲	امپرسٹ بل	۶	۱۴	۲۹۹
"	۹۴	زادِ سفر مولوی عبدالمجید صاحب برائے سفر حیدرآباد دکن	..	..	۴۵۰

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۲۶-۳-۴۸	۹۵	خرید کتب برائے فروخت	..	۲	۸۳
"	۹۶	امپرسٹ بل	--	۱۰	۲۶۰
"	۹۷	واپسی پراویڈنٹ فنڈ جناب سیکرٹری صاحب	..	۱۵	۸۳۴
۱-۴-۴۸	۹۸	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ مارچ ۱۹۴۸ء	..	۱۲	۸۵۰
"	۹۹	چھپوائی کتب (ٹریکٹ) وغیرہ	--	۸	۴۵۸
"	۱۰۰	طباعت رسالہ اشاعت اسلام وکتب	..	--	۴۶۳
"	۱۰۱	امپرسٹ بل	..	..	۳۰۰
۸-۴-۴۸	۱۰۲	کرایہ گودام بابت ماہ مارچ	..	--	۲۰
"	۱۰۳	امپرسٹ بل	۶	۱۲	۲۷۸
۲۹-۴-۴۸	۱۰۴	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ اپریل	..	۱	۹۲۵
"	۱۰۵	کرایہ گودام کتابت اسلامک ریویو و پروف ریڈنگ اسلامک ریویو	--	۶	۱۲۲
"	۱۰۶	امپرسٹ بل	..	۴	۲۸۲
"	۱۰۷	بنک بیلنس جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سپرد کیا گیا	۱۱	--	۱۴۰۰
۱-۵-۴۸	۵	امپرسٹ بل	۹	۱۳	۲۹۹
"	۱۱	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ مئی	..	۱۲	۵۸۰
۲۹-۵-۴۸	۱۲	طباعت اسلامک ریویو بابت ماہ جنوری تا فروری ۱۹۴۸ء	--	..	۳۹۲
"	۱۳	اشاعت اسلام کتابت وجلد بندی کتب	..	۱۰	۱۳۳۰
"	۱۴	کتابت اشاعت اسلام جلد بندی رسالہ جات چھپوائی اسلامک ریویو	۶	۹	۴۲۸
	۱۵	امپرسٹ بل	..	۱۵	۷۹۲
۲۵-۶-۴۸	۱۶	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ جون ۱۹۴۸ء	--	۷	۵۷۰

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۲۵-۶-۳۸	۱۷	طباعت کتب - طباعت اشاعت جلد بندی طباعت اسلامک ریویو وغیرہ	۶	۱	۴۹۲
"	۱۸	امپریسٹ بل	۶	۹	۲۵۵
"	۲۴	تنخواہ مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ بابت ماہ مارچ - اپریل	۰۰	۱۲	۱۳۱۵
"	۲۵	" احمد مجیر ایجنٹ مشن در بنگال جنوری تا جون	۰۰	-	۴۹۰
"	۲۶	خرید کتب برائے فروخت	۰۰	۶	۲۹۰
"	۲۷	" " " "	۰۰	۴	۲۱۳
"	۲۸	تنخواہ چپراسی بابت ماہ مئی ۳۸ء	۰۰	۹	۱۷
"	۲۹	امپریسٹ بل	۰۰	۲	۲۷۸
۲۹-۶-۳۸	۳۰	بل طباعت کتب - جلد بندی کتب وغیرہ	۰۰	۲	۱۱۷۶
"	۳۱	خرید کاغذ برائے اسلامک ریویو و اشاعت اسلام	۰۰	۶	۵۵۰
۳-۷-۳۸	۳۲	ادائیگی کمیشن کتاب (لٹریچر کرڈ) نیو ورلڈ آرڈر	۰	۴	۶۸
"	۳۳	امپریسٹ بل	۹	۱۳	۲۶۳
"	۳۴	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ جولائی ۱۹۳۸ء	-	۱۰	۵۸۰
"	۳۵	کرایہ گودام - کتابت اشاعت اسلام و کتب وغیرہ	۶	۱	۳۱۲
۳-۸-۳۸	۳۶	طباعت کتاب مسلم بریریک	۰۰	--	۶۱۰
۱۰-۸-۳۸	۳۷	امپریسٹ بل	--	۱۱	۱۴۱
۲۰-۸-۳۸	۳۸	بل واجب الادا ازاں جناب مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ بابت امپریسٹ وغیرہ	۰۰	-	۱۶۷۳
"	۳۹	" " " " " " " "	۰۰	۱۳	۶۸۰
"	۴۰	" " " " " " " "	۰۰	۱۰	۱۳۳
۲۳-۸-۳۸	۴۱	امپریسٹ بل	۰۰	۱۰	۲۹۸

تاریخ	بل نمبر	تفصیل اخراجات	پائی	آنے	روپے
۲۵-۸-۴۸	۴۲	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ اگست ۴۸ء	۶	۲	۵۸۳
۳۱-۸-۴۸	۴۳	طباعت اشاعت اسلام - طباعت کتب، جلدبندی رسالہ کتب وکتابت اشاعت اسلام	..	۳	۴۷۳
۶-۹-۴۸	۴۴	امپرسٹ بل	--	۱۰	۲۸۳
۱-۹-۴۸	۴۵	خرید کاغذ برائے کتب	..	..	۳۱۵
۲۱-۹-۴۸	۴۶	امپرسٹ بل	..	۱۱	۲۵۷
۲۴-۹-۴۸	۴۷	خرید کتب برائے فروخت برائے ورکنگ آفس	.	.	۷۲۳
۲۷-۹-۴۸	۴۸	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ ستمبر ۴۸ء	۹	۲	۵۶۳
۲۹-۹-۴۸	۴۹	امپرسٹ بل	--	۹	۲۴۷
″	۵۰	طباعت کتب کتابت اشاعت اسلام جلدبندی رسالجات	..	۱۳	۳۲۱
۶-۱۰-۴۸	۵۱	خرید کتب اہلحدیث برائے فروخت	..	--	۵۶۷
۱۲-۱۰-۴۸	۵۲	خرید کاغذ برائے کتب و رسالہ جات	۶	۷	۳۱۳
۲۳-۱۰-۴۸	۵۳	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ اکتوبر ۴۸ء	..	۱۲	۵۸۷
″	۵۴	بل طباعت اشاعت اسلام - کتابت اشاعت اسلام کرایہ گودام و پروف ریڈنگ اسلامک ریویو وغیرہ	۶	۱	۸۲
″	۵۵	امپرسٹ بل	۶	۱	۲۵۵
″	۵۶	خرید کاغذ برائے رسالہ جات وکتب وغیرہ	..	..	۷۰۰
		میزان	۳	۵	۳۷۹۴۸

قابلِ دید کتابیں

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تمدن اسلام حصہ اول	۱۴ر	منابع المسیحیت	۱۳ر
راز حیات یا انجیل عمل	۱۲ر	موضوع القران	۴ر
تحفۂ کرسمس	۴ر	توحید فی الاسلام	۱۰ر
سلک مروارید	۱۰ر	ضرورت الہام	۸ر
مکالمات ملیہ	۱۰ر	اسلام میں کوئی فرقہ نہیں	۱۰ر
مذہب محبت	۴ر	مطالعہ اسلام	۱۰ر
لمعات انوار محمدیہ	۶ر	ذرات عالم کا مذہب	۴ر
اسوۂ حسنہ	۸ر	ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان	۸ر
براہین نیرہ معروف بہ زندہ و کامل الہام	۱۲ر	خطبات مغربیہ	۱۲ر
سیر افکار یا روحانیت فی الاسلام	۱۲ر	مقصد مذہب	۴ر
ہستی باری تعالےٰ	۶ر	پیام اسلام	۸ر
اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر	حیات بعد الموت	۸ر

ملنے کا پتہ

مینجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پاکستان)

نبوت کا ظہور اتم

المعروف بہ

نبی کامل صلعم

صفحات ۳۴۳

قیمت دو روپے

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور مسلم مشنری امام مسجد ووکنگ انگلستان

کی شہرۂ آفاق تصنیف "دی آئیڈیل پرافٹ" کا سلیس اور نفیس اردو ترجمہ بمع مقدمہ و تمہید

باب (۱) اول :- کیا اوتار پیروی انسانی کے لئے کوئی نمونہ بن سکتے ہیں ؟

باب (۲) دوم :- انبیاء اللہ بہ شکل اسوہ -

باب (۳) سوم :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا کی حالت

باب (۴) چہارم :- بعثت عظمے

باب (۵) پنجم :- شخصیت کامل

باب (۶) ششم :- مکمل سیرت

باب (۷) ہفتم :- حصول منتہائے کامیابی

باب (۸) ہشتم :- بہترین معلم دین

باب نہم :- عقائد مذہبی کا اعلیٰ ترین شارح

باب (۱۰) دہم :- اسوۂ حسنہ

باب (۱۱) یازدہم :- اجتماع حسنات

ملنے کا پتہ :- مینیجر مسلم بک سوسائٹی - عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پاکستان)